

سلسلۂ نصابات تعلیم جامعۂ عثمانیہ

(بی۔ اے۔ کے لئے)

کاملِ ابنِ اثیر

(خلافتِ بنو امیہ)

حصۂ اوّل

(ترجمہ از عربی)

مُترجمہٗ
مولوی محمد جمیل الرحمن صاحب۔ ایم۔ اے۔ آر۔ اے۔ ایس،
مددگار پروفیسر تاریخ اسلام کلیۂ جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳۴۱ھ م سنہ ۱۳۳۲ف م سنہ ۱۹۲۲ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

اِطلاع

اس جلد میں تاریخ کامل ابن اثیر کے عربی نسخے مطبوعہ جرمنی کی جلد سوم اور جلد چہارم کے اجزا کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

جلد سوم کا ترجمہ صفحہ ۳۳۹ سے صفحہ ۴۶۴ تک ہے اور

جلد چہارم کا ترجمہ صفحہ ۱ سے صفحہ ۲۹۶ تک ہے۔

مضمون کے لحاظ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلع خلافت سے شہادت عبداللہ بن زبیر تک کے حالات ہیں۔

فہرست مضامین

اطلاع

اس جلد میں تاریخ کامل ابن اثیر کے عربی نسخے مطبوعہ جرمنی کی جلد سوم اور جلد چہارم کے اجزا کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ جلد سوم کا ترجمہ صفحہ ۳۳۹ سے صفحہ ۴۴۳ تک ہے اور جلد چہارم کا ترجمہ صفحہ ۱ سے صفحہ ۲۹۶ تک ہے۔

مضمون کے لحاظ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلع خلافت سے شہادت عبداللہ بن زبیر تک کے حالات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کامل ابن اثیر

جلد سوم

خلافت بنو امیہ

واقعات سنہ ۴۱ھ

حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کے معاویہ کو خلافت سپرد کر دینے کا بیان

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انکے لشکر کے چالیس ہزار آدمیوں نے موت تک ان کا ساتھ دینے کے وعدے سے بیعت کی تھی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب وہ ان لوگوں سے شام کے متعلق کچھ باتیں بیان کرتے تھے۔ مگر اس اثناء میں کہ وہ روانگی کی تیاریاں کر رہے تھے شہید ہو گئے۔ حق یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ غرض کہ جب وہ شہید ہو گئے اور لوگوں نے بڑے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو آپ کو یہ خبر ملی کہ معاویہ اہل شام کو ہمراہ لیکر ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ اور ان کا وہ لشکر جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تیار ہو کر معاویہ کے مقابلے کے لئے کوفے سے روانہ ہوئے۔ اس عرصے میں معاویہ مسکن تک پہنچ چکے تھے۔ ادھر حضرت امام حسنؓ نے مدائن تک پہنچکر قیس ابن سعد ابن عبادۃ الانصاری کو اپنے بارہ ہزار آدمیوں کے مقدمۃ الجیش کا سردار مقرر کر دیا۔ اور یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے مقدمۃ الجیش پر عبداللہ ابن عباس کو مقرر کیا تھا۔ اور انہوں نے قیس ابن سعد ابن عبادہ کو فوج کے طلائے پر مقرر کیا۔ جب امام حسنؓ مدائن پہنچے تو کسی نے فوج میں بآواز بلند پکار کر کہا کہ قیس ابن سعد شہید ہو گئے۔ یہاں سے بھاگ چلو۔ یہ سنتے ہی لوگ امام حسنؓ کے خیمے میں گھس گئے اور آپ کا سامان لوٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جس بچھونے پر آپ بیٹھے تھے اس کو بھی کھینچ لیا۔ جس سے امام حسنؓ کا غصہ زیادہ ہو گیا۔ اور ان سے خوف زدہ ہو گئے وہ مدائن کے مقصورۃ البیضاء میں

داخل ہو گئے۔ ان دونوں میں سعد بن مسعود الثقفی (مختار ابن ابی عبید کا چچا) مدائن کا حاکم تھا۔ مختار اس زمانے میں بالکل نوجوان تھا۔ اس نے اپنے چچا سے کہا کہ "کیا آپ غنا اور شرف چاہتے ہیں؟" سعد نے کہا "وہ کیا ہے" مختار نے جواب دیا کہ "وہ یہ ہے کہ آپ امام حسنؓ کو باندھ لیں اور اس کے ذریعے سے معاویہ کی پناہ میں آجائیے"۔ اس کے چچا نے کہا "تم پر لعنت ہو" کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں رسول اللہ صلعم کے نواسے پر حملہ کردوں اور اسے جکڑ دوں، تم بہت برے آدمی ہو"۔ آخر جب امام حسنؓ نے دیکھا کہ اس معاملے میں یوں اختلاف رائے ہے تو انھوں نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں چند شرائط بیان کیں۔ اور لکھا کہ "اگر آپ یہ باتیں مان لیں تو میں سماعت و اطاعت کے لئے حاضر ہوں۔ آپ کو چاہئے کہ آپ ان شرائط کو ضرور پورا کریں"۔ پھر اپنے بھائی امام حسینؓ اور عبداللہ ابن جعفر سے کہا کہ میں نے صلح کے بارے میں معاویہ کو مراسلہ لکھا ہے"۔ امام حسینؓ نے کہا کہ "میں آپ کو خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں۔ کہ آپ معاویہ کے قول کی تصدیق اور اپنے باپ کے قول کی تکذیب نہ کیجئے"۔ امام حسنؓ نے جواب دیا کہ "خاموش رہو۔ میں اس معاملے کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں"۔ جب امام حسنؓ کا خط معاویہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے اسے رکھ لیا۔ اس سے قبل وہ عبداللہ ابن عامر اور عبدالرحمن ابن سمرہ ابن حبیب بن عبد شمس کو امام حسنؓ کے نام ایک کاغذ دیکر روانہ کر چکے تھے۔ جو بالکل سادہ تھا اور جس کے نیچے مہر لگی ہوئی تھی۔ معاویہ نے ان کو لکھا کہ "اس کاغذ کے نیچے مہر لگی ہوئی ہے۔ آپ اپنی شرائط درج کر دیجئے وہ شرائط مجھے قبول ہیں"۔ جب امام حسنؓ کے پاس وہ خط پہونچا تو انھوں نے معاویہ سے اس سے قبل کی پیش کردہ شرائط سے دگنی شرطیں کیں۔ اور اس خط کو اپنے پاس رکھ لیا۔ الغرض جب امام حسنؓ نے امر خلافت معاویہ کے سپرد کر دیا اور ان سے ان کے مہر شدہ خط کی مندرجہ شرائط کا ایفا چاہا تو معاویہ نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جو کچھ آپ چاہتے تھے وہ میں آپ کو دے چکا ہوں۔

آخر کار جب دونوں میں صلح ہو گئی تو امام حسنؓ نے اہل عراق کے ایک مجمع میں کھڑے ہو کے فرمایا کہ "اے اہل عراق۔ تین باتوں نے مجھ کو تم سے جدائی اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ تمھارا میرے باپ کو شہید کرنا۔ تمھارا خود مجھ پر نیزے کا وار کرنا۔ اور میرے مال و متاع کو لوٹنا"۔ امام حسنؓ نے امیر معاویہ سے جو امور طلب کئے تھے وہ یہ تھے کہ کوفے کے بیت المال کی تمام رقم جس کی مقدار پچاس لاکھ تھی اور فارس کے دارابجرد کا خراج انھیں دیا جائے۔ اور یہ کہ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کو سب وشتم نہ کیا جائے۔ معاویہ نے سب وشتم سے باز رہنے کو منظور نہ کیا۔ امیر امام حسنؓ نے پھر طلب کیا کہ انکو ایسے وقت میں سب وشتم نہ کیا کریں کہ وہ سنتے ہوں۔ اس کو انھوں نے منظور کیا مگر بعد میں یہ شرط بھی پوری نہ کی۔ باقی رہا دارا بجرد کا خراج اسے اہل بصرہ نے یہ کہکر روک دیا کہ وہ ہمارے مال غنیمت میں سے ہے اور وہ ہم کسی کو نہ دینگے۔ انھوں نے اس میں بھی معاویہ ہی کے حکم سے رکاوٹ پیدا کی تھی؛

معاویہ نے اس سال ربیع الاول کی چوبیسویں یا پچیسویں کو امر خلافت قبول کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ربیع الآخر میں اور بعض کہتے ہیں کہ جمادی الاولی میں؛

کہتے ہیں کہ امام حسنؓ نے امر خلافت امیر معاویہ کو اس لئے سپرد کر دیا کہ جب انھوں نے تسلیم خلافت کے متعلق معاویہ کو مراسلہ بھیجا تو انھوں نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ اور خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا :۔

"خدا کی قسم ہمیں کسی قسم کا شک یا ندامت اہل شام پر حملہ کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اور ہم ضرور اہل شام سے سلامت اور صبر کے ساتھ لڑتے۔ مگر سلامت عداوت کی وجہ سے اور صبر بیقراری کی وجہ سے ضعیف وکمزور ہو گئے ہیں۔ جس وقت تم صفین کے میدان جنگ کی طرف جا رہے تھے تو تمھارا دین تمھاری دنیا کے آگے تھا۔ مگر آج تمھارا حال یہ ہے کہ تمھاری دنیا تمھارے دین سے آگے ہے۔ سنو تم اس وقت دو کشتوں کے درمیان میں ہو۔ ایک کشتۂ صفین جس کے لئے تم روتے ہو اور دوسرے کشتۂ نہروان جس کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔ جو اسوقت باقی ہے وہ ساتھ چھوڑ چکا ہے اور جو نالہ وبکا کر رہا ہے وہ حملہ کرنے والا ہے۔ ہاں۔ معاویہ ہمیں ایسے امر کی طرف دعوت دے رہے ہیں جس میں نہ عزت ہے اور نہ انصاف۔ اگر تم موت چاہتے ہو تو ہم اُن کی دعوت کو رد کر سکتے ہیں۔ اور تلواروں کی دھاروں پر خدائے تعالیٰ سے اسکا محاکمہ کرا سکتے ہیں۔ لیکن اگر تم حیات چاہتے ہو تو ہم اسے قبول کر لینگے۔ اور تمھارے لئے رضامندی طلب کرینگے" جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا کہ "ہم حیات چاہتے ہیں۔ ہم حیات چاہتے ہیں۔ آپ صلح کر لیجیے"؛

جب آپ نے امر خلافت کو معاویہ کے سپرد کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو لوگوں کے سامنے تقریر کی اور فرمایا کہ "اے لوگو۔ ہم لوگ تو تمھارے امرا ہیں اور تمھارے مہمان ہیں۔ ہم لوگ تمھارے نبی کے وہ اہل بیت ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے ان کی ہر آلودگی اور نجاست کو دور فرما کر انکو پاک

کر دیا ہے" امام صاحب نے اس فقرے کو بار بار دہرایا۔ حتیٰ کہ تمام مجلس میں کوئی شخص ایسا نہ رہا کہ جو رو نہ رہا ہو۔ اور روتے روتے ہچکی نہ لگ گئی ہو؛

القصہ جب وہ سب ملکر صلح کرنیکی غرض سے معاویہ کے پاس گئے تو دونو صاحبوں نے انھیں شرائط پر آپس میں صلح کر لی جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور امام حسنؓ نے امر خلافت معاویہ کے سپرد کر دیا؛

امام حسنؓ کی خلافت کا زمانہ ان لوگوں کے قول کے مطابق جن کا بیان ہے کہ انھوں نے ربیع الاول میں امر خلافت سپرد کر دیا تھا ساڑھے پانچ مہینے کا ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں کے خیال کے مطابق جو ربیع الآخر کا ذکر کرتے ہیں چھ مہینے اور کچھ دن۔ اور جنکی رائے جمادی الاول میں سپرد خلافت کرنے کی ہے۔ سات مہینے اور چند دن کی ہوتی ہے واللہ اعلم؛

صلح ہونے اور امام حسنؓ کے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد معاویہ کوفے میں داخل ہوئے۔ اور لوگوں نے ان سے بیعت کی۔ ادہر امام حسنؓ نے قیس ابن سعد کو جو بارہ ہزار جوانوں کے مقدمۃ الجیش پر مامور تھے ایک خط لکھا جس میں ان کو یہ حکم دیا کہ وہ بھی معاویہ کی اطاعت کریں۔ اس پر قیس نے لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا۔

"اے لوگو اگر تم چاہو تو امام ضلالت کی اطاعت میں آجاؤ۔ اور اگر چاہو تو غیر امام کے ساتھ ہو کر جنگ کرو؛

بعض لوگوں نے کہا کہ "ہم امام ضلالت کی اطاعت میں داخل ہونا چاہتے ہیں" چنانچہ انھوں نے بھی معاویہ سے بیعت کر لی۔ اور قیس اپنے چند ہمراہیوں کو ساتھ لیکر وہاں سے ہٹ آئے۔

جب معاویہ کوفے میں پہونچ گئے تو عمرو ابن العاص نے ان سے کہا کہ وہ امام حسنؓ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کریں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ تقریر میں عاجز ہیں۔ چنانچہ معاویہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور امام حسنؓ کو حکم دیا کہ وہ بھی تقریر کریں۔ اسپر آپ کھڑے ہوئے اور خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم میں سے پہلے شخص کے ذریعہ سے ہدایت دی اور آخر شخص کے ہاتھوں تمھارے خونوں کو محفوظ کیا۔ اس امر کے لئے ایک مدت معینہ ہے اور دنیا نام ہے گردشوں کا۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) سے فرمادیا تھا کہ" کیا معلوم شاید کہ وہ تمھاری آزمائش ہو اور چند دن کی آسایش۔ جب انھوں نے یہ فرمایا تو معاویہ نے ان سے کہا کہ" اب آپ تشریف رکھیئے" بلکہ یہ سنکر ان کو عمرو سے بغض ہو گیا۔

اور وہ ان سے کہنے لگے کہ "یہ سب کچھ آپ کے کہنے پر عمل کرنے سے ہوا ہے۔"

امام حسنؓ اپنے اہل بیت اور حشم اور خدم کے ساتھ مدینہ میں پہونچ گئے۔ جس وقت وہ سب کوفے سے روانہ ہوئے ہیں لوگ رو رہے تھے۔ کسی شخص نے امام حسنؓ سے سوال کیا کہ "آپ کو کس بات نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا" انھوں نے فرمایا کہ "مجھکو دنیا سے نفرت ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ اہل کوفہ ایسے لوگ ہیں کہ جن پر کبھی کسی شخص کو اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ ان میں سے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی رائے یا خواہش سے موافقت نہیں کرتا۔ بلکہ سب کے سب آپس میں اختلاف رکھتے ہیں نہ امور خیر میں انکی کوئی خاص نیت ہے اور نہ امور شر میں۔ میرے والد کو ان سے بڑی بڑی تکلیفیں پہنچیں۔ اے کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ میرے بعد اور کس شخص سے وہ اچھا سلوک کرینگے۔ یہ شہر سب شہروں سے پہلے برباد و تباہ ہو جائیگا" جس وقت امام حسنؓ کوفے سے روانہ ہوئے ایک شخص نے ان کے پاس آکر خطاب کیا "اے مسلمانوں کے منہ کالا کرنے والے" حضرت نے جواب میں فرمایا کہ "مجھے ملامت نہ کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے خواب میں دیکھا تھا کہ بنوامیہ یکے بعد دیگرے ان کے منبروں پر چڑھ رہے ہیں اس سے ان کو رنج ہوا تو خدائے تعالے نے آیات اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (اور کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے) اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ تا قولہ تعالی خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ نازل فرمائیں اور خبر دی کہ آپ کے بعد بنوامیہ اس پر قابض ہو جائینگے۔

معاویہ اور قیس ابن سعد کی صلح کا بیان

اسی سال کے دوران میں معاویہ اور قیس ابن سعد میں صلح ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ قیس ابن سعد صلح کرنے سے رک گئے تھے۔ جس کا سبب یہ تھا کہ جب عبداللہ ابن عباس کو یہ خبر ہوئی کہ امام حسن امر خلافت کو معاویہ کے سپرد کرنے والے ہیں تو انھوں نے معاویہ کو خط لکھا اور اپنی جان و مال کی امان طلب کی۔ معاویہ نے قبول کیا۔ اور عبداللہ ابن عامر کو ایک لشکر جرار کیساتھ ان کی طرف روانہ کر دیا۔ عبداللہ رات کے وقت اپنی فوج کو (جس پر وہ مامور تھے) بغیر امیر کے چھوڑ کر عبداللہ ابن عامر کی ملاقات کے لئے نکلے۔ اسی فوج میں قیس ابن سعد بھی تھے۔ اہل فوج نے انکو اپنا امیر بنا لیا اور اپنے مال و جان کی قسمیں کھا کھا کر آپس میں عہد و پیمان کیا کہ جب تک

معاویہ شیعان علیؓ اور ان کے دیگر ہمراہیوں کی شرائط نہ قبول کرینگے ان سے برابر جنگ کیجائیگی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خود قیس ہی اس فوج کے مقدمہ کے سردار تھے (جیساکہ اوپر بیان ہوچکا ہے) اور وہ معاویہ ابن ابی سفیان کی امارت سے سخت متنفر تھے۔ جب ان کو حضرت حسنؓ ابن علیؓ کے معاویہ سے صلح کرنے کی خبر ملی تو ایک جماعت کثیران کے ساتھ ہوگئی کہ تاوقتیکہ معاویہؓ سے شیعان علیؓ اور ان کے متبعین کی جان ومال کی حفاظت کیلئے شرط نہ کرالی جائے ہم ان سے لڑتے رہینگے۔ یہ سنکر معاویہ نے ایک مراسلہ لکھکر قیس ابن سعد کو اپنی اطاعت کے لئے دعوت دی۔ اور ایک سادہ کاغذ کے نیچے اپنی مہر لگا کر ان کے پاس بھیجا اور لکھا کہ آپ اس میں جو شرطیں چاہیں لکھدیں میں ان کو پورا کرونگا۔ عمرو نے معاویہ کو رائے دی کہ "آپ یہ کاغذ ان کے پاس نہ بھیجیں بلکہ ان سے جنگ کریں" معاویہ نے کہا "ذرا ٹھیرو ہم ان لوگوں کو قتل نہیں کرسکتے جب تک کہ اہل شام کے اتنے ہی آدمی قتل نہو جائیں۔ پھر اس کے بعد زندگی میں کچھ بھی مزہ نہ رہیگا خدا کی قسم میں قیس سے ہرگز نہ لڑونگا جب تک کہ میں یہ نہ سمجھ لوں کہ اُن سے جنگ کرنا بالکل لابدی ہے"۔ غرض جب وہ سادہ کاغذ قیس کے پاس پہنچ گیا تو انھوں نے اس میں یہ شرائط درج کیں کہ انکو اور شیعان علیؓ جس جس کی جان سے سابقہ پڑا ہے اور جو مال انکے ہاتھ لگا ہے اوس سے امان دی جائے مگر شرائط میں کوئی رقم طلب نہیں کی۔ چنانچہ معاویہ نے ان کے حسب دلخواہ اموران کو عطا کئے۔ اور قیس اور ان کے ہمراہی معاویہ کی اطاعت میں داخل ہوگئے۔

جس وقت یہ فتنہ برپا ہوا ہے اس وقت پانچ آدمی ایسے تھے جنکو نہایت زیرک اور تیز فہم خیال کیا جاتا تھا۔ اور وہی لوگ اہل عرب میں اصحاب رائے و فکر تھے یعنی معاویہ۔ عمرو۔ مغیرہ ابن شعبہ۔ قیس ابن سعد۔ اور عبداللہ بن بُدَیل الخزاعی۔ ان میں سے قیس اور ابن بدیل۔ حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے۔ اور مغیرہ طائف میں گوشہ نشین تھے۔

جب معاویہ کے لئے امر خلافت مستحکم ہوگیا تو سعد ابن ابی وقاص ان کے پاس آئے اور کہا "السلام علیک۔ اے بادشاہ" معاویہ ہنس پڑے اور کہا کہ "اے ابو اسحٰق اگر تم "اے امیرالمومنین کہتے تو تمھارا کیا حرج تھا؟" انھوں نے جواب دیا کہ "کیا آپ یہ بات خوش ہو کر کہہ رہے ہیں؟ خدا کی قسم جسطرح آپ نے خلافت حاصل کی ہے میں کبھی اس کو پسند نہیں کرتا"۔

خوارج کے معاویہ پر خروج کرنیکا بیان

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ فروہ ابن نوفل الاشجعی پانچسو خوارج کو لیکر علیحدہ ہو گیا تھا۔ اور حضرات علیؓ و حسنؓ کے خلاف فوج کشی) کو ترک کرکے شہر زور کی طرف چلا گیا تھا۔ جب امام حسنؓ نے امر خلافت معاویہ کے سپرد کر دیا تو انھوں نے کہا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جسمیں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا۔ لہذا اب معاویہ کی طرف چلو اور ان سے جہاد کرو۔ چنانچہ خوارج فروہ کو اپنا سردار بنا کر روانہ ہوئے اور کوفے کے قریب مقام نخیلہ میں ٹھیرے۔ اس اثنار میں امام حسنؓ مدینے کے ارادے سے روانہ ہو چکے تھے۔ معاویہ نے ان کو خط لکھکر فروہ کے مقابلے کے لئے بلایا۔ معاویہ کا قاصد ان کو قادسیہ میں یا اس کے قریب ملا۔ مگر وہ واپس نہ آئے بلکہ یہ لکھ بھیجا کہ "اگر میں اہل قبلہ میں سے کسی کے خلاف جنگ کرنا چاہتا تو سب سے پہلے آپ ہی سے لڑتا۔ مگر میں نے آپکو امت کی بہبودی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا ہے"

معاویہ نے اہل شام کی ایک جماعت کو خوارج کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ لڑائی ہوئی اور اہل شام کو شکست ہوئی۔ معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا کہ "خدا کی قسم جب تک کہ تم خوارج کو نہ روک دو گے میں تم کو کسی طرح کی امان نہ دونگا" اسپر اہل کوفہ نے نکل کر انکا مقابلہ کیا۔ مگر خوارج نے اہل کوفہ سے کہا کہ "کیا معاویہ ہمارے اور تمھارے دونوں کے دشمن نہیں؟ تم ہمیں ان سے لڑنے دو۔ اگر ہم جیت گئے تو ظاہر ہے کہ ہم تمکو تمھارے دشمن سے بچاوینگے اور اگر وہ جیت گئے تو تم ہم سے بچ گئے" انھوں نے جواب دیا کہ "ہم تم سے ضرور لڑینگے" اور خوارج کے دلیر ترین آدمی فروہ کو پکڑ لیا۔ اس سے گفتگو کرتے رہے۔ اس کو انصیحتیں کیں مگر وہ باز نہ آئے تو اہل کوفہ ان کو جبراً قہراً پکڑ کر کوفے کے اندر لے گئے؛

فروہ کے بعد خوارج نے قبیلہ طے کے ایک شخص عبداللہ ابن ابی الحوسا نامی کو اپنا امیر بنا لیا۔ اور ماہ ربیع الاول (اور بقول بعض ماہ ربیع الثانی) میں اہل کوفہ نے ان سے جنگ شروع کی اور ان کو قتل کر دیا۔ ابن ابی الحوسا بھی جنگ میں مارا گیا۔ جس وقت یہ خوارج کا امیر بنایا گیا ہے اس وقت سے اسے بادشاہ سے خطرہ ہو گیا تھا کہ وہ اسے ضرور سولی دے دینگے۔ چنانچہ اس نے یہ اشعار کہے:۔ (ترجمہ)

"ہماری روحوں کے قبض ہو جانیکے بعد مجھے اسکی پروا نہیں کہ تم ہمارے جسم کے جوڑوں اور ہمارے

چہرے کی کھالوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ کہکشاں۔ نسر واقع اور نسر طائر مقررہ روش سے اور اسی طرح آفتاب و مہتاب بھی مقررہ مقدار کے ساتھ برابر چلتے رہینگے۔ مجھے بخوبی معلوم ہو گیا ہے (اور حق یہ ہے کہ بہترین قول وہی ہے جو سب سے زیادہ نفع مند ہو) کہ خوش نصیب وہی ہے جو آگ سے نجات پائے ؎

حوثرہ ابن وداع کے خروج کا بیان

ابن ابی الحوساء کے قتل ہونے کے بعد تمام خوارج نے اتفاق کر کے حوثرہ ابن وداع ابن مسعود الاسدی کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس نے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں فروہ ابن نوفل کی عیب جوئی کی کہ اس نے حضرت علیؓ سے جنگ کرنے میں تشکک کیوں کیا۔ پھر خوارج کو دعوت جنگ دی اور براز الروز سے روانہ ہو کر نخیلہ پہنچنے تک وہاں اس کے پاس ڈیڑھ سو آدمی جمع ہو گئے تھے۔ وہاں پہنچنے پر ابن ابی الحوساء کی شکست خوردہ فوج بھی اس سے آملی۔ جسکی تعداد تھوڑی تھی۔ معاویہ نے حوثرہ کے باپ کو بلا کر کہا کہ تم باہر جا کر اپنے بیٹے سے ملو شاید تم کو دیکھکر وہ کچھ رقیق القلب ہو جائے۔ چنانچہ ابو حوثرہ باہر آیا۔ اور اپنے بیٹے سے گفتگو کی۔ اور قسمیں دیکر کہا کہ "کیا میں تمھارے پاس تمھارے بیٹے کو لیکر نہ آؤں؟ ممکن ہے کہ تم اسے دیکھکر اسکی جدائی کو ناپسند کرو"۔ اس نے جواب دیا کہ "میں اپنے بیٹے کی ملاقات سے زیادہ ایک کافر کے ہاتھ سے نیزے کی ایسی ضرب کا مشتاق ہوں کہ جس میں میں تھوڑی دیر تڑپتا رہوں"۔ یہ سنکر اس کا باپ واپس چلا گیا اور معاویہ سے اسکا قول بیان کر دیا۔ اسپر معاویہ نے عبداللہ ابن عوف الاحمر کو دو ہزار آدمی دیکر اسکے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ ان میں حوثرہ کا باپ بھی تھا۔ وہاں پہنچکر اس نے اپنے بیٹے کو مقابلے کے لئے بلایا۔ مگر حوثرہ نے کہا کہ میرے سوا تمھارے لئے اور مقابل بہت ہیں"۔ ابن عوف جان توڑ کر انپر پل پڑا۔ اور خوب زور شور سے لڑائی ہوئی۔ حوثرہ نے عبداللہ ابن عوف سے مقابلہ کیا۔ ابن عوف نے ایک نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس اسکے اور سب ہمراہی بھی کام آگئے صرف پچاس آدمی زندہ بچے اور وہ سب کے سب ماہ جمادی الآخر ۴۱ھ میں کوفے میں داخل ہوئے جب ابن عوف نے حوثرہ کی پیشانی پر سجدے کا نشان دیکھا اور اسطرح اسکا عابد و زاہد ہونا معلوم ہوا تو اسے اسکے قتل پر ندامت ہوئی اور اسنے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) "میں نے بنو اسد کے بھائی کو بیوقوفی اور جہالت سے قتل کیا مجھے اپنے باپ کی جان کی قسم ہے کہ میں نے

اچھا نہ کیا۔ میں نے ایک نمازی اور شب زندہ دار شخص کو قتل کیا۔ جو اکثر رنج و تکلیف میں مبتلا رہتا تھا اور نیک اور میانہ رو آدمی تھا۔ میں نے دنیا کو حاصل کرنے کے لیئے ایک صاحب تقوی کو قتل کیا۔ یہ میری بد بختی اور کم نصیبی کے لچھن ہیں۔ اے میرے خدا میں نے جو کچھ خطاءً یا عمداً گناہ کیئے ہیں انکو بخش دے اور میری توبہ قبول کر۔"

فروہ ابن نوفل کے خروج اور اسکی موت کا بیان

معاویہ کے چلے جانے کے بعد فروۃ ابن نوفل الاشجعی نے مغیرۃ ابن شعبہ پر فوجکشی کی مغیرہ نے اسکے مقابلے کے لیئے ایک فوج روانہ کی جس کا سردار شَبَث بن رِبعیؓ اور بقول بعض مَعقل ابن قیس تھا۔ شہر زُور کے مقام پر فروۃ سے اسکی مڈبھیڑ ہوئی۔ اور فروۃ قتل ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ علاقہ سواد کے کسی مقام پر قتل ہوا تھا۔

شبیب ابن بجرہ کا بیان

جب ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کیا تو شبیب اس وقت اسکے ہمراہ تھا۔ جب معاویہ کوفے میں داخل ہوئے تو شبیب ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیئے انکے پاس گیا اور کہا کہ "میں نے اور ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کیا تھا"۔ یہ سنکر معاویہ خوف کے مارے اپنی جگہ سے اُچھل پڑے اور اپنے گھر میں چلے گئے۔ پھر اشجع کو بلا کر کہا کہ "اگر میں نے اب سے شبیب کو کبھی یہاں دیکھا یا مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ میرے دروازے پر ہے تو میں تم سب کو ہلاک کر ڈالونگا۔ اسے اپنے شہر سے نکال دو"۔ جب رات ہو گئی تو شبیب نکلا اور جو جو شخص راستے میں ملا اُسے قتل کرتا گیا۔

جب مغیرہ والی کوفہ مقرر ہوئے تو اسنے کوفے کے قریب کے مقام اَلطَّف (یا ملف) سے ان پر حملہ کیا۔ مغیرہ نے اسکے مقابلے کے لیئے چند سوار بھیجے جن کا سردار خالد ابن عُرفطہ اور بقول بعض مَعقل ابن قیس تھا۔ جنگ ہوئی اور شبیب اور اسکے ہمراہی قتل ہو گئے۔

مُعین خارجی کا بیان

مغیرہ کو اطلاع ملی کہ مُعین ابن عبداللہ خروج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ شخص قبیلہ محارب

میں سے تھا۔ اس کا اصلی نام معن تھا۔ اور اسے مصغر صورت میں تبدیل کر کے مُعَیّن کر دیا تھا مغیرہ نے اس کے مقابلے کے لیئے چند آدمی بھیجے۔ اس وقت اس کے پاس ایک جماعت تھی۔ مگر وہ پکڑا گیا اور قید کر دیا گیا۔ مغیرہ نے اسکے حال کی اطلاع معاویہ کو دی۔ انھوں نے لکھا کہ "اگر وہ میرے خلیفہ ہونے کی شہادت دیتا ہے تو اُسے چھوڑ دو" چنانچہ مغیرہ نے اسے بلا کر اس سے سوال کیا کہ "کیا تم شہادت دیتے ہو کہ معاویہ خلیفہ اور امیر المؤمنین ہیں"۔ اس نے جواب دیا کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ خدائے تعالےٰ برحق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قیامت ضرور آئیگی۔ اور جو لوگ قبروں میں ہیں خدائے تعالےٰ انکو اُٹھائیگا"۔ انھوں نے مُعَیّن کے قتل کا حکم دیا۔ اور قبیصۃ الھلالی نے اس کو قتل کر دیا؛

بشر ابن مروان کے عہد ولایت میں خوارج میں سے ایک شخص قبیصہ کے دروازے پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور جونہی قبیصہ اندر سے نکلا اسے قتل کر دیا۔ قاتل کا کہیں کچھ پتہ نہ چلا تا آنکہ اس نے شبیب بن یزید کے ہمراہ خروج کیا اور اسنے کوفہ پہنچ کر کہا کہ "اے اللہ کے دشمنو! میں قبیصہ کا قاتل ہوں"؛

ابو مریم کے خروج کا ذکر

اس کے بعد ابو مریم مولائے بنو حارث ابن کعب نے خروج کیا۔ اسکے ہمراہ قطام اور کُحَیلَۃ نام دو عورتیں تھیں۔ یہ پہلا شخص ہے جسکے ہمراہ عورتیں بھی حملہ آوری کے لیئے نکلیں۔ ابو بلال ابن اُدَیَّہ نے اس فعل کو برا کہا۔ مگر ابو مریم نے جواب دیا کہ "رسول خدا صلعم کے اور مسلمانوں کے ہمراہ عورتیں شام میں جنگ آزمائی کر چکی ہیں۔ مگر خیر ان دونوں کو جلد ہی واپس بھیج دونگا"۔ چنانچہ اس نے ان دونوں کو واپس بھیج دیا؛

مغیرہ نے جابر البجلی کو اسکے مقابلے کے لیئے روانہ کیا۔ مقام بادوریا میں دونوں میں جنگ ہوئی جس میں ابو مریم اور اسکے ہمراہی قتل ہوئے؛

ابو لیلیٰ کے خروج کا بیان

ابو لیلیٰ ایک سیاہ فام۔ طویل القامت شخص تھا۔ ایک مرتبہ وہ کوفے کی مسجد کے دروازے کے کواڑوں کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت وہاں چند اشراف کوفہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

ان سے مخاطب ہو کر اس نے بآواز بلند انکو اپنے ساتھ شریک کرنے کی دعوت دی۔ مگر کسی نے اس کی پروا نہ کی۔ تاہم جب وہ وہاں سے روانہ ہوا تو تیس موالی اسکے ہمراہ ہو گئے تھے۔ مغیرہ نے معقل ابن قیس الریاحی کو اس سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔ جنھوں نے ۴۲ھ میں کوفے کے گرد و نواح کے کسی گاؤں میں اسے قتل کر دیا۔

مغیرہ ابن شعبہ کے عامل کوفہ مقرر ہونے کا بیان

اس سال معاویہ نے عبداللہ ابن عمرو ابن العاص کو عامل کوفہ مقرر کیا۔ مغیرہ ابن شعبہ انکے پاس گئے اور کہا کہ "آپ نے عبداللہ کو کوفے کا اور انکے باپ کو مصر کا عامل مقرر کیا ہے۔ اسکے معنے یہ ہیں کہ آپ شیر کی دو کچلیوں کے مابین ایک امیر ہونگے"۔ اسپر معاویہ نے عبداللہ کو کوفے سے معزول کر کے مغیرہ کو وہاں کا عامل مقرر کر دیا چونکہ عمرو کو معلوم ہو گیا تھا کہ مغیرہ نے انکے متعلق معاویہ سے کیا کیا کہا ہے اس لئے وہ بھی معاویہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ "آپنے مغیرہ کو محکمہ خراج پر مقرر کیا ہے۔ وہ مال اُڑا دیگا۔ اور آپکو اتنی استطاعت نہ ہو گی کہ پھر ان سے واپس وصول کر سکیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ خراج پر ایک ایسے شخص کو مقرر کریں جو آپ سے ڈرے اور بچتا رہے" اس پر معاویہ نے مغیرہ کو محکمہ خراج سے معزول کر کے نماز کا حاکم مقرر کیا۔

جب مغیرہ کوفے کے والی مقرر ہو گئے تو انھوں نے کثیر ابن شہاب کو رے پر مامور کیا۔ کثیر اکثر رے کے منبر پر سے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کو سب و شتم کیا کرتے تھے۔ وہ زیاد کے والی کوفہ ہونے تک وہیں رہے۔ بلکہ زیاد نے انکو اس پر مستقل کر دیا۔ انھوں نے عبداللہ ابن الحجاج تغلبی کو ہمراہ لیکر دیلم پر حملہ کیا۔ عبداللہ نے ایک دیلمی کو قتل کر کے اسکے سامان پر قبضہ کر لیا۔ مگر اسے کثیر نے ان سے لے لیا۔ عبداللہ نے انکو خدا کی قسم دیکر واپس مانگا مگر کثیر نے اسے دینے سے انکار کیا۔ اس لئے عبداللہ نے چھپ کر کثیر پر تلوار کا وار کیا۔ یا شاید یہ ہوا کہ ایک عصا مار کر انکے چہرہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور یہ شعر پڑھا (ترجمہ):

خندف کے بیٹوں کو یہ خبر کون پہونچائیگا کہ میں نے ابن شہاب سے اپنا کینہ پورا کر لیا۔
میں نے اسے ایک رات اسکے مکان کے نواح میں پایا۔ اور آگے بڑھکر اسکے دانتوں پر وار کیا۔
تو تو دشمنی کرنیوالا اور ظالم ہے تو کیوں میری قوم کی رگ گردن اور میری ایذا دہی سے نہیں ڈرتا۔

بُسر کی حکومت بصرہ کا بیان

اسی سال بسر ابن ابی ارطاۃ بصرے کا والی مقرر ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب امام حسن رضؓ نے ۴۱ھ کے شروع میں معاویہ سے صلح کرلی تو حمران ابن ابان یکبارگی بصرہ پر چڑھ دوڑا اور اسکو اپنے قبضے میں لاکر اسپر غالب ہوگیا۔ اس لئے معاویہ نے بسر ابن ابی ارطاۃ کو اسکے مقابلے کے لئے روانہ کیا اور اسکو زیاد ابن ابیہ کی اولاد کے قتل کا حکم دیا۔ ان دنوں زیاد فارس میں تھا۔ جہاں اسکو حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے عامل بناکر روانہ کیا تھا؛

جب بسر بصرہ پہونچا تو اسنے منبر پر خطبہ پڑھا۔ جس میں حضرت علیؑ پر سبّ و شتم کیا۔ پھر کہا کہ "میں خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ جو شخص سمجھتا ہے کہ میں صادق ہوں وہ مجھے سچا کہدے۔ اور جو مجھے جھوٹا جانتا ہے وہ جھوٹا کہدے" ابو بکرہ نے کہا کہ "ہم تو یہی جانتے ہیں کہ تو جھوٹا ہے" بسر نے حکم دیا کہ اسکا فوراً گلا گھونٹ دیا جائے۔ مگر ابو لؤلؤہ الضبی نے کھڑے ہوکر اپنے آپ کو ان دونوں کے درمیان ڈال دیا اور اس طرح اسکو گلا گھوٹنے سے روک دیا۔ ابو بکرہ نے اسے ایک سو جریب زمین دیدی۔ کسی نے ابو بکرہ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ "چونکہ وہ ہمیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہے اس لئے ہم اس کو سچا نہیں کہتے"۔

معاویہ نے زیاد کو خط لکھا کہ تمھارے پاس خدائے تعالیٰ کے مال میں سے کچھ مال ہے۔ جو کچھ مال تمھارے پاس ہے اسکو ادا کردو" زیاد نے جواب دیا کہ "میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں مصارف ضروریہ میں خرچ کرچکا ہوں۔ اس کا کچھ حصہ میں نے اس غرض سے محفوظ رکھ چھوڑا ہے کہ کبھی کوئی مصیبت پڑے تو کام آئے۔ اس کے بعد جو کچھ فاضل بچا وہ میں نے امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ کو دیدیا" معاویہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ "تم یہاں آجاؤ جس کام پر تم مامور تھے ہم خود اس میں غور کرلینگے۔ یا تو ہمارا تمھارا فیصلہ بالکل صاف ہوجائیگا۔ اور یا تم پھر اپنی جائے امن کو واپس چلے جانا" چونکہ زیاد ایسا کرنے سے باز رہا۔ اس لئے بسر نے زیاد کے تین بڑے لڑکوں یعنی عبدالرحمن عبیداللہ اور عباد کو گرفتار کرلیا۔ اور زیاد کو لکھ بھیجا کہ "یا تو تم امیر المومنین کے پاس آؤ۔ ورنہ میں تمھارے بیٹوں کو قتل کردونگا" زیاد نے جواب میں لکھا کہ "جب تک خدائے تعالیٰ میرے اور تیرے آقا کے مابین فیصلہ نہ فرمائے میں اپنی جگہ سے سرکنے والا بھی نہیں۔ اگر تم نے میرے بچوں کو قتل کردیا تو ظاہر ہے کہ آخری بازگشت خدا ہی کی طرف ہے اور بعد میں

حساب بھی ہوگا۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ وہ کیسا پلٹا کھاتے ہیں[۱]"
بسر نے ان لڑکوں کے قتل کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ابوبکرہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ "تم نے میرے بھائی کے بچوں کو بے گناہ گرفتار کر رکھا ہے۔ حضرت امام حسنؓ نے معاویہ سے اس بات پر صلح کی تھی کہ حضرت علیؓ کے اصحاب نے جو کچھ حاصل کیا اب وہ جہاں کہیں ہوں ان کو امان دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اب نہ ان لڑکوں کے خلاف کوئی سبیل ہے اور نہ ان کے باپ کے خلاف۔ چند دنوں کی مہلت دو تاکہ میں معاویہ کا خط لے آؤں"۔ اس کے بعد ابوبکرہ سوار ہو کر معاویہ کی طرف روانہ ہوا۔ جو اس وقت کوفے میں تھے۔ اور ان کے پاس پہنچکر ان سے کہا کہ "اے معاویہ! لوگوں نے تم سے اس بات پر بیعت نہیں کی تھی کہ تم اطفال کو قتل کیا کرو"۔ انھوں نے کہا "ابوبکرہ وہ کیا بات ہے؟" ابوبکرہ نے جواب دیا کہ "بسر میرے بھائی زیاد کے بچوں کو قتل کرنا چاہتا ہے"۔ معاویہ نے ابوبکرہ کو ان لڑکوں کے رہا کئے جانیکا حکم لکھکر دیدیا۔ اور وہ معاویہ کے اس خط کو جو انھوں نے بسر کو زیاد کی اولاد کو ایذا رسانی سے باز رکھنے کے بارے میں لکھا تھا لیکر وہاں سے واپس چلا اور عین اپنے وعدے کے دن بصرہ پہنچ گیا۔ اس اثنا میں بسر آفتاب کے طلوع ہوتے ہی زیاد کے لڑکوں کو لیکر باہر نکل آیا تھا۔ اور غروب آفتاب کا انتظار کر رہا تھا کہ انھیں قتل کیا جائے۔ لوگ بھی تماشہ دیکھنے کو جمع ہو چکے تھے۔ اور ابوبکرہ کا انتظار کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں ابوبکرہ ایک شریف یا تاتاری النسل گھوڑے کو بڑی محنت سے بھگاتا اور بلند ہوتا دکھائی دیا۔ وہ وہاں تک پہنچا۔ اور اتر پڑا۔ اس نے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ وہ پیدل بھاگتا ہوا آیا۔ اور ابھی بسر ان لڑکوں کو قتل نہ کرنے پایا تھا کہ ابوبکرہ نے اسکے پاس پہنچکر معاویہ کا خط اس کے حوالے کر دیا۔ اور بسر نے ان کو رہا کر دیا؛

جب حضرت علیؓ شہید کئے گئے تو معاویہ نے زیاد کو ایک خط لکھا تھا جس میں انھوں نے اس کو تہدید کی تھی اس خط کو پڑھ کر زیاد نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ "مجھے تعجب ہوتا ہے کہ یہ جگر خوار کا بچہ۔ یہ نفاق و شقاق کی کان یہ رئیس الاحزاب مجھے دھمکاتا اور ڈراتا ہے۔ حالانکہ میرے اور اس کے درمیان رسول خدا صلعم کے چچیرے بھائی (یعنی ابن عباس) اور امام حسنؓ

[۱] "وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ"

ابن علیؓ کے ستر ہزار مسلح۔ شمشیر زن سپاہیوں کا واسطہ ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھے اکیلا مل جائے تو وہ مجھے آگ بھبوکا اور تلوار کا دھنی پائیگا؛

جب امام حسنؓ نے معاویہ سے صلح کر لی اور معاویہ کوفہ پہنچ گئے تو زیاد اس قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا جو قلعہ زیاد کے نام سے موسوم ہے؛

اس واقعہ کے متعلق جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ صلعم کے برادر عم زاد سے زیاد نے ابن عباس سے مراد لی تھی یہ محض وہم ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس حضرت علیؓ سے اُنکی حین حیات ہی میں جدا ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ معاویہ نے حضرت علیؓ کے زمانۂ حیات میں زیاد کو یہ خط لکھا تھا۔ اور زیاد نے یہ الفاظ بولے اور ان سے حضرت علیؓ ہی سے مراد لی۔ زیاد نے حضرت علیؓ کو اس مضمون سے اطلاع دیہی تھی جو معاویہ نے اسکو لکھا تھا۔ اور حضرت علی کیطرف سے اسکا جواب مشہور ہے۔ چنانچہ ہمنے معاویہ اور زیاد کے الحاق کے بیان میں اسکا ذکر کیا ہے؛

معاویہ کی جانب سے ابن عامر کے عامل بصرہ ہونیکا بیان

اس کے بعد معاویہ نے ارادہ کیا کہ عتبہ ابن ابی سفیان کو والی بصرہ مقرر کریں۔ مگر ابن عامر نے اُن سے کہا کہ "بصرے میں میری ودیعتیں اور اموال ہیں۔ اگر مجھے وہاں کا گورنر مقرر نہ کرینگے تو وہ سب کچھ جاتا رہیگا۔" اس پر معاویہ نے اسے والیٔ بصرہ مقرر کر دیا۔ چنانچہ وہ ۴۱ھ کے آخری حصے میں وہاں پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ خراسان اور سجستان بھی اسی کے ماتحت کر دیئے۔ اور اس نے حبیب ابن شہاب کو شرطہ اور عمرو کے بھائی عمیرہ ابن یثرب کو قضا پر مامور کیا؛

جنگ جمل کے بیان میں ہم کہہ چکے ہیں کہ عمیرہ اس میں شہید ہوئے تھے۔ لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمیرہ نہیں بلکہ عمرو شہید ہوئے تھے۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ ان میں سے کونسا قول صحیح ہے۔

قیس ابن الہیثم کے والی خراسان مقرر ہونے کا بیان

اسی سال ابن عامر نے قیس ابن الہیثم السلمی کو خراسان پر مامور کیا۔ اس عرصے میں بادغیس ہرات اور بوشنج کے باشندوں نے اطاعت سے انحراف کیا۔ اس لئے وہ بلخ پہونچا اور وہاں کے نوبہار کو تباہ و برباد کیا۔ اس کام کو عطاء ابن السائب المعروف بہ خشک (مولائے بنو لیث) نے سرانجام دیا۔ اس کو خشک اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں پہلا شخص تھا جو شہر ہرات میں اس کے

خشک نامی دروازے سے داخل ہوا۔ اس نے بلخ کے تین دریاؤں پر ایک ایک فرسنگ کے فاصلے پر پل بنوائے۔ جنکو قناطر عطا کہتے تھے۔ اس کے بعد اہل بلخ نے صلح کرنا اور دوبارہ اطاعت میں داخل ہونا چاہا۔ لہذا قیس (اور بقول الربیع ابن زیاد) نے ۵۱ھ میں ان سے صلح کرلی۔ چنانچہ اسکا ذکر آگے آئیگا۔ پھر قیس ابن عامر کے پاس آیا اور اس نے اسکو زدوکوب کرکے اسکو قید کردیا۔ اور عبداللہ ابن خازم کو عامل بنایا۔ ہرات۔ بادغیس اور بوشنج کے اہالی نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ان سے صلح کرلی۔ اور تمام مال ومتاع ابن عامر کے پاس بھیج دیا۔

سہم ابن غالب کے خروج کا بیان

اسی سنہ میں سہم ابن غالب الجہیمی ستر آدمیوں کو لیکر ابن عامر پر حملہ آور ہوا۔ اسکے ان ہمراہیوں میں خطیم الباہلی بھی شامل تھا۔ اسکا اصل نام یزید ابن مالک تھا۔ مگر اس کو خطیم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسکے چہرے پر ایک مرتبہ چوٹ لگی تھی۔ غرضیکہ یہ لوگ وہاں سے روانہ ہوکر جسر ین اور بصرے کے درمیان میں ٹھہرے۔ عبادہ بن قرص اللیثی اپنے بیٹے اور بھتیجے کو ساتھ لیئے ہوئے جنگ سے واپس ہوتے ہوئے انکے پاس سے گزرا۔ خوارج نے ان سے پوچھا کہ "تم کون ہو؟" انھوں نے جواب دیا کہ "ہم مسلمان ہیں" خوارج نے کہا "جھوٹ بولتے ہو" عبادہ نے کہا کہ "سبحان اللہ۔ تم ہم کو اسی طرح قبول کرلو جس طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھکو قبول فرمایا تھا۔ میں نے انکی تکذیب کی تھی۔ اور ان کے خلاف لڑا تھا۔ مگر جب میں انکی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوگیا۔ تو انھوں نے مجھے قبول فرمایا" خوارج نے پھر کہا کہ "نہیں تم کافر ہو" اور یہ کہتے ہی اسکو اس کے بیٹے اور بھتیجے کو قتل کرڈالا۔

اس کے بعد ابن عامر بذات خود ان سے جنگ کرنے کے لیئے نکلا۔ چنانچہ لڑائی میں خوارج کے متعدد آدمی تہ تیغ ہوئے۔ اور باقی ایک جنگل کی طرف فرار کرگئے۔ ان فراریوں میں سہم اور خطیم بھی شامل تھے۔ ابن عامر نے انکو امان دینی چاہی۔ اور ان کے قبول کرنے پر انکو امن دیدیا۔ وہ وہاں سے واپس آگئے۔ امیر معاویہ نے اسکو ایک خط کے ذریعے سے حکم دیا کہ یہ سب قتل کیئے جائیں۔ ابن عامر نے لکھ بھیجا کہ میں نے انکو آپ کے وعدۂ امن کے سپرد کردیا ہے۔ جب زیاد ۵۴ھ میں بصرہ پہنچا تو سہم اور خطیم وہاں سے بھاگ کر

اہواز پہنچے وہاں ایک جماعت کی جماعت سہم کے گرد جمع ہوگئی۔ وہ انھیں ہمراہ لیکر بصرے کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں چند آدمیوں کو گرفتار کرلیا۔ مگر جب انھوں نے اپنا یہودی ہونا ظاہر کیا تو ان کو چھوڑ دیا۔ مگر قتل امۃ بن مظعون کے مولیٰ سعد کو قتل کردیا۔ بصرہ پہنچنے پر اس کے آدمی اسے چھوڑ چھاڑ الگ ہوگئے۔ یہ حالت دیکھکر سہم روپوش ہوگیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انھوں نے اسے روپوشی کے بعد چھوڑا ہے۔ اس کے بعد اس نے امان طلب کی۔ اور اسے خیال ہوا کہ جس طرح ابن عامر نے اس سے اچھا سلوک کیا تھا ویسا ہی زیاد بھی کریگا۔ مگر زیاد نے اُسے امان نہ دی۔ بلکہ اس کی تلاش کی۔ اور لوگوں نے اُسے اطلاعات بہم پہنچائیں لہٰذا اسنے اسے گرفتار کرلیا۔ اور قتل کرکے اسکو اسکے گھر میں مصلوب کردیا۔ مگر بعض لوگ یوں بیان کرتے ہیں کہ سہم زیاد کی موت تک برابر روپوش ہی رہا۔ اور بعد میں ۵۴ھ میں عبیداللہ ابن زیاد نے اسے گرفتار کرکے اسکو مصلوب کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے قبل کا ہے۔ اس کے متعلق ایک خارجی کہتا ہے:۔ (ترجمۂ شعر)

«اگر جاعتیں سہم ابن غالب کو سولی دینے میں کامیاب ہوگئیں ہیں تو خدا اُسے دور نکرے»

باقی رہا خطیم۔ اس سے زیاد نے عبادہ کے قتل کا حال پوچھا تو اس نے انکار کردیا اس لیئے زیاد نے اسے بحرین بھیج دیا۔ مگر بعد میں واپس بلالیا۔

حوادثِ متعددہ

کہتے ہیں کہ اسی سال علی ابن عبداللہ ابن عباسؓ کی ولادت ہوئی۔ مگر بعض کا خیال ہے کہ وہ سنہ ۴۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اس وقت تک حضرت علیؓ شہید نہیں ہوئے تھے۔ مگر پہلی ہی روایت صحیح ہے۔ حضرت علیؓ کے اسم مبارک پر انکا نام رکھا گیا۔ عبداللہ ابن عباس کہتے تھے کہ میں نے اس لڑکے کا نام اُس شخص کے نام پر رکھا ہے جو مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے

عتبہ بن ابی سفیان (اور بقول بعض عنبسہ ابن ابی سفیانؓ) نے اسی سال لوگوں کو ہمراہ لیکر حج کیا۔

اسی سال عمرو ابن العاص نے عقبہ بن نافع بن عبد قیس (یعنے عمرو کے خالا زاد بھائی) کو افریقہ کا عامل مقرر کیا۔ چنانچہ وہ لواتہ اور مزاتہ تک گئے۔ اور ان دونوں نے اطاعت قبول کرلی۔ مگر بعد میں سرکشی کی۔ اس لیئے انھوں نے اسی سال ان پر حملہ کیا۔ اور انکو قتل وغارت

اور گرفتار کیا۔ پھر ۴۲ھ میں قتل وقید کے بعد غذامس اور ۴۳ھ میں سودان کا ایک علاقہ اور ودّان جو برقہ میں واقع ہے فتح کیا۔ علیٰ ہذاالقیاس ایک سال کے اندر اندر بلاد بربر کو بھی فتح کیا۔ انھوں نے ۵۰ھ میں قیروان کی حدبندی کی۔ اس کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئیگا؛

اسی سال لبید ابن ربیعہ شاعر کا انتقال ہوا۔ بعض کا خیال ہے کہ اسکا انتقال اس دن ہوا جبکہ امیر معاویہ کوفے میں داخل ہوئے ہیں۔ اور اس وقت اسکی عمر ایک سو ستاون سال کی تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں فوت ہوا۔ جب سے وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ اس نے شعر کہنا ترک کر دیا تھا؛

۴۲ھ کے واقعات

اس سال میں مسلمانوں نے لان پر حملہ کیا۔ اور اُدھر روم سے بھی جنگ آزمائی شروع کی۔ اہل روم کو سخت ہزیمت ہوئی اور انکے بطریقوں کی ایک جماعت کی جماعت قتل ہوئی۔

ایک قول کے مطابق اسی سال حجاج ابن یوسف کی ولادت ہوئی۔

اسی سال امیر معاویہ نے مروان ابن الحکم کو مدینے پر اور خالد ابن العاص بن ہشام کو مکے پر حاکم مقرر کیا۔ اور مروان نے اپنے ہاں عبداللہ ابن حرث بن نوفل کو قاضی مقرر کیا ان دنوں کوفے کے حاکم مغیرہ ابن شعبہ تھے۔ اور شریح وہاں کے قاضی تھے۔ خراسان پر قیس ابن الہیثم حاکم تھا۔ اسے ابن عامر نے وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ جب امیر معاویہ کو امور میں استقلال حاصل ہوگیا ہے۔ تب انھوں نے قیس کو حاکم خراسان بنایا تھا۔ اور یہ کہ جب ابن عامر عامل بصرہ ہوگیا تو اسنے قیس کو منتقل کر دیا تھا؛

خوارج کے نقل وحرکت کا بیان

اسی سال ان خوارج نے بھی نقل وحرکت شروع کی جو یوم نہر کے قتل سے بچ گئے تھے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل تھے جو اس دن زخمی ہوکر صحیح سالم بچا لیے گئے تھے۔ اس معرکے کے بعد جب وہ صحت یاب ہو گئے تھے تو حضرت علیؓ نے انکو معاف کر دیا تھا۔ ان کے اس خروج کا سبب یہ تھا کہ حیّان ابن ظبیان السّلمی جو خارجی تھا اور یوم نہر میں زخمی ہوکر زندہ

رہ گیا تھا۔ پھر صحت ہونے پر وہ رَے میں پہنچا اور اپنے ساتھیوں سے مل گیا۔ وہ لوگ حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر سننے تک وہیں مقیم رہے۔ یہ خبر سنکر اسنے اپنے ہمراہیوں کو جو تعداد میں تقریباً دس تھے دوبارہ جمع کیا۔ ان میں سالم ابن ربیعۃ العبسی بھی تھا۔ حیّان نے انکو حضرت علیؓ کی شہادت کی اطلاع دی۔ تو سالم نے کہا کہ "خدا کرے وہ ہاتھ کبھی بیکار نہ ہو جس نے تلوار اُٹھائی"۔ اور سب نے ملکر حضرت ممدوح کی شہادت پر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کی (رضی اللہ عنہ ولا رضی عنہم) مگر اس کے بعد سالم خوارج کی رائے سے برگشتہ ہو گیا۔ اور امیر معاویہ سے صلح کر لی۔ اس لیئے حیّان نے خوارج کو اہل قبلہ پر حملہ کرنے اور ان سے جنگ آزمائی کرنے کے لیئے دعوت دی۔ بنابریں وہ سب کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ اور امیر معاویہ کے وہاں پہنچنے تک وہ سب وہیں مقیم رہے؛

اس اثنا میں مغیرہ ابن شعبہ کوفے کے عامل مقرر ہو چکے تھے۔ وہ عافیت اور حسن سیرت کو عزیز رکھتے تھے۔ لوگ ان کے پاس آ آکر بیان کرتے تھے کہ فلاں شخص شیعہ اور فلاں خارجی ہو گیا ہے۔ مگر وہ یہی جواب دیتے تھے کہ "خدائے تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ ان کے آپس میں اختلاف ہی رہے اور اللہ تعالیٰ عنقریب اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کریگا"۔ اس کے بعد سے لوگوں نے انکا پیچھا چھوڑ دیا؛

خوارج برابر آپس میں ملتے جلتے اور یوم نہر کے ہمراہیوں کے بارے میں ذکر اذکار کرتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بالاجتماع تین شخص یعنے مُستَورِد ابنِ عُلّفَۃَ التیمی (جو قبیلہ تیم رباب میں سے تھا)۔ مُعاذ ابن جُوَین الطائی (یعنے زید ابن حصین قتیل یوم نہر کا چچیرا بھائی) اور حیّان ابن ظبیان السلمی کو منتخب کیا۔ اور چار سو آدمیوں کی تعداد میں جمع ہو کر آپس میں اس امر کے بارے میں مشورہ کیا کہ کس شخص کو اپنا سردار بنائیں۔ ہر شخص امارت کے قبول کرنے سے انکار کرتا تھا۔ آخر سب نے متفق الرائے ہو کر مستورد کو اپنا سردار قرار دیکر اس سے بیعت کی۔ یہ جمادی الآخر کا واقعہ ہے۔ بعد ازاں انہوں نے بڑے زور و شور سے خروج کی تیاریاں کیں۔ چنانچہ ۴۳ھ میں شعبان کی پہلی تاریخ کو انہوں نے خروج کر دیا؛

زیاد کے امیر معاویہ کے پاس آنیکا بیان

اسی سال زیاد امیر معاویہ کے پاس آیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ زیاد نے اپنا مال عبدالرحمن

ابن ابوبکرہ کے سپرد کر دیا تھا۔ عبدالرحمن نے وہ مال بصرے ہی رکھ چھوڑا تھا۔ اور امیر معاویہ کو اس بات کی خبر ہو گئی تھی۔ اس لیئے انہوں نے مغیرہ ابن شعبہ کو اس غرض سے پیغام بھیجا کہ وہ زیاد کے مال کے بارے میں غور و خوض کریں۔ مغیرہ نے عبدالرحمن کو بلا کر کہا کہ "گو تمہارے باپ نے میرے ساتھ بدسلوکی کی تھی مگر میں تمہارے چچا (زیاد) کے ساتھ احسان کرتا ہوں" یہ کہکر انھوں نے معاویہ کو لکھ دیا کہ "میں نے عبدالرحمن کے پاس کوئی ایسا مال نہیں پایا جسکا لے لینا میرے لیئے حلال ہو" امیر معاویہ نے اس کو لکھا کہ "عبدالرحمن کو تعذیب کرو" مغیرہ نے ارادہ کیا کہ عذر پیش کر دے۔ مگر یہ خبر امیر معاویہ کو پہنچ گئی۔ اس لیئے اس نے عبدالرحمن سے کہا کہ "تم اپنا مال اپنے پاس محفوظ ہی رہنے دو" پھر اس نے عبدالرحمن کے چہرے پر ایک ریشمی کپڑا ڈال دیا اور اسے پانی سے بھگو دیا۔ جس سے اسپر غشی طاری ہو گئی۔ تین دفعہ یہی عمل کر کے اس نے عبدالرحمن کو چھوڑ دیا۔ اور اُدھر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے اسکو دکھ پہنچائے۔ مگر پھر بھی اس کے پاس سے کچھ نہ لے سکا۔ اور اسطرح زیاد کا روپیہ اسکے پاس محفوظ رہ گیا؟

اس واقعے کے بعد جب مغیرہ امیر معاویہ کے پاس گیا تو معاویہ نے اسے دیکھتے ہی یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

"اگر کوئی شخص کسی پر اپنا بھید ظاہر کرنا چاہے تو اس بھید کے محفوظ رکھنے کی بہترین جگہ اسکا نصیحت پذیر بھائی ہے۔ پس اگر تمہیں کسی بھید کو ظاہر کرنا ہو تو ایسے خیرخواہ شخص پر ظاہر کرو جو اُسے پوشیدہ رکھے ورنہ مت ظاہر کرو"

مغیرہ نے کہا کہ "اے امیرالمومنین اگر آپ کوئی چیز میرے پاس امانت رکھیں تو یقین کیجئے کہ میں خیرخواہ اور شفیق ثابت ہونگا۔ مگر وہ بات کیا ہے" امیر معاویہ نے کہا کہ "مجھے زیاد اور اسکا فارس میں جم کر بیٹھ جانا یاد آتا ہے تو رات رات بھر نیند نہیں آتی" مغیرہ نے جواب دیا کہ "زیاد یہاں نہیں ہے" عرب کے زیرک نامور امیر معاویہ نے کہا کہ زیاد کے پاس فارس کا مال ہے۔ اور اب وہ طرح طرح کے حیلے کر رہا ہے۔ میں اس بات سے بالکل بے خوف نہیں ہوں کہ اس خاندان کے کسی شخص سے بیعت کی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ از سر نو جنگ قائم کرے۔ مغیرہ نے کہا کہ "آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اُسے وہاں سے لے آؤں" معاویہ نے جواب دیا کہ "ہاں۔ اور لطائف الحیل سے"؟

الغرض مغیرہ زیاد کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ "معاویہ اس قدر خوف زدہ

ہو رہے ہیں کہ انھوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس کام کو سوائے امام حسنؓ کے اور کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر انھوں نے بیعت کر لی ہے۔ لہٰذا تم کسی جگہ کو اپنا وطن بنانے سے پہلے اپنا انتظام کر لو۔ تاکہ معاویہ تم سے مستغنی ہو جائیں" زیاد نے کہا کہ تم مجھے مشورہ دو اور بتلاؤ کہ اصلی غرض وغائت کیا ہے "المستشار موتمن۔ تم بے خوف رہو" مغیرہ نے کہا کہ "میری رائے یہ ہے کہ تم امیر معاویہ سے تعلقات پیدا کرو۔ اور انکے پاس چلے جاؤ۔ اور فضل الٰہی پوری ہو گی"۔

مغیرہ کی واپسی کے بعد امیر معاویہ نے زیاد کو امان کا خط لکھدیا۔ اس وجہ سے زیاد امیر معاویہ کی ملاقات کے لیئے ایران سے روانہ ہوئے۔ مِنْجَابُ اِبْنِ رَاشِدِ الضَّبِّیْ۔ اور حَارِثَۃُ اِبْنِ بَدْرُ الْغُدَانِیْ انکے ہمراہ تھے۔ اُدھر عبد اللّٰہ ابن عامر نے عبد اللہ ابن خازم کو ایک جماعت کے ہمراہ فارس کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ "شائد تم کو زیاد راستے میں ملے اسکو گرفتار کر لینا" ابن خازم روانہ ہوا۔ اور اَرَّجَانْ میں زیاد سے ملا۔ اس نے زیاد کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور کہا کہ "زیاد اترو"۔ مِنْجَابْ نے جواب دیا کہ "اے حبش کے بیٹے ہٹ جا ورنہ میں تیرے ہاتھ کو باگ سمیت کاٹ دونگا" ان دونوں میں منازعہ ہونے لگا تو زیاد نے کہا کہ "میرے پاس امیر معاویہ کا خط آگیا ہے اور وہ مجھے امان دیتے ہیں"۔ اسپر ابن خازم نے اُسے چھوڑ دیا۔

مختصر یہ کہ زیاد معاویہ کے پاس پہنچ گیا۔ اور مؤخر الذکر کے اموال فارس کے متعلق سوال کرنے پر اس نے تفصیل وار بتلایا کہ میں نے اتنا حضرت علی (کرم اللہ وجہ) کو دے دیا تھا۔ اتنا میں نے اخراجات ضروریہ میں خرچ کر لیا اور اتنا باقی بچا جو سب مسلمانوں کی ودیعت ہے۔ معاویہ نے اس کے خرچ اور بقایا کی تصدیق کی اور باقی روپیہ اس سے لے لیا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب زیاد نے امیر معاویہ سے کہا کہ "اُس مال میں سے کچھ بچ گیا ہے اور میں نے اسکو مسلمانوں کے پاس ودیعت کر دیا ہے" تو امیر معاویہ دیر تک اس کو رد و کرتے رہے۔ اسپر اس نے ان سب لوگوں کو خطوط لکھے جنکے پاس اس نے ودیعت رکھی تھی۔ اور لکھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ تمہارے پاس میری کیا امانت ہے کتاب اللہ کی آیت "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" وغیرہ وغیرہ پر تدبر کرو۔

اور اسکو حفاظت سے رکھو۔ خطوط میں ان اموال کا ذکر کیا جنکا انھوں نے معاویہ سے اقرار کیا تھا۔ اور اپنے قاصد کو حکم دیا کہ جو کوئی معاویہ کو جا کر کچھ خبر دے اس کا پیچھا کرو۔ چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا۔ مگر یہ بات مشہور ہو گئی۔ جب امیر معاویہ کو خطوط کی خبر ہوئی تو انھوں نے زیاد سے کہا کہ "مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ نے مجھ سے چال نہ کی ہو۔ لہذا آپ مجھ سے جن شرائط پر چاہیں صلح کر لیں"۔ چنانچہ ان میں کچھ شرائط پر صلح ہو گئی۔ اور زیاد نے دس لاکھ درہم کی رقم ان کو دیدی۔ اسکے بعد اس نے امیر معاویہ سے کوفے جانے کی اجازت چاہی۔ اور امیر معاویہ نے اجازت دے دی۔

مغیرہ زیاد کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ معاویہ نے بھی اسکو لکھا کہ زیاد۔ حُجر ابن عدی۔ سلیمان ابن صُرد۔ شَبَث ابن ربعی۔ اور ابن الکوا ابن الحمق کو باجماعت نمازیں اپنے ساتھ رکھا کرو۔ چنانچہ یہ سب صاحب مغیرہ کے ساتھ ملکر باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ یہ شرط اس لئے لگائی گئی تھی کہ یہ حضرات شیعان علی میں سے تھے۔

واقعات متعددہ

اس سال عتبہ ابن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اسی سال حَبِیب ابنِ مَسْلَمۃِ الْفِہْرِی نے ارمینیا میں انتقال کیا۔ جہاں وہ امیر معاویہ کی طرف سے حاکم تھے۔ اور انکے تمام معرکوں میں وہ انکے ہمراہ لڑے تھے۔

اسی سال عثمان ابن طلحہ ابن ابی طلحۃ العبدری فوت ہوئے۔ یہ صحابہ میں سے تھے۔

اسی سال رُکانہ ابن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب جنھوں نے حضرت رسول اللہ صلعم سے کشتی لڑی تھی اور صفوان ابن امیہ ابن خلف الجمحی نے وفات پائی۔ یہ بھی صحابہ میں سے ہیں۔

اسی سن میں ہانی ابن نیار بن عمرو الانصاری نے بھی دار بقا کی طرف رحلت کی۔ وہ براء ابن عازب کے ماموں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ انکی وفات ۴۵ھ میں واقع ہوئی۔

سنہ ۴۳ھ کے واقعات

اس سال بُسر ابن ابی ارطاۃ نے اہل روم پر حملہ کیا۔ اور بقول واقدی موسم سرما انہی کی سرزمین پر گذارا اور قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ مگر دیگر مورخین اس واقعے سے

انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بُسر نے موسم سرما کبھی رومیوں کے ملک میں بسر نہیں کیا۔
اسی سال عمرو ابن العاص نے عین عید الفطر کے دن مصر میں وفات پائی۔ وہ وہاں چار سال کے عرصے تک حضرت عمرؓ کی جانب سے اور دو ماہ کم چار سال حضرت عثمانؓ کی جانب سے۔ اور ایک ماہ کم دو سال امیر معاویہ کی جانب سے عامل مصر رہ چکے تھے۔ اسی سال معاویہ نے ان کی جگہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کو والئی مصر مقرر کیا۔ جنھوں نے تقریباً دو سال اس پر حکومت کی۔
اسی سال محمد ابن مسلمہ نے ماہ صفر میں مدینے میں انتقال کیا۔ اور مروان ابن الحکم نے ان کے جنازے کی نماز پڑھی۔ انتقال کے وقت انکی عمر (۷۷) سال کی تھی۔

مُستَورِد خارجی کے قتل کا بیان

اسی سال مُستَوَرِد ابن علقمہ التیمی (یعنے منسوب بہ قبیلہ تیم الرباب) قتل ہوا۔
۴۲ھ کے واقعات میں خوارج کی نقل و حرکت اور انکا اس سے بیعت کرنا اور امیر المومنین کا خطاب دینا مذکور ہو چکا ہے۔ اب ۴۳ھ میں مغیرہ ابن شعبہ کو اطلاع ملی کہ خوارج نے حَیّان ابن ظبیان کے مکان میں جمع ہو کر غرہ شعبان میں خروج کے لیے تیاری کر لی ہے۔ لہذا مغیرہ ابن شعبہ نے اپنے صاحب الشرطہ یعنے قبیصۃ ابن الدمونؓ کو اس کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ اسنے اور اسکے ہمراہیوں نے جا کر حَیّان کے مکان کو گھیر لیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہاں مُعاذ ابن جُوَین۔ اور قریب بیس آدمی کے اور موجود ہیں اس کی زوجہ بیں جوام ولد تھی اور اس میں ناچاقی تھی۔ اسنے اپنا بدلہ لینے کے لیئے ان سبکی تلواروں کو اٹھا کر ان کو فرش کے نیچے چھپا دیا۔ انھوں نے ہر چند اپنی تلواروں کو تلاش کیا۔ مگر نہ پایا۔ آخر مجبور ہو کر خود کو قبیصۃ کے حوالے کر دیا۔ وہ ان سب کو گرفتار کر کے مغیرہ کے پاس لے گیا۔ اور اُس نے ان کو قید کر دیا۔ قید خانے بھیجنے سے پہلے مغیرہ نے ان سے اقرار جرم کرانا چاہا۔ مگر انھوں نے کسی بات کا اعتراف نہ کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ "ہم تو وہاں قرأت قرآن کے لیئے جمع ہوئے تھے"! نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں تقریباً ایک سال تک برابر قید خانے میں رہنا پڑا۔ اور اُدھر جب انکے دوسرے ساتھیوں نے اس قید کی خبر سنی تو وہ بھی خوف زدہ ہو گئے۔ مگر انکے سردار مستورد نے خروج کیا اور حیرہ میں اترا۔ اور

خوارج مختلف مقامات سے آکر اس سے ملتے گئے۔ حجار ابن ابجر نے انکو دیکھ پایا۔ مگر انھوں نے اس سے کہاکہ "تم صرف آج رات ہم کو چھپا رہنے دو" اس نے جواب دیا کہ "آج رات کیا میں تم لوگوں کو ہمیشہ کے لیئے چھپا دونگا" یہ سنکر ان کو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ وہ ان کا حال مغیرہ تک پہنچا دیگا۔ اس لیئے وہ وہاں سے روانہ ہوکر مستورد کے خسر سلیم ابن محدوج العبدی کے ہاں چلے گئے۔ گو حجار نے ان کے متعلق کوئی خبر نہیں پہنچائی تاہم مغیرہ کو معلوم ہوگیا۔ کہ وہ آجکل خروج کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس لیئے اس نے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں خدائے تعالے کی حمد وثنا کے بعد کہاکہ "تم خوب جانتے ہو کہ میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ تمہاری جماعت کو عافیت پہنچاؤں اور تمہاری تکالیف کو دور کرتا رہوں۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہارے سفہاء کے لیئے سوء ادب کا نتیجہ پیدا کردے۔ مگر اب مجھے یہ خوف دامنگیر ہے کہ مبادا حلیم المزاج اور متقی آدمی جاہل اور سفیہ کی وجہ سے مواخذے میں مبتلا ہوں۔ بہتر ہے کہ تم اپنے سفہاء کو ایسے کاموں سے باز رکھو قبل اس کے کہ تمہارے عوام پر بلا نازل ہو۔ ہمیں اطلاع مل چکی ہے کہ چند آدمی ارادہ کر رہے ہیں کہ ملک میں شقاق ونفاق وخلاف پیدا کیا جائے۔ خدا کی قسم ہے کہ اگر عرب کا کوئی قبیلہ فساد مچانے کی غرض سے اُٹھا تو میں اسکو برباد کردونگا اور اُسے آئندگان مابعد کے لیئے باعث عبرت بنادونگا" معقل ابن قیس الریاحی نے اُٹھکر کہاکہ "اے امیر۔ آپ ہمیں ان لوگوں کا نام صاف صاف بتلا دیجئے۔ اگر وہ ہم میں ہی سے ہیں۔ تو ہم ہی آپ کی طرف سے ان کی سرزنش کے لیئے کافی ہیں۔ اور اگر ہمارے سوا کوئی اور ہیں تو اپنے اپنے اہل طاعت کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے سفہاء کو آپکے سامنے پیش کردیں" مغیرہ نے کہاکہ "مجھے کسی شخص کا نام خاص طور پر معلوم نہیں ہوا" معقل نے کہاکہ "میں اپنی قوم کے لیئے کافی ہوں۔ چاہیئے کہ اسیطرح ہر قوم کا سردار اپنی اپنی قوم کی روک تھام میں آپکی مدد کرے" اسپر مغیرہ نے تمام سرداران قبائل کو بلاکر کہاکہ "چاہیئے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنی قوم کو سنبھالنے میں میرا ہاتھ بٹائے" ورنہ یاد رکھو کہ خدا کی قسم جیسا تم مجھکو جانتے ہو میں ویسا نہیں رہونگا۔ اور وہی کرونگا جسکو تم پسند نہ کروگے" وہ سب سرداران قبائل اپنی اپنی قوم کے پاس گئے اور انکو خدا اور اسلام کی قسمیں دے کر سمجھایا کہ کوئی شخص فتنہ پردازوں کے نام سے انکو آگاہ نہ کرے ہا

صَعْصَعَہ ابن صوحان قبیلہ عبدالقیس کے پاس پہنچا۔ گو کہ اسکو معلوم تھا کہ حیّان سلیم کے گھر مہمان ہے۔ مگر اُسے یہ ناگوار ہوا کہ اسکے قبیلے کا اس وجہ سے مواخذہ ہو کہ وہ اہل شام سے جدا ہوگیا ہے اور انکی رائے سے اختلاف رکھتا ہے۔ اور نہ اسے یہ گوارا ہوا کہ اپنی قوم کے اہل بیت سے بدی کرے۔ لہٰذا اسنے ان میں کھڑے ہوکر تقریر کی اور کہا کہ "اے لوگو۔ خدائے تعالےٰ (وَلَہُ الْحَمْدُ) نے جب فضیلت تقسیم فرمائی تو تمکو بہترین فضیلت عطا فرمائی۔ پس تم نے اس دین کو قبول کیا جسکو خدائے تعالےٰ نے اپنی ذات پاک اور اپنے ملائکہ اور رسولوں کے لیئے اختیار فرمایا پھر تم رسول اللہ صلعم کی وفات تک اسی مذہب پر قائم رہے۔ بعد ازاں لوگوں میں اختلاف واقع ہوا۔ چنانچہ ایک طائفہ ثابت قدم رہا اور ایک مرتد ہوگیا۔ ایک جماعت نے مداہنت اختیار کی اور دوسری نے تربص۔ مگر کیونکہ تم خدا اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے تھے۔ اس لیئے تم اسی پر جمے رہے۔ اور جب تک خدائے تعالےٰ نے دین کو پھر قائم اور ظالموں کو برباد نہ کردیا تم برابر مرتدین سے برسر پیکار رہے۔ اور اسکی برکت سے خدائے تعالےٰ برابر تمہاری خیر و برکت کو زیادہ فرماتا رہا۔ تاآنکہ امت کے آپس میں اختلاف پیدا ہوگئے۔ ایک جماعت کہتی تھی کہ ہم طلحہؓ اور زبیرؓ اور عائشہؓ کو چاہتے ہیں۔ ایک کہتی تھی کہ ہم اہل مغرب کو چاہتے ہیں۔ اور ایک کا یہ دعوےٰ تھا کہ ہم عبداللہ ابن وہب الراسبی کو پسند کرتے ہیں۔ مگر تم یہ کہتے تھے کہ ہم تو صرف اپنے نبی کے اہل بیت کو چاہتے ہیں جن کے ذریعے سے اللہ عزوجل نے پہلے پہل ہمکو بزرگی عطا فرمائی۔ اور تمہارا یہ کہنا خدائے تعالےٰ ہی کی تائید و توفیق پر مبنی تھا۔ تم پھر برابر حق پر ثابت قدم اور قائم رہے۔ تاآنکہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے اور تمہاری طرح ہدایت یافتہ دوسرے لوگوں کے ذریعے سے یوم جمل کے ناکثین اور یوم نہر کے مارقین کو تباہ و برباد کردیا۔" مگر وہ اہل شام کی طرف سے بالکل خاموش رہا۔ کیونکہ غلبہ انہیں کو حاصل تھا۔ "خوب سمجھ لو کہ کوئی قوم تمہاری اور تمہارے خدا کی اور تمہارے نبی صلعم کے اہل بیت کی ایسی دشمن نہیں جیسے کہ یہ کمینے بدبخت گنہگار لوگ جنھوں نے ہمارے امام کو جدا کردیا۔ ہمارے خونوں کو حلال کردیا۔ اور ہم پر کفر کا الزام لگایا۔ خبردار تم انکو اپنے مکانوں میں مت چھپانا۔ اور ان کی کسی بات کو پوشیدہ نہ رکھنا۔ کیونکہ عرب کے کسی قبیلے کے لیئے یہ جائز نہیں ہے کہ اسکا کوئی فرد بھی ان مارقہ کا دوست ہو۔ مجھ سے

بیان کیا گیا ہے کہ ان میں سے چند آدمی قبیلے کے ایک جانب موجود ہیں۔ اور میں ان کی تلاش میں ہوں۔ پس اگر یہ بات سچ ہے تو میں ان کے خونوں کے ذریعے تقرب الٰہی حاصل کرونگا۔ کیونکہ انکے خون حلال ہیں۔ اے قبیلۂ عبدالقیس کے افراد۔ یاد رکھو کہ ہمارے یہ والیانِ ملک تمہاری باتوں اور رایوں کو تم سے بہتر جاننے والے ہیں۔ اپنے خلاف اپنے برخلاف انکو کسی طرح راہ نہ دو۔ کیونکہ وہ تمہارے اور تم جیسے اور لوگوں میں بہت جلد اثر پیدا کر لیتے ہیں۔" یہ تقریر کرکے وہ بیٹھ گیا۔ اور تمام قوم نے کہا ان پر خدا کی لعنت ہو۔ اُن سے خدا بیزار ہو۔ ہم انکو پناہ نہ دینگے۔ اور اگر ہم کو انکی جائے پناہ معلوم ہو گی تو ہم آپکو اسکی اطلاع کر دینگے۔" ماسوا صُلیم ابن محدوج کے۔ کیونکہ اسنے کچھ نہیں کہا بلکہ وہ غمگین ہو کر واپس چلا گیا۔ اور اسکو یہ گوارا نہ تھا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کو اپنے مکان سے خارج کر دے اور پھر وہ لوگ اسکو لعنت ملامت کریں اسے یہ بھی پسند نہیں کہ یہ لوگ اسی کے گھر میں گرفتار ہو کر ہلاک کر دیئے جائیں اور وہ خود بھی انکے ساتھ ہی ہلاک ہو۔

مستورد کے ہمراہی مستورد کے پاس پہنچے اور جو کچھ مغیرہ نے لوگوں سے اور سرداران قبائل نے اپنے اپنے قبیلوں سے کہا تھا سب کچھ اس کو کہہ سنایا اسنے ابن محدوج سے دریافت کیا کہ صعصعہ نے قبیلۂ عبدالقیس میں کیا کیا کہا؟ اسنے مستورد کو بتلایا اور کہا کہ "مجھے یہ بُرا معلوم ہوا کہ تمہارا پتہ دے دوں۔ اور تم کو یہ خیال ہو کہ تمہارا پناہ دینا میرے لیئے دو بھر ہو گیا ہے"۔ مستورد نے کہا کہ "آپ نے ہماری قرار واقعی مہمان نوازی اور قدر و منزلت کی ہے۔ آپ نے ہم پر احسان کیا ہے ہم تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں"

جب اس واقعے کی خبر اُن خوارج کو ملی جو مغیرہ کی قید میں تھے تو معاذ بن جوین بن حصین نے اس کے متعلق یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

"اے جانبازو! اب ہر اس شخص کے لیئے جس نے اپنے نفس کو خدا کے لیئے فروخت کر دیا ہے وہ وقت آگیا ہے کہ وہ کوچ کر جائے۔ تم محض جہالت کی وجہ سے گنہگاروں کے مکان میں مقیم رہے۔ اور تم میں سے ہر ایک شخص کا اس وجہ سے تعاقب کیا جاتا ہے کہ وہ قتل کیا جائے۔ اب تم دشمنوں پر حملہ کرو۔ کیونکہ انھوں نے تمکو صرف قتل کرانے کے لیئے مقیم کیا ہے۔ (اور یہ کیسی گمراہ رائے ہے) ہاں۔ اس غرض دغائت کے لیئے

تیار ہو جاؤ۔ جس کے ذکر ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ نہایت نیک اور انصاف پر مبنی ہے۔ اے کاش کہ میں اس وقت تم میں ایک تیز رو اور مشہور گھوڑے پر سوار اور زرہ پوش ہوتا نہ کہ نہتا۔ اے کاش کہ میں تم میں ہوتا اور تمہارے دشمن سے دشمنی کرتا تاکہ وہ مجھے سب سے پہلے کاسۂ موت پلاتا۔ مجھپر یہ بات دوبھر ہے کہ تم ڈرا ڈرا کر بھگا دیئے جاؤ۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ تمہارے پاس لاغر گھوڑے موجود ہیں۔ اور اس سبب سے کہ ہر جواں مرد شخص ان کی جماعت کو تتر بتر کر دیتا ہے۔ جس وقت تم یہ کہو کہ وہ بھاگ گیا اور چلا گیا ہے تو وہ آموجود ہوتا ہے وہ تلوار لگائے ہوئے گھمسان لڑائی میں گھس جاتا ہے۔ اور بعض مقامات جنگ بن جم کر لڑنے کو نہایت شریف کام سمجھتا ہے۔ مجھپر یہ بھی دوبھر ہے کہ تم پر مصیبت پڑے اور تمہاری تعداد کم ہو جائے۔ اور یہ کہ میرا حال پراگندہ ہو جائے اور میں اسیر و مقید ہو جاؤں۔ اگر میں اس وقت تم میں ہوتا اور تمہارے دشمن تم پر حملہ کرنے کا قصد کرتے تو میں دونوں لشکروں کے درمیان گرد و غبار کو بلند کر دیتا۔ ہاں! میں نے کتنی ہی جماعتوں کو برباد کر دیا ہے۔ کئی جنگوں میں شامل رہا ہوں۔ اور بہت سے سرداروں کو شکست دے چکا ہوں"۔

مستورد نے اپنے ساتھیوں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اس قبیلے سے نکل کر سورا کی طرف چلے جائیں۔ چنانچہ وہ وہاں سے علیحدہ علیحدہ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر تین سو آدمیوں کی جماعت بن کر صراۃ کی طرف چلے۔ مغیرہ بن شعبہ نے ان کی نقل و حرکت کی خبر سنی تو اُسنے لوگوں کے سرداروں کو بلا کر مشورہ کیا کہ ان خوارج کی سرزنش کے لئے کسکو بھیجا جائے۔ عدی ابن حاتم نے کہا کہ "ہم سب کے سب انکے دشمن۔ ان کی رایوں سے بغض رکھنے والے۔ اور آپ کی اطاعت و فرماں برداری میں ثابت قدم ہیں۔ آپ ہم میں سے جس کو حکم دیں وہی چلا جائیگا"۔ معقل ابن قیس نے رائے دی کہ "آپ کے ارد گرد جو جو موجود ہیں آپ ان میں جس کو چاہیں روانہ فرماویں۔ آپ دیکھینگے کہ وہ آپ کا مطیع اور فرماں بردار ہے۔ اور اُن کی پریشانی چاہنے والا ہے۔ اور اُن کی ہلاکت کو دوست رکھنے والا ہے میں نہیں سمجھتا کہ آپ ان کی سرکوبی کے لئے کسی شخص کو بھیج سکتے ہیں جو مجھ سے زیادہ ان کا دشمن ہو۔ لہذا آپ مجھی کو انکے مقابلے کے لئے جانے کا حکم دیجئے۔ ان شاء اللہ میں انکے مقابلے کے لئے کافی ہوں"۔ مغیرہ نے

جواب دیا کہ "آپ اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جائیے"! تین ہزار آدمی اس کے ساتھ روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ مغیرہ نے اپنے صاحب الشرطہ سے کہا کہ "تم معقل کے ساتھ شبیحان علیؓ کو بھی ملا دو"! کیونکہ وہ اصحاب علیؓ کے رؤساء میں سے تھا۔ اس لئے جب وہ جمع ہوں گے تو ایک دوسرے سے مستانس ہو گا اور وہ لوگ ان مارقین کے خون کو حلال سمجھنے میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور ان کے خلاف سب سے زیادہ جری ہیں۔ وہ اس سے قبل بھی انکے ساتھ جنگ کر چکے ہیں"۔ صعصعہ ابن صوحان نے بھی معقل ہی کی طرح کی باتیں کیں۔ مغیرہ نے اس سے کہا کہ "تم بیٹھ جاؤ۔ تم خطیب ہو۔ ان باتوں کو محفوظ رکھو"! مغیرہ نے یہ اس لئے کہا کہ اس کو پہلے خبر مل چکی تھی کہ صعصعہ حضرت عثمانؓ ابن عفان پر عیب لگاتا اور حضرت علیؓ کو یاد کیا کرتا ہے۔ اور ان کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتا ہے۔ مغیرہ نے اسے بلا کر کہا تھا کہ "خبردار میں کبھی تمہارے متعلق یہ خبر نہ سنوں کہ تم حضرت عثمانؓ پر عیب لگاتے ہو اور یاد رکھو کہ یہ بات بھی مجھے کبھی سنائی نہ دے کہ تم فضیلت علیؓ کو ظاہر کرتے ہو۔ کیونکہ تم سے زیادہ میں خود اس امر سے واقف ہوں۔ لیکن اب یہ بادشاہ غالب ہو گیا ہے۔ اور اس نے حضرت علیؓ کے متعلق لوگوں میں عیب جوئی کرنے پر ہم کو مجبور کر دیا ہے۔ اس لئے ہم ان بہت سی باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جنکا وہ ہم کو حکم دیتا ہے۔ اور ایسے امور کا ذکر کرتے ہیں جن کے ذکر کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے انکے ذریعہ سے ہم ان لوگوں کو اپنے سے دور رکھتے ہیں۔ اس لئے اگر تم حضرت علیؓ کی فضیلت بیان بھی کرو تو اسے صرف اپنے آپس میں اور اپنے مکانوں پر خفیہ طور پر بیان کرو۔ باقی رہا یہ امر کہ اس کو مسجد میں علانیہ طور پر بیان کیا جائے تو خلیفہ ہماری اس بات کو ہرگز برداشت نہیں کریگا"! جب کبھی مغیرہ اس سے یہ باتیں کرتا تو وہ "ہاں" کر دیا کرتا تھا۔ مگر بعد میں اسے معلوم ہوتا تھا کہ صعصعہ برابر ویسی ہی حرکتیں کرتا ہے۔ اس لئے مغیرہ کو اس سے کینہ ہو گیا تھا۔ غرض جب مغیرہ نے صعصعہ کو اس طرح جواب دیا تو اس نے کہا کہ "میں صرف خطیب ہی نہیں ہوں"! مغیرہ نے کہا کہ "ہاں درست ہے"! صعصعہ بولا کہ "واللہ میں نہایت سخت اور زبردست خطیب ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ جنگ جمل کے دن موجود ہوتے جبکہ نیزے آپس میں ٹکرا رہے تھے اور آنکھیں چھیدی جا رہی تھیں

اور سرتن سے جدا ہو رہے تھے تو آپ سمجھتے کہ میں ایک شیر دل آدمی ہوں"۔ مغیرہ نے کہا کہ "بس کرو مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تمہاری زبان میں بہت فصاحت ہے"۔

الغرض معقل تین ہزار چیدہ چیدہ شیعہ سواروں کو ہمراہ لیکر سورار کی جانب روانہ ہوا۔ اور خود اس کے آدمی بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اُدھر خوارج بھی بہرسیر کی طرف چلے اور چاہتے تھے کہ دریا کو عبور کر کے اس قدیم شہر میں داخل ہو جائیں جہاں کسریٰ کے محلات تھے۔ کہ وہاں کے عامل سماک ابن عبید الازدی العبسی نے ان کو روکا۔ مستورد نے اسکو اس مضمون کا خط لکھا کہ (حضرت) عثمانؓ اور علیؓ کو چھوڑ کر اس سے اور اسکی جماعت سے ملجائے۔ سماک نے یہ خط سنکر کہا کہ "اگر میں ایسا کروں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا"۔ اور مستورد کو خط لکھ کر اسے جماعت اسلام میں شامل ہونے کی شرط پر اس کے لئے امان حاصل کرنے کی اطلاع دی۔ مگر مستورد نے اسے منظور نہ کیا۔ اور تین دن تک مدائن میں مقیم رہا۔ اتنے میں اسے معقل کے آنیکی خبر ملی۔ اسنے اپنے آدمیوں کو جمع کر کے کہا کہ "مغیرہ نے معقل ابن قیس کو ہمارے مقابلے کے لئے روانہ کیا ہے۔ جو افترا پرداز اور کاذب سبیہ کی جماعت میں سے ہے اب تم مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جائے"۔ کسی نے کہا کہ "ہم خدائے تعالیٰ اور جہاد کی طلب میں نکلے ہیں۔ اور وہ لوگ ہم تک پہنچ گئے ہیں تو ہم کہیں نہیں جا سکتے۔ اور جب تک کہ خدائے تعالےٰ ہمارے مابین فیصلہ نہ فرما دے ہم یہیں ٹھہرے رہیں گے"۔ ایک اور شخص نے کہا بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں۔ اور اور لوگوں کو اپنے ساتھ شامل ہونیکی دعوت دیں۔ اور اس غرض کے لئے دلائل پیش کریں"۔ مستورد نے کہا کہ "میری رائے یہ ہے کہ جب تک وہ لوگ ہم تک پہنچیں اس وقت تک ہم یہاں نہ ٹھہریں۔ کیونکہ وہ آسودہ ہونگے۔ بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم لوگ انکے آگے آگے چل پڑیں تاکہ وہ ہمارا تعاقب کریں۔ اور ایک دوسرے سے علیحدہ اور پریشان ہو جائیں۔ تب ہم اس حالت میں انکا مقابلہ کریں"۔ اس بنا پر انھوں نے مقام جرجرایا پر دریا کو عبور کیا۔ اور سرزمین جوخی کیطرف روانہ ہوئے۔ وہاں سے مذار پہنچے اور وہیں ٹھہر گئے۔ ادھر جب بصرے میں ابن عامر کو خوارج کے حالات سے اطلاع ہوئی تو اس نے کسی سے دریافت کیا کہ مغیرہ نے کیا کیا ہے۔ اور اس سے کہا گیا کہ مغیرہ نے یہ طرز عمل اختیار کیا ہے تو اس نے شریک ابن اعور الحارثی کو جو شیعان علیؓ میں سے تھا بلایا اور کہا کہ "تم ان مارقہ کی سرکوبی

کے لیئے روانہ ہو جاؤ"۔ چنانچہ وہ تیار ہوگیا اور تین ہزار شیعوں کو زیادہ تر قبیلہ ربیعہ میں سے ہمراہ لیکر مذار کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُدہر سے معقل ابن قیس مدائن پہنچ گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ خوارج وہاں سے چل دیئے ہیں۔ اسکی فوج کو جب یہ بات سخت شاق گذری تو اسنے اُن سے کہا کہ "وہ لوگ یہاں سے اس لیئے چلے گئے ہیں کہ ہم انکا تعاقب کریں۔ اور اس میں پراگندہ اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ تاکہ جبتک تم انکو پکڑ سکو تم تھک جاؤ۔ مگر تم پر اس قسم کی کوئی مصیبت نہیں آسکتی۔ مگر یہ کہ ایسی ہی اُن پر بھی پڑیگی"۔ یہ کہکر وہ خوارج کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور ابوالرواغ الشاکری کو تین سو سوار دیکر اپنے آگے روانہ کیا۔ چنانچہ ابوالرواغ نے خوارج کا تعاقب کیا اور بالآخر مذار کے مقام پر ان سے مٹھ بھیڑ ہوگئی۔ اسنے اپنے ہمراہیوں سے معقل کے آنے کے قبل خوارج سے جنگ کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔ بعض نے یہ کہا کہ ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ اور چند آدمی کہتے تھے کہ ہم کو ضرور جنگ کرنا چاہیئے۔ بہر کیف ابوالرواغ نے ان سے کہا کہ "معقل نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں لڑائی شروع نہ کروں"۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کم از کم یہ تو ضرور کرنا چاہیئے کہ معقل کے آنے تک ہم خوارج کے اور قریب پہنچ جائیں"۔ اسوقت شام کا وقت تھا۔ اس لیئے انھوں نے تمام شب نگہبانی کرنے میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو تین سو خوارج نے بھی ان پر دھاوا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابوالرواغ کی فوج کو تھوڑی سی دیر کے لیئے ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ یہ دیکھکر ابوالرواغ نے "حملہ کرو۔ حملہ کرو" پکارنا شروع کیا اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر خود بھی حملہ کیا۔ مگر خوارج کے قریب پہنچتے ہی یہ لوگ پھر پسپا ہوئے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ ان میں سے کوئی مارا نہیں گیا۔ ابوالرواغ کے پکار کر رہا کہ "خدا تمہاری ماؤں کو تمہارے ماتم میں رُلائے۔ واپس آؤ تاکہ ہم خوارج سے اور قریب ہو جائیں اور جب تک کہ ہمارا امیر نہ آجائے ان سے دور نہ ہوں۔ کیسی شرم کی بات ہے کہ ہم دشمن سے ہزیمت کھا کر اپنی فوج کو واپس جائیں"۔ ایک شخص نے کہا کہ "خدائے تعالےٰ حق سے شرماتا نہیں ہے۔ خدا کی قسم صاف ظاہر ہے کہ ہم کو شکست ہوگئی ہے"۔ ابوالرواغ نے کہا کہ "خدا نہ کرے کہ تم جیسے آدمی اور بھی ہوں۔ ہم جب تک کہ معرکے سے جدا نہیں ہوئے ہمکو شکست نہیں ہوئی اور جب ہم ان کی طرف پلٹ کر ان سے قریب ہوگئے ہیں ہماری حالت اچھی رہی ہے۔ تم انکے قریب ہی کھڑے ہو جاؤ۔ اور جب وہ تمہارے قریب آجائیں اور تم انکے حملے سے عاجز آجاؤ

تو کسی قدر پیچھے ہٹ آؤ۔ پھر جب وہ دوبارہ حملہ کریں اور تم بہ تنگ آجاؤ تو انکی جماعت کی سمت خلاف کی طرف ہٹ جاؤ۔ جب وہ تمہارے پاس سے واپس چلے جائیں تو دوبارہ انکی طرف پلٹو اور ان سے قریب ہو جاؤ۔ ہماری فوج بس اب آتی ہی ہو گی" خوارج نے یہ کرنا شروع کیا کہ جب انپر حملہ ہوا تو وہاں سے ہٹ جاتے اور ابوالرواغ انکا تعاقب کرتا ظہر کے وقت تک برابر ایسا ہی ہوتا رہا۔ پھر طرفین نماز کے لیئے رک گئے۔ اور عصر کے وقت تک ٹھیرے رہے۔ وہاں کے دیہاتیوں اور قافلے والوں نے معقل کو اسکے آدمیوں اور خوارج کے مقابلے کی خبر پہنچا دی تھی۔ اور یہ بھی بتلا دیا تھا کہ خوارج نے اسکی فوج والوں کو بھگا دیا تھا۔ لیکن جب وہ واپس ہوئے تو موخر الذکر نے انکا تعاقب کیا۔ معقل کہنے لگا کہ "اگر ابوالرواغ کے بارے میں میرا خیال صحیح ہے تو وہ تمہارے پاس شکست کھا کر واپس نہیں آئیگا" یہ کہہ کر اُسنے فوراً سات سو قوی اور مضبوط جوان اپنے ساتھ لیئے۔ اور تیزی سے روانہ ہو گیا۔ محرز ابن شہاب الحتیمی کو باقی ماندہ ضعیف آدمیوں پر اپنا قائم مقام بنا دیا۔ جب معقل اور اسکے آدمی ابوالرواغ کو دکھلائی دینے لگے تو اُسنے اپنے آدمیوں سے کہا کہ "دیکھو یہی ہماری فوج کی گرد ہے۔ اب تم یہ کرو کہ آگے بڑھ کر دشمن کے قریب ہو جاؤ تاکہ ہماری فوج والوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ ہم انسے دب کر الگ ہٹ گئے ہیں۔ اور انکو چیرہ دستی کا موقع دیا ہے" اس پر وہ اور آگے تک بڑھکر خوارج کے عین مقابل پہنچ گئے۔ اتنے میں معقل بھی آپہنچا۔ مگر کیونکہ وہاں پہنچتے شام ہو گئی تھی اس لیئے معقل نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی۔ اور اسی طرح ابوالرواغ نے اور اُدھر خوارج نے بھی مغرب کی نماز ادا کی۔ ابوالرواغ نے معقل سے کہا کہ "یہ لوگ عجیب وغریب طریقوں سے حملہ کرتے ہیں۔ اس لیئے بہتر یہ ہے کہ تم ان کے سامنے اکیلے نہ جاؤ بلکہ اپنے لوگوں کے پیچھے رہو۔ تاکہ تم ان کے حملے کا جواب دے سکو" معقل نے کہا کہ "ہاں تمہاری رائے نہایت عمدہ ہے" اسی اثنا میں کہ وہ ابوالرواغ سے یہ باتیں کر رہا تھا کہ خوارج نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معقل کے اصحاب عامہ پسپا ہوئے۔ مگر وہ خود ثابت قدم رہا۔ بلکہ زمین پر اُتر آیا۔ اور ابوالرواغ بھی اپنے دو سو آدمیوں کو ساتھ لیئے ہوئے اس کے ہمراہ تھا۔ مگر جب مستورد نے ان پر نیزوں اور تلواروں سے حملہ کیا تو تھوڑی سی دیر کے لیئے معقل کے سوار پسپا ہو گئے۔

یہ حالت دیکھکر مسکین ابن عامر جو ایک دلاور جوان تھا پکار کر بولا کہ "اب کہاں بھاگے جاتے ہو۔ تمہارا امیر خود زمین پر اتر آیا ہے۔ تمھیں بھاگتے ہوئے شرم نہیں آتی ؟" اس پر وہ خود بھی پلٹا۔ اور اس کے ہمراہ سواروں کی ایک بڑی جماعت بھی واپس ہوئی۔ اس عرصے میں معقل اپنے ہمراہیوں کو واپس لئے ہوئے برابر خوارج کے مقابل پر ڈٹا رہا۔ تا آنکہ ان کو سکالوں تک بھگا کر چھوڑا۔

اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ محرز ابن شہاب بھی اپنے پس ماندہ سپاہیوں کو لئے آپہنچا۔ معقل نے ان کا میمنہ اور میسرہ قائم کیا۔ اور ان کو ہدایت کی کہ "جب تک صبح نہوے تم یہیں جمے کھڑے رہنا۔ ہم ان پر حملہ کریں گے۔" اور تمام لوگ ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑے رہے۔ وہ اسی طرح کھڑے ہوئے تھے کہ خارجیوں کے ایک جاسوس نے انھیں آکر اطلاع دی کہ شریک ابن اعور تین ہزار سوار لئے بصرے سے آرہا ہے۔ مستورد نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "میری رائے یہ ہے کہ ہم ان سب لوگوں کے مقابلے کیلئے یہاں نہ ٹھہریں۔ بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم جس راستے سے آئے تھے اس طرف چلے چلیں۔ کیونکہ اہل بصرہ سرزمین کوفہ تک ہمارا تعاقب نہ کریں گے اور ہم کوفے والوں سے آسانی سے جنگ کر سکیں گے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے آدمیوں کو اترنے اور گھوڑوں کو آرام دینے کا حکم دیا چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں وہ گاؤں کو گئے اور ایک شخص ایسا لیا جوان کو وہ راستہ بتلادے جس سے وہ آئے تھے۔ اور آخر کار اسی راستے سے وہ وہاں سے واپس روانہ ہوئے۔

اب معقل کا حال سنئے۔ جب اسنے خوارج کو وہاں نہ دیکھا تو ایک شخص کو ان کے دریافت حال کے لئے روانہ کیا۔ اور وہ وہاں سے یہ خبر لایا کہ خوارج وہاں سے جا چکے ہیں۔ مگر معقل کو خوف ہوا کہ کہیں یہ دھوکا نہ ہو۔ اور مبادا وہ رات کو چھاپا ماریں۔ اس لئے اس نے اور اس کے ساتھیوں نے بہ نظر احتیاط صبح تک نگہبانی کی۔ صبح کو ایک شخص نے آکر ان کو اطلاع دی کہ خوارج جا چکے ہیں۔ اسی اثناء میں شریک ابن اعور بھی اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔ وہ اور معقل ملے اور کچھ دیر تک آپس میں سوال وجواب کرنے کے بعد معقل نے اسے ان کا حال سنایا۔ اس پر شریک نے اپنے ہمراہیوں سے معقل کے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ مگر انھوں نے انکار کیا۔

شریک نے معقل سے اپنے ہمراہیوں کے اختلاف کی معافی مانگی۔کیونکہ وہ معقل کا دوست تھا۔اور دونوں از روئے مذہب شیعہ خیالات کے آدمی تھے معقل نے ابوالرواغ کو بلاکر خوارج کے تعاقب کرنے کا حکم دیا۔اس نے کہا کہ جتنے آدمی پہلے میرے ہمراہ تھے اتنے ہی اور دو تاکہ اگر وہ مجھ سے لڑنا چاہیں تو میرے پاس کافی طاقت موجود ہو"۔ چنانچہ معقل نے چھ سو سوار اسکو دیئے۔ان لوگوں نے نہایت تیز روی کے ساتھ کوچ کیا۔اور آخر خوارج کو جرجرایا کے مقام پر جالیا۔وہ لوگ ابھی وہاں ٹھہرے ہی تھے کہ ابوالرواغ بھی وہاں طلوع آفتاب کے وقت پہنچ کر مقیم ہو گیا۔خوارج نے ان کو دیکھ کر کہا کہ بہ نسبت ان لوگوں کے جوان کے بعد آنے والے ہیں انسے لڑنا آسان تر ہے۔ یہ کہکر وہ ابوالرواغ اور اسکی فوج پر جان توڑ کر ٹوٹ پڑے۔ابوالرواغ کے ہمراہیوں کو ہزیمت ہوئی۔اور وہ ایک سو سواروں کے ساتھ میدان میں جما رہا۔ابوالرواغ برابر دشمنوں سے مقابلہ کرتا رہا اور یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا (ترجمہ)

"اصلی اور حقیقی جوان والا وہ ہے جو ایسے وقت میں سست اور خائف نہ ہو جائے جبکہ بزدل آدمی نیزے کی ضرب سے جان بچا کر بھاگتا ہے۔مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ جنگ اور معرکے کے دن میں نہایت دلاور اور جنگ کی طرف پیش قدمی کرنیوالا بہادر ہوں"۔

یہ سن کر اس کی فوج کے ہزیمت خوردہ لوگ ہر طرف سے واپس ہو ہو کر حملہ کرنے لگے۔ اور ایسے بے طرح لڑے کہ خوارج کو ان کے مستقر تک واپس بھگا کر چھوڑا۔

جب مستورد نے یہ کیفیت دیکھی تو اسے خیال ہوا کہ اگر معقل اپنے ہمراہیوں سمیت آن پہنچا۔تو وہ ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔اس بنا پر وہ اور اسکے اصحاب چلے گئے۔دجلے کو عبور کیا اور بہر سیر کے علاقے میں ٹھہرے۔ابوالرواغ نے انکا تعاقب کیا۔اور آخر کار مقام ساباط میں ان کے سامنے ہی آ اترا۔جب وہ اترا تو مستورد نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ لوگ ضرور معقل کے بہادروں اور شہسوار دل میں سے ہیں۔اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں کچھ دیر میں ان سے آگے بڑھ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اسکے پاس تک جاتا اور اس سے لڑتا"۔یہ کہکر اس نے معقل کی کیفیت دریافت کرنے کا حکم دیا۔چنانچہ ایک راہگیر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ ابھی مقام دیلمیا پر ہے۔اور ان دونوں کے درمیان ابھی تین فرسنگ کا فاصلہ ہے۔جب

مستورد کو اس امر کی خبر ہوئی تو وہ اور اسکے ہمراہی سب سوار ہو کر چلے تا آنکہ وہ سا باط کی نہر ملک کے پل یعنے کوثی کی طرف جو دریا کا پل ہے وہاں تک پہنچ گئے۔ ابوالرواغ مدائن کی جانب تھا۔ مستورد نے پل کو توڑ دیا۔ اُدھر جب ابوالرواغ نے کہا کہ مستورد اپنے آدمیوں کو لیکر سوار ہو گیا ہے تو اُسنے بھی اپنے ہمراہیوں کو تیار کرنا شروع کیا۔ اور جنگ کرنے کے ارادے سے مدائن اور سا باط کے درمیانی صحرا کو چلا گیا۔ اور وہاں پہنچ کر انکا انتظار کرنے لگا ❊

مستورد پل توڑ کر دیلمیا کو اس غرض سے گیا کہ معقل کو تلاش کر کے اس سے جنگ آزما ہو۔ وہ وہاں اس حال میں پہنچا کہ معقل کے ہمراہی اس سے علیحدہ تھے اور وہ خود کوچ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ بلکہ اس کے چند آدمی آگے جا چکے تھے۔ جب معقل نے مستورد کے آدمیوں کو آتے دیکھا تو اسنے اپنا جھنڈا نصب کر کے پکار کر کہا کہ "اے اللہ کے بندو! زمین پر اُتر آؤ" اس کے جواب میں اس کے تقریباً دو سو آدمی زمین پر اُتر آئے۔ اتنے میں خوارج نے حملہ کر دیا۔ اور ان لوگوں نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر خوارج کے حملے کو نیزوں کی نوکوں پر روکا۔ مگر جب معقل کی فوج پر غالب نہ آسکے اس لیئے انکو چھوڑ کر ان کے گھوڑوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور سب گھوڑوں کی باگیں کاٹ دیں۔ چنانچہ گھوڑوں کا جدھر منہ اٹھا اُدھر ہی بھاگے پھرنے لگے۔ اس کے بعد خوارج معقل کے پریشان شدہ آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں تفرقہ اندازی کر کے پھر معقل اور اسکے ہمراہیوں کی طرف پلٹ پڑے۔ جو اس وقت گھٹنوں کے بل کھڑے تھے ان پر حملہ کیا۔ مگر وہ لوگ اپنی جگہ سے سرکے تک نہیں۔ خوارج نے پھر دھاوا کیا۔ مگر بار دیگر بھی ناکامیاب رہے۔ آخر مستورد نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "آدھے آدمی زمین پر اتر آؤ اور آدھے گھوڑوں پر سوار رہو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ معقل کے آدمیوں پر اس وجہ سے زیادہ سختی ہوئی اور وہ ہلاکت اور تباہی کا نشانہ ہوا ہی چاہتے تھے کہ ابوالرواغ اپنے آدمیوں کو ساتھ لیئے ہوئے آ پہنچا ❊

ابوالرواغ کے اس مقام پر واپس آنے کا سبب یہ ہوا کہ وہ اپنی جگہ پر جما ہوا خوارج کا انتظار کرتا رہا۔ مگر جب انکے آنے میں دیر ہوئی۔ تو اسنے چند اشخاص کو انکی خبر لانے کے لیئے روانہ کیا۔ وہ پل کو ٹوٹا ہوا دیکھکر بہت خوش ہوئے کہ خوارج نے انھیں کے ڈر سے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے وہاں واپس آکر ابوالرواغ سے یہی بیان کیا کہ وہ لوگ چلے گئے

ہیں۔ اور تمہاری ہیبت سے پل کو بھی توڑ گئے ہیں۔ ابوالرواغ نے ان سے کہا کہ "مجھے قسم ہے اپنی جان کی کہ انھوں نے پل کو ضرور مکر و فریب کے لیئے توڑا ہے۔ میرے خیال میں تو انھوں نے معقل کے مقابلے کے لیئے جانے میں تم پر سبقت کی ہے کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ معقل کے چیدہ چیدہ سوار میرے ساتھ ہیں۔ اور انھوں نے پل کو بھی اسی غرض سے توڑ دیا ہے کہ تم ان کے مقابلے کے لیئے روانہ نہ ہوسکو۔ پل کی مرمت وغیرہ میں مصروف ہو جاؤ۔ اور بھاگو بھاگو ان کا تعاقب کرو۔" پھر اہل قریہ نے اسکے حکم سے پل کو دوبارہ باندھ دیا۔ اور وہ اسکو عبور کرتا ہوا خوارج کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ راستے میں اُسے شروع شروع کے ہزیمت خوردہ آدمی ملے۔ اس نے ان سے پکار کر کہا کہ "میرے پاس آجاؤ میرے پاس آجاؤ۔" چنانچہ وہ لوگ ابوالرواغ سے آملے اور اسکو تمام خبریں سنائیں۔ اور کہا کہ "ہم معقل کو خوارج سے لڑتا ہوا چھوڑ کر آئے ہیں۔" اور اس وجہ سے انکو یہ خیال تھا کہ معقل ضرور شہید ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی رفتار کو تیز کر دیا اور جو جو منہزم آدمی اس سے راہ میں ملتے گئے سب کے سب اسکے ہمراہ دوبارہ میدان جنگ میں واپس آتے گئے آخر کار یہ لوگ فوج تک پہنچ گئے۔ اور دیکھا کہ معقل کا جھنڈا نصب ہے۔ اور لوگ جنگ میں مشغول ہیں۔ یہ دیکھکر ابوالرواغ نے خوارج پر حملہ کیا۔ اور بہت جلد ان کو وہاں سے بھگا کر معقل سے جا ملا۔ اس وقت معقل آگے بڑھکر اپنے آدمیوں کو اکسا رہا تھا۔ پھر کیا تھا سب نے ملکر دانت کچکچا کے خوارج پر حملہ کیا۔ اُدھر مستورد اپنے ہمراہیوں سمیت زمین پر اُتر آیا۔ اِدھر معقل اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پاپیادہ ہو گیا۔ تمام دن سخت جنگ ہوئی۔ آخر مستورد نے آواز دیکر معقل کو تنہا اپنے مقابلے کے لئے بلایا۔ چنانچہ معقل مقابلے کے لئے چلا۔ اسکے آدمیوں نے اُسے رُوکا۔ مگر اسنے نہ مانا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی مگر مستورد کے پاس نیزہ تھا۔ معقل کے ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ "تم بھی نیزہ لے لو۔" مگر اس نے انکار کیا۔ الغرض جب وہ مستورد کے سامنے پہنچا تو مستورد نے اپنے نیزے سے وار کیا۔ نیزہ سینے کو چیرتا ہوا پشت سے باہر نکل گیا۔ معقل نے اسی حالت میں آگے بڑھکر مستورد کے سر پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اسکی کھوپری کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ادھر مستورد اور اُدھر معقل تیورا تیورا کر گرے اور دم بھر میں ڈھیر ہو گئے۔

چونکہ معقل نے پہلے ہی سے یہ کہہ رکھا تھا کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو عمرو ابن محرز

ابن شہاب تمہارا امیر ہوگا" اس لیے جونہی وہ شہید ہوا عمرو نے اسکا جھنڈا سنبھال لیا
اور اپنے آدمیوں کے ساتھ دوبارہ خوارج پر حملہ کیا۔ اور ان کو اس طرح ہلاک و برباد کیا
کہ سوا پانچ یا چھ اشخاص کے ان میں سے ایک بھی جاں بر نہ ہو سکا۔
ابن الکلبی کا قول ہے کہ مستورد بنو تمیم اور پھر بنو ریاح میں سے تھا۔ وہ جریر
کے اس قول کو شہادت میں پیش کرتا ہے۔ کہ (ترجمۂ شعر)
"ہم میں ہی سے ہے وہ جوانوں کا جوان۔ وہ فیاض معقل۔ اور ہم میں ہی سے
ہے وہ کہ جس نے دریائے دجلہ پر معقل کا مقابلہ کیا"
اس جنگ دجلہ سے اسکا مطلب اس واقعۂ مذکورہ سے ہے۔

عبدالرحمٰن کے ولایت سجستان کی طرف عود کرنیکا بیان

اسی سال عبداللہ ابن عامر نے عبدالرحمٰن ابن سمرہ کو سجستان کا عامل بنایا۔ چنانچہ
عبدالرحمٰن سجستان چلا گیا۔ عباد ابن حصین الحبطی اسکا صاحب الشرطہ تھا۔ اور دیگر اشراف
میں سے عمرو بن عبید اللہ ابن معمر وغیرہ اسکے ہمراہ تھے۔ جب کبھی کسی شہر کے باشندے
اطاعت سے انحراف کرتے تو وہ انکو فتح کر لیتا۔ اسی طرح ہوتے ہوتے وہ کابل پہنچا اور چند ماہ
تک اسکا محاصرہ کیئے رہا۔ اور منجنیق کے ذریعے سے فصیل شہر کے ایک بڑے حصے کو منہدم کر دیا
عباد ابن حصین نے اسی شگاف پر مشرکوں سے نیزوں سے لڑتے لڑتے تمام شب بسر کر دی۔
اہل شہر فصیل کے اس شگاف کو بند نہ کر سکے۔ اور دوسرے دن جنگ کے لیے برآمد ہوئے۔
مسلمانوں نے انکو شکست دی اور بزور شمشیر شہر میں داخل ہو گئے۔
اس کے بعد وہ بُست کی طرف روانہ ہوا۔ اور اُسے بھی بزور فتح کر لیا۔ پھر زران
کی طرف گیا۔ وہاں کے اہالی فرار کر گئے۔ اور اس طرح اس شہر پر بھی اسکا قبضہ جم گیا۔
اسکے بعد خُشک پر حملہ کیا۔ مگر وہاں کے باشندوں نے اس سے صلح کر لی۔ بعد ازاں وہ
رُخج کی طرف روانہ ہوا۔ اسکے باشندوں سے جنگ ہوئی۔ مگر اسیکو فتح نصیب ہوئی۔ پھر وہ
زابلستان (یعنی شہر غزنہ اور اسکے عمال) گیا۔ جہاں کے لوگوں نے اطاعت سے انحراف
کیا تھا۔ ان سے بھی جنگ ہوئی اور فتح پائی۔ اتنے میں کابل نے پھر سرکشی کی۔ اس لیئے
وہ کابل گیا۔ اور پھر اس کو فتح کیا۔

غزوہ سندھ کا بیان

سندھ کی سرحد پر عبداللہ ابن عامر نے عبداللہ ابن سَوّار العبدی کو عامل مقرر کیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ امیر معاویہ اس سے قبل ہی اس کو یہ عہدہ دے چکے تھے۔ عبداللہ ابن سوار نے قیقان پر حملہ کیا۔ اور وہاں سے اسکو بہت کچھ مال غنیمت حاصل ہوا۔ چنانچہ وہ امیر معاویہ سے ملاقات کے لئے گیا اور بطور نذر کے قیقانی گھوڑے انکی خدمت میں پیش کیئے۔ وہاں سے واپس آنے پر ایک مرتبہ پھر قیقان پر فوجکشی کی مگر اب کے اہل قیقان نے ترکوں سے مدد طلب کی تھی۔ چنانچہ انھوں نے عبداللہ کو قتل کر دیا۔ کوئی شاعر اس واقعے کے متعلق کہتا ہے۔ ؎ (ترجمہ شعر)

"وہ ابن سَوّار جو اپنے دشمنوں کے مقابلے میں آگ بھڑکانے والا تھا اور جنگ وجدل میں ایک زبردست لڑنے والا تھا"

وہ ایک کریم النفس شخص تھا۔ قاعدہ تھا کہ اسکی فوج میں کبھی کوئی آگ روشن نہ کرتا تھا۔ ایک رات اس نے آگ جلتی دیکھی۔ پوچھا "یہ کیا ہے؟" لوگوں نے کہا کہ "ایک زچہ ہے اسکے لئے حلوا خبیص کی ضرورت ہے وہ تیار ہو رہا ہے" اسی بات پر اس نے یہ حکم دے دیا کہ تین دن تک تمام فوج کو حلوائے خبیص کھانے کو دیا جائے۔

عبداللہ ابن خازم کی ولایت خراسان کا بیان

کہتے ہیں کہ اسی سال عبداللہ ابن عامر نے قیس ابن الہیثم القیسی (ثم السُلمی) کو خراسان سے معزول کر کے عبداللہ ابن خازم کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قیس نے خراج اور ہدیہ پیش کرنے میں سُستی کی۔ عبداللہ ابن خازم نے عبداللہ ابن عامر سے کہا کہ "آپ مجھے خراسان کا والی بنا دیجئے تو میں آپکو اس خراج وغیرہ کی طرف سے بے فکر کر دونگا" عبداللہ ابن عامر نے وعدہ لکھ دیا۔ یہ خبر قیس کو پہنچی تو اُسنے عبداللہ ابن خازم اور اسکے شور وشغب سے نہایت درجہ خوف واندگیر ہوا۔ چنانچہ وہ خراسان چھوڑ کر چلا آیا۔ ابن عامر کو اس وجہ سے اور بھی غصہ آیا کہ اس نے سرحد کو خراب ہونے کے لیئے کیوں چھوڑ دیا۔ اسی بنا پر اسنے اسکو خوب زدوکوب کرایا۔ اور قید کر کے بنو لیشکر کے ایک فرد کو خراسان بھیج دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ اس نے پہلے اسلم ابن زُرعۃ الکلابی کو بھیجا تھا اور پھر عبداللہ ابن خازم کو۔
قیس کی برطرفی کے متعلق ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ابن خازم نے عبداللہ ابن عامر سے کہا کہ "آپ نے قیس کو خراسان کا والی بنا دیا ہے وہ تو نہایت کمزور آدمی ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسکو کبھی لڑائی پیش آجائے تو وہ ضرور اپنے آدمیوں کے ساتھ پس پا ہو جائیگا۔ اور اس طرح نہ صرف یہ کہ خراسان تباہ ہو جائیگا۔ بلکہ آپکے اخوان (یعنی قیس عیلان) کی خواہ مخواہ فضیحت ہوگی" ابن عامر نے کہا کہ "پھر اب کیا کرنا چاہئے" ابن خازم نے کہا کہ "آپ مجھے یہ تحریری وعدہ دے دیجئے کہ اگر وہ کبھی اپنے دشمن کے مقابلے میں پیچھے ہٹ جائے تو میں اسکا قائم مقام ہو جاؤنگا" ابن عامر نے یہی اسے لکھدیا۔ اس اثنا میں طخارستان میں ایک جماعت کے کچھ جوش و خروش کا اظہار کیا۔ قیس نے اس سے (ابن خازم سے) مشورہ کیا۔ اور اسنے اسکو یہ مشورہ دیا کہ جب تک کہ اس کے اردگرد کے لوگ جمع ہو جائیں بہتر ہے کہ وہ دشمن کے سامنے سے ہٹ آئے۔ ابھی قیس ایک یا دو منزل ہی سفر طے کرنے پایا تھا کہ ابن خازم نے ابن عامر کا تحریری وعدہ دکھلایا۔ اور فوراً حسب وعدہ لوگوں کا امیر بنکر دشمن کے مقابلے کے لئے نکلا اور انکو شکست دی۔ جب یہ خبر بصرے کوفے اور شام پہنچی تو بنو قیس بہت برافروختہ ہوئے۔ اور کہا کہ قیس اور ابن عامر دونوں کو دھوکا دیا گیا ہے۔ اور ان سب نے ملکر اس معاملے کی شکایت امیر معاویہ کے پاس کی۔ ابن خازم ان سے پہلے امیر معاویہ کے پاس پہنچ گیا اور اسکے متعلق جو کچھ کہا گیا تھا اسکے لئے ان سے اعتذار کیا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ "کل سب آدمیوں کے سامنے کھڑے ہو کر معافی طلب کرو" ابن خازم اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہا کہ مجھ سے تقریر کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ مگر مجھے تقریر کرنا آتا نہیں۔ لہذا تم لوگ منبر کے قریب بیٹھ جانا اور جو کچھ میں کہوں اسکی تصدیق کئے جانا" چنانچہ دوسرے دن اس نے کھڑے ہو کر تقریر کرنی شروع کی اور خدائے تعالے کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ "تقریر کرنے کی تکلیف یا تو امام کو دی جاتی ہے جسکو اسکے سوا چارہ نہیں یا احمق کو جو بک بک کر کے دماغ خالی کردے۔ ظاہر ہے کہ میں ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہوں۔ اور جو شخص مجھ سے واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ میں مقامات فرج کو بخوبی جاننے والا ہوں۔ ان پر حملہ کرنے والا۔ اور خوف و ہلاکت کی جگہوں میں جم کر مقابلہ کرنیوالا ہوں۔

لشکر کے ساتھ گزر جانے والا ہوں۔ اور ہر چیز کو برابر تقسیم کرنے والا ہوں۔ میں آپ لوگوں کو خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ جو صاحب مجھ کو ایسا ہی جانتے ہیں وہ ضرور میری تصدیق کرینگے"۔ اس کے جواب میں اسکے اصحاب نے کہا کہ "تم سچ کہتے ہو"۔ ابن خازم نے کہا کہ "اے امیر المؤمنین آپ بھی ان حضرات میں شامل ہیں جنکو میں نے قسم دی تھی۔ لہذا آپ بھی جو کچھ جانتے ہیں فرماویں"۔ انھوں نے کہا کہ "ہاں تم سچ کہتے ہو"

متعدد واقعات

مروان ابن الحکم نے جو مدینے کا حاکم تھا۔ اس سال حج کیا۔ ان دنوں مکے میں خالد ابن عاص ابن ہشام حکمراں تھا۔ اور کوفے اور بصرے پر مغیرہ اور عبداللہ ابن عامر بالترتیب والی تھے؛

اس سال عبداللہ ابن سلامؓ مشہور صحابی کا انتقال ہوا۔ وہ اہل کتاب کے علماء میں سے تھے۔ اور رسول خدا صلعم نے انکے متعلق جنت کی بشارت دی ہے۔

سنہ ۴۴ھ کے واقعات

اس سال مسلمانوں نے عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کی ماتحتی میں بلاد روم پر حملہ کیا۔ اور موسم سرما وہیں بسر کیا۔ اُدھر بحری جانب سے بُسر ابن ابی ارطاۃ نے فوجکشی کی

عبداللہ ابن عامر کے بصرے سے معزول ہونیکا بیان

اس سال عبداللہ ابن عامر بصرے سے معزول کیئے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابن عامر ایک کریم النفس۔ حلیم الطبع اور نرم مزاج آدمی تھا۔ کبھی کسی شخص کی غلطی یا حماقت پر مواخذہ نہیں کرتا تھا۔ بصرے کی حالت اسکے زمانے میں فساد پذیر ہو گئی تھی۔ زیاد سے اسنے اس امر کی شکایت کی تو اسنے اسکو یہ صلاح دی کہ "تلوار میان سے باہر نکال لو"۔ اس نے جواب دیا کہ "مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اپنے فساد نفس سے انکی اصلاح کروں"۔ پھر ابن عامر نے امیر معاویہ کے پاس بصرے سے ایک وفد روانہ کیا۔ اتفاق سے اس وفد کو امیر معاویہ کے پاس ایک اور وفد ملا جو کوفے سے آیا تھا۔ اس میں ابن الکوّا ء دھیں کا

نام عبداللہ ابن ابی اوفی الیشکری تھا) بھی شامل تھا۔ امیر معاویہ نے ان سے عراق اور بالخصوص اہل بصرہ کے متعلق سوال کیا۔ تو ابن الکوا نے کہا کہ "اے امیر المومنین اہل بصرہ کا یہ حال ہے کہ ان کے سفہائے قوم نے گویا ان کو کھا ہی لیا ہے ان کا غلبہ اور ان کی شان و شوکت بالکل ضعیف ہو گئی ہے"۔ اور اس نے ابن عامر کو بالکل عاجز اور کمزور ظاہر کیا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ "تم اہل بصرہ کا ذکر کر رہے ہو حالانکہ وہ یہاں موجود ہیں"۔ الغرض جب اہل بصرہ واپس آئے تو انھوں نے ابن عامر سے یہ تمام واقعہ بیان کیا۔ اس کو سخت غصہ آیا۔ اور کہنے لگا کہ "یہ بتلاؤ کہ اہل عراق میں سے کون شخص ابن الکوا کا سخت ترین دشمن ہے"۔ جواب ملا کہ عبداللہ ابن ابی شیخ الیشکری چنانچہ ابن عامر نے اسے خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ جب ابن الکوا کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ "اس ابن دجاجہ (یعنی ابن عامر) کو شاید یہ گمان ہوا ہے کہ عبداللہ کو والی خراسان بنانے سے مجھے رنج ہو گا۔ کیونکہ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ کوئی یشکری شخص ایسا باقی نہ رہے جو میرا دشمن نہو۔ اور اس لئے وہ اسے کہیں نہ کہیں کا والی بنا دے"۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ ابن عامر نے جس شخص کو والی خراسان بنایا تھا وہ طفیل ابن عوف یشکری تھا۔

جب امیر معاویہ کو بصرے کی حالت کی خبر ہوئی تو انھوں نے ابن عامر کو وہاں سے معزول کرنا چاہا۔ اور اس غرض سے اس کو اپنے پاس ملاقات کیلئے بلا بھیجا۔ بہر حال اس ملاقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر معاویہ نے اسکو اسکی ولایت پر مامور ہی رہنے دیا۔ لیکن جب ابن عامر رخصت ہونے لگا تو امیر معاویہ نے کہا کہ "میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں۔ آپ کہہ دیجئے" میں نے قبول کئے"۔ ابن عامر نے کہا "میں نے قبول کئے۔ اور یاد رکھئے کہ میں ام حکیم کا بیٹا ہوں"۔

امیر معاویہ: "آپ میرا عمل مجھے واپس دیدیں اور ناراض نہ ہوں"۔

ابن عامر: "میں نے ایسا ہی کیا"۔

امیر معاویہ: "عرفے میں جو کچھ آپ کا مال ہے وہ بھی مجھے دے دیں"۔

ابن عامر: "ہاں میں نے دے دیا"۔

امیر معاویہ: "مکے میں جو کچھ آپ کے مکانات ہیں وہ بھی مجھے دے دیں"۔

ابن عامر: "اچھا میں نے دیدئے۔"
امیر معاویہ: "میں نے تم سے صلہ رحم کیا۔"
ابن عامر: "اے امیر المومنین میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ میں نے قبول کئے۔"
امیر معاویہ: "میں نے قبول کئے اور یاد رکھئے کہ میں ہند کا بیٹا ہوں۔"
ابن عامر: "عرفہ میں جو کچھ میرا ہے وہ مجھے واپس دے دیجئے۔"
امیر معاویہ: "میں نے ایسا ہی کیا۔"
ابن عامر: "میرے کسی عامل کا محاسبہ نہ کیجئے۔ اور پیچھا نہ کیجئے"
امیر معاویہ: "یوں ہی سہی۔"
ابن عامر: "صاحبزادی ہند کو میرے نکاح میں دے دیجئے۔"
امیر معاویہ: "ہاں میں نے دیا۔"

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہ نے ابن عامر سے کہا کہ "آپ دو میں سے ایک بات کو مانئے۔ یا تو یہ کہ میں آپکا پیچھا کروں۔ اور جو کچھ مال آپ کو ملا ہے اسکا حساب لیکر کام پر بھیجدوں۔ اگر یہ نہیں تو میں آپکو معزول کر دوں۔ اور جو کچھ آپ نے حاصل کیا ہے اس کی معافی کر دوں۔" ابن عامر نے اس کے جواب میں معزولی کو اختیار کیا۔ اور یہ کہ جو کچھ ان کو مل گیا ہے اس کا محاسبہ نہ کرے۔ لہذا امیر معاویہ نے ان کو معزول کر دیا اور انکی جگہ حارث ابن عبداللہ الازدی کو مقرر کر دیا۔

امیر معاویہ کا زیاد کو اپنے نسب میں ملحق کر لینا

اس سال امیر معاویہ نے زیاد ابن سمیہ کو اپنے نسب میں ملحق کر لیا۔ مورخین کہتے ہیں کہ جس وقت زیاد امیر معاویہ سے ملنے کے لئے جا رہا تھا۔ بنو عبدالقیس کا ایک شخص اس کے ہمراہ تھا اثنائے راہ میں اس نے زیاد سے کہا کہ "ابن عامر کے مجھ پر احسانات ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے ذرا مل لوں۔" زیاد نے جواب دیا کہ ہاں مگر اس شرط پر "تم میں اور اس میں جو باتیں ہوں وہ مجھ سے بیان کر دو۔" اس شخص نے منظور کیا۔ زیاد نے اسے ابن عامر سے ملنے کی اجازت دی۔ وہ شخص ابن عامر کے پاس پہونچا۔ اس نے دیکھتے ہی کہا کہ "دور ہو۔ بس دور ہو۔ ابن سمیہ میرے

نشانوں کو مٹاتا اور میرے عمال پر اعتراض کرتا ہے۔ میں تو یہ سوچتا ہوں۔ کہ اگر میں قریش کے قسم کھانے والوں کو بلاؤں تو وہ یہ قسم کھائیں گے کہ ابوسفیان نے سمیہ کو کبھی دیکھا ہی نہیں" جب وہ شخص زیاد کے پاس آیا تو اس نے اس سے سوال کیا کہ تم میں اور ابن عامر میں کیا باتیں ہوئیں۔ اس نے جواب نہ دیا۔ مگر جب زیاد نے اصرار کیا تو اس نے سب کچھ کہہ سنایا۔ زیاد نے امیر معاویہ کو اس امر کی اطلاع دی۔ امیر معاویہ نے اپنے حاجب کو حکم دیا کہ جب ابن عامر یہاں آئے تو اس کی سواری کو دور ترین دروازے پر روک دینا" حاجب نے ایسا ہی کیا۔ ابن عامر یزید کے پاس گیا اور اس سے اس امر کی شکایت کی تو وہ سوار ہو کر اسکو اپنے ہمراہ اندر لے گیا۔ امیر معاویہ اس کو آتے دیکھکر اٹھے اور اندر چلے گئے۔ یزید نے ابن عامر سے کہا کہ" بیٹھ جاؤ آخر وہ کب تک بغیر مجلس کے گھر کے اندر بیٹھے رہینگے" آخر کار جب ان دونوں کو وہاں بیٹھے بیٹھے دیر ہو گئی تو امیر معاویہ یہ شعر پڑھتے ہوئے باہر آئے کہ:۔

ایک ہماری دوڑ ہے ایک تمہاری دوڑ ہے۔ ساتھ والے اس بات کو جان چکے ہیں۔

اور بیٹھ گئے اور پھر کہنے لگے کہ" اے ابن عامر زیاد کے متعلق جو کچھ تم نے کہا ہے کیا واقعی تم نے ایسا ہی کہا ہے؟ بخدا اہل عرب بخوبی جانتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں معزز ترین آدمی تھا۔ اور اسلام نے میری عزت میں کچھ اضافہ ہی کیا ہے۔ اور زیاد کی وجہ سے میری قلت میں کثرت نہیں ہو گئی اور نہ میں اس کی وجہ سے ذلیل سے معزز ہو گیا ہوں۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں نے حق شناسی کی اور اسے اس کا قرار واقعی مرتبہ دیدیا ہے" ابن عامر بولا" اے امیر المومنین بہتر ہے کہ ہم اسی بات کی طرف رجوع کریں جسے زیاد پسند کریں" امیر معاویہ نے کہا کہ" اگر ایسا ہی ہے تو ہم اس بات کی طرف رجوع کرینگے جسے تم پسند کرتے ہو" ابن عامر زیاد کے پاس گیا اور اسکو راضی کر لیا۔ جب زیاد کوفے گیا تو اس نے لوگوں سے کہا" میں تمہارے پاس ایک ایسے امر کے لئے آیا ہوں جس کو میں تمہارے خاطر ہی طلب کرتا ہوں" انھوں نے پوچھا" آپ کا مطلب کیا ہے" اس نے کہا کہ" تم لوگ میرے نسب کو معاویہ سے ملحق کرتے ہو۔" لوگوں نے جواب دیا کہ" اگر وہ جھوٹی شہادت پر مبنی ہو تو نہیں" زیاد وہاں سے روانہ ہو کر بصرے آیا تو وہاں کئی لوگوں نے اس امر کی شہادت دی۔

یہ ہے وہ تمام روایت کہ جو امیر معاویہ کے زیاد سے الحاق فی النسب کے متعلق ابو جعفر (طبری) نے بیان کی ہے۔ اس نے حقیقت حال کا ذکر نہیں کیا بلکہ استلحاق نسب کے کے بعد جو قصہ مشہور ہو گیا تھا اس کو بیان کر دیا ہے۔ میں اس کا سبب اور اس کی کیفیت بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ تاریخ اسلام میں یہ امر نہایت مشہور اور زبردست امور میں سے ہے۔ اسکو یوں ہی نہیں چھوڑ دینا چاہیئے۔

آغاز حال یوں ہے کہ زیاد کی ماں سُمَیَّہ زندورد نام ایک دہقان کی لونڈی تھی جو کسکر کے مقام پر مقیم تھا۔ یہ دہقان بیمار ہو گیا۔ اس نے علاج کے لئے حارث ابن کلدۃ الثقفی نام ایک طبیب کو بلایا۔ اس کے علاج سے اسکو شفا ہو گئی۔ اسکے صلے میں اس نے سُمَیَّہ کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس حارث کے پاس سُمَیَّہ کے ابو بکرہ (جسکا نام نفیع تھا) پیدا ہوا۔ مگر اس نے اس کو اپنا بیٹا تسلیم نہیں کیا۔ اس کے بعد نافع پیدا ہوا۔ مگر اسے بھی اسنے اپنا بیٹا ماننے کا اقرار نہ کیا۔ جب رسول خدا صلعم نے طائف کا محاصرہ کیا اور ابو بکرہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو حارث نے نافع سے کہا کہ "تو میرا بیٹا ہے"[1]
حارث نے سُمَیَّہ کا نکاح اپنے ایک غلام عُبَید سے کر دیا جو رومی النسل تھا۔ اس سے سُمَیَّہ کو زیاد تولد ہوا۔ ابو سفیان ابن حرب زمانہ جاہلیت میں طائف گیا تھا۔ ابو مریم سلولی ایک شراب فروش کے ہاں (جو اس کے بعد مسلمان ہو گیا تھا اور رسول خدا صلعم کی صحبت میں رہتا تھا۔) مہمان ہوا تھا وہاں ابو سفیان کے پاس سُمَیَّہ پیش کی گئی اور اس سے زیاد کا حمل ٹھہر گیا۔ اور ہجرت کے پہلے سال سُمَیَّہ نے اسے جنا۔ جب وہ بڑا ہو گیا۔ اور نشو و نما پا چکا تو ابو موسی الاشعری نے جبکہ والی بصرہ تھے اسے اپنا کاتب مقرر کیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے بھی اس کو حکمرانی کا اہل سمجھا۔ اور اس نے وہ خدمت کما حقہ انجام دی۔ جب زیاد حضرت عمرؓ کے پاس واپس آیا اور ان سے لا

---

[1] لونڈی کی اولاد کو اگر اس کا مالک اپنا بیٹا ہونا تسلیم نہ کرلے تو اس کا درجہ بھی غلاموں کا ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ لونڈی کا مالک اپنی لونڈی سے خود بھی ہم بستر ہوتا تھا اور روپیہ کمانے کے لئے اسکو دوسروں کے پاس بھی بھیجدیتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرادی تھی کہ جو غلام ہمارے پاس آجائے وہ آزاد ہے۔ چنانچہ نفیع آیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اسوجہ سے حارث نے نافع سے کہدیا کہ تو میرا بیٹا ہے۔

تو اس وقت ان کے پاس مہاجرین و انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ زیاد نے ان کے سامنے ایک ایسی تقریر کی کہ انھوں نے کبھی ویسی تقریر نہ سنی تھی۔ عمرو ابن العاص نے کہا "سبحان اللہ کیسا عجیب لڑکا ہے۔ اگر اس کا باپ قریشی ہوتا تو وہ سارے عرب کو اپنے ڈنڈے سے ہانک سکتا تھا" ابوسفیان جو اس وقت موجود تھا کہنے لگا کہ "بخدا میں اس کے باپ کو جانتا ہوں"۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ "اے ابوسفیان بس اب خاموش رہو۔ تمھیں معلوم ہے کہ اگر حضرت عمرؓ تمھاری یہ بات سن پائیں تو وہ بہت جلد تم کو سزا دینگے"۔

جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے زیاد کو فارس کا عامل مقرر کیا اور زیاد نے وہاں کا قرار واقعی انتظام کیا۔ اور قلعوں کو محفوظ کیا۔ جب امیر معاویہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انکو ناگوار گزرا اور انھوں نے زیاد کو ایک تہدیدی خط لکھا اور اس کو ابوسفیان کے بیٹے ہونے پر توجہ دلائی۔ جب زیاد نے ان کا خط پڑھا تو اس نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں کہا کہ "تعجب اور پورا تعجب ہے اس جگر خوارہ کے بچے پر۔ اس نفاق و شقاق کے بانی پر کہ وہ مجھکو ڈراتا ہے کہ مجھپر حملہ کریگا۔ حالانکہ میرے اور اس کے درمیان رسول خدا (صلعم) کے برادر عم زاد جماعت مہاجرین و انصار کے ساتھ موجود ہیں خدا کی قسم اگر وہ (برادر عم زاد) مجھکو اس سے جنگ آزمائی کا حکم دیں تو وہ دیکھ لیگا کہ میں سرخ سخت۔ اور تلوار کا دھنی ہوں"۔ جب یہ کیفیت حضرت علیؓ تک پہنچی تو انھوں نے زیاد کو لکھا کہ "میں جس امر کی ولایت تم کو دینا چاہتا تھا وہ تو دے ہی چکا ہوں۔ اور سمجھتا ہوں کہ تم ضرور اسکے اہل ہو۔ ابوسفیان سے بے سوچے سمجھے جو ایک باطل تمنا اور جھوٹی خواہش ظاہر ہو گئی تھی وہ ان کے لئے میراث پانے کا سبب نہیں ہوسکتی اور نہ ان کا نسب صحیح ہوسکتا ہے۔ لیکن معاویہ الشان پر ہر جانب سے حملہ کرتا ہے اس سے بچے رہنا اور ڈرتے رہنا۔ والسلام"۔

جب حضرت علیؓ شہید ہوگئے اور زیاد اور امیر معاویہ کی مصالحت کی وہ صورتیں پیدا ہو گئیں جنکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں تو زیاد نے مَصقلہ بن ہُبیرۃ الشیبانی کو بیس ہزار درہم دے کر اس غرض سے اپنے ساتھ گانٹھا کہ وہ امیر معاویہ سے جا کر یہ کہدے کہ "زیاد نے ایران کو کیا خشکی اور کیا تری ہر طرف سے ہضم کر لیا اور آپ سے دس لاکھ درم پر صلح کر لی۔ قسم بخدا میرے خیال میں جو بات مشہور ہوئی ہے وہ حق معلوم ہوتی ہے"۔ اور یہ کہ جب امیر معاویہ یہ دریافت

کریں کہ وہ حق بات کیا ہے تو مصْقلہ کہے کہ "وہ یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ زیاد ابوسفیان کا بیٹا ہے" چنانچہ مصْقلہ نے ایسا ہی کیا۔ تب تو معاویہ کو خیال آیا کہ زیاد کو اپنی طرف مائل کرلیں اور اپنے نسب کو اسکے نسب سے ملحق ثابت کرکے دوستی کی صفائی کرلیں۔ اس امر پر دونوں کا اتفاق ہوگیا۔ اور لوگوں کو جمع کیا۔ زیاد کے متعلق شہادت دینے والے بھی حاضر ہوئے۔ انہیں ابومریم سلولی بھی تھا۔ اس نے شہادت دی کہ اسی کے مکان پر ابوسفیان اور سُمَیّہ کی ملاقات ہوئی۔ اور اس نے تمام قصہ من وعن بیان کردیا۔ اس پر زیاد نے اس سے کہا کہ "اے ابومریم لبس اب ٹھہر جاؤ۔ تم کو تو شہادت دینے کے لئے بلایا گیا ہے نہ کہ گالیاں دینے کے لئے" الغرض معاویہ نے زیاد کو اپنے نسب میں ملالیا۔

امیر معاویہ کا یہ استلحاق پہلا معاملہ ہے جس سے احکام شریعت کی علانیہ مخالفت کی گئی۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا کہ "الولد للفراش وللعاھر الحجر"۔

زیاد نے حضرت عائشہؓ کو خط میں لکھا تھا "منجانب زیاد ابن ابی سفیان" اور وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ بھی اسکو خط میں یہی لکھیں:۔ "بنام زیاد ابن ابی سفیان" تاکہ وہ اس سے اپنے حق میں حجت و دلیل قائم کرسکے۔ مگر حضرت عائشہؓ نے اسکو یوں لکھا:۔ "از جانب عائشہ ام المومنین بنام فرزند من زیاد" یہ بات عامۃ المسلمین کو عموماً اور بنوامیہ کو خصوصاً بہت ناگوار ہوئی۔ اسکے متعلق اور بہت سے قصے مشہور ہوگئے جن کے بیان سے کتاب بے فائدہ طویل ہوجائیگی۔ اس لئے ہم انکو قلم انداز کرتے ہیں؛

جو لوگ امیر معاویہ کے حق میں اعتذار کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے زیاد کا جو استلحاق کیا اسکی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کئی قسم کے ہوتے تھے (جنکے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں) ان ہی اقسام میں سے ایک قسم یہ تھی کہ کئی کئی مرد ایک ہی قحبہ عورت کے پاس جاتے تھے۔ بچہ ہونے کے بعد اسکو اختیار ہوتا تھا کہ وہ جس شخص سے چاہے اس بچے کو منسوب کردے۔ اور اس شخص کو اسکا نسب منظور کرنا پڑتا تھا۔ لیکن جب اسلام آیا تو ایسا نکاح حرام ہوگیا۔ مگر اسلام نے اتنی قرار داد ضرور کی کہ عرب جاہلیت کے ہر قسم کے نکاحوں سے جو اولاد ہوچکی تھی اور جس باپ کی طرف وہ منسوب تھے اسی نسب کے مطابق اسکا بیٹا تسلیم کرلیا جائے۔ اور اس میں کسی قسم کا فرق جائز نہ رکھا جائے۔ اسی بنا پر امیر معاویہ کو یہ خیال ہوا کہ زیاد کا استلحاق کرلینا ان کے لئے جائز ہے۔ اور انھوں نے استلحاق جاہلیت و اسلام میں کسی قسم کا فرق نہ سمجھا اور ایسا استلحاق ناجائز ہے اور تمام مسلمان بالاتفاق اس بات کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں اس سے قبل کوئی شخص اس طرح ملحق فی النسب

نہیں کیا گیا تھا۔ ورنہ شاید یہ بھی ان کے حق میں ایک دلیل ہوتی ؛
بیان کیا جاتا ہے کہ امیر معاویہ کے استلحاق فی النسب کے بعد زیاد نے حج کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ اور اسکے بھائی ابو بکرہ نے (جو ان دنوں مغیرہ بن شعبہ پر زنا کی شہادت دینے میں اختلاف کیوجہ سے زیاد سے الگ ہو گئے تھے) جب اس کے اس ارادے کی خبر سنی تو اس کے گھر آئے اور اس کے ایک بیٹے کو بلا کر کہا کہ "اے فرزند اپنے باپ سے جا کر کہو کہ میں نے سنا ہے کہ آپ حج کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ بھی ضرور ہے کہ آپ مدینے جائیں اور پھر وہاں پہنچکر ام حبیبہ بنت ابو سفیان زوجۂ مطہرۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا ارادہ کرینگے اگر انھوں نے آپکو اسکی اجازت دی تو اس سے بڑھکر کونسا گناہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسوائی کی گئی۔ اور اگر انھوں نے اجازت نہ دی تو دنیا میں اس سے زیادہ تمھاری رسوائی کیا ہو سکتی ہے اور آپ کے دشمنوں کے لئے موقعہ تکذیب ہاتھ آئے گا" اس وجہ سے زیاد نے حج کا ارادہ ترک کر دیا اور کہا "خدا تم کو جزائے خیر دے تم نے میری پوری پوری خیر خواہی کی"۔

مہلب کی سندھ پر فوج کشی کا بیان

اس سال مہلب ابن ابی صفرہ نے حدود سندھ پر حملہ کیا اور بَنَّہ اور الاھواز تک پہنچ گیا۔ جو ملتان اور کابل کے درمیان واقع ہیں۔ اس نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اور انسے لڑا ؛
بلاد قیقان میں مہلب کو اٹھارہ ترک شہسواروں سے سابقہ پڑا۔ ان سے جو معرکہ ہوا اس میں وہ سب کے سب مارے گئے۔ مہلب نے کہا کہ ان عجمیوں نے جو کچھ کیا ہے وہ ہمکو چست و چالاک بنا دینے کے لئے بہترین نسخہ ہے"۔ یہ کہکر اس نے اپنے گھوڑوں کی دُمیں کاٹ دیں۔ مسلمانوں میں یہ پہلا شخص ہے جس نے گھوڑوں کی دُمیں کاٹیں بَنَّہ کے معرکے کے متعلق الازدی کہتا ہے (ترجمہ شعر) :۔
" کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جس رات کو مہلب کے آدمیوں نے مقام بَنَّہ پر شبخون کیا ہے۔ اس رات بنو ازد مہلب کی فوج کے بہترین افراد تھے" ؛

متعدد واقعات

اس سال امیر معاویہ نے لوگوں کو ہمراہ لیکر حج کیا ؛

اسی سال مروان ابن الحکم نے مسجد مدینہ میں مقصورہ بنوایا یہ پہلا شخص ہے جس نے مسجد مدینہ میں مقصورہ بنوایا۔ امیر معاویہ نے خوارج کے خوف سے مسجد شام میں ایک مقصورہ اس سے پہلے تیار کرایا تھا؛

اسی سال حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا؛

اسی سال رفاعۃ العدوی قتل ہوئے۔ یہ قبیلۂ عدی رباب میں سے تھے۔ بصرے کے باشندے تھے اور آنحضرتؐ کے صحابہ میں سے تھے؛

۴۵ھ کے واقعات

اس سال معاویہ نے آغاز سال میں ابن عامر کو ولایت بصرہ سے معزول کر کے اسکی جگہ حرث ابن عبداللہ الازدی کو مقرر کیا۔ وہ اہل شام میں سے تھا اس نے عبداللہ ابن عمرو الثقفی کو اپنا صاحب الشرطہ مقرر کیا۔ حرث چار مہینے تک بصرے کا امیر رہا۔ اسکے بعد اسے معزول کر کے زیاد کو مقرر کیا؛

زیاد ابن ابیہ کی حکومت بصرہ کا بیان

زیاد کوفے پہنچا اور وہاں ٹھیر کر وہاں کی حکومت پر مقرر ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ لوگوں نے مغیرہ ابن شعبہ سے جا کر کہا۔ مغیرہ سیدھے معاویہ کے پاس گئے امارت سے استعفا دینے کی اجازت چاہی اور یہ درخواست کی کہ انھیں قرقیسیا میں مکانات دئیے جائیں تاکہ وہ بنی قیس میں اقامت کریں امیر معاویہ اس سے خوف زدہ ہوگئے اور کہنے لگے کہ "تم اپنے علاقہ پر ضرور واپس جاؤ"۔ مغیرہ نے انکار کیا۔ اس سے معاویہ کو اور بھی زیادہ شبہ ہوا۔ اور آخر انھیں ان کے مستقر پر واپس کر ہی کے چھوڑا۔ وہ رات کیوقت کوفے میں واپس آئے۔ زیاد کو حکم بھیجا اور اس نے اس کو وہاں سے نکال باہر کیا؛

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مغیرہ شام کو نہیں گیا تھا۔ بلکہ معاویہ نے خود ہی زیاد کو کوفے سے بلا کر بصرے جانے کا حکم دیا۔ اور اسکو بصرہ۔ خراسان۔ سجستان۔ اور بعد ازاں ہند۔ بحرین۔ اور عمان کا بھی عامل بنا دیا۔ چنانچہ زیاد ۴۵ھ میں ماہ ربیع الاول کے آخری حصے میں بصرہ پہنچا؛

جس وقت زیاد بصرہ پہنچا ہے وہاں کی یہ حالت تھی کہ فسق و فجور ظاہر و فاش ہو رہا تھا۔ زیاد نے وہاں کے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس کا آغاز خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا سے نہیں تھا۔ (ایسے خطبہ کو بترا کہا جاتا ہے) مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے حمد و ثنا کی تھی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ "تمام ترین حمد خدا ہی کے افضال و احسان کے لئے ہے۔ ہم اس سے اس کی اور زیادہ نعمتیں طلب کرتے ہیں۔ یا اللہ جس طرح تو نے ہمیں بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اسی طرح ہمیں یہ بھی توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ **اما بعد** بہ سخت جہالت۔ اندھی گمراہی اور وہ فسق و فجور جس کی بھڑکائی ہوئی آگ اہل فسق کو ہمیشہ جلاتی رہتی ہے۔ یہ وہی امور عظیم ہیں جو تم میں سے نالائق لوگ کر گذرتے ہیں اور عقلاء کو بھی لپیٹ لیتے ہیں۔ چھوٹے ان کو اختیار کرتے ہیں اور بڑے ان سے پرہیز نہیں کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا نہ تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلعم کا وعظ سُنا۔ نہ تم نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ اور نہ تم کو یہ معلوم ہے کہ خداوند کریم نے زمانہ سرمدی میں اپنے فرماں بردار بندوں کے لئے کیا ثواب اور گنہگاروں کے لئے کیا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے کہ جسے کبھی زوال نہیں۔ تمھاری حالت اس شخص کی سی ہے جسکی آنکھ کو دنیا نے بند کر دیا ہو جس کے کانوں میں شہوت نے ڈاٹ لگادی ہو۔ اور جس نے اُس جہان باقی کے مقابلے میں اس جہان فانی کو اختیار کیا ہو۔ تمھیں یہ یاد نہیں رہا کہ یہ خرابات کھلے رہنے دیئے۔ اور یہ کمزور اور بے عقلی کی باتیں جو تم دن دہاڑے کرتے ہو ایسی چیزیں ہیں کہ اسلام میں تم سے پہلے کسی نے ایسی نئی باتیں نہیں کیں۔ اور پھر طرہ یہ ہے کہ ایسی ایسی بدعتوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔ کیا باغیوں کو دن کی لوٹ مار اور رات کی شب گردی سے روکنے والے تم میں نہ تھے۔ قرابت کا تم نے خیال کیا اور دین سے دور رہے۔ کوئی عذر تو نہیں اور معذور بنتے ہو۔ تمھارا ہر ایک فرد تمھارے سفہاء کی حفاظت کرتا ہے۔ گویا کہ اُسے نہ عاقبت کا خوف ہے نہ معاد کا ڈر۔ تم ہرگز عقلمند اور حلیم نہیں ہو۔ تم نے سفہاء کی پیروی شروع کر دی ہے۔ اور تم نے جو ان کی حفاظت کی اور انھیں بچائے رکھا اس کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہ برابر ہو رہا ہے۔ تا آنکہ انھوں نے اسلام کی ہتک عزت کی۔ اور تمھارے لئے نئے نئے خفیہ مکانات اور قابل تہمت مواضع قائم کئے۔ مجھ پر بھی کھانا پینا حرام ہے جب تک کہ میں ان کو منہدم کرکے یا جلا کر زمین کے برابر نہ کر دوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس امر کا انجام اسی

طرح ہو گا جس طرح آغاز ہوا۔ نرمی کی جائیگی مگر ایسی جس میں کمزوری نہ ثابت ہو سختی کی جائے گی مگر ایسی جس میں جبر و تعدی نہ ہو۔ واللہ باللہ میں غلام کا آقا سے شہر میں رہنے والے کا کوچ کرنے والے سے۔ آنے والے کا جانے والے سے اور تندرست کا بیمار سے مواخذہ کرونگا۔ تاکہ وہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ جب تم میں سے ایک بھائی دوسرے بھائی سے ملاقی ہو تو اس سے یہی کہے کہ "میاں سعد تم ذرا بچے رہنا۔ بے چارہ سعید تو ہلاک ہو گیا ہے۔" یا یہ ہو گا کہ تمھاری برچھیاں میری طرف سیدھی ہو جائینگی منبر پر جھوٹ کہنا دائمی رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ اگر تم میرے قول کو جھوٹا ثابت کردو۔ تو میں یہ کہنے کے لئے تیار ہوں۔ کہ میری نافرمانی کرنا تمھیں جائز ہے۔ تم میں سے جو شخص شب باشی کرتا ہے اگر اس کا کچھ نقصان ہو جائے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ رات کو باہر نکلنے سے باز رہنا۔ کیونکہ میں رات کو چلنے پھرنے کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اگر میرے پاس کوئی ایسا شخص لایا گیا۔ تو یقین رکھو کہ میں اس کی خوں ریزی کردونگا۔ میں تم کو اتنی مہلت دیتا ہوں کہ یہ خبر کوفے تک پہنچ کر تم تک واپس آئے۔ پھر سن لو کہ مجھ کو دعویٰ جاہلیت ہرگز ہرگز گوارا نہیں ہے۔ اگر میں نے کبھی کسی کو جاہلیت کی سی دعوت دیتے ہوئے سن پایا۔ تو اسکی زبان کاٹ ڈالونگا۔ تم نے آجکل بالکل نرالی اور انوکھی باتیں پیدا کرنی شروع کی ہیں۔ تو خوب سمجھ لو کہ ہم نے بھی ہر ایک جرم کے لئے ایک ایک سزا مقرر کی ہے۔ جو کوئی کسی کو غرق کریگا ہم بھی اسکو غرق کرینگے۔ جو کسی کو جلائیگا ہم بھی اسکو جلا کر خاک کر دینگے جو کسی کے گھر میں نقب لگائیگا۔ میں اسکے دل میں سوراخ کردونگا۔ جو کوئی قبر کھود یگا۔ میں اسی قبر میں اسے زندہ گاڑ دونگا۔ اگر تم اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے مجھے روکو گے۔ تو میں اپنی زبان اور ہاتھ سے تمکو روکے رکھونگا۔ خبردار! مجھ سے بچے رہنا۔ اگر تم میں سے کسی نے اسکے خلاف ظاہر کیا جو عوام الناس کر رہے ہوں تو میں اسکی گردن مار دونگا میرے اور بعض لوگوں کے مابین کینہ تھا مگر میں نے انکی بات پر کان نہیں دھرا۔ اور اسکو پاؤں سے روند دیا۔ پس اگر تم میں سے کوئی نیکوکار ہے تو اس پر احسانات زیادہ ہونگے۔ اور تم میں سے جو زشت کار ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اپنی زشت فعلی سے باز آئیں۔ اگر تم میں سے کسی کو میرے بغض کی

شمشیر نے قتل کیا تو میں اسکی پردہ دری اور ہتک ستر نہ کرونگا حتیٰ کہ وہ میرے سامنے ہو۔ اور اگر میں ایسا کردوں تو میں اسکا مقابلہ نہ کرونگا۔ لہذا اب تم اپنے امور کو از سر نو شروع کرو۔ اور آپ ہی اپنی مدد کرو۔ بہت سے اندوہگیں ایسے ہونگے جو ہمارے آنے سے خوش ہونگے اور بہت سے خوش ہونے والے ایسے ہونگے جو ہمارے آنے سے غمگین ہونگے۔ اے لوگو! ہم تمہارے نگہبان اور تم کو دشمنوں سے بچانے والے ہوگئے ہیں۔ خدائے تعالےٰ کے اس غلبے و طاقت سے جو اسنے ہمیں عطا کی ہے۔ ہم تمہاری نگہبانی کرتے ہیں۔ اور اللہ کا جو سایہ ہمپر ہے۔ اس سے ہم تمکو تمہارے دشمنوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ جو کچھ ہم چاہیں اسکی اطاعت تم پر فرض ہے۔ اور تمھاری طرف سے ہمپر ہر اس چیز کے متعلق عدل وانصاف کرنا واجب ہے جس کے ہم والی بنائے گئے ہیں۔ تم اپنی خیر خواہی سے ہمارے عدل وانصاف اور داد و دہش کے مستحق بنو۔ اور جان رکھو کہ اگر میں اس سے قاصر بھی رہا تو تین باتوں سے ہرگز قاصر نہ رہونگا۔ میں تمھارے کسی طالب حاجت سے روپوش نہ ہونگا۔ خواہ وہ رات ہی کو آکر میرے مکان پر دستک دے میں کسی کی تنخواہ یا وظیفہ کو عین وقت پر ادا ہونے سے نہ روکونگا۔ تمہارے لئے کسی فوج کو بھی نہ رکھونگا تم خدائے تعالےٰ سے اپنے ائمہ کیلئے دعائے خیر کرو۔ کیونکہ وہ تمھارے نگہبان اور تمکو ادب سکھانیوالے ہیں اور وہ تمھاری جائے پناہ ہیں جسمیں تم پناہ گزیں ہوتے ہو۔ تم لوگوں کی بہتری میں ان لوگوں کی بہتری بھی ہے۔ اپنے دلوں میں انکی طرف سے کینہ جاگزیں نہ ہونے دو۔ تاکہ اس وجہ سے تمہارا غیظ وغضب بھڑک نہ اٹھے۔ اور تمھارے غم میں زیادتی نہ ہو۔ ایسی حاجت کے طلبگار نہ ہو جو پوری کیجائے تو تم کو ضرر پہونچائے۔ میں خدائے تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تم سب کو تم سب کیلئے مددگار بنائے۔ تم جب دیکھو کہ میں تمھارے لئے کوئی امر نافذ کرتا ہوں تو اسے اسی طرح نافذ و جاری رہنے دو قسم بخدا تم میں سے بہت لوگ میرے ہاتھ سے مارے جائینگے ہر شخص کو چاہیے کہ میرے کشتوں میں شامل ہونے سے حذر کرے۔"

عبداللہ ابن الاہتم نے اٹھ کر کہا: "اے امیر! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو خدائے تعالےٰ کی طرف سے حکمت اور فصل خطاب کی خوبیاں عطا ہوئی ہیں" زیاد نے جواب دیا "نہیں تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ حضرت داودؑ کی صفات تھیں"۔

احنف نے کہا۔ "اے امیر! آپ نے جو کچھ فرمایا خوب فرمایا۔ آزمائش کے بعد ثنا اور عطا کے بعد حمد ہوا کرتی ہے۔ جب تک ہم آزمائش نہ کرلیں ہم تعریف نہ کرینگے۔" زیاد نے جواب دیا۔ "تم نے سچ کہا۔"

اس کے بعد ابو بلال مرداس ابن اُدیّہ (جو خوارج میں سے تھا) کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ "کہ خدائے تعالےٰ نے جو خبر دی ہے وہ اس سے متغائر ہے جو آپ نے فرمایا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ "وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰىٓ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى - وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۔" (کیا اسکو ان باتوں کی خبر نہیں پہونچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے اپنی زندگی میں حق بندگی پورا ادا کیا۔ لکھا ہوا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور یہ کہ ہر انسان کیلئے اتنا ہی مقدر ہے جتنے کے لئے وہ سعی کرے) اے زیاد! خدائے تعالےٰ نے ہم سے بہ نسبت آپ کے بہتر وعدہ فرمایا ہے۔" زیاد نے جواب دیا کہ "جو کچھ تم یا تمہارے دوست چاہتے ہیں اسکو پورا کرنے کی ہمارے پاس کوئی سبیل نہیں۔ جب تک کہ ہم اس کے حصول کیلئے خون میں نہ نہالیں"

زیاد نے عبداللہ ابن حصن کو اپنا صاحب الشرط مقرر کیا۔

اس نے لوگوں کو اتنی مہلت دی کہ خبر کوفے پہونچی اور پھر وہاں سے خبر وصول ہوجانے کی اطلاع آگئی۔ اس کے بعد میں اسکا یہ قاعدہ ہوگیا تھا کہ وہ عشاء کی نماز بہت دیر سے پڑھتا تھا اور اس کے بعد کسی شخص سے کہتا تھا کہ سورۂ بقر۔ (یا اسی قسم کی طویل سورۃ) پڑھو۔ اس سے فارغ ہوکر اتنے عرصے کیلئے ٹھیرتے تھے کہ ایک آدمی وہاں سے شہر بصرہ کی انتہائی حد تک جاسکے۔ پھر اپنے صاحب الشرط عبداللہ ابن حصن کو شہر میں روند کرنے کا حکم دیتے تھے۔ چنانچہ وہ باہر جاتا اور ہر اس شخص کو جو باہر جاتا نظر آتا قتل کردیتے۔ اتفاق سے ایک رات ایک اعرابی اسی طرح پکڑا گیا۔ صاحب الشرط نے اسے زیاد کے سامنے پیش کیا۔ زیاد نے پوچھا کہ "کیا تم نے منادی نہیں سنی؟" اس نے کہا کہ "خدا کی قسم میں نے نہیں سنی۔ میں تو یہاں اپنی دودھ دینے والی اونٹنی لیکر آیا تھا۔ اتنے میں رات نے مجھے آلیا۔ میں مجبوراً اسے لیکر یہیں ایک جگہ ٹھیر گیا۔ کہ صبح ہو تو چلوں۔ مجھے امیر کے حکم کی خبر نہیں ہے۔" زیاد نے کہا کہ "بخدا میں تمہیں صادق القول سمجھتا ہوں لیکن تمہارے قتل میں امت کی بہتری ہے۔" یہ کہکر اسکے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ اسکی گردن ماردی گئی۔

زیاد پہلا شخص تھا جس نے سلطنت کی بنیاد مستحکم کی اور معاویہ کی حکومت مضبوط کر دی انھوں نے تلوار میان سے نکالی۔ محض ظن و گمان پر گرفتار کیا۔ اور شبہہ پر بھی لوگوں کو سزائیں دیں۔ لوگ ان سے سخت خائف ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص ایک دوسرے سے امن میں ہو گیا۔ یہ نوبت آ گئی تھی کہ اگر کسی مرد یا عورت کے ہاتھ سے کوئی چیز گر جاتی تو کوئی اسکو نہ چھیڑتا۔ اور آخر اس چیز کا مالک خود ہی آ کر اسکو اٹھاتا کوئی شخص اپنے مکان کے دروازے تک بند نہیں کرتا تھا۔ انھوں نے سرکاری بھنڈار خانہ قائم کیا اور شرطہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچا دی۔ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ راستہ خطرناک ہو گیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ "میں شہر کے باہر کے جھگڑوں میں نہیں پڑتا۔ شہر کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اگر وہ مجھ پر غالب آ جائے تو اس کے سوا اور کوئی اس سے زیادہ غلبے والا ابھی موجود ہے۔" انھوں نے یہی کیا کہ جب شہر صلاحیت پر آ گیا تو انھوں نے شہر کے ماوراء کا بھی انتظام شروع کر دیا۔ اور اسے بھی محکم اور مضبوط کیا۔

زیاد کے عمال کا بیان

زیاد نے حضرت رسول اللہ صلعم کے متعدد اصحاب سے مدد لی مثلاً عمران ابن حصین الخزاعی۔ جن کو انھوں نے بصرے کا قاضی بنایا۔ انس ابن مالک۔ عبد الرحمن ابن سمرہ۔ اور سمرہ ابن جُندب۔ مگر عمران نے عہدۂ قضاء سے استعفار دے دیا۔ ان کی جگہ پہلے عبد اللہ ابن فضالۃ اللیثی کو پھر ان کے بھائی عاصم کو پھر زرارہ ابن اوفے کو اسی عہدے پر مقرر کر دیا۔ زرارہ کی ہمشیرہ زیاد کی زوجہ تھیں۔

کہتے ہیں کہ زیاد پہلے شخص تھے جو اپنی سواری کے آگے آگے تازیانہ اور کرڈکیت لیکر نکلتے تھے۔ انھوں نے پانسو چوکیداروں کی ایک گراں اور سنگین جماعت قائم کی۔ جو کسی وقت مسجد سے جدا نہ ہوتی تھی۔

انھوں نے خراسان کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ان پر اس طرح ایک ایک عامل مقرر کیا کہ (۱) مرو پر امیر ابن احمر (۲) نیشاپور پر خُلید ابن عبد اللہ الحنفی (۳) مرو الرود۔ فاریاب۔ اور طالقان پر قیس ابن ہُیثم اور (۴) ہرات باد غیس اور بوشنج پر نافع بن خالد الطاحی کو مقرر کیا۔ بعد میں وہ نافع ابن خالد سے

ناراض ہو گئے۔ اور اس لئے انکو معزول کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نافع نے باذ زہر کا ایک خوان ان کو بھیجا جس میں پائے بھی اسی کے لگے ہوئے تھے۔ نافع نے اس کا ایک پایہ نکال کر اس جگہ ایک طلائی پایہ لگایا اور اپنے غلام مسمی زید کے ہاتھ زیاد کے پاس بھیجا۔ وہ نافع کے تمام امور سے واقف تھا۔ اس نے زیاد سے نافع کی چغلی کھائی اور کہا کہ "نافع نے آپ سے خیانت کی ہے اور خوان کا ایک پایہ نکال لیا ہے" اس بنا پر زیاد نے ان کو معزول کر کے قید کر دیا۔ اور ایک لاکھ (اور بقول بعض آٹھ لاکھ) جرمانہ کرنے کا حکم لکھا۔ مگر قبیلہ ازد کے چند آدمیوں نے جب ان کی سفارش کی تو ان کو رہا کر دیا۔ لیکن ان کی جگہ حکم ابن عمرو الغفاری کو جو صحابۂ کرام میں سے تھے۔ مقرر کر دیا۔ ان کے تقرر کا یہ قصہ ہے کہ زیاد نے اپنے حاجب سے کہا حکم (انکی مراد حکم ابن ابی العاص الثقفی سے تھی) کو بلاؤ۔ ان کا ارادہ تھا کہ انہیں والی خراسان مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے دربان نے باہر جا کر دیکھا تو حکم ابن عمرو الغفاری موجود تھے۔ ان ہی سے کہا کہ "چلئے آپ کو بلاتے ہیں" زیاد ان کو دیکھکر کہنے لگے کہ میں نے آپ کو نہیں بلایا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ کا ارادہ یہی معلوم ہوتا ہے" یہ کہکر ان کو والی خراسان مقرر کر دیا۔ اور چند آدمیوں کو خراج وصول کرنے کے لئے ان کے ہمراہ کر دیا۔ جن میں اسلم ابن زُرعہ الکلابی وغیرہ شامل تھے۔ حکم نے طخارستان پر فوج کشی کی اور بہت سی اموال غنیمت لیکر واپس آ گئے۔ بعد میں فوت ہو گئے۔ اور انس ابن ابی اُناس ابن زُنیم کو اپنا جانشین بنا کر چھوڑ گئے۔ مگر زیاد نے اسے معزول کر دیا۔ اور خُلید بن عبداللہ الحنفی کو ولایت خراسان پر مقرر کر دیا۔ پھر ربیع ابن زیاد الحارثی کو بصرے اور کوفے کے پچاس ہزار آدمی دیکر روانہ کیا۔

متعدد واقعات

اس سال مروان ابن الحکم نے (جو ان دنوں مدینے کا حاکم تھا) لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اسی سال (اور بقول بعض ۵۵ھ میں) زید ابن ثابت۔ اور عاصم ابن عدی الانصاری البلوی نے انتقال کیا۔ عاصم جنگ بدر میں شریک تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ وہ جنگ بدر میں موجود نہ تھے۔ بلکہ رسول اللہ صلعم نے انکو مدینے کی طرف بھیج دیا تھا۔ اور مال غنیمت سے اُن کو حصہ دیا تھا۔ انکی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی ؛

اسی سال سلمہ ابن سلامہ ابن وقش الانصاری مدینے میں فوت ہوئے۔ وہ عقبہ اور بدر میں شریک تھے۔ ان کی عمر ستر سال کی ہوئی ؛

اسی سال ثابت ابن ضحاک ابن خلیفة الکلابی نے بھی انتقال کیا۔ وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ اور ابو جُبَیرؓ ابن الضحاک کے بھائی تھے ؛

۴۶ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن عبد اللہ نے اہل روم کے ملک میں موسم سرما بسر کیا۔ اسمیں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ موسم سرما بسر کرنے والے عبد الرحمن ابن خالد ابن ولید تھے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ مالک ابن ہبیرة السکونی تھے ؛

اس سال عبد الرحمن ابن خالد ابن ولید بلاد روم سے حمص گئے اور وہاں فوت ہو گئے ؛

عبد الرحمن ابن خالد ابن ولید کی وفات کا بیان

ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ اہل شام کے ہاں ان کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی۔ اور ان کے والد کے آثار حسنہ کی وجہ سے لوگ انکی طرف مائل تھے۔ مزید برآں ان کا اہل روم پر چیرہ دست اور قوی شوکت ہونا اور ان کا دبدبہ بھی اہل شام کو ان کا گرویدہ کر چکا تھا۔ اس وجہ سے امیر معاویہ ان سے خائف ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے ابن اُثال النصرانی کو حکم دیا کہ کسی حیلہ سے عبد الرحمن کو قتل کر دے۔ اور اس سے عمر بھر کے لئے معافی خراج اور خدمت وصول خراج حمص کا وعدہ کیا۔ جب عبد الرحمن ابن خالد روم سے واپس آئے تو ابن اُثال نے ان کے کسی غلام سے سازش کر کے ان کو زہر آلود شربت پلا دیا۔ جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ اور انتقال کیا۔ امیر معاویہ نے ابن اُثال سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا ؛

خالد ابن عبد الرحمن بن خالد مدینے گئے تو ایک دن عروہ بن زبیر سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے ابن اُثال کے واقعہ کا ذکر کیا۔ خالد ابن عبد الرحمن اسی وقت حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچکر ابن اُثال کو قتل کیا۔ لوگ انھیں امیر معاویہ کے پاس لے گئے۔

انھوں نے ان کو چند روز تک قید رکھا پھر ان سے ابن اثال کا خون بہا لیکر انھیں رہا کر دیا۔ خالد پھر مدینے واپس گئے۔ عروہ نے پھر وہی ذکر چھیڑا اور کہا کہ "دیکھئے ابن اثال نے کیا حرکت کی" خالد نے جواب دیا کہ "خیر۔ ابن اثال کا تو میں خاتمہ کر چکا ہوں۔ مگر یہ فرمائیے کہ ابن جرموز نے کیا کیا تھا؟" (ابن جرموز زبیرؓ کا قاتل تھا)۔ یہ سنکر عروہ خاموش ہو گئے۔

سہم اور خطیم کے خروج کا بیان

اس سال خطیم (یعنی یزید بن مالک الباہلی) اور سہم ابن غالب الہجیمی نے خروج کیا اور خوارج کا شعار (لاحکم الا للہ) پکارنا شروع کیا۔ سہم نے اھواز جاکر خوارج کا شعار پکارا مگر وہاں سے واپس آیا اور چھپ گیا۔ پھر امان طلب کی۔ مگر زیاد نے امان نہ دی۔ بلکہ اسے طلب کیا۔ اور گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ پھر اسی کے دروازے پر اسکو کئی دن تک لٹکائے رکھا خطیم۔ اسے زیاد نے گرفتار کر کے بحرین روانہ کر دیا۔ پھر اسکو واپس بلایا۔ اور اور قتیبہ ابن مسلم کے والد مسلم ابن عمر الباہلی سے کہا کہ اس کی ضمانت دو۔ انھوں نے ضمانت دینے سے تو انکار کیا مگر یہ کہا کہ اگر یہ کبھی گھر سے باہر رات گذارے گا تو میں آپ کو اطلاع کر دونگا۔ اس کے بعد ایک دن مسلم نے زیاد سے بیان کیا کہ آج خطیم رات کو اپنے مکان میں نہیں رہا"۔ چنانچہ زیاد کے حکم سے اسے قتل کر کے قبیلہ باہلہ میں پھینک دیا۔ اس کا مفصل ذکر پہلے آچکا ہے۔ مگر ہم نے یہاں یہ واقعہ اس لئے بیان کیا۔ کہ وہ اسی سال میں قتل کیا گیا تھا۔

متعدد واقعات

اس سال عتبہ ابن ابوسفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں عمال وہی تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

اسی سال صالح ابن کیسان نے انتقال کیا۔ وہ بنو غفار (اور بقول بعض بنو عامر) کے موالی تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خزاعی تھے۔

۵۴ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن ہبیرہ نے اہل روم کے ملک میں اور عبدالرحمن القینی نے

انطاکیہ میں موسم سرما بسر کیا۔

عبداللہ ابن عمرو کی ولایت مصر سے معزولی اور ابن حدیج کے تقرر کا بیان

اسی سال عبداللہ ابن عمرو ابن العاص ولایت مصر سے معزول کئے گئے۔ اور امیر معاویہ نے انکی جگہ معاویہ ابن حدیج کو جو عثمانی تھے مقرر کیا۔ عبدالرحمن ابن ابو بکر ان کے پاس گئے اور کہا کہ "اے معاویہ (یعنی ابن حدیج) آپ نے معاویہ سے جزا حاصل کر لی۔ کیونکہ آپ نے میرے بھائی محمدؓ کو اسی لئے قتل کیا تھا۔ کہ آپ والی مصر ہو جائیں۔ چنانچہ ہو گئے" انھوں نے جواب دیا کہ "میں نے محمدؓ کو صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ انھوں نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ وہ حرکت کی تھی" عبدالرحمن نے جواب دیا کہ "اگر آپ کو صرف حضرت عثمانؓ ہی کے خون کا بدلہ لینا منظور تھا۔ تو امیر معاویہ کے کاموں میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ جبکہ عمرو نے اشعری کے ساتھ وہ کچھ کیا جو کیا۔ آپ نے جھٹ پٹ سب سے پہلے اسی ہی سے بیعت کرلی"

جنگ غور کا بیان

اس سال حکم ابن عمرو غور کے پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں کے اہالی پر جو سرکش ہو گئے تھے حملہ آور ہوئے۔ اور تلوار کے زور سے ان کو فتح کیا۔ وہاں سے ان کو بہت سامال غنیمت وصول ہوا۔ اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔ حکم اس جنگ سے واپس آکر (بقول بعض) مرو میں فوت ہو گئے۔ حکم نے اپنی ولایت کے زمانے میں نہر کو قطع کیا مگر فتح نہ کیا۔ مسلمانوں میں سے پہلا شخص جس نے نہر کا پانی پیا وہ حکم کا غلام تھا۔ اس نے اپنی ڈھال میں پانی لیکر پیا اور حکم کو بھی دیا۔ انھوں نے اسے پیا۔ اور اس سے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی یہ پہلے مسلمان تھے جنھوں نے ایسا کیا۔ اور وہاں سے واپس آئے۔

مہلب کے ذکر کا بیان

مہلب خراسان میں حکم ابن عمرو کے ساتھ تھے اور ان کے ہمراہ ترکوں کے

ایک پہاڑ پر جنگ میں بھی شریک تھے۔ اور ان کو لوٹا تھا۔ اس کے جواب میں ترکوں نے گھاٹیاں اور دوسرے راستے بند کر دئیے۔ حکم اس سے عاجز آ گئے۔ اور جنگ کا انتظام مہلب کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے طرح طرح کے حیلوں اور دھوکوں سے ترکوں کے بڑے بڑے آدمیوں میں سے ایک کو قید کر دیا۔ اور اس سے کہا کہ "تم ہمیں اس ضیق سے نکالو۔ ورنہ میں تم کو قتل کر دونگا" اس شخص نے کہا کہ "یوں کرو کہ ان تمام راستوں میں سے ایک میں آگ جلاؤ اور اپنے بار ہائے گراں کو اس کی طرف کو لیجاؤ تو وہ لوگ اور سب راستوں کو چھوڑ کر وہیں آ کر جمع ہو جائینگے۔ تم جلدی سے دوسرے راستے سے نکل جانا۔ جب تک کہ تم وہاں سے بالکل پار نہو جاؤ گے وہ تم کو پکڑ نہ سکیں گے"۔ مہلب نے ایسا ہی کیا۔ اور ان کے ہمراہی اپنے اموال غنیمت لیکر وہاں سے صحیح وسلامت نکل آئے ۔

اس سال عتبہ ابن ابی سفیان (اور بقول بعض عنبسہ ابن ابی سفیان) نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں والی وہی اصحاب تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے ۔

۴۸ھ کے واقعات

اسی سال عبدالرحمٰن القینی نے انطاکیہ میں موسم سرما بسر کیا۔ اور عبداللہ بن قیس الفزاری کا موسم گرما۔ اور مالک ابن ہبیرہ السکونی کی جنگ بحر میں ہوئی۔ اسی سال عقبہ ابن عامر الجہنی نے بحرین اور مدینے کے باشندوں سے جنگ کی ۔

اسی سال زیاد نے غالب بن فضالۃ اللیثی کو خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ یہ صحابہ میں سے تھے ۔

اسی سال مروان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اس کو اندیشہ تھا کہ امیر معاویہ سے جوان کو رنج پہنچا تھا شاید اس کی بنا پر وہ معزول کر دیا جائے۔ امیر معاویہ نے اس سے فدک جو پہلے اس کو دیدیا تھا واپس لے لیا ۔

اس سال وہی حضرات مختلف شہروں کے والی رہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔

۴۹ھ کے واقعات

اسی سال مالک ابن ہبیرہ نے سرزمین روم میں موسم سرما بسر کیا ۔

اسی سال فضالہ ابن عُبَید نے جرزہ میں جنگ کی اور وہیں سرما بسر کیا۔ انھوں نے اسے فتح کیا اور بہت کچھ مال و متاع ان کے ہاتھ آیا۔ وہیں عبداللہ بن کرز البجلی نے موسم گرما بسر کیا ؛

اسی سال یزید ابن شجرۃ الراوی نے بحر میں جنگ کی اور اہل شام میں موسم سرما بسر کیا ؛

اسی سال عقبہ ابن نافع بھی بحری جنگ میں مشغول رہے۔ اور موسم سرما اہل مصر کے ہاں بسر کیا ؛

جنگ قسطنطنیہ کا بیان

اس سال (اور بقول بعض ۵۰ھ میں امیر معاویہ نے ایک فوج کثیر بغرض جنگ بلاد روم کی طرف روانہ کی۔ سفیان ابن عوف کو ان پر امیر مقرر کیا۔ اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ یزید نے اس کو بار گراں سمجھ کر سستی کی اور مرض کا بہانہ کیا۔ اس لئے اس کے والد نے اس کو رہنے دیا۔ اتفاق سے جنگ میں لوگوں کو بھوک اور مرض شدید کا سامنا کرنا پڑا۔ اس پر یزید نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ)

"مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے کہ ان کی افواج پر مقام فرقدونہ میں بخار اور چیچک کی کیا کیا مصیبتیں پڑیں۔ اس وقت جبکہ میں دیر مران میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا اور ام کلثوم میرے پاس تھی" ؛

ام کلثوم یزید کی بیوی کا نام تھا۔ جو عبداللہ ابن عامر کی صاحبزادی تھیں ؛

جب معاویہ کو اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے قسم کھائی کہ "میں یزید کو ضرور سفیان کے پاس قسطنطنیہ بھیجونگا۔ تاکہ جو مصائب اوروں پر پڑے ہیں اس پر بھی پڑیں"۔ چنانچہ یزید کے ہمراہ اور بہت سے آدمی روانہ ہوئے جن کو اسکے والد نے اسکے ساتھ کر دیا تھا۔ اس لشکر میں ابن عباس۔ ابن عمر و ابن زبیر۔ ابو ایوب الانصاری اور عبدالعزیز ابن زرارۃ الکلابی وغیرہ حضرات بھی شامل تھے۔ وہ شان و شوکت سے بلاد روم میں گھستے چلے گئے تا آنکہ شہر قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ چند روز تک مسلمانوں اور رومیوں میں جنگ ہوتی رہی۔ اور ہوتے ہوتے سخت لڑائی ہونے لگی عبدالعزیز شہید

ہونے کے ارادے سے بار بار آگے بڑھتے تھے۔ مگر شہید نہیں ہوئے۔ اس پر انھوں نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

میں نے زمانے میں مختلف اطوار سے زندگی بسر کی ہے۔ میں نے اس میں نرمی بھی دیکھی اور سختی بھی جھیلی۔ میں نے خوب ہی آزمایا ہے اسکی نعمتیں مجھے مسرور نہیں کرتیں۔ اور نہ میں کبھی اس کے مصائب سے سراسیمہ اور خائف ہی ہوا۔ کوئی امر واقع ہونے سے پہلے مجھے فکر مند نہیں کرتا اور واقع ہونے کے بعد مجھے پریشانی میں نہیں ڈال سکتا۔"

یہ کہکر انھوں نے اپنے قریب کے دشمنوں پر حملہ کیا۔ اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے دور تک چلے گئے۔ آخر اہل روم نے ان پر نیزوں کے وار کر کر کے انھیں شہید کر دیا۔ (رحمہ اللہ) جب امیر معاویہ کو انکی شہادت کی خبر ملی انھوں نے عبدالعزیز کے والد سے کہا "خدا کی قسم عربوں کا جواں مرد بہادر مر گیا۔" انھوں نے پوچھا کہ "میرا بیٹا یا تمھارا" کہا کہ "تمہارا خدا تمکو اجر نیک دے"۔ انھوں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

"اگر موت اس پر آپڑی ہے اور کلابی کا مغز کچلا گیا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ہر جوان کو اپنا کاسہ موت پینا ہے۔ خواہ وہ چھوٹی عمر میں ہے یا بڑا ہو کر۔"

اس کے بعد یزید مع فوج کے شام کو واپس آگیا۔ ابو ایوب الانصاری نے قسطنطنیہ کے قریب ہی وفات پائی اور اس کی فصیل کے قریب مدفون ہوئے۔ وہاں کے باشندے ان کے وسیلے سے باران طلب کرتے ہیں۔ وہ بدر، احد اور تمام غزوات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک تھے۔ علیٰ ہذا القیاس وہ جنگ صفین وغیرہ میں حضرت علیؓ کے ہمراہ بھی جنگ آزمائی کر چکے تھے۔

مروان کے مدینے سے معزول ہونے اور سعید کے تقرر کا بیان

اسی سال امیر معاویہ نے ماہ ربیع الاول میں مروان ابن الحکم کو مدینے سے معزول کر کے ماہ ربیع الاخر میں اور بقول بعض ماہ ربیع الاول میں سعید ابن العاص کو مقرر کیا۔ امیر معاویہ کی جانب سے مروان ابن الحکم کی حکومت مدینہ کا کل عرصہ آٹھ سال اور دو ماہ کا ہوتا ہے۔ ان کے زمانے میں عبداللہ ابن حارث ابن نوفل مدینے کے قاضی تھے۔ سعید نے والی مدینہ ہونے پر ان کو معزول کر دیا۔ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کو عہدہ قضاء پر مقرر کیا۔

(حضرت امام) حسنؓ ابن علیؓ ابن ابی طالب کی وفات کا بیان ۶۹ھ

اسی سال حضرت امام حسنؓ نے وفات پائی۔ ان کی زوجہ بنت اشعث ابن قیس الکندی نے ان کو زہر دیدیا۔ انھوں نے وصیت کی کہ مجھے رسول اللہ صلعم کے پاس دفن کیا جائے بشرطیکہ ایسا کرنے سے فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر فتنہ انگیزی کا خطرہ ہو تو مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جا کر دفن کر دینا۔ حضرت امام حسینؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے اجازت طلب کی۔ چنانچہ انھوں نے اجازت دے دی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا۔ تو لوگوں نے چاہا کہ ان کو رسول اللہ کے پاس دفن کریں۔ سعید ابن العاص جو اس وقت امیر مکہ تھے مطلق مزاحم نہ ہوئے۔ مگر مروان ابن الحکم نے سر اٹھایا۔ چنانچہ انھوں نے بنو امیہ اور ان کے طرف داروں کو جمع کر کے اسمیں رکاوٹ پیدا کی۔ امام حسینؓ نے چاہا کہ ان کا مقابلہ کریں مگر ان سے لوگوں نے کہا کہ "آپ کے بھائی صاحب نے یہ کہدیا تھا کہ اگر فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ اور یہ یقیناً فتنہ ہی ہے" اس پر وہ خاموش رہ گئے۔ سعید بن العاص نے انکی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام حسینؓ نے ان سے کہا کہ "اگر نماز جنازہ کے لئے یہ سنت نہ ہوتی تو میں تمکو ہرگز نماز نہ پڑھنے دیتا"

۵۰ھ کے واقعات

اس سال بسر بن ابی ارطاۃ اور سفیان ابن عوف الازدی نے قسطنطنیہ میں اور فضالہ ابن عُبَیدُ الانصاری نے بحر میں جنگ کی؛

مغیرہ ابن شعبہ کی وفات اور زیاد کے والی کوفہ ہونے کا بیان

بعض مورخین کا خیال ہے (اور یہ خیال صحیح ہے) کہ اس سال شعبان میں مغیرہ ابن شعبہ نے انتقال کیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ کوفے میں طاعون پھیلا۔ مغیرہ اس سے بچنے کے لئے وہاں سے بھاگ گئے۔ اور جب طاعون ختم ہو گیا تو پھر کوفے واپس آئے۔ مگر واپس آ کر ان کو طاعون ہوا اور اسی میں انتقال کر گئے؛

وہ طویل القامت اور یک چشم آدمی تھے ان کی آنکھ یرموک کے معرکے میں ضائع

ہوئی تھی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ستر برس کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی موت سنہ ۵۱ھ میں ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سنہ ۴۹ھ میں ہوئی ؎

مغیرہ کے انتقال کے بعد امیر معاویہ نے زیاد کو کوفے کا عامل مقرر کیا یہ پہلے شخص ہیں جن کو کوفے اور بصرے دونوں کی ولایت ملی۔ چنانچہ زیاد مقرر ہوتے ہی اپنی جگہ سمرہ ابن جندب کو بصرے میں قائم مقام مقرر کرکے کوفے روانہ ہوگئے۔ وہ چھ مہینے کوفے میں قیام کرتے تھے اور چھ مہینے بصرے میں۔ ؎

جب زیاد کوفے پہنچے تو انھوں نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ ابھی وہ منبر پر ہی تھے کہ لوگوں نے ان پر سنگریزہ باری شروع کر دی وہ بیٹھ گئے اور جب لوگ سنگریزہ باری سے رک گئے تو انھوں نے اپنے چند خاص خاص آدمیوں کو بلا کر کہا کہ مسجد کے دروازے روک لو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہا کہ "ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اپنے ہمنشیں کو پکڑ لے۔ بعد میں کوئی یہ نہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرا ہمنشین کون ہے" پھر ایک کرسی منگوا کر مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ اور ان کو چار چار کی ٹولیوں میں بلانا شروع کیا۔ اور ہر ایک سے قسم لیتے گئے کہ "ہم میں سے کسی شخص نے سنگریزہ نہیں پھینکا" جس نے قسم کھالی اسے رہا کر دیا۔ اور جس نے نہ کھائی اسے وہیں ٹھہرالیا۔ تاآنکہ انکی تعداد تیس اور بقول بعض اسّی تک پہنچ گئی۔ پھر وہیں کے وہیں ان کے ہاتھ کاٹ دئیے۔ انھوں نے سب سے پہلے جس شخص کو کوفے میں قتل کیا وہ اوفیٰ ابن حصن تھا۔ ان کو اسکے متعلق کچھ خبر ملی تھی۔ انھوں نے اس کو طلب کیا مگر وہ بھاگ گیا۔ لوگ ان کے سامنے پیش کیے گئے۔ جب وہ ان کے سامنے سے گذرا تو انھوں نے سوال کیا کہ "یہ کون ہے؟" اس نے جواب دیا کہ "اوفیٰ ابن حصن"۔ زیاد نے کہا کہ "تیری قضا تجھے یہاں لائی ہے۔ بتا کہ حضرت عثمانؓ کے بارے میں تیری کیا رائے ہے" کہا کہ "وہ حضرت رسول اللہ صلعم کے داماد تھے اور انکی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں تھیں۔ پوچھا "امیر معاویہ کی نسبت تو کیا کہتا ہے" اس نے جواب دیا کہ "وہ ایک جواد اور حلیم آدمی ہیں" پھر زیاد نے سوال کیا کہ "میرے متعلق تو کیا کہتا ہے" اس نے کہا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے بصرے میں کہا تھا۔ کہ میں تندرست آدمی کا بیمار سے اور آنے والے کا جانے والے سے مواخذہ کرونگا" کہا کہ "ہاں میں نے ایسا ہی کہا تھا۔ پھر؟" اوفیٰ بولا "تب تو آپ اندھی اونٹنی کی طرح ٹاپتے ہی رہے"۔ زیاد نے کہا کہ "آماس شکم کسی جماعت

کے شر سے نہیں ہے" اور اسے قتل کر دیا۔
جب زیاد کوفے پہونچے تو عمارہ ابن عقبہ ابن ابی معیط نے ان سے یہ بیان کیا کہ عمرو ابن حمق شیعان ابوتراب کو جمع کر رہا ہے۔ زیاد نے اسے بلا بھیجا اور کہا کہ " یہ سب جماعتیں کیوں جمع ہو رہی ہیں؟ جس شخص سے تم کو کلام کرنا ہو مسجد میں کلام کرو" یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمرو کے متعلق یزید ابن رُوَیم نے زیاد سے نمامی کی تھی۔ اور اس کے جواب میں زیاد نے یہ کہا تھا کہ " میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس کی پنڈلی کا مغز استخوان میرے بغض کی وجہ سے بہ گیا ہے تو بھی میں اس پر غصہ نہ ہوتا۔ حتی کہ وہ مجھ پر حملہ کرتا" سنگریزہ باری ہونے کے بعد زیاد نے مسجد میں مقصورہ بنا دیا۔
جب زیاد بصرے میں سمرہ کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ آئے تو سمرہ نے کثرت سے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ابن سیرین کا بیان ہے کہ انھوں نے زیاد کی غیر حاضری میں آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ زیاد نے ان سے پوچھا کہ " کیا تم کو خوف ہے کہ تم نے بیگناہ کو بھی قتل کر دیا" کہا کہ " میں نے جتنے قتل کئے ہیں اگر اتنے اور قتل کر دیتا تب بھی مجھے خوف نہ ہوتا"
ابو سَوّار العدوی کا بیان ہے کہ " سمرہ نے ایک ہی صبح کو صرف میری قوم میں سے سینتالیس آدمی قتل کئے اور وہ سب کے سب جامع القرآن تھے"
ایک دن سمرہ سواری کے لئے نکلے تو ان کے دستے کے آگے کے چند آدمیوں نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ جب سمرہ اس شخص کے پاس سے گذرے تو اسے خون میں لتھڑا ہوا دیکھکر پوچھا کہ یہ کیا ہوا۔ کہا گیا کہ " آپ کے دستے کے اوّل نے اس بے چارے کی یہ گت بنائی ہے" اس پر سمرہ نے کہا " کہ جب تم لوگ یہ سنا کرو کہ ہم سوار ہو کر نکلے ہیں تو ہمارے نیزوں سے بچا کرو"

قُرَیب کے خروج کا بیان

اسی سال قُرَیب الازدی اور زحّاف الطائی نے خروج کیا۔ جو آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ ان دنوں زیاد کوفے میں تھے۔ اور بصرے میں سمرہ ان کی قائم مقامی کر رہے تھے۔ قُرَیب اور زحّاف بنو ضُبَیعہ کے ستر آدمیوں میں پہنچے اور ان کے ایک ضعیف العمر شخص کو قتل کر دیا۔

اس پر بنو علی اور بنو راسب کے چند نوجوانوں نے نکل کر ان پر تیر برسانے شروع کئے۔ اور عبداللہ بن اوس الطائی نے قُریب کو قتل کر ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر لے گیا۔

زیاد نے خوارج کے معاملے میں بہت سختی کر لی اور لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا اور سمرہ کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے بھی کثیر التعداد آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔ زیاد نے منبر پر ایک تقریر کی جس میں کہا کہ "اے اہل بصرہ خدا کی قسم تم لوگوں (یعنی خوارج) کے صفایا کرنے میں میری مدد کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ اگر ان میں سے ایک آدمی بھی بچ رہا تو اس سال تمہارے عطیات بالکل بند ہو جائیں گے۔" اتنا سننا تھا کہ سب لوگ ان لوگوں پر دوڑ پڑے اور ان کو قتل کر دیا۔

امیر معاویہ کے مدینے سے منبر اٹھالانے کے ارادے کا بیان

اسی سال امیر معاویہ نے حکم دیا کہ رسول اللہ صلعم کا منبر مدینے سے شام میں منتقل کر دیا جائے اور کہا کہ "منبر اور رسول اللہ صلعم کا عصاء مدینے میں نہیں چھوڑے جا سکتے۔ کیونکہ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے۔" چنانچہ انھوں نے عصاء بھی طلب کیا جو ان دنوں سعد القراظ کے پاس تھا۔ جوں ہی منبر کو حرکت دی گئی آفتاب معرض کسوف میں آ گیا۔ اور اس قدر تاریکی طاری ہو گئی کہ ستارے صاف نمودار ہو گئے۔ لوگوں کو یہ بات گراں گذری اور اس لئے امیر معاویہ نے اسے وہیں رہنے دیا۔

اسی کے متعلق ایک اور روایت یہ ہے کہ جابر اور ابوہریرہ نے امیر معاویہ سے جا کر کہا کہ "اے امیر المومنین یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آپ رسول اللہ صلعم کے منبر کو اس جگہ سے ہٹاتے ہیں جہاں خود حضور نے اسے رکھدیا تھا۔ اور اگر آپ ان کا عصائے مبارک بھی شام کو لے جانا چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ خود مسجد کو بھی منتقل کر دیجئے۔ اس پر امیر معاویہ نے اس کو وہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اس میں چھ سیڑھیاں اور بڑھا دیں اور ہٹا نہ سکنے کا عذر کیا۔

جب عبدالملک ابن مروان بادشاہ ہوا تو اس کو پھر نقل منبر کا خیال آیا۔ قُبیصہ ابن ذُؤَیب نے اس سے کہا کہ "برائے خدا وہ یاد کیجئے کہ معاویہ نے اس کو حرکت دینی چاہی تھی کہ سورج کو گہن لگ گیا تھا۔ اور پھر رسول اللہ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ جس شخص نے

میرے منبر پر خلاف قسم کھائی اُسے چاہیے کہ وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنائے۔ اور وہ اہل مدینہ کے نزدیک مقطع حقوق ہے۔" یہ سنکر عبدالملک نے اس کو ترک کر دیا۔ جب اس کے بیٹے ولید نے حج کیا تو اس کو بھی یہی خیال آیا۔ اس پر سعید ابن مُسَیّب نے عمر ابن عبدالعزیز کو کہلا بھیجا کہ "آپ اپنے دوست سے کہدیجئے کہ مسجد سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے خدا کے غضب سے ڈرے"۔ چنانچہ عمر ابن عبدالعزیز نے ولید سے کہدیا اور اس نے یہ خیال ترک کر دیا۔ جب سلیمان بن عبدالملک نے حج کیا تو عمر نے اس کو ولید کا قصہ سنایا۔ سلیمان نے کہا کہ "میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ امیرالمومنین عبدالملک یا ولید کا مجھ سے ایسا ذکر کیا جاوے۔ ہم نے دنیا کو تو لے لیا ہے اور وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اب ہم یہ چاہیں کہ اسلام کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے کسی پر قبضہ کریں جس کی طرف وفود جاتے ہیں اور یہ بات خلاف مصلحت ہے"۔

اسی سال معاویہ ابن حُدَیج السکونی کو مصر سے معزول کر کے مَسْلَمہ ابن مُخَلّد کو ان کی جگہ والی مصر مقرر کیا گیا۔ اور افریقیہ بھی ان کے ماتحت کر دیا گیا قبل اس کے کہ امیر معاویہ مسلمہ کو افریقیہ اور مصر کا عامل مقرر کریں انھوں نے عقبہ ابن نافع کو افریقیہ بھیجا تھا جنھوں نے شہر قیروان کو بسایا وہ ایک جنگل تھا جہاں درندوں اور سانپوں وغیرہ کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص جانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ انھوں نے خدائے تعالےٰ سے دعا کی کہ ان کو دفع کرے۔ چنانچہ وہاں کی یہ حالت ہوئی کہ ہر قسم کے موذی جانور وہاں سے بھاگ گئے۔ یہاں تک کہ درندے بھی اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر لے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے ایک جامع مسجد قائم کی۔ الغرض امیر معاویہ نے معاویہ ابن حدیج کو مصر سے معزول کیا اور ادھر عُقبہ ابن نافع کو افریقیہ سے معزول کر کے ان دونوں پر مَسلمہ ابن مخلد کو مقرر کیا مسلمہ پہلے شخص تھے جو مصر اور مغرب (افریقیہ) دونوں کے حاکم بنائے گئے اور مسلمہ نے اپنے موالی میں سے ابوالمہاجر نام ایک شخص کو اپنی جانب سے حاکم افریقیہ مقرر کیا۔ اور وہ امیر معاویہ کی وفات تک وہیں رہے۔

عقبہ بن نافع کی ولایت افریقیہ اور بنائے مدینہ قیروان کا بیان

ابو جعفر طبری کا بیان ہے کہ اس سال مسلمہ ابن مخلد افریقیہ کے عامل مقرر ہوئے۔ اور

یہ کہ ان سے قبل عقبہ افریقہ کے حاکم تھے۔ اور انھوں نے قیروان کی بنیاد ڈالی۔

مورخین مغرب نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اسی سال میں عقبہ ابن نافع ہی عامل افریقہ مقرر ہوئے۔ اور اسی سال انھوں نے قیروان کی بنیاد ڈالی۔ اور یہ کہ وہ وہاں ۵۵ھ تک رہے جب مسلمہ ابن مخلد ان کی جگہ مقرر ہو کر آگئے۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ اپنے ملک کا حال دوسرے لوگوں سے بہتر جانتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی وہی بیان کرتا ہوں جو انھوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ ان کا قول ہے کہ امیر معاویہ نے معاویہ ابن حدیج کو افریقہ سے معزول کر کے عقبہ ابن نافع الفہری کو مقرر کیا جو عمرو ابن العاص کے فتح افریقہ کے زمانے سے برقہ اور زویلہ میں مقیم تھے۔ اور ان بلاد میں جہاد و فتوحات کر چکے تھے۔ جب امیر معاویہ نے ان کو مقرر کیا تو دس ہزار شہسوار انکے پاس بھیجے۔ جن کو لیکر وہ افریقہ میں داخل ہوئے۔ ادھر اہل بربر میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس طرح جب ان کے پاس جماعت کثیر جمع ہو گئی تو انھوں نے اہل بلاد میں تلوار سے کام لینا شروع کیا کیونکہ ان لوگوں میں حالت یہ تھی کہ جب کوئی امیر ان کے ملک میں داخل ہوتا تو مطیع ہو جاتے اور اور ان میں سے بعض لوگ اسلام قبول کر لیتے۔ مگر جب وہ وہاں سے واپس چلا جاتا تو منحرف ہو جاتے۔ اور اسلام سے پھر جاتے۔ اس لئے عقبہ کو یہ خیال آیا کہ وہاں ایک شہر آباد کیا جائے جہاں مسلمانوں کی فوج اور ان کے اہل و عیال اور اموال رہ سکیں۔ اور وہ ان بلاد کے اہالی کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ انھوں نے قیروان کی جائے وقوع کا قصد کیا وہ ایک نشیبی مقام تھا جہاں گھنی جالدار جھاڑی تھی اور جہاں مختلف اقسام کے درندے اور سانپ رہا کرتے تھے۔ عقبہ نے خدائے تعالے سے دعا کی اور ان کی دعا قبول ہوئی۔ پھر انھوں نے پکار کر کہا کہ "اے درندو اور سانپو۔ میں رسول اللہ صلعم کے اصحاب میں سے ہوں۔ تم سب یہاں ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ ہم اب یہاں قیام کرنے والے ہیں۔ اور اگر اس کے بعد ہم نے یہاں کسی کو دیکھا تو ہم اسے قتل کر ڈالیں گے"۔ چنانچہ لوگوں نے اس دن جانوروں کو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر لئے جاتے ہیں۔ اور نقل مکان کر رہے ہیں علیٰ ہذا القیاس اہل بربر کے بہت سے قبائل نے بھی یہ نظارہ دیکھا اور مذہب اسلام قبول کیا۔ عقبہ نے وہاں کے اشجار کو قطع کر کے ایک شہر بنانے کا حکم دیا۔ پھر ایک مسجد جامع بنوائی اور لوگوں نے اپنے اپنے مساجد اور مکانات بنوائے۔ اس شہر کا دور تین ہزار چھ سو باع تھا (دونوں ہاتھوں کی کشادگی کی مقدار کا ایک باع ہوتا ہے)

۵۵ھ میں اسکی تعمیر وغیرہ ختم ہوئی۔ اور لوگ آباد ہوگئے۔ تعمیر شہر کے دوران میں وہ برابر جنگ کرتے اور افواج بھیجتے رہے۔ جو خوب قتل و غارت گری اور لوٹ مار مچاتی تھیں۔ اہل بربر کثیر تعداد میں اسلام میں داخل ہوگئے۔ مسلمانوں کی حکومت کا حلقہ وسیع ہوگیا۔ اور قیروان کی اہل فوج کے دل مضبوط ہوگئے۔ اور وہ بالکل امن و اطمینان سے وہاں مقیم ہوگئے۔ مختصر یہ ہے کہ افریقیہ میں اسلام کے قدم جم گئے۔

مسلمہ ابن مخلد کی ولایت افریقیہ کا بیان

بعد ازاں امیر معاویہ ابن ابی سفیان نے مصر اور افریقیہ پر مسلمہ ابن مخلد الانصاری کو مقرر کیا۔ اور ابن مخلد نے افریقیہ پر اپنے موالی میں سے ایک شخص ابوالمہاجر نامی کو مقرر کیا۔ ابوالمہاجر افریقیہ میں آیا اور عقبہ کی معزولی میں بری طرح پیش آیا اور ان کے ساتھ حقارت آمیز برتاؤ کیا۔ عقبہ وہاں سے شام واپس چلے گئے۔ جو کچھ ابوالمہاجر نے ان کے ساتھ کیا تھا انھوں نے اس پر امیر معاویہ کے سامنے اظہار ملال کیا تو انھوں نے ان سے معذرت کی اور ان کو ان کے عمل پر واپس کر دینے کا وعدہ کیا۔ مگر یہ امر اسی طرح طول پکڑ تا رہا یہاں تک کہ امیر معاویہ انتقال کر گئے۔ اور ان کے بعد ان کا بیٹا یزید خلیفہ ہوا۔ اس نے عقبہ کو ۶۲ھ میں ان ہی بلاد پر عامل بنا دیا۔ اور عقبہ وہاں چلے گئے۔

واقدی کا بیان ہے کہ عقبہ ابن نافع ۴۶ھ میں والی افریقیہ مقرر ہوئے تھے۔ اور انھوں نے شہر قیروان بنایا اور یہ کہ وہ ۶۲ھ تک برابر وہاں کے والی رہے۔ پھر یزید ابن معاویہ نے ان کو وہاں سے معزول کر کے مولائے انصار ابوالمہاجر کو مقرر کیا جس نے عقبہ کو قید کر کے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ جب یزید کو عقبہ کے ساتھ ابوالمہاجر کی بدسلوکی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے حکم بھیجا کہ عقبہ کو رہا کر کے اس کے پاس روانہ کر دے۔ چنانچہ ابوالمہاجر نے ایسا ہی کیا۔ اور جب عقبہ یزید کے پاس پہونچے تو اس نے ان کو دوبارہ عامل افریقیہ مقرر کر دیا۔ عقبہ نے ابوالمہاجر کو پکڑ لیا اور سخت قید میں رکھا۔ اس کے بعد واقدی نے کسیلہ کا قصہ ذکر کیا ہے جس کا ذکر ہم ان شاء اللہ ۶۲ھ میں کرینگے۔

فرزدق کے زیاد سے فرار کرنے کا بیان

اسی سال زیاد نے فرزدق کو تلاش کیا کیونکہ بنو نہشل اور بنو فقیم نے فرزدق

کی زیاد کے سامنے شکایت کی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فرزدق کا بیان ہے کہ "میں نے اشہب ابن رُمیلہ اور بعیث کی ہجو کہی جس کی وجہ سے وہ دونوں قبیلے لوگوں کی آنکھوں سے گر گئے اس لئے ایک طرف بنو نہشل اور بنو فقیم اور دوسری طرف یزید بن مسعود بن خالد بن مالک نے میرے خلاف زیاد کے پاس شکایت کی۔ زیاد مجھے نہیں جانتے تھے۔ مگر جب ان سے یہ کہا گیا کہ فرزدق وہ اعرابی لڑکا ہے جس کا مال واسباب اور کپڑے چھین لئے گئے تھے تب انھوں نے مجھے پہچانا۔" اس کے مال وثیاب کے لوٹے جانے کا قصہ بھی خود فرزدق اسی طرح ذکر کرتا ہے۔ کہ "میرے باپ غالب نے مجھے کچھ مال تجارت دیکر بھیجا تھا کہ اسے فروخت کر کے سامان خورونوش خرید کرلے آؤں۔ میں نے مال تو بصرے میں فروخت کیا اور اسکی قیمت اپنے کپڑوں میں رکھ لی مجھے ایک شخص ملا اس نے مجھ سے کہا کہ "تم اپنی چیز کو جس طرح چاہو مضبوط باندھ لو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر تیری جگہ وہ شخص ہو جسے میں جانتا ہوں تو اس طرح گسکر نہ باندھتا" میں نے پوچھا "وہ کون" اس نے جواب دیا کہ "غالب ابن صعصعہ (فرزدق کے باپ کا نام ہے) اس پر میں نے اہل مربد کو پکارا اور سب درہم لٹا دیئے۔ ان میں سے کسی نے مجھ سے کہا کہ اپنی چادر پھینک دے میں نے ویسا ہی کیا۔ دوسرے نے کہا اپنے کپڑے اتار دے۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ ایک اور نے کہا کہ اپنی پگڑی پھینک دے۔ پھر میں نے ویسا ہی کیا۔ کسی اور نے کہا کہ اپنا پائجامہ اتار دے میں نے کہا کہ "واہ میں کچھ دیوانہ تو ہوں نہیں کہ پائجامہ اتار کر پھینک دوں اور ننگا چلا جاؤں"۔ جب زیاد کو اس واقعہ کی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ "یہ احمق ہے اور لوگوں کو لوٹ مار کا حریص بناتا ہے"۔ پھر چند سواروں کو مربد بھیجا کہ مجھے پکڑ کر ان کے پاس لے جائیں اتنے میں بنو ہجیم کا ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار میرے پاس آیا۔ اور بھاگو بھاگو کہکر مجھے اپنے گھوڑے پر بٹھلالیا۔ اس طرح میری جان بچی۔ اس پر زیاد نے میرے دو چچاؤں یعنی ذہیل ابن صعصعہ اور زحاف ابن صعصعہ کو پکڑ بلایا۔ وہ دونوں دیوان میں تھے۔ انکو بلا کر چند روز تک قید رکھا اور چند روز کے بعد سفارش پر انکو رہا کر دیا۔ میں نے جا کر اپنے باپ کو اپنے حال کی خبر دی"۔ یہ سبب تھا کہ زیاد اس کے بھی دشمن ہو گئے تھے۔

احنف ابن قیس السعدی۔ جاریہ بن قدامۃ السعدی۔ جون بن قتادۃ العبشمی اور حتات ابن یزید ابو المنازل المجاشعی یہ سب ملکر امیر معاویہ ابن ابی سفیان کے پاس گئے۔ جنھوں نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ انعام دیا۔ مگر حتات کو صرف ستر ہزار ہی دیا۔

راستے میں ہر ایک نے اپنے اپنے انعام کا ذکر کیا۔ حتات امیر معاویہ کے پاس واپس گئے امیر معاویہ نے پوچھا کیا بات ہے تم کیوں واپس آ گئے۔ حتات نے کہا کہ آپ نے مجھے بنو تمیم میں ذلیل کیا ہے۔ کیا میں صحیح الحسب نہیں ہوں۔ کیا میں مسن نہیں ہوں۔ کیا میں اپنے قبیلے میں مطاع نہیں ہوں۔ کہا "ہاں"۔ حتات نے کہا "پھر آپ نے کیا کیا کہ اور لوگوں کے مقابلے میں مجھ سے خست کی جو آپ کے خلاف تھے ان کو بمقابل ان لوگوں کے جو آپ کے موافق تھے زیادہ دیا"۔ حتات جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کے ہمراہ لڑے تھے۔ احنف اور جاریہ حضرت علیؓ کے طرفدار تھے۔ گو کہ احنف اور جون حضرت علیؓ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے سے دست بردار ہو گئے تھے۔ مگر وہ ان ہی کے طرفدار تھے۔ غرض امیر معاویہ نے کہا کہ میں نے قوم سے دین خرید لیا ہے اور تم کو تمہارے دین اور حضرت عثمانؓ کے متعلق تمہاری رائے کے سپرد کر دیا ہے" کیونکہ وہ عثمانی تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ مجھ سے میرا دین بھی خرید لیں۔ اسپر امیر معاویہ نے ان کے انعام کو پورا کر دینے کا حکم دے دیا۔ مگر اس اثناء میں حتات فوت ہو گئے۔ اور معاویہ نے باقی رقم کو ضبط کر لیا اس پر فرزوق نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ)

"اے معاویہ! آپ کے والد اور میرے چچا نے اپنے ورثہ کا مالک بنایا چنانچہ ان کے وارثین ان کے ورثوں پر قابض ہو گئے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حتات کی میراث تو آپ نے دبالی۔ اور صخر کی میراث کا یہ حال ہو گیا کہ وہ پگھل پگھل کر آپ کے لئے ٹھوس ہوتی جاتی ہے۔ اگر زمانہ جاہلیت میں ایسا ہوتا تو میں یہ سمجھتا کہ یہ اس شخص کا حال ہے جس کے پاس ناقہائے دوشیدنی کم ہیں۔ اور اگر اسکے سوا کسی اور دین میں ایسا ہوتا تو یا تو تم ہمارا حق ادا کر دیتے یا پینے والے کے لئے پانی گلوگیر ہو جاتا۔ کیا میں بلحاظ قوم و خاندان معزز ترین نہیں ہوں؟ اور کیا میں اپنے ہمسایہ کی ان سب سے زیادہ مصیبت کو دور کرنیکی کوشش نہیں کرتا جبکہ اسکو تکلیف پہنچے۔؟ نبی (صلعم) اور آل پاک کے بعد کسی عفیفہ عورت نے مجھ جیسا شریف آدمی پیدا نہیں کیا میرے گھر کا صحن ثریا کے دامن تک پھیلا ہوا ہے جسکے مقابلے میں چاند اور چمکدار ستارے نیچے ہیں میں ایسا ہوں کہ جیسے بہت سے کنکروں کے مقابلے میں اونچے اونچے پہاڑ ہوتے ہیں۔ اور تحت الثریٰ کی جڑ میری جڑ ہے۔ پھر بتاؤ کہ کون شخص حسب میں میرا مقابلہ کر سکتا ہے! اور اے معاویہ! میرے کئی آباؤ اجداد ایسے

گذرے ہیں جو نہایت مشہور اور اپنے بانکپن میں تند ہواؤں کا مقابلہ کرتے تھے۔ ان کو ایک چھوڑ دو دو مالک کی اولاد نے پیدا کیا تھا۔ اور آپ کے والد جو عبد شمس کی اولاد سے ہیں ہرگز ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ آپ انھیں دیکھینگے کہ وہ تلوار کے پھل کی طرح جود و بخشش کیلئے جھومتے ہیں۔ اور ابھی ان کی مسیں ہی بھیگتی ہیں کہ وہ امجد و اشرف ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دراز قد ہے اور قصی اور عبد شمس ان کے سامنے بول بھی نہیں سکتے"۔

ان اشعار میں دو مالکوں سے مراد مالک ابن حنظلہ اور مالک ابن زید مناۃ ابن تمیم سے ہے اور یہ دونوں فرزدق کے اجداد میں سے تھے۔ کیونکہ فرزدق کا سلسلہ نسب یوں ہے:۔ فرزدق بن غالب ابن صعصعہ بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک ابن حنظلہ ابن مالک ابن زید مناۃ بن تمیم۔ جب امیر معاویہ نے اس کے یہ اشعار سنے تو حتات کے اہل و عیال کو باقی تیس ہزار بھی دیدئے۔ اور اس سے زیاد کو اس پر اور بھی زیادہ غصہ آیا۔ جب بنو نہشل اور بنو فقیم نے زیاد کے پاس اسکی شکایت پیش کی تو ان کا غیظ و غضب اور بھی بھڑک اٹھا۔ انھوں نے اسے تلاش کیا۔ مگر وہ بھاگ گیا۔ اور رات کو عیسیٰ ابن خُصیلۃ السُلمی کے پاس پہنچ کر اس سے کہا کہ "اس شخص نے مجھے طلب کیا ہے اور تمام لوگوں نے مجھ سے بیرخی کر لی ہے میں آپ کے پاس فریاد رسی کے لئے آیا ہوں"۔ اس نے اسے خوش آمدید کہا۔ چنانچہ وہاں وہ تین رات مقیم رہا پھر فرزدق نے عیسیٰ سے کہا کہ "اب میری رائے یہ ہے کہ میں شام کی طرف چلا جاؤں"۔ چنانچہ اس کو روانہ کر دیا۔ جب زیاد کو اسکی روانگی کی خبر ملی تو انھوں نے اس کے تعاقب کیلئے آدمی روانہ کئے۔ مگر وہ اسے نہ پا سکے۔ چنانچہ فرزدق مقام رَوحار پہنچکر قبیلۂ بکر ابن وائل میں پناہ گزیں ہوا۔ اس نے انکی مدح میں چند قصیدے لکھے۔ اسکے بعد جب زیاد بصرے پہنچے ہیں اس وقت فرزدق کوفے پہنچا۔ اور جب وہ کوفے گئے تو فرزدق بصرے پہنچا۔ زیاد کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے عامل کوفہ عبدالرحمٰن ابن عبید کو لکھا کہ فرزدق کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجدو۔ فرزدق یہ سنتے ہی بھاگا بھاگ حجاز پہنچا۔ اور سعید ابن العاص کے پاس پناہ کا طالب ہوا۔ اس نے اسے پناہ دی۔ فرزدق نے اسکی مدح کہی۔ اسی طرح کبھی وہ مکہ میں ہوتا اور کبھی مدینے میں یہاں تک کہ زیاد کا انتقال ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ فرزدق نے مذکورۂ بالا اشعار اس لئے کہے تھے کہ جب حتات مسلمان ہو گیا تھا تو رسول خدا صلعم نے اسکو اور امیر معاویہ کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ جب حتات نے

شام میں انتقال کیا تو اسی اخوت کی بنا پر امیر معاویہ اس کے وارث ہو گئے۔ لہٰذا فرزدق نے یہ اشعار کہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ یہ قول بالکل بے معنی ہے۔ کیونکہ امیر معاویہ اس امر سے ناواقف نہ تھے کہ اس قسم کی اخوت سے کوئی کسی کا وارث نہیں ہو سکتا ہے۔

(حُتات حا کے ضم سے ہے)

حکم ابن عمرو الغفاری کی وفات کا بیان

ایک بیان کے مطابق اسی سال حکم ابن عمرو الغفاری نے کوہ اشل کی جنگ سے واپس آ کر مرو میں انتقال کیا۔ ایک اور قول کے مطابق ان کی وفات کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ زیاد نے ان کو لکھا تھا کہ امیر المومنین معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کے لئے زرد و سفید کو چن کر علیحدہ کر دوں۔ اس لئے آپ سونے اور چاندی کو لوگوں میں تقسیم نہ کیجئے۔ حکم نے اس کا یہ جواب لکھا کہ "امیر المومنین کے حکم سے مجھکو اطلاع ملی مگر ان کے خط سے پہلے کتاب اللہ کو میں پا چکا ہوں اور قسم بخدا کہ اگر آسمان اور زمین بھی خدا کے کسی بندے کے لئے بند ہو جائیں۔ مگر وہ خدا سے ڈرتا رہے تب بھی اس کے لئے کشادگی اور جائے سلامت پیدا ہو جائے گی"۔ اس کے بعد انھوں نے لوگوں سے کہا کہ کل صبح میرے پاس آ کر اپنے اپنے انعامات اور اموال لے جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے ان کے انعامات اور اموال ان میں تقسیم کر دئے اور پھر کہا کہ "اے خدا اگر میرے لئے تیرے پاس بھلائی ہے تو مجھے اپنے پاس اٹھا لے" چنانچہ انھوں نے مرو میں انتقال کیا۔ وہ صحابۂ کرام میں سے تھے۔

متعدد واقعات کا بیان

اسی سال امیر معاویہ (اور بروایتے یزید ابن معاویہ) نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں مختلف بلاد پر عامل وہی لوگ تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

اسی سال سعد ابن ابی وقاص نے عقیق میں وفات پائی۔ لوگ ان کو گردنوں پر اٹھا کر مدینے لائے۔ اور وہیں انھیں دفن کیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال ۵۴ھ میں ہوا۔ اور بعض کا خیال ۵۵ھ میں۔ اس وقت ان کی عمر (۷۴) برس، اور بقول بعض (۸۳) برس کی تھی۔ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے وہ پست قد اور نحیف الجثہ تھے۔

اسی سال حضرت صفیہ رضؓ بنت حیی زوجہ رسول اللہ صلعم نے بھی انتقال کیا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ ان کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی ؛

اسی سال عثمان ابن ابی العاص الثقفی اور عبدالرحمن ابن سمرہ بن حبیب بن عبدشمس نے بھی انتقال کیا۔ موخرالذکر بصرے میں فوت ہوئے۔ ابو موسیٰ الاشعری بھی اسی سال فوت ہوئے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ان کا انتقال ۵۲ھ میں ہوا ؛

اسی سال زید بن خالد الجہنی نے بھی انتقال کیا۔ اور ایک روایت کے بموجب ۶۸ھ اور ایک اور روایت کے مطابق ۷۸ھ میں ؛

اسی سال مدلاج ابن عمرو السلمی نے بھی انتقال کیا۔ وہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک تھے یہ تمام حضرات آنحضرت صلعم کے اصحاب تھے ؛

۵۱ھ کے واقعات

اس سال فضالہ بن عُبَید نے ارض روم میں موسم سرما بسر کیا اور بسر ابن ابی ارطاۃ نے موسم گرما میں جنگ کی ؛

حجر بن عدی، عمرو بن حمق اور ان کے ہمراہیوں کے قتل کا بیان

اسی سال حجر ابن عدی اور ان کے ہمراہی قتل کیئے گئے۔ اس کا سبب یہ ہوا۔ کہ امیر معاویہ نے مغیرہ ابن شعبہ کو ۴۱ھ میں عامل کوفہ مقرر کیا۔ اس غرض سے انھوں نے مغیرہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ " امابعد صاحب حلم روز مصیبت سے پہلے ہی خبردار اور ہوشیار ہو جایا کرتا ہے۔ اور صاحب حکمت بغیر تعلیم کے تمہارے لئے کافی ہوسکتا ہے میں تم کو کئی باتوں کے متعلق نصیحت کرنا چاہتا تھا مگر ان کو اس خیال سے ترک کرتا ہوں کہ مجھے تمہاری دوربینی پر اعتماد ہے۔ مگر میں ایک بات کے متعلق تم کو ضرور نصیحت کرونگا اور وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ پر سب و شتم ترک مت کرنا اور ان کی مذمت کرنا۔ حضرت عثمانؓ کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا۔ اور حضرت علیؓ کے اصحاب کی عیب جوئی اور ان کو چن چن کر نکالنے اور حضرت عثمانؓ کی جماعت کی تعریف اور ان کو مقرب کرنے کو ترک نہ کرنا۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ " میں نے آزمایا بھی ہے۔ اور مجھے بھی آزمایا گیا ہے

اور اس سے قبل اوروں کی طرف سے میں عامل بھی رہ چکا ہوں۔ مگر کسی نے میری مذمت نہیں کی آپ بھی آزمائش کرلیں گے۔ اور یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ خواہ آپ میری تعریف کریں یا مذمت" امیر معاویہ نے کہا کہ "نہیں ہم ان شاء اللہ تعالے تمہاری تعریف ہی کریں گے" اس طرح مغیرہ کوفے کے عامل ہو گئے۔ بہ لحاظ سیرت وہ بہترین شخص تھے۔ البتہ ان میں ایک عیب یہ تھا کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب وشتم کرنے اور ان کی غیبت کرنے اور دوسری طرف حضرت عثمانؓ کے لیئے دعاء مغفرت اور استغفار کرنے کو کبھی ترک نہیں کیا۔ جب حجر ابن عدی نے یہ سُنا تو اس نے کہا کہ "خبردار۔ تم خدائے تعالے کی مذمت اور لعنت سے بچے رہنا" یہی نہیں بلکہ انھوں نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ جس شخص کی تم مذمت کرتے ہو وہ فضیلت کا زیادہ حق دار ہے اور جس کی تم تعریف و توصیف کرتے ہو وہ لائق ہے کہ تم اس کی مذمت کرو" مغیرہ نے ان سے کہا کہ "اے حجر! اس بادشاہ سے اور اس کے غضب وسطوت سے بچے رہو۔ کیونکہ بادشاہ کا غضب تم ایسوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے" مگر اس کے بعد وہ اس سے دستکش ہو گئے اور معاف کر دیا لیکن اپنی امارت کے آخری زمانے میں انھوں نے پھر حضرات علیؓ و عثمانؓ کے متعلق ایسا ہی کہا جیسا کہ ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی ایسی تقریر سُن کر حجر نے کھڑے ہو کر ایسی بلند آہنگی سے مغیرہ کو للکارا کہ مسجد میں ہر شخص نے ان کی آواز سن لی اور کہا کہ "اے انسان حکم دے کہ ہماری روزیاں ہم کو دی جائیں۔ تو نے ان کو ہم سے رُوک رکھا ہے۔ حالانکہ وہ تیری نہیں ہیں۔ تو امیر المومنین (یعنی حضرت علیؓ) کی مذمت پر حریص ہو گیا ہے" یہ سن کر حضار مسجد میں سے دو تہائی سے زیادہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ "حجر نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ آپ ہماری روزیاں ہمکو دے دیجئے۔ کیونکہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس سے ہمکو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا" وہ لوگ اس اور اسی قبیل کے اور فقروں کو دُہراتے رہے۔ چنانچہ جب مغیرہ منبر پر سے اُتر آئے تو انہیں کے چند آدمی ان سے ملاقات کی اجازت طلب کر کے ان کے پاس گئے اور کہا کہ "آپ اس شخص کو کب تک اس طرح چھوڑے رکھیں گے؟ یہ آپ کے رعب وداب کے خلاف جرات کرتا ہے۔ اور ایسی ایسی باتیں کہتا ہے۔ اس سے آپ کے رعب وداب میں بھی ضعف آئیگا۔ اور امیر المومنین معاویہ بھی آپ سے ناراض ہو جائیں گے" مغیرہ نے کہا کہ "آپ لوگ یہ سمجھ لیجئے کہ میں نے اس کو گویا قتل ہی کر دیا ہے۔

کیونکہ میرے بعد ایک امیر آئیگا۔ یہ شخص اُسے میرے ہی جیسا آدمی سمجھے گا اور اس کے ساتھ وہی کریگا جو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ وہ میرے ساتھ کر رہا ہے۔ اور ایسا ہوگا تو وہ امیر ضرور اس کو گرفتار کر کے قتل کر دے گا۔ میری موت تو قریب آگئی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں شہر کے اس سربرآوردہ شخص کو قتل کروں تاکہ وہ تو سعادت حاصل کرلے اور میں بدبخت کا بدبخت رہ جاؤں۔ اور اُدھر امیر معاویہ تو دنیا میں معزز ہو جائیں اور میں آخرت میں ذلیل ہوں"۔

اس کے بعد مغیرہ نے انتقال کیا۔ اور ان کی جگہ زیاد عامل مقرر ہوئے۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کے سامنے تقریر کی جس میں انھوں نے حضرت عثمانؓ کے لیئے دعا رحمت مانگی اور ان کے اصحاب کی تعریف کی۔ اور ان کے قاتلین پر لعنت بھیجی۔ اس پر حجر نے کھڑے ہو کر وہی حرکتیں کیں جو وہ مغیرہ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں زیاد بصرہ چلے گئے اور کوفے میں عمرو ابن حریث کو اپنا قائم مقام بنا گئے اگر انھیں اطلاع ہوئی کہ حجر شیعان علی (کرم اللہ وجہہ) کو جمع کرتا ہے اور سب کے سب امیر معاویہ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور ان سے برأت ظاہر کرتے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے عمرو ابن حریث پر سنگریزہ باری بھی کی ہے۔ اس لیئے وہ کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر منبر پر کھڑے ہوئے (اس اثنا میں حجر وہاں موجود تھے) اور خدائے تعالےٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ "بغاوت اور گمراہی کا نتیجہ گراں اور ناموافق ہوا کرتا ہے۔ یہ لوگ اب بکثرت پھیل گئے ہیں۔ انھوں نے مارے غرور کے خود کو مجھ سے مامون اور محفوظ سمجھ لیا ہے اور خدائے تعالےٰ کے مقابلے کی جرأت کرتے ہیں۔ اگر تم لوگ سیدھے نہ ہوگے تو میں تمہارا علاج تمہاری ہی دوا سے کروں گا۔ اور میرا نام بھی زیاد نہیں اگر میں کوفے کو حجر سے پاک نہ کردوں اور اُسے آئندہ لوگوں کے لیئے باعث عبرت نہ بنادوں۔ اے حجر! جو تجھے بھی بھیڑیا نہ کھا جائے تو تو بھی کیا یاد کرے گا"۔ یہ کہہ کر حجر کو بلانے کے لیئے آدمی بھیجا۔ وہ اس وقت مسجد میں تھے۔ جب زیاد کا قاصد ان کے پاس پہنچا تو ان کے ساتھیوں نے کہا "مت جاؤ نہ وہ سختی سے پیش آئے گا اور نہ نرمی سے"۔ قاصد نے واپس جا کر زیاد کو اس امر سے اطلاع دی۔ انھوں نے اپنے صاحب الشرطہ شداد ابن الہیثم الہلالی کو حکم دیا کہ اسکی گرفتاری کے لیئے ایک جماعت بھیجدو۔ چنانچہ شداد نے ایسا ہی کیا۔ مگر حجر کے ساتھیوں نے ان کو گالیاں سنائیں اور وہ واپس ہو گئے۔ اور جا کر زیاد کو صورت حالات سے اطلاع دی تب تو

زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور کہا کہ "تم ایک ہاتھ سے توڑتے جوڑتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے بناتے ہو۔ تمہارے جسم میرے ساتھ ہیں مگر دل اس احمق حجر کے ہمراہ ہیں۔ بجلا یہ تمہاری منافقت ہے بہتر یہ ہے کہ تمہاری اُس سے برأت مجھ پر ظاہر ہو جائے ورنہ میں تمہاری سرکوبی کے لئے ایسے آدمیوں کو لاؤں گا جو تمہاری کجی کو سیدھا اور تمہارے غرور و تکبر کو دور کر دیں گے۔" انھوں نے جواب دیا کہ "معاذ اللہ۔ ہم لوگوں کی تو اور کوئی رائے ہی نہیں سوا اس کے کہ آپ کی اطاعت و رضا جوئی کریں گے" زیاد نے کہا کہ "اگر ایسا ہے تو تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ تمہارے ہم قبیلہ یا عزیز جو حجر کے ہمراہ ہوں انھیں وہ بلالے" چنانچہ انھوں نے یہی کیا کہ حجر کے اکثر ساتھیوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ زیاد نے اپنے صاحب الشرطہ سے کہا کہ "تم حجر کی طرف جاؤ۔ اگر وہ تمہارے ساتھ آنا قبول کرے تو لے میرے پاس آؤ ورنہ اپنی تلوار کے ذریعے سے اس پر سختی کرو۔ یہاں تک کہ اسے تم میرے پاس پہنچا دو" چنانچہ صاحب الشرطہ ان کے پاس گیا۔ اور انھیں بلایا۔ مگر ان کے دوستوں نے ان کو اس دعوت کے قبول کرنے سے باز رکھا۔ اس پر صاحب الشرطہ نے ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ ابو عمرطہ الکندی نے حجر سے کہا کہ "تمہارے ساتھ میرے سوا اور کوئی ایسا شخص نہیں جس کے پاس تلوار ہو اور صرف میری تلوار تمہارے لئے کیا مفید ہو سکتی ہے۔ اٹھو اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تمہاری قوم تمہاری مدافعت کرے گی" اس اثناء میں زیاد منبر پر سے بیٹھے ہوئے ان آدمیوں کو دیکھ رہے تھے۔ زیاد کے آدمی ان پر ٹوٹ پڑے اور حمرا کے ایک شخص نے عمرو بن حمق کے سر پر ایک ایسا ڈنڈا مارا کہ وہ گر پڑا۔ مگر اس کے ہمراہیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر قبیلۂ ازد میں پہنچا دیا جہاں وہ چھپ گیا۔ اور جب وہاں سے نکلا تو حجر کے ساتھی کندہ کے دروازے پر آکر جمع ہو گئے۔ شرطہ میں سے ایک شخص نے عائذ بن حملہ التمیمی کے ہاتھ پر وار کیا۔ اور اس کا ایک دانت توڑ ڈالا۔ اس نے شرطہ میں سے کسی اور شخص سے ڈنڈا چھین کر لڑائی کو جاری رکھا۔ اور حجر اور ان کے ساتھیوں کی حمایت کی۔ تا آنکہ وہ ابواب کندہ سے نکل گئے۔ حجر کا خچر لایا گیا اور ابو عمرطہ نے ان سے کہا کہ "آپ سوار ہو جائیے۔ آپ نے تو گویا ہمیں اور خود کو مار ہی ڈالا" یہ کہکر انھیں اٹھا کر خچر پر بٹھا دیا۔ اور ابو عمرطہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ راستے میں یزید ابن طریف المسلی مل گیا۔ اس نے ابو عمرطہ کی ران پر ایک ڈنڈا مارا۔ اس کے جواب میں ابو عمرطہ نے اپنی تلوار سے اس پر حملہ کیا جس سے

وہ گر گیا مگر بعد میں صحت یاب ہوگیا۔ اسی کے متعلق عبداللہ ابن ہمام السلولی نے یہ اشعار کہے ہیں۔ (ترجمۂ اشعار):-

"میں ابن لوام کو ملامت کرتا ہوں جو ہمیشہ ننگے سر نہایت جرأت اور جوانمردی کے ساتھ تجھ سے مل کر حملہ کرتا ہے۔ وہ دلاور ہے اور اوقات جنگ میں اپنے دشمنوں کی کھوپریوں پر اپنی تلوار سے بے تحاشا حملہ کرتا ہے۔ وہ ایک شریف النفس اور بہترین سرداران قوم میں سے ہے اور غارین کے شہسوار کی طرف گیا تھا۔ جبکہ وہ دونوں جماعتیں صفین کے میدان میں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تھیں۔ اے ابن برصاء میں نے وار حکیم کی جنگ میں تیری شمشیر زنی اور جنگ آوری کو ناخن برابر بھی تو وقعت نہیں دی!"

یہ پہلا موقع تھا کہ کوفے میں اختلاف بین الناس کی بنا پر تلوار چلی۔ بعدازاں حجر اور ابو عمرطہ دونوں حجر کے مکان پہ گئے اور لوگ ان کے پاس کثیر تعداد میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ مگر کندہ کثیر کے قبیلے سے کوئی شخص ان کے پاس نہ آیا۔ ادھر زیاد نے منبر پر بیٹھے بیٹھے مذجح اور ہمدان کو علاقۂ کندہ کی طرف روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ حجر کو پکڑ لائیں۔ علیٰ ہذا القیاس تمام اہل یمن کو صائدین کی سرزمین کی طرف بھیجا اور یہی حکم دیا کہ وہ اپنے دوست حجر کو پکڑ کے ان کے پاس لے آئیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اُدھر یہ ہوا کہ مذجح اور ہمدان نے کندہ کے علاقے میں داخل ہو کر وہاں جسے پایا پکڑ لیا۔ اور زیاد نے ان کی اِس جوانمردی کی تعریف کی۔ حجر نے اپنے حامیوں کی ذلت دیکھ کر ان کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ "تم اپنے خلاف جمع ہونے والوں کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تم ہلاک ہو جاؤ۔" چنانچہ وہ لوگ وہاں سے چل دیے۔ مگر مذجح اور ہمدان نے ان کو جا لیا۔ اور ان سے جنگ کی اور قیس ابن یزید کو گرفتار کر لیا۔ اور باقی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ حجر نے بنو حوت کا راستہ لیا۔ اور ان کے قبیلے کے سلیم ابن یزید نام ایک شخص کے گھر میں داخل ہوگئے۔ مگر تعاقب کرنے والوں نے اسے وہاں بھی جا گھیرا۔ سلیم نے لڑائی کے لئے تلوار نکالی۔ یہ دیکھ کر اس کی لڑکیاں رونے لگیں حجر نے کہا کہ میرا تمھارے ہاں آنا برا ہوا کہ تمھاری لڑکیاں مضطرب ہوگئیں۔ اس نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم جب تک میرے دم میں دم ہے تم میرے گھر سے نہ اسیر ہو کر نکل سکتے ہو اور نہ مقتول ہو کر۔" مگر حجر اس کے

مکان کے ایک سوراخ میں سے نکل کر نخع پہونچے اور اشتر کے بھائی عبداللہ ابن الحرث کے پاس گئے۔ جو اُن سے اچھی طرح سے ملا۔ اس اثنا میں کہ وہ وہاں تھے کسی نے اسے خبر دی کہ اہل شرطہ انھیں نخع میں تلاش کر رہے ہیں۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ اہل شرطہ کو ایک حبشن لونڈی ملی جس نے ان سے پوچھا کہ "تم کسے تلاش کر رہے ہو؟" انھوں نے کہا کہ "حجر ابن عدی کو" لونڈی نے کہا کہ "وہ نخع میں ہے" اس پر حجر نخع سے بھی چلے گئے۔ اور بنو ازد میں جاکر ربیعہ ابن ناجد کے ہاں پناہ لی۔ آخر جب اہل شرطہ ان کو تلاش کرتے کرتے عاجز آگئے تو زیاد نے محمد ابن اشعث کو بلا کر کہا کہ "اگر تم حجر کو پکڑ کر نہ لائے تو میں تمھارے تمام کھجور کے درخت کٹوا دوں گا۔ اور تمھارے گھروں کو منہدم کرا دوں گا۔ اور جب تک کہ میں تمھاری گاؤں اور بکریوں کے ایک بچے کو ہلاک نہ کر دوں تم مجھ سے نہیں بچ سکتے" اس نے کچھ مہلت طلب کی اور زیاد نے اسے تین دن کی مہلت دی قیس بن یزید جو قید کر لیا گیا تھا زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور زیاد نے اس سے کہا کہ "اب تمھیں کسی قسم کا خوف نہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم حضرت عثمانؓ کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو۔ اور میدان صفین میں بھی امیر معاویہ کے ساتھ تمھاری آزمائش ہو چکی ہے۔ اور یہ تمھاری حمیت تم سے حجر سے ملکر جنگ کرا رہی ہے۔ میں نے تم کو معاف کیا۔ مگر تم اپنے بھائی عمیر کو میرے پاس لے آؤ" اس نے عمیر کے جان و مال کے لئے ان سے پناہ طلب کی۔ انھوں نے منظور کیا۔ چنانچہ قیس ابن یزید نے اپنے بھائی کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اس وقت زخمی تھا۔ زیاد نے عمیر کو آہنی زنجیروں میں جکڑ کر حکم دیا کہ اسے اٹھاؤ اور گراؤ۔ چنانچہ انھوں نے بار بار ایسا ہی کیا۔ اس پر قیس نے زیاد سے پوچھا کہ کیا آپ نے اسے پناہ نہ دی تھی۔ زیاد نے کہا کہ ہاں میں نے اس کی جان کو ضرور امان دی تھی اور اب بھی میں اس کا خون نہیں بہاتا۔ مگر پھر انکی ضمانت لے کر اسے بھی چھوڑ دیا۔

حجر ابن عدی ربیعہ کے مکان میں ایک دن اور ایک رات رہے پھر انھوں نے محمد ابن اشعث سے کہلا بھیجا کہ وہ زیاد سے اس کے لئے امان طلب کرے۔ قبل اس کے وہ انھیں معاویہ کے پاس روانہ کریں۔ محمد نے اپنے آدمیوں کو جمع کیا۔ جن میں جریر ابن عبداللہ۔ حجر ابن یزید۔ اور اشتر کا بھائی عبداللہ ابن الحرث شامل تھے۔ یہ سب مل کر زیاد کے پاس گئے۔ اور ان سے حجر کے لئے امان طلب کی اور درخواست کی کہ انھیں معاویہ کے

پاس بھیج دیا جائے"۔ انھوں نے قبول کیا۔ پھر انھوں نے حجر ابن عدی کے پاس پیغام بھیجا۔ اور جب وہ زیاد کے سامنے حاضر ہوئے تو زیاد نے کہا کہ "خوش آمدید اے ابو عبدالرحمٰن جس نے نہ صرف زمانۂ جنگ میں جنگ کی بلکہ اب بھی جبکہ لوگوں نے مصالحت کی ہے برسرپیکار ہے۔ تم نے خود ہی اپنے پیروں پر کلھاڑی ماری ہے"۔ حجر نے کہا کہ "نہ میں نے اطاعت سے روگردانی کی اور نہ جماعت سے علیٰحدگی اختیار کی۔ میں اب تک اپنی بیعت پر اڑا ہوا ہوں"۔ یہ سُن کر زیاد نے انھیں قید خانے میں لے جانے کا حکم دیا جب وہ ادھر چلے تو زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس کی گردن مار دینا چاہتا ہوں۔ نیز اس نے حجر کے ساتھیوں کو تلاش کرنا شروع کیا"۔

عمرو ابن حمق کا یہ ہوا کہ وہ رفاعہ ابن شداد کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے موصل پہنچا۔ اور دونوں وہاں ایک پہاڑی میں روپوش ہو گئے۔ عامل موصل کو ان کی خبر کی گئی۔ وہ اُن کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہ دونوں اس کے مقابلے کے لئے نکلے۔ عمرو کو استسقاء ہو گیا تھا اور وہ اپنی حفاظت پر قادر نہ تھا۔ مگر رفاعہ جوان اور مضبوط شخص تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر عمرو کی طرف سے بھی لڑنا شروع کیا۔ عمرو نے کہا کہ تمھارا میرے لئے لڑنا مجھے کچھ فائدہ نہ دیگا۔ تم اپنی جان بچاؤ۔ عمرو نے عامل موصل کے آدمیوں پر حملہ کیا۔ اور اس کا گھوڑا اسے لے بھاگا جس سے اس کی جان بچ گئی۔ مگر عمرو گرفتار ہو گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں جس کو چھوڑنا تمھاری سلامتی کا باعث اور جس کا قتل کرنا تمھارے لئے نقصان دہ ہے۔ مگر اپنا نام اس نے نہ بتایا۔ انھوں نے اسے عامل موصل یعنی عبدالرحمان ابن عثمان الثقفی معروف بہ ابن اُم الحکم خواہر زادہ امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے اسے پہچان لیا۔ اور اس کے بارے میں امیر معاویہ کو خط لکھا۔ انھوں نے لکھا کہ "اس شخص نے حضرت عثمانؓ پر ایک دراز پیکان تیر کے نو وار کئے تھے۔ تم بھی اس کو اسی طرح تیروں سے چھیدو جس طرح اس نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ کیا تھا"۔ چنانچہ اسے باہر نکال کر اسی طرح تیروں کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر وہ پہلے یا غالباً دوسرے ہی تیر میں مر گیا۔

زیاد نے حجر کے ساتھیوں کی بہت تلاش کی۔ مگر وہ بھاگ گئے اور ان کے ہاتھ نہ آئے۔ البتہ ایک آدھ شخص جس پر ان کا قابو چل سکا پکڑا گیا۔ قبیصہ ابن ضبیعہ العبسی

طلب امان کے لیئے حاضر ہوا۔ انھوں نے اُسے قید کر دیا۔ قیس ابن عباد الشیبانی نے زیاد سے جا کر کہا کہ ہمارے ہاں ایک شخص ہے جس کو صیفی کہتے ہیں وہ حجر کے آدمیوں کا سردار ہے۔ زیاد نے اسے لانے کے لیئے آدمی روانہ کیا۔ چنانچہ جب وہ پکڑا ہوا آیا تو زیاد نے اس سے کہا کہ "اے اللہ کے دشمن تو ابو تراب رض کے بارے میں کیا کہتا ہے" اس نے کہا کہ "میں ابو تراب کو نہیں جانتا" پوچھا۔ کہ "تو ابو تراب کو نہیں جانتا۔ ماشاء اللہ اچھا تو یہ بتلا کہ علی ابن ابی طالب کو جانتا ہے" اس نے کہا ہاں۔ کہا کہ بس وہی ابو تراب ہیں اس نے جواب دیا ہرگز نہیں وہ تو حسن رض اور حسین رض کے باپ ہیں۔ صاحب الشرطہ نے کہا کہ امیر تو کہتا ہے کہ وہ ابو تراب ہیں اور تو کہتا ہے کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر امیر جھوٹ بولے تو کیا میں بھی جھوٹ بولوں اور امر باطل پر شہادت دوں جس طرح کہ اس نے دی ہے زیاد نے کہا کہ یک نہ شد دو شد۔ میرا عصا لاؤ۔ عصا آ گیا تو انھوں نے اس سے پھر سوال کیا۔ کہ تو علی رض کے متعلق کیا کہتا ہے۔ کہا کہ میں ان کے متعلق بہترین رائے رکھتا ہوں۔ زیاد نے حکم دیا کہ اس کو مارو۔ چنانچہ اس کو اتنا مارا کہ وہ زمین پر لوٹ گیا۔ زیاد نے کہا اچھا اب اس سے پوچھو کہ وہ علی رض کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ وہ بولا کہ اگر تم اُستروں سے بھی میرا گوشت کاٹو تب بھی میں وہی کہونگا جو تم مجھ سے سُن چکے ہو۔ زیاد نے کہا کہ تجھ پر لازم ہے کہ تو علی رض پر لعنت بھیجے ورنہ میں تیری گردن مار دونگا۔ اس نے جواب دیا کہ میں ایسا نہ کرونگا۔ اس پر اس نے آہنی زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ قیس بن عباد وہ زندہ رہا اور ابن اشعث کے ساتھ اس کی جنگوں میں لڑا۔ اس کے بعد وہ کوفے پہنچا اور خانہ نشین ہو گیا۔ حوشب نے حجاج سے کہا کہ یہاں ایک ایسا فتنہ پرداز شخص ہے کہ جب کبھی عراق میں کوئی فتنہ برپا ہوتا ہے تو وہ جھٹ اس میں شریک ہو جاتا ہے۔ وہ ترابی ہے اور حضرت عثمان رض پر لعنت بھیجتا ہے۔ اس نے اشعث کے ساتھ خروج کیا تھا۔ وہ تو ہلاک ہو گیا مگر وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہے۔ حجاج نے اُسے بلا کر قتل کر دیا۔ اس پر اس کے باپ کے بیٹوں نے حوشب کے خاندان والوں سے کہا کہ تم نے ہمارے دوست کے متعلق چغلی کھائی ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم نے بھی تو ہمارے آدمی کی نمامی کی تھی۔ اس آدمی سے ان کی مراد صیفی الشیبانی سے تھی۔ زیاد نے عبداللہ ابن خلیفۃ الطائی کو بلا بھیجا مگر وہ روپوش ہو گیا۔ اس پر زیاد نے شرطہ کو روانہ کیا اور انھوں نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اس کی بہن نوار نے نکل کر قبیلۂ طے کو بھڑکایا۔ اور انھوں نے شرطہ پر حملہ کر کے

اُسے چھڑا لیا۔ اہل شرطہ نے جا کر زیاد کو اس کی خبر دی۔ انھوں نے عدی ابن حاتم الطائی کو جو اس وقت مسجد میں تھا گرفتار کر لیا۔ اور کہا کہ عبداللہ کو پکڑ لاؤ۔ انھوں نے پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے۔ انھوں نے ان کو صورت حال سے مطلع کیا تو انھوں نے کہا کہ مجھے اس کی مطلق خبر نہ تھی۔ زیاد نے کہا کہ تم کو ضرور اُسے پکڑ کر لانا ہوگا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں اسے ہرگز پکڑ کر نہ لاؤں گا۔ کیا میں اپنے عمزاد بھائی کو لاؤں تاکہ تو اُسے قتل کر دے۔ قسم بخدا اگر وہ میرے قدموں کے نیچے ہوتا تو میں اپنے قدموں کو اس پر سے نہ اٹھاتا۔ اس پر زیاد نے ان کو قید کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوفے میں کوئی یمنی اور ربعی شخص ایسا نہ تھا جس نے زیاد سے ان کی سفارش نہ کی ہو۔ وہ یہ کہتے تھے کہ[1] کیا تم عدی ابن حاتم صاحب رسول اللہ سے یہ سلوک کرتے ہو؟ زیاد نے کہا کہ اچھا میں ان کو اس شرط پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اپنے برادر عمزاد کو میرے ہاں سے نکال لے جائیں۔ تاکہ جب تک میری حکومت ہے وہ کبھی کوفے میں داخل نہ ہو۔ ان لوگوں نے اس شرط کو منظور کیا۔ عدی نے عبداللہ کے پاس پیغام بھیجا اور اس کو صورت حالات سے خبر دے کر حکم دیا کہ وہ قبیلۂ طے کے دونوں پہاڑوں میں رہے۔ چنانچہ وہ وہاں سے چلا گیا۔ مگر برابر عدی کو لکھتا رہا کہ میری سفارش کرو کہ میں کوفے میں آسکوں اور عدی اُسے امیدوں ہی میں رکھتے رہے اسی ضمن میں عبداللہ نے عدی سے اظہار ناراضمندی اور حجر اور ان کے اصحاب کا مرثیہ ادا کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ان میں سے چند اشعار یہ ہیں۔ (ترجمہ اشعار)

(۱) میں نے لیلےٰ اور جوانی کی مدتوں کو یاد کیا۔ اور جوانی کی یاد یاد کرنے والے کے لیئے سخت ہوتی ہے۔ جوانی گزر گئی اور میں نے اس کی شاخوں کو گم کر دیا۔ اُف اس کے گزر جانیکا بھی کتنا رنج ہوتا ہے۔ جوانی کی یاد اور اس کے فقدان کے خیال اور اس کے جلد جلد گزرنے کے ذکر کو چھوڑ دو۔ اپنے گزرے ہوئے دوستوں کو رُوؤ۔ جنھوں نے پناہ ڈھونڈی مگر موت کے حوض سے نکلنے کی کوئی جگہ نہ پائی۔ ان کی موت نے ان کو بلا لیا۔ اور خوب جان لو کہ جس شخص کی موت آجاتی ہے وہ بچنے نہیں پاتا۔ وہ لوگ میری جماعت میں سے تھے۔ اور کوئی سختی اور بلا کا دن آتا تھا تو وہ میرے لیئے جائے پناہ ہو جاتے تھے۔ اب ان کے بعد میرا جی دنیا کے کسی کام میں مشغول ہونے کو نہیں چاہتا۔ اور نہ میری خواہش ہے کہ میری زندگی دراز ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ خدا کی قسم ہے کہ میں رات اور دن ان کی یاد کو نہ بھولونگا۔ خواہ میں مر کر دفن بھی ہو جاؤں۔ اہل عذراء پر خدا کے دوگنے چوگنے سلام ہوں اور اسے خدا اس کو گھنگھور گھٹائیں

سیراب کریں۔ خدا حجر کو اپنی رحمت میں لے لے کیونکہ انھوں نے خدا کو راضی کر لیا تھا اور وہ معذور تھے۔ خدا کرے کہ حجر کی قبر پر گھٹائیں اور بارش کی جھڑیاں ہمیشہ برستی رہیں یا یہ ہو کہ ان کو ندا کی جائے اور وہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اے حجر اب خون آلودہ گھوڑوں اور بسیار مہماں نواز بادشاہ کا کون ضامن ہوگا۔ جبکہ وہ خشم ناک ہو۔ اب تمہارے بعد کون صادق القول اور خدا سے ڈر کر بات کہنے والا باقی رہ گیا ہے۔ اب ایسا شخص کہاں ہے کہ اگر اُسے ظلم و ستم کی خبر دی جائے تو وہ اپنا رویہ بدل دے۔ تم اسلام کے بہترین ساتھی تھے۔ میری تو یہ خواہش ہے کہ تم حیات جاودانی پاؤ اور ہمیشہ خوش رہو۔ تم جنگ میں شمشیر زنی کا حق ادا کیا کرتے تھے۔ تم نیکی اور احسان کا اعتراف اور بدی کو ہمیشہ ناپسند کیا کرتے تھے۔ اے میرے دو بھائیو تم باران رحمت میں محفوظ و معصوم ہو۔ تم کو تمہارے نیک اعمال کی خوش خبری دی گئی ہے۔ پس اس سے خوشی حاصل کرو۔ اے میرے دونوں خندفی بھائیو! جو کچھ ہمارے پاس ہے اس سے خوش ہو۔ خدا کرے تم ہلاک نہ ہو۔ اور اے قبائل حضر موت غالب الذ شیبان کے بھائیو۔ تم جنت میں باشمرہ سے مل گئے ہو۔ تم ایسے نیک بخت تھے کہ میں نے تم سے زیادہ باصواب اور کسی کو نہیں دیکھا۔ تم موت کے وقت بھی جتنیں کرنے والے اور جم کر لڑنے والے تھے۔ جب تلک کہ یہ ستارے روشن ہیں اور جب تک کہ وادیوں کے بطن میں کبوتری بولتی اور چہچہاتی ہے میں تم پر روئے جاؤنگا۔ پس میں کہتا ہوں (اور میں کچھ ظلم نہیں کرتا) کہ لے غوث ابن طے۔ میں اس بات سے کب ڈرتا تھا کہ میں تمہارے درمیان میں سفر کروں۔ خدا کرے کہ تم لاولد ہو جاؤ تم اپنے بھائی کی طرف سے کیوں نہیں لڑے۔ آہ اس نے چوٹ کھائی اور وہ لڑکھڑا کر گرا اور مر گیا۔ تم لوگ مجھ سے جدا ہو گئے اور میں اکیلا رہ گیا۔ گویا کہ میں اپنے مددگاروں سے مدت سے غریب اور ناآشنا ہوں۔ تم کو ہر جنگ میں مجھ سا کون ملیگا۔ خصوصًا اس وقت جبکہ جنگ بہت بڑھ جائے اور سخت ہو جائے۔ اور تمہیں اس وقت مجھ سا کون ملیگا۔ جب جنگ قائم ہو جائے اور ایک دلاور طلب گار موت جنگ کا نقصان برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ یہ دیکھو میں وہی شخص ہوں اور طے کے پہاڑوں میں اس طرح چھپ رہا ہوں کہ میں ایک مطرود شخص ہوں۔ اس حالت کو خدا ہی اگر چاہے تو بدلے۔ میری جائے ہجرت سے مجھے دشمن نے باہر کر دیا میں خدا کی مرضی اور تقدیر پر راضی ہوں۔ میری قوم نے مجھے چھوڑ دیا حالانکہ میں بے قصور تھا۔ گویا کہ وہ کبھی میرے قبیلے یا خاندان ہی میں نہ تھے۔

اگر میں طے کے پہاڑوں میں کسی مکان میں ہوں - اور وہاں شراب اور اہالی موالی سبھی کچھ ہوں تب بھی میں اس سے نہیں ڈرتا کہ میں وہاں سے دور چلا جاؤں - خدا کی بے شمار لعنتیں ہوں اس پر جو اس بارے میں مجھ سے خصومت کرے - خدا لعنت کرے اہل حضرموت کے سردار بنو وائل پر - اور خدا کرے قنانی کو تیز نیزے سے واسطہ پڑے - خدا کرے وہ لوگ ہلاک ہوں جو ہمارے خلاف جمع ہوئے اور جنھوں نے ہمارے بارے میں غلط بیانی اور دروغ بافی کی خبردار قوم کو نہیں چاہیئے کہ جس وقت زمانہ ان کو بدبختی اور تغیر حال میں مبتلا کردے تو وہ غوث اور طے کی مدد کے لیئے مجھے پکاریں - میں ان کے سپاہیوں سے نہیں لڑا - اور نہ میں نے کوفہ میں غبار مکدر اُڑایا - میرے دوست کو خبر کردو کہ اگر میں نے مشرق کی طرف کوچ کیا تو جدیلہ یا معن یا بحتر کی طرف جاؤں گا - یا نہیں تو یہاں یا اہل طے کی طرف جاؤں گا حالانکہ میں تم لوگوں میں ایسا دولتمند نہ تھا جسکے اخلاق سخت درست ہوں - کیا تمہیں وہ میری یوم العذیب کی قسم یاد نہیں - جب میں تمہارے آگے آگے تھا اور قسم کھاتا تھا کہ میں کبھی زمانے میں بھاگتا ہوا نہ دکھلائی دوں گا - کیا تمھیں مہران پر میرا ایسی حالت میں حملہ کرنا یاد نہیں ہے کہ جب تمام جماعت رُک گئی تھی؟ کیا تمھیں یاد نہیں کہ میں نے کس بہادری کے ساتھ اس دلیر اور جواں مرد اور بہادر سردار کو قتل کیا تھا؟ علیٰ ہذا القیاس نہ جنگ جلولہ میں اور نہ نہاوند اور تستر کی فاتحانہ جنگوں میں میرا بال بیکا ہوا - اور تم اس یوم شریعت کو بھلا دوگے جب صفین کے میدان میں نیزے دشمنوں کے کندھوں پر پڑ کر ٹوٹ رہے تھے - خدا عدی ابن حاتم کو میرے ترک کرنے اور مجھے بے یار و مددگار چھوڑنے کی پوری پوری جزا دے - کیا تو میری بہادری کے ساتھ "ابن حاتم" کہہ کر پکارنے کو بھول گیا ہے جبکہ اس دن شام کے وقت تیرا وجود بے کار ثابت ہو رہا تھا - وہ یاد نہیں کہ میں نے کس طرح تیرے پاس سے لوگوں کو مار کر ہٹا دیا تھا - اور وہ خود ہی ایک دوسرے کو چھوڑ چھوڑ بھاگنے لگے تھے - میں اس وقت ایک نہایت جنگ جو اور ہیبت ناک دشمن تھا - وہ لوگ پھر وہاں ٹھیرے نہیں بلکہ بھاگتے ہی نظر آئے - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھے ایک بپھرا ہوا شیر سمجھتے تھے"۔

اس کے بعد یہاں اُن واقعات کا ذکر ہے کہ عبداللہ نے جنگ صفین کے موقع پر عدی سے کیا کیا سلوک کیئے تھے - مگر کیونکہ اس کا بیان پہلے آچکا ہے اس لیئے یہاں ہم اسے ترک کرتے ہیں - پھر کہتا ہے :-

"وہ یاد ہے کہ جب قریب والوں نے تجھ سے خیانت کی اور دور والوں نے چشم پوشی کی تو صرف میں ہی اکیلا شخص تھا جس نے تیری زبردست مدد کی؟ آہ۔ میری یہی جزا تھی کہ میں تمہارے درمیان میں ذلت کی ساتھ کھچا کھچا پھروں۔ اور مجھے خوار و قید کیا جائے۔ تو مجھ سے کتنے وعدے کر چکا ہے کہ تو مجھے واپس بلائے گا۔ مگر مجھے ان وعدوں سے ذرہ بھر تو فائدہ نہ ہوا۔ میں طرح طرح سے اُونٹنیوں کی حفاظت کرتا تھا۔ جب بکری کے بچوں کا چرواہا دوہ دوہ کر آواز پیدا کرتا تھا تو میں بھی ویسا ہی کرتا تھا۔ گویا نہ تو میں کبھی جنگ میں گھوڑوں پر سوار ہوا تھا۔ اور نہ کبھی کسی بہادر کے خون میں لت پت کیا گیا تھا۔ نہ کبھی تمہارے ہمراہ کسی لوٹ مار میں شریک ہوا۔ جب بوڑھے آدمی کبھی تو پیچھے ہٹتے تھے اور کبھی گٹ گٹ پانی پینے لگتے تھے۔ گویا میں نے مقامات سجاس اور ابہر کی درمیانی پہاڑیوں پر کبھی کسی جماعت کے پیچھے گھوڑوں کو نہیں دوڑایا۔ گویا میں نے اپنی تاخت و تاراج سے قطا کی طرح گھوم گھوم کر اور یک بارگی حملہ کر کے کبھی اونٹنیوں کو نہیں ڈرایا۔ گویا میں قزوین یا شیروین میں شہسواروں کے مابین نیزہ زنی کرتا ہوا کبھی نہیں دکھائی دیا۔ یا میں نے کبھی گھوڑوں کو نہیں بھگایا۔ زمانے کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اس کی تمام خوبیاں مجھ سے دور ہو گئی ہیں۔ بلکہ اس کی خوبیاں بھی بدیاں ہو گئی ہیں۔ مگر خدا نہ کرے کہ میری قوم دور ہو۔ گو کہ میں ان پر عتاب کر رہا ہوں۔ اور میں ذلیل و خوار و پوشیدہ ہوں۔ گو کہ میں ان سے دور افتادہ اور پوشیدہ ہوں۔ مگر ان کے بعد دنیا کی زندگی میں کوئی خیر و خوبی اور مزہ نہیں"۔

عبداللہ زیاد کی موت سے پہلے ہی طے کی دونوں پہاڑیوں میں فوت ہو گیا۔

اس کے بعد اصحاب حجر ابن عدی میں سے کریم ابن عفیف الخثعمی کو زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ انھوں نے نام پوچھا۔ کہا کہ کریم ابن عفیف۔ زیاد نے کہا کہ "تیرا اور تیرے باپ کا نام کیسا اچھا ہے۔ مگر تیرے اعمال اور تیری رائے کیسی بری ہے"۔ کریم نے کہا کہ "خدا کی قسم تم عنقریب دیکھ لو گے کہ میری رائے کیا ہے"۔

کہتے ہیں کہ زیاد نے اصحاب حجر ابن عدی میں سے بارہ آدمیوں کو قید خانے میں جمع کیا۔ پھر ایک دن مختلف علاقہ جات کے روساء کو بلایا جن میں حسب ذیل آدمی شریک تھے۔

عمرو ابن حریث مدینے سے۔ خالد ابن عرفطہ تمیم اور ہمدان سے۔ اور قیس ابن ولید ربیعہ اور کندہ سے۔ ابو بردہ ابن ابی موسیٰ مذحج اور اسد سے۔ ان سب نے شہادت دی

حجر جماعتوں کو جمع کرتا۔ خلیفہ کو سب وشتم کرتا اور امیر المومنین کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس کو یہ زعم ہے کہ امر خلافت آل ابو طالب کے سوائے اور کسی کے لیئے درست نہیں ہے۔ اس نے شہر میں شورش برپا کر کے امیر المومنین کے عامل کو وہاں سے نکال دیا ہے۔ وہ ابو تراب کو معذور سمجھتا اور ان کے لیئے دعاے رحمت کرتا۔ اور ان کے دشمن اور ان کے خلاف جنگ آوروں سے برات ظاہر کرتا ہے۔ یہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں وہ اس کے سرآوردہ اصحاب میں سے ہیں۔ اور اس کی رائے اور حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ زیاد نے ان شاہدین کی شہادت پر غور کر کے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ چار سے زیادہ گواہ مہیا کیئے جائیں۔ اس لیئے انھوں نے اور لوگوں کو بھی حجر کے خلاف شہادت کے لیئے طلب کیا۔ چنانچہ طلحہ بن عبید اللہ کے بیٹوں اسحاق اور موسیٰ۔ منذر ابن زبیر۔ عمارہ بن عقبہ ابن ابی معیط۔ اور عمرو بن سعد ابن ابی وقاص وغیرہ نے شہادت دی۔ ان کے علاوہ قاضی شریح بن حارث اور شریح ابن ہانی کے نام بھی شاہدین میں لکھے گئے۔ شریح ابن ہانی کہتا ہے کہ میں نے شہادت نہیں دی تھی بلکہ اُلٹی ان کو ملامت کی تھی۔ اس کے بعد زیاد نے حجر ابن عدی اور ان کے اصحاب کو وائل ابن حجر الحضرمی اور کثیر بن شہاب کے پاس بھیج دیا اور ان کو حکم دیا کہ انھیں لیکر شام چلے جاؤ۔ بنابریں وہ ایک دن شام کے وقت انھیں لیکر روانہ ہوئے۔ غریین تک پہنچے تھے کہ انھیں شریح ابن ہانی ملا جس نے وائل (ابن حجر الحضرمی) کو ایک خط دیا۔ اور کہا کہ اسے امیر المومنین کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ وہ اس خط کو لیکر پھر روانہ ہو گئے یہاں تک کہ وہ دمشق کے پاس مرج عذرا تک پہنچ گئے۔ جس جماعت کو وہ لیئے جا رہے تھے ان میں اشخاص ذیل تھے :۔

حجر ابن عدی الکندی۔ ارقم ابن عبد اللہ الکندی۔ شریک ابن شداد حضرمی۔ صیفی ابن فسیل الشیبانی۔ قبیصہ ابن ضبیعۃ العبسی۔ کریم ابن عفیف الخثعمی۔ عاصم ابن عوف البجلی۔ ورقا بن سمی البجلی۔ کرام ابن حیان العنزی۔ عبد الرحمن ابن حسان العنزی۔ محرز ابن شہاب التمیمی۔ اور عبد اللہ ابن حویۃ السعدی التمیمی۔ وہ تعداد میں بارہ تھے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے زیاد نے دو آدمیوں کو روانہ کیا تھا جن کے نام عتبہ ابن اخنس (جو قبیلہ سعد ابن بکر میں سے تھا) اور سعد ابن نمران الہمدانی تھے۔ اس طرح ان سب کی مجموعی تعداد چودہ ہو گئی تھی۔ امیر معاویہ نے وائل ابن حجر اور کثیر ابن شہاب کو اپنے پاس بلایا اور ان کا خط لے کر پڑھا۔ بعد ازاں وائل نے شریح ابن ہانی کا

خط بھی ان کو دے دیا۔ انھوں نے پڑھ کر دیکھا تو یہ لکھا ہوا تھا: ۔ "مجھے اطلاع ملی ہے کہ زیاد نے میری شہادت لکھی ہے۔ اور حجر کے متعلق میری شہادت یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں زکواۃ دیتے ہیں۔ اور ہمیشہ حج اور عمرہ کرتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ ان کا خون بہانا اور مال ضبط کرنا حرام ہے۔ اگر آپ چاہیں تو انھیں قتل کر دیں اور چاہیں تو چھوڑ دیں"۔ امیر معاویہ نے کہا کہ "میں اس سے صرف یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ یہ شخص اپنے آپ کو تمہاری شہادت سے بری کرتا ہے"۔

غرض امیر معاویہ نے ان سب کو مرج عذراء میں قید کر دیا۔ جہاں پہنچ کر ان سے وہ دونوں اشخاص بھی آملے جن کو زیاد نے حجر اور ان کے اصحاب میں شامل کر دیا تھا۔ جب وہ دونوں پہنچ گئے اور عامر ابن اسود العجلی امیر معاویہ سے اس امر کی اطلاع کرنے گیا تو وہاں حجر ابن عدی نے بیڑیاں پہنے پہنے کھڑے ہو کر عامر سے کہا کہ آپ امیر معاویہ کو اطلاع کر دیجئے کہ ہمارا خون بہانا ان کے لیئے حرام ہے۔ اور یہ کہ ہم کو امان دی گئی ہے۔ اور ہم نے ان سے اور انھوں نے ہم سے صلح کر لی ہے اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ ہم نے کسی اہل قبلہ کو قتل نہیں کیا کہ ہمارا خون امیر کے لیئے حلال تصور کیا جائے۔ الغرض عامر نے امیر معاویہ کے پاس جا کر ان کو ان دونوں اشخاص کے ورود کی اطلاع دی۔ یزید ابن اسد البجلی اُٹھے اور اپنے برادران عمزاد یعنی عاصم اور ورقاء کے لیئے عفو گناہ کے طلب گار ہوئے۔ اس سے قبل جریر ابن عبداللہ البجلی ان دونوں کے متعلق لکھ چکے تھے کہ وہ دونوں جرم سے پاک ہیں۔ اور ان کے جرم سے بری ہونے کی شہادت دی تھی۔ لہٰذا معاویہ نے ان کو رہا کر دیا۔ پھر وائل ابن حجر۔ ابو اعور السلمی۔ حمزہ ابن مالک الہمدانی اور حبیب ابن مسلمہ کی سفارشوں پر بالترتیب ارقم۔ عتبہ ابن اخنس۔ سعد ابن نمران اور ابن حویہ کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد مالک ابن ہبیرۃ السکونی نے کھڑے ہو کر کہا کہ میری خاطر سے آپ میرے برادر عمزاد حجر کو بھی رہا کر دیجئے۔ امیر معاویہ بولے وہ تو ان سب کا سردار ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر میں اس کو رہا کر دوں گا تو وہ اپنے شہر میں فساد برپا کر دے گا۔ بلکہ ہم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ تم کو اس کے ساتھ عراق روانہ کر دیں۔ مالک نے کہا "معاویہ! بخدا آپ نے مجھ سے انصاف نہ کیا۔ میں جنگ صفین میں آپ کے ساتھ ہو کر آپ کے برادر عمزاد سے لڑا جس میں آپ کو فتح ہوئی اور آپ کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا۔ اور آپ کو کسی قسم کے خطرے کا خوف دامنگیر نہ ہوا۔ اب میں آپ سے اپنے برادر عمزاد

کے لیئے سوال کر رہا ہوں تو آپ انکار کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ اُٹھے اور اپنے گھر جا کر بیٹھ گئے۔
امیر معاویہ نے ہدبہ ابن فیاض القضاعی، حصین ابن عبد اللہ الکلابی، ابو شریف البدی کو حجر اور
اس کے ساتھیوں کی طرف روانہ کر دیا تاکہ ان میں جس جس کے قتل کا حکم دیا جائے اس کو قتل
کر دیں۔ چنانچہ وہ سب شام کے وقت حجر کے پاس پہنچے۔ جب خثعمی نے دیکھا کہ ان میں سے
ایک یک چشم ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم میں سے نصف قتل کیئے جائیں گے اور نصف رہا کر دیئے
جاویں گے۔ انھوں نے چھ کو رہا کر دیا۔ اور آٹھ کو قتل کر دیا۔ اور قتل کرنے سے پہلے ان سے
کہا کہ ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم تمہارے سامنے علیؑ سے برائت ظاہر کرنے اور ان پر لعنت کرنے کا
سوال پیش کریں۔ اگر تم اس کو قبول کر لو تو ہم تم کو ترک کر دیں۔ ورنہ قتل کر دیں۔ انھوں نے
جواب دیا کہ ہم ایسا کرنے والے نہیں۔ لہذا حکم ہونے پر ان سب کے لیئے قبریں کھودی گئیں
اور کفن مہیا کیئے گئے۔ حجر اور ان کے ہمراہیوں نے تمام رات نماز پڑھنے میں گزاری۔ جب
صبح ہوئی، اور ان کو قتل کرنے کے لیئے نکالا گیا، تو حجر نے کہا کہ مجھے ذرا وضو کر کے نماز پڑھ لینے دو۔
کیونکہ میں جب کبھی وضو کرتا ہوں تو نماز ضرور پڑھتا ہوں۔ چنانچہ ان کو نماز ادا کرنے کی اجازت
دی گئی۔ وہ نماز پڑھ کر وہاں سے ہٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ قسم بخدا۔ میں نے کبھی آج سے زیادہ
ہلکی نماز نہیں پڑھی۔ اور اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ لوگ یہ خیال کریں گے کہ میں موت سے
گھبرا گیا ہوں تو میں اور زیادہ نماز پڑھتا۔ اور پھر کہا کہ اے خدا! ہم اپنی امت کے خلاف
تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اہل کوفہ نے ہمارے خلاف شہادت دی اور اہل شام ہم کو
قتل کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر تم مجھے اس بنا پر قتل کرتے ہو تو میں مسلمانوں میں سے سب سے
پہلا شہسوار ہوں گا جو شام کی وادی میں ہلاک کیا گیا۔ اور سب سے پہلا مسلمان ہوں گا
جس پر اس کے کتے بھونکے۔ اس کے بعد ہدبہ ابن فیاض تلوار لیکر ان کی طرف گیا۔ وہ
کانپ اُٹھے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم کو تو یہ زعم تھا کہ تم موت سے نہیں گھبراتے، اگر تم اب بھی
اپنے صاحب (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ) سے برائت ظاہر کر دو تو ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔ انھوں نے
جواب دیا کہ بھلا میں کیا گھبراؤں۔ حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ قبریں کھدی ہوئی ہیں۔ کفن
پھیلے ہوئے ہیں۔ اور تلوار میان سے باہر ہے۔ خدا کی قسم اگر میں قتل سے گھبرا بھی جاؤں تو
کوئی کلمہ ایسا نہ نکالونگا جو خدا کی ناراضی کا باعث ہو۔ اس پر انھوں نے اُسے قتل کر دیا۔
کل چھ آدمی قتل کیئے گئے۔ عبد الرحمن ابن حسان العنزی اور کریم الخثعمی نے کہا کہ ہم کو امیر المومنین

کے پاس بھیج دو۔ ہم بھی اس شخص کے بارے میں جو کچھ وہ کہیں گے کہہ دیں گے۔ چنانچہ امیر معاویہ سے ان کے لئے اجازت طلب کی گئی۔ اور انھوں نے حاضری کی اجازت دی۔ جب وہ ان کے پاس آئے۔ تو الخثعمی نے کہا کہ اللہ اللہ اے معاویہ۔ آپ کو اس فنا ہو جانیوالی دنیا سے اس دائمی دار آخرت کیطرف انتقال کرنا ہے۔ وہاں آپ سے ہماری خوں ریزی کے متعلق سوال کیا جاوے گا۔ انھوں نے پوچھا تو حضرت علیؓ کے متعلق کیا کہتا ہے۔ کہا وہی کہتا ہوں جو آپ کہتے ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ کیا تو اپنے آپ کو (حضرت) علی (کرم اللہ وجہہ) کے دین سے بری رکھتا ہے۔ جس کا بدلہ آج خدا اسے دے رہا ہے۔ وہ خاموش رہا۔ شمر ابن عبداللہ (جو بنو قحافہ بن خثعم میں سے تھے) کھڑے ہوئے اور اس کے لئے بخشش کے خواستگار ہوئے۔ لہذا امیر معاویہ نے اسے اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ پھر کبھی کوفے میں داخل نہ ہو۔ چنانچہ اس نے موصل کی رہائش اختیار کر لی۔ الخثعمی کہا کرتا تھا کہ جب امیر معاویہ مر جائیں گے تو میں کوفے جاؤنگا۔ مگر وہ امیر معاویہ کی موت سے ایک ماہ پہلے ہی انتقال کر گیا۔

امیر معاویہ نے عبدالرحمٰن ابن حسان سے سوال کیا کہ اے ربیعہ کے بھائی تو علے (کرم اللہ وجہہ) کے متعلق کیا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ مجھے ویسے ہی رہنے دیجئے مجھ سے یہ سوال نہ کیجئے۔ کیونکہ آپ کے لئے یہی بہتر ہے۔ انھوں نے کہا کہ بخدا تجھے یوں ہی نہ رہنے دونگا۔ عبدالرحمٰن بولا میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت علیؓ خدائے تعالےٰ کے بڑے ذاکر آمر بالحق، قائم بالقسط اور عاف عن الناس تھے۔ پوچھا تو عثمانؓ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ کہا کہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ظلم کے دروازے کو کھولا اور حق کے دروازے کو بند کیا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ تو نے اپنے آپ کو قتل کیا۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ بلکہ میں نے ہی آپ کو قتل کیا۔ اور وادی میں کوئی بھی اہل ربیعہ میں سے ایسا نہیں ہے کہ وہ سفارش کرے۔ اس پر معاویہ نے اس کو زیاد کے پاس روانہ کر دیا کہ اس کو بری طرح قتل کرا دو۔ چنانچہ زیاد نے اسے زندہ دفن کرا دیا۔

مقتولین میں حجر ابن عدی۔ شریک ابن شداد الحضرمی یعنی ابن فسیل الشیبانی۔ قبیصہ ابن ضبیعۃ العبسی۔ محرز ابن شہاب السعدی التمیمی۔ کرام ابن حیان العنزی۔ اور عبدالرحمٰن ابن حسان العنزی تھے۔ موخر الذکر کو زیاد نے زندہ دفن کرا دیا تھا۔ ان سب کی مجموعی تعداد سات ہوتی ہے۔ ان کے قتل کے بعد ان پر نماز پڑھی گئی اور دفن کیا گیا۔

ہتے ہیں کہ حسن بصری کو حجر اور ان کے اصحاب کے قتل ہونیکی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ کفن پہناؤ اور دفن کرو ان کا منہ قبلہ کی جانب کرو سب نے کہا بہتر ہے پھر حسن بصری نے کہا خدا کی قسم ان کی قبروں کی زیارت کیا کرو"

مالک ابن ہبیرۃ السکونی کا یہ ہوا کہ جب امیر معاویہ نے حجر کے بارے میں ان کی سفارش قبول نہ کی تو وہ اپنی قوم کو جمع کر کے حجر اور ان کے اصحاب کو رہائی دلوانے کے ارادے سے عذرا کی طرف روانہ ہوئے راستے میں ان کے قاتل ان کو ملے جو مالک کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ وہ حجر کو رہائی دلانے کے لئے جارہے ہیں۔ مالک نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے توبہ کرلی ہے اور ہم لوگ امیر المومنین کو اطلاع دینے جارہے ہیں۔ وہ خاموش ہو گئے اور پھر عذرا کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں ان کو ایک شخص ملا جو وہیں سے آرہا تھا اس نے ان کو حجر وغیرہ کے قتل سے آگاہ کیا۔ اس پر مالک نے ان کے قاتلوں کے تعاقب کے لئے آدمی دوڑائے۔ مگر وہ ان کو نہ پاسکے۔ قاتلوں نے امیر معاویہ کے پاس پہنچ کر سب خبر دی۔ امیر نے سن کر کہا کہ وہ اپنے آپ میں ابھی تک گرم جوشی پاتا ہے۔ خیر اب سمجھنا چاہئے کہ یہ حرارت بجھ گئی۔ مالک اپنے گھر کی طرف چلے گئے مگر معاویہ کی طرف نہ گئے۔ جب رات ہوئی تو امیر معاویہ نے ان کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے اور کہلا بھیجا کہ آپ کی سفارش قبول کرنے میں صرف یہ بات مانع ہوئی کہ مجھے یہ خوف ہو گیا کہ اگر میں اسے چھوڑ دوں تو وہ سب ملکر ہمیں ایک اور جنگ میں مبتلا کر دیں گے۔ اور مسلمانوں کے لئے یہ بلا حجر کے قتل سے زیادہ سخت ہو جائیگی۔ مالک نے وہ درہم لے لئے اور ان کے نفس کو اطمینان و راحت حاصل ہو گئی۔

جب حضرت عائشہ رضؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے عبداللہ ابن حارث کو حجر اور اس کے ساتھیوں کی سفارش کرنے کی غرض سے امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ مگر وہ ان کے پاس اس وقت پہنچے کہ جب وہ سب قتل ہو چکے تھے۔ عبدالرحمن نے معاویہ سے سوال کیا کہ وہ ابوسفیان والا حلم آپ میں سے کہاں گیا۔ کہا وہ اس وقت سے جاتا رہا۔ جب سے کہ میرے پاس سے آپ کی طرح کے حلیم المزاج لوگ مفقود ہو گئے۔ اور ابن سمیہ نے مجھے آمادہ کیا اور میں اس کے کہنے میں آگیا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ "اگر یہ ہو سکتا کہ ہم کسی کام کو ہونے سے روک سکتے اور اس کا نتیجہ ہمارے لئے برا نہ ہوتا تو ہم حجر کی موت کو ضرور روک دیتے۔ خدا کی

قسم میں جانتی ہوں کہ وہ بڑا مسلمان اور بڑا حج و عمرہ کرنے والا آدمی تھا۔"

حسن بصریؒ کا قول ہے کہ معاویہ میں چار خصلتیں تھیں۔ اگر ایک ہی ہوتی تو وہ باعث ہلاکت ہوتی :۔

(۱)۔ ان کا اس امت میں تلوار لے کر نکلنا اور امر امت پر قابو کر لینا۔ یہاں تک کہ انھوں نے بقایائے صحابہ و فضلا میں سے بھی مشورہ نہ کیا۔

(۲)۔ ان کا اپنے بعد اپنے حد درجے کے نشہ باز، شرابی، ریشمی کپڑے پہننے والے اور طنبورے سے دل بہلانے والے بیٹے کا خلیفہ بنانا۔

(۳) ان کا زیاد سے الحاق نسب کرنا۔ حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ لڑکا صاحب ام الولد اور زانی بدکار کے لیے ہے۔

(۴)۔ ان کا حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنا۔ واویلا ہے حجر اور اصحاب حجر کے لیے!!

ان دنوں لوگ کہتے تھے کہ کوفے میں سب سے پہلی ذلت و خواری کی بات حضرت امام حسن ابن علی (رضی اللہ عنہما) کی وفات ہے پھر حجر کا قتل۔ اور پھر دعوت زیاد ؟

ہند بنت زید الانصاریہ (جو شیعہ ہونے کا دعوےٰ کرتی تھی) حجر کے مرثیہ میں کہتی ہے۔ (ترجمہ اشعار) :۔

"اے مہتاب روشن۔ بلند ہو، ذرا دیکھ تو سہی تجھے کہیں حجر بھی سفر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ معاویہ ابن حرب کی طرف جا رہا ہے تاکہ امیر کے ارادے کے مطابق وہ قتل کیا جائے۔ حجر کے بعد جابر و ظالم لوگوں کو آرام آگیا ہے۔ اور خورنق اور سدیر میں اب ان کے عیش و عشرت کا سامان ہو گیا ہے۔ اور اس کی موت کی وجہ سے بلاد ہیں خشک سالی اور قحط ہو گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کبھی بارش نہیں ہوئی۔ اے حجر! اے بنو عدی کے حجر۔ خدا تجھے خوش اور مسرور رکھے۔ جو مصیبت عدی پر نازل ہوئی ہے اس سے مجھے تجھ پر مصیبت نازل ہونے کا خوف ہو رہا ہے۔ اور میں اس بوڑھے سے ڈرتی ہوں جو شام میں غرا رہا ہے۔ اگر تو ہلاک ہو گیا تو سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں ہر ایک قوم کا سردار ضرور ہلاک ہو گا۔" ؟

حجر کے قتل کے متعلق علاوہ اس کے جو کچھ کہ اوپر بیان ہوا ایک اور روایت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک جمعہ کے دن زیاد نے خطبے کو اتنا طول دیا کہ نماز میں دیر ہو گئی

حجر ابن عدی نے کہا کہ نماز کا وقت آگیا ہے۔ مگر وہ خطبہ پڑھتے رہے۔ حجر نے پھر کہا کہ نماز کا وقت ہے۔ مگر وہ ایسے ہی پڑھتے رہے۔ آخر جب حجر کو نماز فوت ہو جانے کا خطرہ ہوا تو انھوں نے ایک مٹھی بھر سنگریزوں پر ہاتھ مارا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ لوگ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب زیاد نے یہ حالت دیکھی تو وہ بھی منبر پر سے اتر کر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔ اور بعد میں تمام واقعے کو خوب بڑھا چڑھا کر امیر معاویہ کو لکھ دیا۔ امیر معاویہ نے ان کو حکم دیا کہ حجر کو آہنی زنجیروں میں قید کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔ جب زیاد نے ان کو گرفتار کرنا چاہا تو ان کے لوگ ان کی حمایت پر کھڑے ہو گئے۔ مگر حجر نے کہا کہ نہیں نہیں۔ میں یہ سمع و طاعت قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ انھیں زنجیروں میں جکڑ کر امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ امیر معاویہ کے سامنے پہنچ کر انھوں نے کہا کہ السلام علیکم یا امیر المومنین۔ امیر بولے ہاں کیا میں ہی امیر المومنین ہوں۔ خدا کی قسم نہ تو میں تجھے معاف کروں گا اور نہ تجھ سے معافی مانگوں گا۔ اسے باہر لے جاؤ اور اس کی گردن مار دو۔ جو لوگ قتل کرنے کے لیے مامور ہوئے تھے حجر نے ان سے کہا کہ ذرا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ انھوں نے کہا کہ پڑھ لو۔ حجر نے دو رکعت نماز ادا کی۔ مگر تخفیف کے ساتھ اور کہا کہ اگر تم لوگ میرے ارادے کے سوا کچھ اور خیال نہ کرتے تو میں ان رکعتوں کو اور زیادہ طول دیتا۔ پھر ان کی قوم میں سے جو شخص وہاں موجود تھا اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری بیڑیاں مت اتارنا۔ اور نہ میرا خون دھونا کیونکہ میں کل کو معاویہ سے اسی طرح ملوں گا۔ اس کے بعد ان کی گردن مار دی گئی۔ کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد حضرت عائشہؓ معاویہ سے ملیں اور پوچھا کہ حجر کے معاملے میں تمہارا حلم کہاں چلا گیا تھا؟ جواب دیا کہ اس وقت میرے پاس کوئی نیک ہدایت دینے والا موجود نہ تھا۔ ﴿

ابن سیرین کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ جب امیر معاویہ کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ بار بار یہی کہتے تھے کہ :-

"اے حجر۔ آج کا دن تیری وجہ سے اتنا لمبا ہو گیا ہے۔" ﴿

{عباد بضم العین اور فتح بائے موحدہ اور اس کی تخفیف سے ہے}

ربیع کے عامل خراسان ہونے کا بیان

اسی سال زیاد نے ربیع ابن زیاد الحارثی کو خراسان کا عامل بنا کر بھیجا جس کی تفصیل یہ ہے

کر حلم ابن عمرو الغفاری نے اپنی وفات کے وقت انس ابن ابی اناس کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ زیاد نے اُسے معزول کر کے خلید ابن عبداللہ الحنفی کو مقرر کیا۔ پھر اسے بھی معزول کیا اور ربیع ابن زیاد کو ۵۱ھ میں مقرر کر کے اس کے ہمراہ اہل کوفہ اور بصرے میں سے پچاس ہزار آدمی مع اہل و عیال کے روانہ کیئے۔ ان میں بریدہ ابن حصیب اور ابو برزہ (جو رسول اللہ صلعم کے صحابیوں میں تھے) شامل تھے۔ یہ سب آدمی خراساں میں آباد ہو گئے۔ ربیع ابن زیاد نے وہاں پہنچ کر بلخ میں جنگ کی اور اُسے صلح سے فتح کر لیا۔ بعض مورخین کی رائے کے مطابق احنف ابن قیس سے صلح کرنے کے بعد انھوں نے فسخ معاہدہ کر لیا تھا۔ ربیع نے قہستان کو بزور شمشیر فتح کر کے اُس نواح کے تمام ترک باشندوں کو قتل کر دیا۔ اور اُن میں سے صرف نیزک طرخان باقی رہ گیا۔ آخر قتیبہ ابن مسلم نے اپنی ولایت کے زمانے میں اُسے بھی قتل کر دیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال (اور بقول بعض ۵۴ھ میں) جریر ابن عبداللہ البجلی کا انتقال ہوا۔ وہ اُس سال دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے جس سال جناب رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی۔

اسی سال سعید ابن زید نے انتقال کیا۔ اور مدینے میں دفن کیئے گئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال ۵۲ھ یا ۵۸ھ میں ہوا۔ وہ عشرۂ مبشرہ میں سے تھے۔

اسی سال ابو بکرۃ نفیع ابن حارث نے بھی انتقال کیا۔ وہ صحابۂ کرام میں سے تھے۔ اور ماں کی جانب سے زیاد کے بھائی تھے۔

اسی سال ام المومنین میمونہ بنت حارث نے بمقام سَرِف انتقال فرمایا اسی مقام پر ان کا نکاح رسول اللہ صلعم سے ہوا تھا۔ بعض رواۃ کا خیال ہے کہ ان کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی اور بعض بیان کرتے ہیں کہ ۶۶ھ میں ہوئی۔

اسی سال یزید ابن معاویہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اس سال عمال وہی حضرات تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

۵۲ھ کے واقعات

اس سال سفیان ابن عوف الاسدی نے روم میں جنگ کی اور وہیں موسم سرما بھی بسر کیا

ایک قول کے مطابق انہوں نے وہیں انتقال کیا۔ ان کے بعد عبداللہ ابن مسعدة الفزاری مقرر کیا گیا۔ ایک روائیت یہ ہے کہ سفیان نے نہیں بلکہ بسر ابن ابی ارطاۃ نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا تھا اور سفیان ابن عوف انکے ہمراہ تھے۔ اس سال کے موسم گرما میں محمدؐ بن عبداللہ الثقفی نے جنگ کی ہ

زیاد ابن خراش العجلی کے خروج کا بیان

اسی سال زیاد ابن خراش العجلی نے تین سو آدمیوں کو ہمراہ لیکر خروج کیا۔ اور سواد کے مقام مسکن میں پہنچا۔ زیاد نے اس کے مقابلے کے لیئے چند شہسواروں کو روانہ کیا جن کے سردار سعد ابن حذیفہ (یا شاید کوئی اور) تھے۔ انھوں نے زیاد ابن خراش کے آدمیوں کو مقام ماہ میں قتل کیا جہاں وہ چلے گئے تھے ہ

معاذ الطائی کے خروج کا بیان

اسی طرح قبیلۂ طے کے ایک شخص نے زیاد کے خلاف خروج کیا جس کا نام معاذ تھا۔ وہ اس سال تیس آدمیوں کو لے کر نہر عبدالرحمٰن ابن ام الحکم پر پہنچا۔ زیاد نے اس کی سرکوبی کے لیئے آدمی روانہ کیئے۔ جنھوں نے اُسے اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے اپنا جھنڈا اگر اکرامن طلب کیا تھا۔ ان لوگوں کو اصحاب نہر عبدالرحمن کہتے ہیں ہ

متعدد واقعات کا بیان

سعید ابن عاص نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ہ

اس سال عمال وہی لوگ تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ ہ

اسی سال عمران ابن حصین الخزاعی نے بصرے میں انتقال کیا۔ اور ابوایوب الانصاری بھی فوت ہوئے۔ ان کا اصلی نام خالد ابن زید تھا۔ وہ عقبہ اور بدر میں شریک تھے۔ اس سے قبل ذکر ہوا ہے کہ انھوں نے ۴۹ھ میں قسطنطنیہ میں انتقال فرمایا۔ ہ

اسی سال کعب ابن عجرہ نے بھی پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا ہ

۵۳ھ کے واقعات

اس سال عبدالرحمٰن ابن ام الحکم الثقفی نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا۔ ہ

اسی سال جنادہ بن ابی امیۃ الازدی نے جزیرہ روڈس کو فتح کیا۔ جو بحر میں واقع ہے مسلمان اس میں اترنے کو اتر تو گئے مگر اہل روم سے ڈرتے ہی رہے۔ انھوں نے اہل روم پر سختیاں کیں۔ اور بحر میں ان کا مقابلہ کر کے ان کی کشتیاں چھین لیں۔ امیر معاویہ نے اپنی عطاؤ اکرام کو پانی کی طرح بہادیا۔ دشمن ان سے ڈرتے تھے۔ اور جب امیر معاویہ کا انتقال ہوگیا تو ان کے صاحبزادے یزید نے بھی ان کو وہیں رہنے دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جزیرہ روڈس ۵۳ھ میں فتح ہوا۔

زیاد کی وفات کا بیان

اس سال ماہ رمضان میں زیاد ابن ابیہ نے کوفے میں انتقال کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ انھوں نے امیر معاویہ کو لکھا کہ میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے عراق کا پورا انتظام کرلیا اور سیدھا ہاتھ خالی ہے اسکو حجاز کے انتظام پر لگا دیجئے۔ امیر معاویہ نے ان کو اس پر تقرر کا حکم لکھ بھیجا۔ جب اہل حجاز کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو ان میں سے چند آدمی حضرت عبداللہ ابن عمر ابن الخطاب کے پاس گئے اور یہ واقعہ ان سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ خدا سے زیاد کے لئے بد دعا کرو۔ پھر خود قبلہ رو ہوکر زیاد کیلئے بد دعا کی جس میں وہ لوگ بھی شریک ہوگئے۔ انکی دعا یہ تھی: "اے خدا ہمکو زیاد کے شر سے بچا" نتیجہ یہ ہوا کہ زیاد کے داہنے ہاتھ کی ایک انگلی میں پھوڑا نکلا جس نے انکی جان لیکر چھوڑی۔ جب انکی موت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے قاضی شریح کو بلا کر کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ مرض پیدا ہوگیا ہے اور مجھے انگلی کاٹ دینے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ شریح نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ اگر موت قریب ہے تو آپ خدا سے دست بریدہ ہوکر ملیں گے۔ اور ایسا معلوم ہوگا کہ آپ نے اس سے ملنے کی کراہت کی وجہ سے ہاتھ کٹوا دیا ہے اور اگر موت میں تاخیر ہوئی تو آپ دست بریدہ ہوکر زندہ رہیں گے۔ اور اس طرح اپنی اولاد کو عیب ناک کردینگے۔ انھوں نے کہا کہ میں اور میرا پھوڑا ایک ہی چادر میں رات بسر نہیں کرسکتے۔ قاضی شریح ان کے پاس سے چلے گئے۔ لوگوں نے انسے حال پوچھا تو انھوں نے تمام واقعہ بیان کردیا۔ اسپر لوگوں نے انکو ملامت کی اور کہا کہ آپ نے ہاتھ کاٹ دینے کا مشورہ کیوں نہ دیا۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ "المستشار مؤتمن"[1]۔ غرضکہ زیاد نے ہاتھ کاٹ دینے کا ارادہ کیا۔ مگر آگ اور آہن داغ کو دیکھ کر گھبرا گئے اور یہ ارادہ ترک کردیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بریدِ دست کے ارادے سے اس وجہ سے باز آگئے کہ شریح نے ان کو یہی مشورہ دیا تھا۔ جب زیاد کی

[1] جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ ایک امانت دار ہے۔ (حق امانت اسکو ادا کرنا ضروری ہے)۔

موت کا وقت قریب آیا تو ان کے بیٹے نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کے لئے ساٹھ کپڑے تیار کر رکھے ہیں جن میں آپکو مکفون کرونگا۔ انھوں نے کہا کہ بیٹا تیرے باپ کو بہت جلد اس کے لباس سے بہتر لباس دیا جائیگا یا جو لباس دیا گیا ہے وہ بھی چھین لیا جائیگا۔ اس کے بعد انھوں نے دم توڑ دیا اور وہ کوفے کے ایک طرف مقام ثویہ میں دفن کر دیے گئے۔

جب ابن عمر کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ جا اے ابن سمیہ۔ نہ تو تو نے آخرت کو پایا اور نہ دنیا تجھ پر باقی رہی۔

ان کی پیدائش سنین ہجری کے سال اول میں ہوئی تھی۔ ؎
مسکین دارمی ان کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے (ترجمہ شعر) :۔

((جب زیاد نے ہم کو وداع کیا تو میں نے دیکھا کہ اسلام کی ترقی نے علانیہ منہ پھیر لیا۔

فرزوق نے (جس نے زیاد کی موت سے پہلے اسکی ہجو کبھی نہ کہی تھی) مسکین کے جواب میں یہ اشعار کہے (ترجمہ اشعار) :۔

((اے مسکین! خدا تیری آنکھ کو رلائے جس کے آنسو گمراہی میں نکل نکل کر بہہ گئے ہیں۔ تو اہل میسان کے ایک ایسے کافر شخص کو روتا ہے جو کسریٰ یا قیصر کے مانند اپنے اہل زمانہ پر جابرانہ حکومت کرتا تھا جب اسکی خبر مرگ لانیوالا میرے پاس پہنچا تو میں نے اس سے کہا کہ اسکی وجہ سے نہ کہ خاکی رنگ والے ہرن کیوجہ سے جوریت کے تنہا ٹیلے پر رہتا ہے (اسلام کو ضعف پہنچا ہے)

زیاد سرخ رنگ آدمی تھے انکی داہنی آنکھ کسیقدر جھکی ہوئی تھی انکی ڈاڑھی سفید اور مخروطی شکل کی تھی انکی قمیص اکثر پر پیوند دار ہوتی تھی

ربیع کی موت کا بیان

اسی سال ربیع ابن زیاد الحارثی عامل خراسان۔ زیاد کی وفات سے پہلے انتقال کر گئے۔

ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ وہ حجر ابن عدی کے قتل سے اس قدر ناراض ہوئے کہ ایک دن انھوں نے کہا کہ حجر کے بعد اہل عرب ہمیشہ قتل ہوا کریں گے۔ اگر وہ اس کے قتل کے وقت وہاں سے بھاگ جاتے تو ان میں سے کوئی شخص اس طرح بے بس ہو کر قتل نہ کیا جاتا۔ مگر وہ لوگ ٹھیر گئے اور ذلیل ہوتے یہ کہکر وہ جمعہ کے دن تک بالکل خاموش ہو گئے۔ جمعہ کے دن انھوں نے باہر نکل کر کہا کہ اے لوگو میں زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔ میں اس وقت ایک دعا کرتا ہوں تم سب ملکر آمین کہو۔ چنانچہ نماز کے بعد انھوں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی :۔ اے خدا اگر تیرے پاس میرے لئے خیر و برکت ہے تو جلد مجھے اپنے پاس اٹھا لے۔

سب نے آمین کہی۔پھر وہ وہاں سے نکلے اور ابھی حذنگاہ سے باہر بھی نہ گئے تھے۔کہ گر پڑے۔لوگ انہیں اُٹھا کر ان کے مکان پر لے گئے جہاں انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اور اسی دن انتقال کر گئے۔ان کی وفات کے دو ماہ بعد ان کے بیٹے نے بھی انتقال کیا۔اور خلید ابن یربوع الحنفی کو اپنا جانشین بنا کر چھوڑ گئے۔زیاد نے ان کو اس عہدے پر مستقل کر دیا۔ زیاد کے انتقال کے وقت سمرہ ابن جندب بصرے اور عبداللہ ابن خالد ابن اسید کوفہ کے عامل تھے۔ سمرہ بصرے میں اٹھارہ (اور بہ روایتے گیارہ) ماہ کے لیئے مقیم رہے جس مدت کے بعد امیر معاویہ نے ان کو وہاں سے معزول کر دیا۔اس پر سمرہ نے کہا کہ معاویہ پر خدا کی لعنت ہو۔خدا کی قسم اگر میں خدائے تعالے کی اس طرح خدمت کرتا جس طرح میں نے معاویہ کی کی تھی تو وہ مجھے کبھی سزا نہ دیتا۔ایک شخص نے سمرہ کے پاس آکر اپنے مال کی زکواۃ ادا کی۔اور اس کے بعد اس نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی۔سمرہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کیا گیا۔ابو بکرہ وہاں سے گذرے اور کہا کہ خدائے تعالے فرماتا ہے کہ:۔قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی۔ کہتے ہیں کہ سمرہ نے مرض ثُوَیہ میں سخت مصیبتیں جھیلنے کے بعد انتقال کیا۔٭

{ثُوَیہ ضم ثاء اور فتح واو سے ہے}

متعدد واقعات کا بیان

اس سال سعید ابن العاص عامل مدینہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔٭

اس تمام سال میں عبداللہ ابن خالد ابن اَسِید کوفے کے۔سمرہ بصرے کے۔اور خلید ابن یربوع خراسان کے عامل رہے۔٭

اس سال یہ ہوا کہ عبدالرحمن ابن ابی بکر صدیق نے مکے کے راستے میں سوتے سوتے انتقال کیا۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا انتقال اس کے بعد ہوا۔٭

اسی سال فیروز الدیلمی نے انتقال کیا۔وہ حضرت رسول اللہ صلعم کے صحابی تھے۔ اور امیر معاویہ کی طرف سے صنعا کے عامل تھے۔٭

اسی سال عمرو ابن حزم الانصاری فوت ہوئے۔٭

اسی سال فضالہ بن عبید الانصاری نے دمشق میں وفات پائی جہاں وہ امیر معاویہ کی طرف سے قاضی تھے۔یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے امیر معاویہ کے دوران حکومت کے

آخری حصے میں انتقال کیا۔ اور اس کے متعلق چند اقوال اور بھی ہیں۔ وہ جنگ احد اور اس کے مابعد کے واقعات میں شامل رہے تھے۔

۵۴ھ کے واقعات

غزوۂ روم اور جزیرہ ارواد کی فتح کا بیان

اس سال محمد ابن مالک نے بلاد روم میں موسم سرما اور معن بن یزید السلمی نے موسم گرما بسر کیا۔

اسی سال مسلمانوں نے جنادہ ابن ابی امیہ کی سپہ سالاری میں جزیرۂ ارواد کو فتح کیا۔ جو قسطنطنیہ کے قریب واقع ہے۔ وہ وہاں سات سال تک مقیم رہے۔ اور مجاہد ابن جبیر ان کے ہمراہ تھے۔ مگر جب امیر معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید تخت پر بیٹھا تو اس نے فوج کی واپسی کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں سے واپس آ گئے۔

مدینے سے سعید کے عزل اور مروان کے تقرر کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے سعید ابن عاص کو مدینے سے معزول کیا اور ان کی جگہ مروان کو مقرر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ امیر معاویہ نے سعید کو لکھا کہ مروان کے مکان کو منہدم کر کے اس کے مال و متاع پر قبضہ کر لو۔ تاکہ اس کی جگہ ایک صاف میدان بنایا جائے اور فدک ضبط کر لو۔ حالانکہ فدک انھوں نے خود مروان کو دیا تھا۔ سعید ابن العاص نے دوبارہ ان امور کے متعلق امیر معاویہ سے استصواب کیا۔ انھوں نے پھر وہی حکم لکھ بھیجا۔ سعید نے حکم کی تعمیل نہ کی اور دونوں خط اپنے پاس رکھ لیے۔ اس پر امیر معاویہ نے ان کو معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ مروان کو مقرر کیا۔

پھر امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ سعید ابن العاص کا مال و متاع ضبط کر کے ان کا مکان منہدم کر دو۔ چنانچہ مروان مزدوروں کو ساتھ لے کر سعید کے مکان پر اس کے انہدام کے لیے گیا۔ سعید نے ان سے پوچھا کہ اے ابو عبدالملک کیا تم میرا مکان گرانے آئے ہو۔ کہا۔ ہاں امیر المومنین نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ اگر وہ تم کو میرا مکان منہدم کرنے کا حکم دیتے تو تم بھی یہی کرتے۔ سعید نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہ کرتا۔ مروان نے کہا کہ تم کرتے اور خدا کی قسم

ضرور ایسا کرتے۔ سعید نے پھر کہا کہ ہرگز نہیں۔ اور یہ کہکر اپنے غلام کو حکم دیا کہ امیر معاویہ کا خط میرے پاس لے آؤ۔ وہ جا کر امیر معاویہ کے دونوں خط لے آیا۔ مروان نے ان کو پڑھ کر کہا کہ "حالانکہ امیرالمومنین نے تم کو حکم دیا تھا۔ مگر نہ تو تم نے اس کی تعمیل کی اور نہ مجھکو اس کی اطلاع دی"۔ سعید نے جواب دیا کہ میں تم کو قابل اعتماد نہیں سمجھتا تھا کہ تم اس بات کو چھپائے رکھوگے۔ بات یہ ہے کہ امیر معاویہ ہم دونوں کو آپس میں لڑانا چاہتے ہیں۔ مروان نے جواب دیا کہ خدا کی قسم تم مجھ سے اچھے ہو۔ یہ کہکر وہ سعید کا مکان منہدم کئے بغیر واپس چلا گیا۔

اس پر سعید ابن العاص نے امیر معاویہ کو لکھا کہ تعجب ہے کہ امیرالمومنین نے ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا۔ وہ چاہتے ہیں کہ باوجود آپس کی قرابت کے میں اور مروان باہم برسر کینہ ہوجائیں امیرالمومنین کا حلم۔ ان کا خبیث لوگوں کی ناپسندیدہ باتوں پر صبر و عفو۔ ان کا ہمارے مابین قطع تعلقات اور غم و اندوہ کا ذریعہ قائم کرنا اور ہماری اولادوں کا یہ کینہ و بغض ورثے میں پانا! اور خدا کی قسم اگر ہم ایک ہی باپ کی اولاد نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم کو خلیفۂ مظلوم امیرالمومنین کی نصرت کے لئے متفق کرکے آپ پر جمع نہ کرتا۔ ان سب باتوں کا لحاظ امیرالمومنین کے لئے لازمی تھا۔ اس کے جواب میں امیر معاویہ نے ان کو عذر خواہی اور طلب عفو کا خط لکھا اور لکھا کہ میں پھر تم سے حسن عہد قائم کرتا ہوں۔ اسکے بعد جب سعید امیر معاویہ سے ملنے گئے تو انھوں نے مروان کے متعلق سوال کیا۔ سعید نے ان کی تعریف کی۔ امیر معاویہ نے پوچھا کہ کس وجہ سے اس میں اور تم میں کدورت ہوگئی ہے سعید نے کہا کہ وہ مجھسے اپنے شرف کی وجہ سے خائف تھے۔ اور میں اپنے شرف کی بنا پر۔ پوچھا کہ تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ کہا کہ اس کو تو میں پوشیدہ رکھتا ہوں خواہ ان کی موجودگی میں ہو یا انکے پس پشت ۔

عبیداللہ ابن زیاد کے حاکم خراسان مقرر ہونے کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے سمرہ ابن جندب کو معزول کرکے بصرے پر عبداللہ ابن عمرو ابن غیلان کو چھ ماہ کے لئے مقرر کیا۔

اسی سال امیر معاویہ نے عبیداللہ ابن زیاد کو عامل خراسان مقرر کیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد امیر معاویہ کے پاس گیا تو انھوں نے سوال کیا کہ تمہارے باپ نے کوفے اور بصرے پر کس کو مقرر کیا ہے۔ عبیداللہ نے بتلایا کہ فلاں

فلاں کو مقرر کیا ہے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اگر تمھارے باپ نے تم کو مقرر کیا ہوتا تو میں بھی تم کو ہی مقرر کر دیتا۔ اس پر عبید اللہ نے کہا کہ میں خدا کا واسطہ دلا کر آپ کو یہ کہتا ہوں کہ آپ کے بعد کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ اگر تمھارے باپ یا چچا نے تم کو مقرر کیا ہوتا تو میں تم کو ضرور مقرر کر دیتا۔ اس پر امیر معاویہ نے اسکو خراسان کا عامل مقرر کر دیا۔ اور یہ کہا کہ خدا سے ڈرتے رہو۔ اس کے خوف پر کسی اور کے خوف کو مقدم مت رکھو۔ کیونکہ خوف خدا سے عزت ہوتی ہے۔ اپنی عزت اور آبرو بڑھاؤ نہ کہ اس کو ملوث کرو۔ جب کسی سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو۔ زیادہ کو کم کے عوض میں فروخت نہ کرو۔ جب تک کہ تم کسی امر کے متعلق خوب پختگی سے رائے قائم نہ کر لو اس کا اظہار نہ کرو۔ کیونکہ ایک دفعہ تمھارے ہاتھ سے نکلا تو پھر تم تک واپس نہ آئے گا۔ جب دشمن سے مقابلہ ہو اور وہ پہاڑی ناہموار علاقہ میں تم پر غلبہ حاصل کرے تو کر لے مسطح میدان میں کبھی تم اسے اپنے اوپر غلبہ حاصل نہ کرنے دینا۔ کسی کو ایسی چیز کی طمع نہ دلاؤ جس میں کہ اس کا حق نہیں۔ اور نہ کسی کو ایسی چیز سے مایوس کرو جس میں اس کا حق ہے۔ اس نصیحت کے بعد اس کو رخصت کیا۔ اس وقت عبید اللہ کی عمر پچیس برس کی تھی۔

عبید اللہ خراسان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور اونٹوں پر سوار ہو کر دریا کو عبور کر کے بخارا پہنچا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے ایک لشکر کے ساتھ بخارا کے پہاڑوں کو قطع کیا۔ اس نے وہاں پہنچکر رامنی نسف اور بیکند کو فتح کیا جو ملک بخارا میں واقع ہیں۔ پھر اہل بخارا پر حملہ کیا۔ اور بہت سا مال غنیمت جمع کیا۔ جب اس نے ترکوں سے مقابلہ کر کے ان کو شکست دی تو ترکوں کے بادشاہ کی زوجہ بھی اپنے خاوند کے ہمراہ تھی۔ بھاگتے وقت ان لوگوں نے اسے جلدی جلدی موزے پہنائے۔ گھبراہٹ میں صرف ایک موزہ پہنا دوسرا وہیں رہ گیا۔ اسے مسلمانوں نے اٹھا لیا اور دو لاکھ درہم اسکی قیمت ٹھیری اس نے ترکوں سے جو مقابلہ کیا تھا وہ خراسان کی فوجوں کے ساتھ کیا تھا جن کا ذکر آگے آئیگا۔ اس کا بہت کچھ رعب قائم ہو گیا۔ وہ خراسان میں دو سال مقیم رہا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال مروان ابن حکم امیر مدینہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ کوفے میں عبد اللہ ابن خالد

اور بقول بعض ضحاک ابن قیس۔ اور بصرے میں عبداللہ ابن عمرو ابن غیلان حکمران تھے۔
اس سال ابو قتادۃ الانصاری نے ستر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان کا انتقال ۴۰ھ میں ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ان کے جنازے کی نماز ادا کی تھی۔ جس میں سات مرتبہ تکبیر کہی تھی۔ وہ حضرت علیؓ کی تمام جنگوں میں ان کے ساتھ تھے۔ اور جنگ بدر میں بھی شریک تھے۔

اسی سال حویطب ابن الفریٰ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اسی سال ثوبان مولائے رسول اللہ صلعم نے بھی انتقال کیا۔

اسی سال (اور بقول بعض ۵۸ھ میں) اسامہ ابن زید کا انتقال ہوا۔

اسی سال سعید ابن یربوع بن عنکثہ ایک سو چوبیس برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ وہ صحابۂ کرام میں سے تھے۔ علی ہذا القیاس مخرمۃ ابن نوفل نے ایک سو پندرہ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ وہ فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھے۔

عبداللہ ابن انیس الجہنی نے بھی اسی سال انتقال کیا۔

اسی سال (اور بقول بعض ۵۸ھ میں) زید ابن شجرۃ الرھاوی ایک جنگ کے دوران میں شہید ہوئے۔

۵۵ھ کے واقعات

ایک روایت کے مطابق اس سال سفیان بن عوف الازدی نے موسم سرما بسر کیا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ سفیان نہیں بلکہ عمرو ابن محرز تھے۔ ایک اور بیان یہ ہے کہ وہ عبداللہ ابن قیس الفزاری یا شاید مالک ابن عبداللہ تھے۔

ابن زیاد کی ولایت بصرے کا بیان

اسی سال امیر معاویہ نے عبداللہ ابن عمرو ابن غیلان کو ولایت بصرے سے معزول کر کے عبیداللہ ابن زیاد کو ان کی جگہ مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بصرے کے منبر پر سے تقریر کر رہے تھے کہ بنو ضبۃ کے ایک شخص نے ان پر سنگریزے پھینکے انھوں نے اس کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ بنو ضبۃ ان کے پاس گئے اور کہا کہ ہمارے آدمی نے

جو کچھ قصور کیا سو کیا۔ اور آپ اُسے سزا بھی دے چکے مگر ہم اس بات سے بے خوف نہ ہونگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری خبر امیرالمومنین کے پاس پہنچ جائے اور وہ ہم سب کو سزا دیں۔ لہذا آپ امیرالمومنین کے نام ایک خط لکھ کر ہمیں دے دیں تاکہ ہمارا کوئی شخص اُسے ان کے پاس لے جائے۔ اور کہہ دے کہ آپ نے محض شبہ کی بنا پر اس کا ہاتھ کٹوا دیا ہے۔ اور کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے اس مضمون کا ایک خط لکھ کے ان کے حوالے کیا۔ جب نیا سال شروع ہوا تو عبداللہ معاویہ کے پاس گئے۔ اور اُدھر سے اہل ضبتہ بھی وہ خط لیئے ہوئے ان کے پاس پہنچے۔ اور دعوے کیا کہ عبداللہ نے ان کے ایک آدمی کا ہاتھ ظلم سے کٹوا دیا ہے۔ امیر معاویہ نے وہ خط دیکھکر کہا کہ یہ امر کہ میرے عمال سے خون کا بدلہ لیا جائے اس کی تو کوئی سبیل نہیں۔ البتہ اتنا ہو سکتا ہے کہ بیت المال سے اس کا معاوضہ تمہارے آدمی کو ادا کر دیا جائے۔ اس کے بعد انھوں نے عبداللہ کو بصرے سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ ابن زیاد کو مقرر کیا۔ ابن زیاد نے اسلم ابن زرعتہ الکلابی کو خراسان کا والی بنا دیا۔ مگر اسلم نے نہ تو کوئی جنگ کی اور نہ کوئی مقام فتح کیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے عبداللہ بن خالد کو کوفے سے معزول کیا اور ضحاک ابن قیس کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اور ایک روایت وہ بھی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اسی سال ارقم ابن ارقم المخزومی نے انتقال کیا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن کے مکان پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مکے میں پناہ لی تھی۔ موت کے وقت ان کی عمر اسی سال اور کچھ اور زیادہ تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال اسی دن ہوا جس دن حضرت ابوبکرؓ کا ہوا تھا۔

اسی سال ابو یسر کعب بن عمرو الانصاری نے وفات پائی۔ وہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ اور صفین میں حضرت علیؓ کے ہمراہ ہو کر لڑے تھے۔ ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ ان کی وفات اس سے قبل ہوئی۔

اسی سال مروان ابن الحکم نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

سنہ ۵۶ھ کے واقعات

اس سال جنادہ ابن ابی امیہ نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ جنادہ نے نہیں بلکہ عبدالرحمٰن ابن مسعود نے ایسا کیا تھا کہتے ہیں کہ اس سال یزید ابن شجرہ نے سمندر میں اور عیاض ابن حارث نے خشکی پر جنگ کی اس سال امیر معاویہ نے ماہ رجب میں عمرہ ادا کیا۔ اور ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

یزید کے لئے ولایت عہد کی بیعت کا بیان

اس سال لوگوں نے یزید سے اس کے باپ کے ولیعہد ہونے کی بیعت کی۔

اس امر کی ابتدا اور تحریک مغیرہ ابن شعبہ سے ہوئی۔ امیر معاویہ نے ارادہ کیا کہ ان کو کوفے سے معزول کر کے ان کی جگہ سعید ابن عاص کو مقرر کریں۔ مغیرہ کو ان کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے کہا کہ بہتر یہ ہوگا کہ میں خود امیر معاویہ کے پاس جا کر عہدۂ عاملی سے استعفا دے آؤں۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مجھے حکومت سے نفرت و کراہت ہے اس خیال سے وہ امیر معاویہ کے پاس روانہ ہو گئے۔ اور جب وہاں پہنچ لیے تو انھوں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اگر اب میں تمھارے لئے امارت و ولایت حاصل نہ کروں تو پھر کبھی نہ کرونگا۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ اور وہاں یزید سے ملاقات کی۔ اس سے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے جلیل القدر صحابی تو گذر گئے۔ اب نہ آنحضرت کے خاندان مبارک میں سے کوئی باقی ہے۔ نہ بزرگان قریش میں سے کوئی رہ گیا ہے۔ اور نہ بڑی عمر کے لوگ موجود ہیں البتہ ان حضرات کی اولاد موجود ہے۔ اور آپ ان سب میں بلحاظ رائے افضل و احسن اور سنت و سیاست میں ان سب سے زیادہ عالم ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ امیرالمومنین کو کون سی بات اس امر کے مانع ہے کہ وہ آپ کے لئے بیعت کا انعقاد کریں۔ یزید نے پوچھا کہ کیا آپکی رائے میں یہ کام پورا ہو جائیگا؟ کہا کہ ہاں۔ یہ سنکر یزید اپنے والد کے پاس گیا۔ اور مغیرہ کی گفتگو سے ان کو اطلاع دی۔ امیر معاویہ نے مغیرہ کو بلا کر دریافت کیا کہ یزید کیا کہتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اے امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کے بعد جو کچھ خون ریزی اور اختلاف ہوا ہے وہ تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ یزید آپ کا جانشین ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ اس کے لئے بیعت منعقد کریں۔ اگر کوئی حادثہ پیش آیا تو وہ لوگوں کا پشت و پناہ اور آپ کا جانشین ہو سکیگا۔ اس لئے نہ تو خون ریزی ہونے پائے گی اور نہ کسی طرح کا فتنہ و فساد اٹھیگا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ مگر اس میں میرا ضامن اور معاون کون ہوگا۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ

اہل کوفہ کے لئے میں اور بصرے کے لئے زیاد کافی ہیں ان دونوں شہروں کے بعد کوئی شخص آپکی مخالفت نہ کریگا۔" امیر نے کہا کہ اچھا تم اپنی ولایت کو واپس چلے جاؤ۔ اور وہاں جا کر ایسے لوگوں سے اس کے متعلق گفتگو کرو جن پر تم کو وثوق و اعتبار ہو۔ پھر ہم تم دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے یہ کہہ کر مغیرہ کو رخصت کر دیا۔ ؛

امیر معاویہ کے پاس سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں میں واپس آئے۔ انھوں نے پوچھا کہو کیا ہوا؟ کہا کہ میں نے امیر معاویہ کے پاؤں کو امت محمدی کی بعید الغائت رکاب میں رکھ دیا ہے۔ اور ان کے امور میں ایسا شگاف کیا ہے جو ابد تک بھی بند نہ ہوگا۔ اور یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر):-

"مجھ ہی جیسا آدمی تو دشمن کے رازوں میں شریک ہوتا ہے اور مجھ جیسے ہی آدمیوں کو بڑے بڑے غضبناک دشمن گرامی قدر سمجھتے ہیں!" ؛

الغرض اس کے بعد مغیرہ وہاں سے واپس آئے اور کوفے میں ایسے ایسے لوگوں سے امر یزید کا ذکر کیا جن پر وہ اعتبار کرتے تھے۔ اور جن کو وہ یہ جانتے تھے کہ بنو امیہ کے طرفداروں کی جماعت میں سے ہیں۔ ان سب نے بیعت یزید کے متعلق ان کی رائے کو قبول کیا۔ لہذا ان میں سے انھوں نے دس اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دس سے زائد اشخاص کا ایک وفد تیار کیا۔ اور ان کو تیس ہزار درہم دیکر اپنے بیٹے موسے ابن مغیرہ کے ماتحت روانہ کیا۔ چنانچہ وہ سب لوگ معاویہ کے پاس پہنچے۔ اور بڑے زور وشور سے بیعت یزید کے خیال سے اتفاق کلی ظاہر کر کے ان سے انعقاد بیعت کی درخواست کی۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ابھی تم اپنی اس رائے کے ظاہر کرنے میں عجلت نہ کرو۔ بلکہ اپنی رائے پر جمے رہو۔ پھر موسے سے سوال کیا کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کے دین کو کتنے میں خریدا۔ کہا تیس ہزار درہم میں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنے دین کو کیسا آسان سمجھ رکھا ہے!

ایک روایت یہ بھی ہے کہ مغیرہ نے چالیس آدمیوں کو بھیجا تھا۔ اور اپنے بیٹے عروہ کو ان کا سردار مقرر کیا تھا۔ جب وہ لوگ امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے تقریریں کرنا شروع کیں۔ اور کہا کہ ہم کو امت محمدی کی ہمدردی کے خیال نے یہاں بھیجا ہے۔ اے امیر المومنین! آپ کا سن مبارک بہت زیادہ ہو گیا ہے اور ہم کو اتحاد و اتفاق کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ لگا ہوا ہے۔ لہذا آپ ہمارے لئے ایک نصب العین مقرر فرمائیے۔

اور حد متعین کیجئے تا کہ ہم اسکی طرف چلیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہیئے۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم یزید ابن امیر المومنین کے حق میں مشورہ دیتے ہیں۔ معاویہ نے پوچھا کہ کیا تم سب اس امر میں راضی ہو۔ کہا ہاں۔ امیر نے پوچھا کہ یہ تمھاری ہی رائے ہے؟ کہا ہاں۔ ہماری بھی ہے اور ان لوگوں کی بھی ہے جو ہمارے پیچھے وہاں ہیں۔ اس پر امیر معاویہ نے ان سب سے پوشیدہ طور پر عروہ سے سوال کیا کہ تمھارے باپ نے ان سب کا دین کتنے میں خریدا ہے۔ انھوں نے کہا کہ چار سو دینار میں۔ امیر بولے کہ مغیرہ نے ان کے دین کو بہت سستا پالیا ہے۔ پھر اہل وفد سے مخاطب ہو کر کہا کہ اچھا جس غرض کیلئے تم آئے ہو ہم اس میں غور کریں گے۔ پھر جو کچھ خدا کے ارادے میں ہو گا ہو جائیگا اور عجلت سے تاخیر اچھی ہے وفد واپس چلا گیا۔ اور امیر معاویہ کا یزید کے لئے بیعت لینے کا ارادہ قوی ہو گیا۔ اور انھوں نے مشورہ کے لئے زیاد کو خط لکھا۔

زیاد نے عبید ابن کعب النمیری کو بلایا اور کہا کہ ہر مشورہ طلب کرنے والے کے لئے وثوق اور ہر راز کے لئے ایک جائے ودیعت ہوتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لوگوں میں دو خصلتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو افشائے راز اور دوسرے ایک اہل غرض سے اظہار خیر خواہی کرنا۔ اور راز داری کے لئے وہی شخص مناسب ہوتا ہے جو یا تو ثواب آخرت کا امیدوار ہو یا وہ جس کو دنیا میں شرافت نفس حاصل ہو۔ اور اپنے حسب کو محفوظ و مصئون رکھنے کے لئے کافی عقل رکھتا ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ دونوں موخر الذکر باتیں تم میں موجود ہیں۔ اور میں نے تم کو ایک ایسے امر کے لئے بلایا ہے جس کے متعلق میں کتابوں کے بطون کو بھی قابل اتہام سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ امیر المومنین نے فلاں فلاں معاملے میں مشورہ طلب کرنے کے لئے مجھے خط لکھا ہے۔ اور وہ لوگوں کی نفرت سے خائف بھی ہیں اور ان کی تابعداری کی امید بھی رکھتے ہیں امر اسلام کا تعلق اور اس کی ضمانت بہت مشکل کام ہے۔ یزید کے مزاج میں نرمی اور سبکی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی شکار کا از حد دلدادہ ہے۔ اس لئے تم امیر المومنین سے ملو ان سے یزید کے عادات و خصائل بیان کرو اور کہو کہ ابھی اس امر میں توقف کریں۔ اسمیں شک نہیں کہ اسکو تکمیل تک پہنچانا بہت مناسب ہے مگر جلدی نہ کریں۔ کیونکہ کسی امر کو تاخیر کے بعد حاصل کرنا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ عجلت کی وجہ سے اُسے فوت ہی کر دیا جائے۔ عبید نے زیاد سے کہا کہ بھلا اس کے

بجائے کچھ اور ہی کیوں نہ کیا جائے ؟ زیاد نے پوچھا وہ کیا ہے؟ کہا کہ آپ امیر معاویہ کو ان کی رائے سے بدظن نہ کیجئے۔ اور نہ ان کے دل میں ان کے بیٹے کی طرف سے بغض پیدا کیجئے۔ بلکہ میں خود یزید سے ملونگا۔ اور کہونگا کہ تمھارے والد نے آپ (زیاد) سے تمھارے لئے بیعت کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے۔ اور یہ کہ آپ کو خوف ہے کہ لوگ تمھاری بعض سبکیوں کی وجہ سے تم پر الزام نہ لگادیں۔ اور یہ کہ آپ کے خیال میں اگر وہ (یعنی یزید) ایسی باتوں کو ترک کردے جن سے لوگوں کے دل میں اس کے خلاف کینہ پیدا ہوگیا ہے۔ تو اسی کے حق میں بہتر ہوگا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے آپکی رائے اور عمل کو استحکام ہوگا عوام کے خلاف آپ کے لئے ایک حجت قائم ہوجائیگی اور پھر جو کچھ آپ چاہتے ہیں وہ پورا ہوسکیگا اس طرح آپ امیر المومنین کو نصیحت بھی کردیں گے اور امت محمدیؐ کے متعلق جس امر کا آپ کو خوف ہے اس سے بھی آپ سلامتی حاصل کرلیں گے۔ زیاد نے کہا کہ خدائے تعالےٰ کی برکت سے تم نے نشانے پر تیر تو چلایا ہے۔ اگر وہ نشانے پر بیٹھ گیا تو کیا ہی خوب ہوا۔ اور اگر خطا ہوا تو تم پر مجھے کوئی بدگمانی نہ ہوگی کیونکہ تمھاری یہی رائے ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ اب خدائے تعالیٰ کے علم غیب میں جو ہے وہ پورا ہوکر رہے گا۔ غرض کہ عبید ابن کعب یزید کے پاس گئے اور اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ اپنی بہت سی باتوں سے باز آگیا۔ مزید براں زیاد نے عبید کو امیر معاویہ کے نام ایک خط دیا تھا۔ جس میں انھوں نے امیر کو درنگ اور تعویق کا مشورہ دیا تھا۔ اور یہ لکھا تھا کہ عجلت سے کام نہ لیں۔ چنانچہ انھوں نے اس رائے کو قبول کیا تھا۔!

جب زیاد کا انتقال ہوگیا تو امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینے کا عزم کرلیا۔ چنانچہ انھوں نے عبداللہ ابن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے جو انھوں نے قبول کئے لیکن جب ان کے سامنے بیعت یزید کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ خوب! ان کا یہ ارادہ تھا۔ اس کے تو یہ معنی ہیں کہ میرا دین بہت ارزاں ہے۔ یہ کہہ کر وہ قبول بیعت سے دست بردار ہوگئے۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے مروان ابن حکم کو لکھا۔ کہ اب میری عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ میری ہڈیاں تک کھوکھلی ہوگئی ہیں۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرے بعد امت میں پھر اختلاف نہ ہوجائے۔ اس لئے میری یہ رائے ہے کہ میں کسی شخص کو انتخاب کردوں کہ جو میرے بعد قیام سلطنت کا ذمہ دار ہوسکے۔ مگر مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ بغیر اُن

لوگوں کے مشورے کے جو تمھارے نزدیک ہیں کچھ کروں۔ لہذا تم اس معاملے کو ان لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ اور وہ جو کچھ اسکا جواب دیں اس سے مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ مروان نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی اور اس امر سے ان کو مطلع کیا۔ لوگوں نے کہا کہ انھوں نے ٹھیک کیا اور درست کہا۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی شخص کا انتخاب کر کے ہمیں بتلائیں اور انتخاب میں غلطی نہ کریں۔ مروان نے معاویہ کو یہی لکھ دیا۔ اور انھوں نے جواب میں یزید کے انتخاب کا ذکر کیا۔ مروان نے پھر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا کہ امیرالمومنین نے تمھارے ایک شخص کا انتخاب کر لیا۔ اور انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی۔ چنانچہ اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنا دیا۔ اس پر عبدالرحمن ابن ابو بکر نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ اے مروان تم بھی جھوٹے ہو اور معاویہ بھی جھوٹے ہیں امت محمدی (صلعم) کے لئے تمھارا ارادہ کسی کو انتخاب کرنے کا نہیں۔ بلکہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ اس کو ہرقلیہ بنا دیا جائے کہ جب ایک ہرقل مر گیا تو دوسرا ہرقل اس کی جگہ متمکن ہو گیا۔ مروان نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کے لئے خدائے تعالی نے۔ والذی قال لوالدیہ اُفٍّ لکما۔ والی آیۃ نازل کی ہے حضرت عائشہ رضہ نے ان کا یہ قول سنا تو انھوں نے پردے کے پیچھے سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے مروان اے مروان۔ (یہ آواز سنکر سب خاموش ہو گئے۔ اور مروان بھی اسی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے) کیا تم یہ کہتے ہو کہ عبدالرحمن کے حق میں قرآن نازل ہوا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ خدا کی قسم وہ وہ شخص نہیں ہیں بلکہ یہ آیۃ فلاں ابن فلاں کے حق میں اُتری مگر تم تو خدا کے نبی صلعم کی لعنت کے ایک ٹکڑے ہو۔ پھر حضرت امام حسین رضہ نے کھڑے ہو کر بیعت یزید سے انکار کیا۔ اور ابن عمر اور ابن زبیر نے بھی ایسا ہی کیا۔ مروان نے امیر معاویہ کو ان تمام باتوں کی خبر دی۔

اس اثناء میں امیر معاویہ نے اپنے عمال کو یزید کی تعریف و توصیف کرنے اور انکے پاس مختلف شہروں سے وفود بھیجنے کو لکھا۔ چنانچہ محمد بن عمرو ابن حزم مدینے سے اور احنف ابن قیس بصرے سے وفد میں ان کے پاس پہنچے۔ محمد ابن عمرو نے امیر معاویہ سے کہا کہ ہر راعی سے اسکی رعیت کا سوال کیا جائیگا۔ لہذا آپ خوب غور فرمالیجئے کہ آپ امت محمدی کے امر کا کس کو والی بناتے ہیں۔ اس سے امیر معاویہ پر کچھ ایسی نگونساری طاری ہوئی کہ ان کو سردی کے موسم میں تنفس شروع ہو گیا۔ پھر انھوں نے احنف کو یزید کے پاس جانے کا حکم دیا۔ اور جب وہ اس کے پاس ہو کر واپس آئے تو امیر معاویہ نے انسے پوچھا کہ کہو تم

نے اپنے برادرعزاد کو کیسا پایا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے شباب۔ نشاط۔ درشتی اور مزاح دیکھا۔
اسکے بعد جب امیر معاویہ کے پاس وفود جمع ہوگئے تو انھوں نے ضحاک ابن قیس الفزاری کو کہا کہ پہلے
میں کلام کرونگا۔ اور جب میں چپ ہوجاؤں تو تم لوگوں کو یزید کی بعیت کے لئے دعوت اور مجھے اس
امر کیلئے ترغیب دینے لگنا۔ چنانچہ جب امیر معاویہ لوگوں کے سامنے بیٹھے تو انھوں نے امر اسلام
کی عظمت وحرمت اور حق خلافت کا اظہار کیا اور خدائے تعالےٰ نے اولوالامر کی اطاعت
کا جو حکم دیا ہے اس کو بیان کرکے یزید اور اسکی فضیلت اور اس کے علم سیاست کا ذکر کیا۔ اور
اس کی بیعت کو پیش کیا۔ اس کے بعد ضحاک ابن قیس نے ان کے سلسلۂ کلام کو جاری رکھا
اور خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ اے امیر المومنین یہ تو لابدی امر ہے کہ آپ کے
بعد لوگوں کا کوئی والی ہو۔ ہم نے جماعت اور الفت کی آزمایش کرلی ہے۔ اور یہ معلوم کیا
ہے کہ دونوں چیزیں جانوں کی نہایت درجہ محافظ۔ آفت ومصیبت کے وقت نہایت
مناسب۔ راستوں کو نہایت پرامن کرنے والی اور عاقبت میں بہترین ہیں اور ایام زمانہ
میں کجی ہے اور وہ پلٹا کھاتے رہتے اور اللہ جل شانہ ہر روز اپنی نئی شان میں ہے۔
یزید ابن امیر المومنین میں جہاں تک مجھے علم ہے حسن ہدایت اور سیرت کی میانہ روی ہے۔ وہ
ہم سب میں بلحاظ علم وحلم افضل اور رائے میں نہایت ذکی اور ذہین ہے۔ لہٰذا آپ اسی
کو اپنا ولیعہد اور اپنے بعد ہمارا سردار اور جائے پناہ بنائیے۔ تاکہ ہم اس کے سائے میں
پناہ لے سکیں اور مسکن گزیں ہوسکیں۔ عمرو بن سعید الاشدق نے بھی اسی قسم کی تقریر
کی۔ پھر یزید بن مقنع العذری نے اٹھکر کہا۔ کہ یہ (امیر معاویہ کی طرف اشارہ کرکے)
امیر المومنین ہیں۔ ان کی موت کے بعد یہ (یزید کی طرف اشارہ کرکے) امیر المومنین ہوگا
اور اگر کسی نے انکار کیا تو یہ (اپنی تلوار کی طرف اشارہ کرکے) فیصلہ کریگی امیر معاویہ نے
کہا کہ آپ بیٹھ جائیے۔ آپ سید الخطباء ہیں۔ ان کے بعد وفود میں جو جو موجود
تھے انھوں نے تقریر کی۔ پھر امیر معاویہ نے احنف سے کہا کہ اے ابو بحر تم کیا
کہتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر ہم سچ کہیں تو آپ لوگوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔
اور اگر جھوٹ کہیں تو خدا سے خوف آتا ہے اے امیر المومنین آپ یزید کے لیل ونہار ظاہر و
باطن اور دخل وخرج سے واقف ہیں۔ پس اگر آپ انکو اللہ تعالیٰ اور امت کے لئے پسندیدہ
خیال کرتے ہیں تو مشاورت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ انکے متعلق اسکے سوا کچھ اور رائے رکھتے ہیں تو

جبکہ آپ خود راہی آخرت ہونے والے ہیں آپ اس معاملہ کو توشئہ دنیا بنا کر نہ چھوڑتے جایئے۔ اور ویسے ہم پر تو یہی فرض ہے کہ ہم کہہ دیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اہل شام میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ معدی اور عراقی لوگ کیا کہہ رہے ہیں سچ یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع واطاعت بھی ہے اور شمشیر زنی اور حملہ آوری بھی ہے بعد ازاں لوگ متفرق ہو گئے اور احنف کی تقریر کا تذکرہ کرنے لگے۔ غرض کہ امیر معاویہ نزدیک و دور کے آدمیوں کو انعام واکرام دیتے۔ ان کی خاطر و مدارات اور ان پر لطف واحسان کرتے رہے۔ تاآنکہ کثیر التعداد لوگ پختہ طور پر ان کے ساتھ ہو گئے۔ اور انھوں نے یزید سے بیعت کر لی۔

جب اہل عراق اور اہل شام بیعت کر چکے تو امیر معاویہ ایک ہزار سوار ہمراہ لے کر حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ مدینے کے قریب پہنچے تو راستے میں سب سے پہلے امام حسینؓ ابن علی رضی اللہ عنہما ملے۔ معاویہ نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ میں ایسے شتر قربانی کو مرحبا اور خوش آمدید نہ کہونگا جس کا خون بہنے والا ہو۔ اور خدا ہی اسے بہا دیگا۔ انھوں نے کہا کہ سنبھل کے بولو قسم بخدا ایسی باتیں میری شان کے خلاف ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ہاں ضرور ہو۔ بلکہ اس سے بھی بدتر کے لائق ہو۔ پھر انھیں ابن زبیر ملے انسے کہا کہ اے زمین نشیب کے مکار سوسمار (تجھے خوش عیشی اور فراغ بالی نصیب نہ ہو) جو اپنے سر کو سوراخ کے اندر داخل کرتا ہے اور دُم کو باہر ہی زمین پر مارتا رہتا ہے۔ اور خدا کی قسم قریب ہے کہ اس کی دُم پکڑ لی جائے۔ اور اس کی پشت کو کوٹا جائے۔ میرے سامنے سے دور ہو۔ چنانچہ انھوں نے اپنی سواری کو پھیر لیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن ابن ابوبکر ملے ان سے معاویہ نے کہا کہ اے واہی بڈھے تیری عقل جاتی رہی ہے۔ میں تجھے اہلاً وسہلاً و مرحباً نہیں کہتا۔ پھر ان کو سواری پھیر لینے کو حکم دیا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر ابن عمر سے بھی ایسا ہی کیا۔ وہ سب کے سب امیر معاویہ کے ساتھ چلتے رہے۔ مگر انھوں نے ان کی طرف التفات نہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ مدینے میں داخل ہو گئے۔ وہ سب ان کے مکان پر گئے۔ مگر انھوں نے ان کو اُن کے مرتبے کے مطابق اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور جس سلوک کے وہ امیدوار تھے وہ سلوک ان سے نہیں کیا۔ اس پر وہ سب صاحب مکّے جا کر اقامت پذیر ہو گئے۔ اس عرصے میں معاویہ نے مدینے میں تقریر کی اور یزید کا ذکر کر کے اس کی مدح کی اور کہا کہ اب بتلاؤ کہ عقل وفضل اور مرتبے کے لحاظ سے کون شخص خلافت کا اس سے زیادہ حقدار ہو سکتا ہے؟

اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ لوگ اس حد تک جائیں گے کہ ان کی شامت وخواری کی نوبت آجائے۔ جو ان کی جڑوں تک کو اکھاڑ پھینکیں گے۔ اور میں نے تنبیہ کردی ہے۔ بشرطیکہ تنبیہ سے کچھ فائدہ ہو۔ پھر بطور مثل کے یہ شعر پڑھے:۔

''دیکھ میں تجھ کو آل مصطلق سے ڈرایا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ اے عمرو میری بات مان اور چلا چل۔ اگر تو نے مجھے میری طاقت سے زیادہ تکلیف دی تو میری جن جن باتوں سے تو خوش ہوتا تھا۔ ان ہی سے رنجیدہ ہوگا۔ خبردار جو کچھ میں تجھ کو پلانا چاہتا ہوں ابھی سے اسے محسوس کرلے اور چکھ لے''۔

اس کے بعد وہ حضرت عائشہ کے پاس گئے۔ ان کو پہلے خبر مل چکی تھی کہ امیر معاویہ نے امام حسینؓ اور ان کے اصحاب کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ''اگر وہ بیعت نہ کریں گے تو میں ان کو قتل کردونگا'' امیر معاویہ نے حضرت عائشہؓ سے ان سب کی شکایت کی انھوں نے انھیں نصیحت کی اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ان لوگوں کو قتل کی دھمکی دیتے ہو۔ امیر معاویہ بولے۔ کہ اے ام المومنین وہ لوگ اس بات سے بالاتر ہیں۔ لیکن ہوا یہ کہ میں نے یزید کے لئے بیعت طلب کی۔ ان کے سوا سب بیعت کرچکے ہیں۔ تو کیا آپ یہ خیال فرماتی ہیں کہ میں ایک بیعت کو پورا کرنے کے بعد توڑ دوں؟۔ فرمایا کہ ان سے نرمی کرو کیونکہ خدا چاہے تو وہ لوگ وہی کرینگے جو کچھ تم چاہتے ہو۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اچھا میں ایسا ہی کرونگا حضرت عائشہؓ نے معاویہ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم اس بات سے بھی بے خوف نہ ہونا کہ میں کسی شخص کو مقرر کرکے تم کو قتل کرادوں۔ جو کچھ تم نے میرے بھائی (ان کی مراد محمد ابن ابوبکر سے تھی) کیا ہے وہ تم کو خود معلوم ہے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ہرگز نہیں اے ام المومنین۔ میں ایک پُرامن مکان میں ہوں۔

جب تک کہ مشیت ایزدی تھی وہ مدینے میں قیام پذیر رہے۔ پھر وہاں سے مکے چلے گئے اور لوگ ان سے ملے۔ ان (مذکور الصدر) حضرات نے بھی کہا کہ آؤ ہم بھی معاویہ سے ملیں۔ شائد وہ اپنے کئے پر نادم وشرمسار ہوں۔ چنانچہ وہ سب امیر معاویہ سے بطن مُر کے مقام پر ملاقی ہوئے۔ سب سے پہلے امام حسینؓ ان سے ملے۔ امیر معاویہ نے کہا ''اہلاً ومرحباً۔ اے رسول خداؐصلعم کے بیٹے اور جوان مسلمانوں کے سردار!'' پھر ان کے لئے ایک سواری مہیا کرنیکا حکم دیا۔ اور اپنے ہمراہ لیکر چلے۔ اسی طرح باقی حضرات سے بھی کہا۔ ان سب کو اسطرح ساتھ لیکر چلے

کہ اُن کے ساتھ ان کے سوا اور کوئی آس پاس نہ تھا۔ تاآنکہ وہ مکے پہنچ گئے اس طرح داخلین میں وہ لوگ سب سے اول اور خارجین میں سب سے پیچھے تھے۔ پھر کوئی دن ایسا خالی نہ جاتا تھا کہ امیر معاویہ انکو انعام واکرام نہ دیتے ہوں۔ اور ان سے معاملہ معلومہ کے متعلق کوئی ذکر اذکار نہ کیا۔ حتے کہ انھوں نے مناسک پورے کئے۔ ان کا ساز وسامان لادیا گیا۔ اور انکے چلنے کا وقت قریب آ گیا۔ یہ دیکھ کر ان حضرات میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ دیکھو دھوکا مت کھاؤ۔ امیر معاویہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ تمھاری محبت کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ اس سے وہ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے تم اس سب کے لئے جواب تیار رکھو۔ چنانچہ ان سب نے اس پر اتفاق کیا کہ ابن زبیرؓ امیر معاویہ سے گفتگو کریں۔ امیر معاویہ نے ان سب کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ آپ سب صاحبوں نے دیکھ لیا کہ میں آپ سے کیسا اچھا سلوک کرتا ہوں صلہ رحم کرتا ہوں۔ اور آپ کی زیر باری لیتا ہوں۔ یزید آپ کا بھائی اور برادر عمزاد ہے۔ اور میرا ارادہ ہے کہ آپ لوگ اس کو خلیفہ کے لقب سے مقدم وممتاز کریں۔ مگر عزل وامر سب کچھ آپ ہی کے ہاتھ میں رہے۔ آپ ہی خراج ومال وغیرہ تقسیم کیجئے۔ وہ ان معاملوں میں آپ سے کسی قسم کا معارضہ نہ کریگا اور دخل نہ دیگا۔ وہ سب کے سب خاموش رہے۔ اس پر امیر معاویہ نے دو مرتبہ ان سے پوچھا کیا آپ لوگ منظور نہیں کرتے۔ پھر ابن زبیرؓ کی طرف مخاطب ہو کر بولے کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ آپ ان حضرات کے خطیب ہیں۔ کہا ہاں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ تین امور میں سے کوئی سا امر اختیار کرلیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ آپ ان امور کو پیش کیجئے۔ ابن زبیرؓ نے کہا کہ وہ یہ ہیں۔ یا تو آپ وہ کیجئے جو رسول اللہ صلعم نے کیا تھا۔ یا وہ کیجئے جو ابو بکرؓ نے کیا تھا۔ یا ویسا کیجئے جیسا عمرؓ نے کیا تھا۔ معاویہ نے پوچھا انھوں نے کیا کیا تھا۔ کہا کہ "رسول اللہ نے ایسی حالت میں وفات پائی تھی کہ انھوں نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا مگر لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کو منتخب کرلیا۔" امیر نے کہا کہ تم میں ابو بکر جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔ اور مجھے اختلاف کا خوف ہے۔ ان حضرات نے کہا کہ "ہاں آپ بجا کہتے ہیں۔ تو پھر وہ کیجئے جو ابو بکرؓ نے کیا تھا۔ اور وہ یہ کہ انھوں نے قریش کے ایک دور کے شخص سے جو ان کے عزیزوں میں سے نہیں تھا عہد خلافت لیا۔ اور اگر آپ چاہیں تو وہ کریں جو حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ یعنی یہ کہ انھوں نے چھ ایسے آدمیوں کی مجلس شوریٰ بنائی جن میں سے ایک بھی ان کی اولاد یا اعزہ میں سے نہ تھا۔" امیر معاویہ نے کہا کہ کیا تم اس کے علاوہ کچھ کہنا چاہتے ہو۔ کہا نہیں۔ پھر باقی سب صاحبوں سے

پوچھا کہ "آپ لوگ کیا کہتے ہیں"! انھوں نے جواب دیا کہ "ہمارا قول وہی ہے جو ابن زبیرؓ کا ہے"!
امیر معاویہ بولے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو پہلے ہی سے یہ بات جتا دوں کہ جو ڈرا دیا وہ اپنا عذر پورا کر چکا۔ میں اب لوگوں سے گفتگو کرتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ لوگوں میں سے کوئی کھڑا ہو کر لوگوں کے سامنے میری تکذیب کرے تو میں اسے برداشت کر لوں اور اسے معاف کر دوں۔ میں ایک تقریر کرنیوالا ہوں۔ اور قسم بخدا کہ اگر آپ میں سے کسی نے میری بات کو رد کیا تو ابھی دوسری بات اس کے منہ تک نہ آنے پائیگی کہ تلوار اسکے سر تک پہنچ جائے گی۔
لہذا ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے اوپر ہی رحم کرے گا۔ یہ کہکر ان کی موجودگی میں اپنے محافظ (صاحب حرس) کو بلایا اور کہا کہ ان میں سے ہر ایک کے سر پر دو دو آدمیوں کو تلوارلے کر کھڑا کر دو۔ اگر ان میں سے کوئی تصدیق یا تکذیب کے ساتھ میری بات کاٹے تو ان دونوں کو چاہئے کہ تلوار سے اس کا کام تمام کر دیں۔ اس کے بعد امیر معاویہ اور انکے ساتھ وہ سب بھی باہر نکلے یہاں تک کہ امیر معاویہ نے منبر پر چڑھکر تقریر کرنا شروع کی جس میں خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ اس جماعت میں مسلمانوں کے سردار اور بہترین لوگ شامل ہیں۔ کوئی امر بغیر انکے پورا نہیں ہوتا اور بغیر ان کے مشورے کے نہیں کیا جاتا۔ یہ حضرات راضی ہیں اور یزید سے بیعت کرتے ہیں۔ اس لئے تم سب بھی خدا کا نام لے کر بیعت کر لو۔ چنانچہ لوگوں نے بیعت کی کیونکہ وہ ان حضرات کی بیعت کے ہی منتظر تھے۔!
اس کے بعد امیر معاویہ سوار ہو کر مدینے کی طرف چلے گئے۔ جب لوگ ان حضرات مذکور الصدر سے ملے تو انھوں نے کہا کہ آپ لوگوں کو تو یہ زعم تھا کہ ہم یزید سے بیعت نہ کریں گے پھر آپ لوگ کیوں راضی ہو گئے۔ اور اطاعت کرکے بیعت کیوں کر لی۔ انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نے ایسا نہیں کیا۔ لوگوں نے کہا کہ "مگر آپکو کس بات نے اس شخص (معاویہ) کی بات کو رد کرنے سے روکا تھا"! کہا کہ ہم لوگ بیکسی کے عالم میں تھے اور قتل ہونے سے ڈرتے تھے۔!
غرضکہ جب اہل مدینہ بیعت کر چکے تو امیر معاویہ شام کی طرف واپس گئے۔ اور بنو ہاشم پر ظلم ڈھانا شروع کیا۔ ابن عباس نے ان سے جاکر کہا آپ ہم پر یہ کیسا ظلم کر رہے ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ تمھارے ساتھی نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تب تم نے اس کو ناپسند نہ کیا ابن عباس نے کہا کہ اے معاویہ مجھے تو عادت ہے۔ میں ساحل کے کسی مقام میں جاکر اقامت کرونگا پھر ایسی گفتگو کرونگا جس کو آپ جان لو گے اور سب لوگوں کو دعوت دونگا۔ کہ

آپ کے خلاف خروج کریں۔ معاویہ بولے کہ اے ابوعباس تم لوگوں کو دبا جائیگا اور تم لوگ خوش کئے جاؤ گے اور اپنے ارادوں سے لوٹائے جاؤ گے ۔*

ایک بیان یہ بھی ہے کہ ابن عمر نے معاویہ سے کہا تھا کہ میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں۔ کہ جس امر پر امت کا اجتماع ہو گا میں اسے قبول کرونگا۔ یہاں تک کہ امت کا اجتماع اگر کسی حبشی پر ہوا تو بھی میں اس اجتماع میں شامل ہونگا۔ یہ کہکر وہ مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ بند کر لیا۔ اور کسی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔*

میں یہ کہتا ہوں کہ عبدالرحمن ابن ابوبکر کا ذکر اس قول کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔ جس کی رو سے ان کی وفات ۵۳ھ میں واقع ہوئی تھی۔ ان کا ذکر صرف اسی قول پر درست ہو سکتا ہے۔ جس میں ان کی وفات کا اس سال کے بعد واقع ہونا پایا جاتا ہے۔

ابن زیاد کے خراسان سے معزول ہونے اور سعید ابن عثمان ابن عفان کے تقرر کا بیان

اس سال معاویہ نے سعید ابن عثمان ابن عفان کو خراسان پر مقرر کیا اور ابن زیاد کو معزول کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ سعید نے امیر معاویہ سے خراسان پر مقرر ہونے کی درخواست کی معاویہ نے کہا کہ وہاں تو عبیداللہ ابن زیاد ہے۔ سعید نے کہا کہ خدا کی قسم۔ میرے والد نے آپ پر وہ احسانات کئے ہیں جن سے آپ اس غایت کو پہنچ گئے کہ نہ کوئی آپ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ اس بلندی پر پہنچ سکتا ہے۔ مگر آپ نے نہ ان کی مصیبت کا بدلہ دیا اور نہ ان کی جزا دی۔ علاوہ اسکے آپ نے اس شخص (یعنی یزید) کو مقدم کر دیا اور لوگوں سے اسکے لئے بیعت لے لی حالانکہ بخدا میں اپنے باپ۔ اپنی ماں۔ اور خود اپنے نفس کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں امیر معاویہ نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تمھارے والد کی مصیبت کی جزا ہم پر واجب ہے۔ باقی رہا ان کو مشکور کرنا۔ سو وہ یہ ہے کہ میں نے ان کے خون کا بدلہ لیا۔ اور یزید پر تمھاری فضیلت کا حال یہ ہے کہ تمھارے والد ضرور مجھ سے افضل تھے۔ مگر تمھاری والدہ کی اس کی والدہ پر فضیلت کے متعلق تو میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے قسم ہے اپنی جان کی کہ قبیلہ قریش کی عورت قبیلہ کلب کی عورت سے اچھی ہوتی ہے۔ باقی رہی تمھاری فضیلت یزید پر سو میں نہیں چاہتا کہ غوطہ تم جیسے آدمیوں سے بھر جائے۔ اس پر یزید نے کہا کہ اے امیرالمومنین یہ آپ کے برادر عمزاد ہیں۔ اور آپ کا فرض ہے کہ ان کے امر میں غور فرمائیں۔ وہ آپ سے ناراض ہو گئے ہیں

آپ ان کی ناراضگی کو دور فرمایئے۔ چنانچہ امیر معاویہ نے سعید ابن عثمانؓ کو خراسان کے امور حرب کا والی مقرر کر دیا اور اسحٰق ابن طلحہ کو اس کے خراج وصول کرنے پر لگایا۔ اسحٰق امیر معاویہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ تھیں۔ مگر کیونکہ وہ رے پہنچکر فوت ہو گئے۔ اس لئے امیر معاویہ نے سعید ہی کو جنگ اور خراج کے کاموں پر مقرر کر دیا۔

جب سعید ابن عثمان خراسان آئے تو دریا کو عبور کر کے سمرقند تک گئے۔ وہاں اہل صغد نے ان پر خروج کیا اور ایک دن رات تک توقف کیا لیکن باہم جنگ نہ ہوئی۔ اس پر مالک ابن الریب نے یہ شعر کہا کہ (ترجمہ شعر)

(۱) تو جنگ صغد کے دن اپنی بزدلی کی وجہ سے کھڑا ہوا اس طرح سے کانپتا رہا کہ مجھے یہ خوف پیدا ہو گیا کہ تو نصرانی ہو گیا ہے"۔

کہیں دوسرے دن سعید نے حملہ کیا۔ اور ان کو پسپا کر کے انھیں کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ انھوں نے صلح کر لی۔ اور اپنے ہاں کے عظمائے شہر کے پچاس لڑکے بطور یرغمال ان کو دیئے بعد ازاں وہ وہاں سے شہر ترمذ گئے اور اس کو صلح سے فتح کر لیا مگر اہل سمرقند سے دغا کی اور ان کے لڑکوں کو لئے ہوئے مدینے پہنچے۔ ان کے ہمراہیوں میں سے قثم ابن عباس ابن عبد المطلب شہید ہوئے۔

اسی سال ام المومنین جویریہ رضؓ بنت حارث نے انتقال کیا۔

۵۷ھ کے واقعات

اس سال عبد اللہ ابن قیس نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا۔

اسی سال مروان ابن حکم مدینے سے معزول ہوا اور اس کی جگہ ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان مقرر ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مروان اس سال معزول نہیں ہوا۔

اس سال ولید ابن عتبہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اس سال کوفے پر ضحاک ابن قیس۔ بصرے پر عبید اللہ ابن زیاد۔ اور خراسان پر سعید ابن عثمانؓ ابن عفان حاکم تھے۔

اسی سال (اور بروایتے ۵۵ھ میں) عبد اللہ ابن عامر اور عبد اللہ ابن قدامۃ السعدی نے انتقال کیا مؤخر الذکر صحابیوں میں سے تھے کہتے ہیں کہ ان کا نام عبد اللہ ابن عمرو ابن وقدان السعدی

تھا۔ اور وہ سعدی اس وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ان کے والد (جو بنو عامر ابن لوی میں سے تھے) نے بنو سعد ابن بکر میں رضاعت پائی تھی۔

اسی سال عثمان ابن شیبہ ابن ابی طلحۃ العبدری نے بھی انتقال کیا۔ جو بنو شیبہ کے جدامجد تھے۔ جو کعبہ کے خدام تھے اور اس کی کنجی اب تک ان ہی کی تحویل میں چلی آتی ہے۔ وہ فتح مکہ کے دن (اور ایک روایت یہ ہے کہ جنگ حنین کے دن) ایمان لائے تھے۔

اسی سال جبیر بن مطعم بن نوفل القرشی نے انتقال کیا۔ وہ بھی صحابی تھے۔

اسی سال رسول اللہ صلعم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہؓ نے بھی انتقال کیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد بقید حیات تھیں۔

سنہ ۵۸ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن عبداللہ الخثعمی نے بلاد روم میں اور عمرو بن یزید الجہنی (اور بقول بعض جنادہ ابن ابی امیہ) نے بحر میں جنگ کی۔

کوفے سے ضحاک کے معزول ہونے اور ابن ام الحکم کے تقرر کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے ضحاک ابن قیس کو کوفے سے معزول کر کے عبدالرحمن ابن عبداللہ ابن عثمان الثقفی کو اسکی جگہ مقرر کیا۔ اس ہی کو ابن ام الحکم کہتے ہیں۔ اور وہ امیر معاویہ کا خواہر زادہ تھا۔ ان ہی کے عمل کے دوران میں اس سال ان خوارج نے خروج کیا جن کو مغیرہ ابن شعبہ نے قید کر رکھا تھا۔ حیان بن ظبیان السلمی اور معاذ ابن جوین الطائی نے ان کو جمع کر کے تقریریں کیں اور ان کو جہاد کیلئے برانگیختہ کیا۔ چنانچہ انھوں نے حیان ابن ظبیان سے بیعت کی۔ اور مقام بانقیا پر حملہ آور ہوئے۔ ان کی سرزنش کیلئے کوفے سے فوج پہنچی جس نے ان سب کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد اہل کوفہ نے عبدالرحمن ابن ام الحکم کو اس کے سوء اخلاق کیوجہ سے نکال باہر کیا۔ وہ اپنے ماموں امیر معاویہ سے جا ملا۔ جنھوں نے اس کو والی مصر بنا دیا مصر سے دو منزلوں کے فاصلے پر اس کو معاویہ ابن حدیج ملے۔ جنھوں نے کہا "تم اپنے ماموں کے پاس چلے جاؤ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تم نے ہمارے بھائی اہل کوفہ کے ساتھ جن عادات و خصائل سے

کام لیا ہے وہ ہمارے ہاں کام نہ دیں گے"۔ چنانچہ وہ امیر معاویہ کے پاس واپس چلے گئے۔ ادھر معاویہ ابن حدیج بھی امیر معاویہ کے پاس پہنچے جب وہ معاویہ کے پاس آتے تو ان کی تعظیم کے لیے راستوں پر ریحان کے گلدستے بنا کر راستے آراستہ کیئے جاتے تھے۔ الغرض جب معاویہ ابن حدیج معاویہ کے پاس پہنچے تو ان کی ہمشیرہ ام الحکم ان کے پاس موجود تھیں۔ انھوں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ امیر نے کہا کہ یہ تو معاویہ ابن حدیج ہیں۔ ام الحکم بولیں کہ خدا کرے کہ انھیں خوش عیشی نصیب نہ ہو ان پر تو وہی مثال پھبتی ہے کہ معیدی کا نام سنتے رہنا اس کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ معاویہ ابن حدیج یہ فقرہ سنکر کہنے لگے کہ بس بس ام الحکم ذرا سنبھل کے قسم بخدا آپ نے نکاح کیا مگر بزرگی نہیں پائی۔ آپ نے بیٹا پیدا کیا مگر نجیب و شریف نہ پیدا کیا۔ کیا آپ یہ چاہتی ہیں کہ آپ کا یہ فاسق بیٹا ہمارے ہاں آ کر بھی اسی طرح رہے جس طرح وہ ہمارے کوفے کے بھائیوں میں رہا ہے۔ مگر خدائے تعالے اس کو یہ دکھلانا ہی نہیں چاہتا۔ اور اگر اس نے ایسا کیا تو خواہ ان کے سامنے بیٹھنے والے بزرگ کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ہم اسے ایسی مار ماریں گے کہ پھر اُسے سنبھلتے نہ بنیگی۔ امیر معاویہ نے ام الحکم کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بس اب رک جاؤ۔ اور وہ رک گئیں۔!

طوّاف بن غلّاق کے خروج کا بیان

بصرے میں خوارج کی ایک جماعت تھی جو جدار نام ایک شخص کے پاس جمع ہوئی۔ اس سے گفتگو کرتی اور بادشاہ کی عیب جوئی کرتی تھی۔ ابن زیاد نے اس جماعت کو قید کر دیا۔ پھر ان سب کو بلایا۔ اور یہ شرط ان سب کے سامنے پیش کی کہ اگر وہ ایک دوسرے سے لڑیں تو قاتلوں کو رہا کر دیا جائیگا چنانچہ وہ آپس میں لڑے اور ابن زیاد نے قاتلین کو رہا کر دیا۔ ان قاتلین میں طواف بھی تھا۔ اس کے اصحاب نے اسے لعنت کی۔ اور کہا کہ تم نے اپنے بھائیوں کو قتل کر دیا۔ اس نے جواب دیا کہ ہم کو یہ امر ناپسند ضرور تھا۔ اور جو آدمی اپنے ایمان پر ہے وہ کفر کو ضرور ناپسند کرتا ہے۔ اس طرح طواف اور اس کے اصحاب پشیمان ہوئے تو انھوں نے کہا کہ اچھا ہم توبہ کیئے لیتے ہیں۔ چنانچہ لوگ رویا کرتے تھے۔ پھر انھوں نے مقتولین کے وارثوں کو خون بہا پیش کیا۔ مگر انھوں نے لینے سے انکار کیا۔ طواف نے ابن ثور السدوسی سے ملکر دریافت کیا کہ کیا ہمارے لیئے توبہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔؟

کہا کہ میں کتاب اللہ میں صرف ایک آیت تمھارے مطلب کی پاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ "ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" لہذا طواف نے اپنے اصحاب کو خروج اور ابن زیاد کو اچانک قتل کر دینے کی دعوت دی۔ چنانچہ انھوں نے ۵۸ھ میں طواف سے بیعت کی۔ وہ اہل بصرہ میں سے بنو عبد القیس کے ستر آدمی تھے۔ ان ہی میں سے ایک شخص نے ابن زیاد کے پاس اس تمام معاملے کی مخبری کر دی۔ اور یہ بات طواف کو بھی معلوم ہو گئی۔ اس لئے اس نے خروج کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ چنانچہ وہ لوگ اُسی رات کو روانہ ہو گئے۔ انھوں نے ایک شخص کو قتل کیا۔ اور مقام جلحاء کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابن زیاد نے بخاریہ کے شرطہ کو بلا کر ان پر تاخت کا حکم دیا مگر جنگ میں شرطہ کو شکست ہوئی۔ ہوتے ہوتے وہ بصرے میں داخل ہو گئے۔ اور خوارج ان کا تعاقب کرتے ہوئے شہر میں آ گئے۔ اُس دن عید الفطر تھی۔ اور لوگ بکثرت جمع تھے۔ ان سے معرکہ ہوا۔ خوارج قتل ہوئے۔ اور صرف طواف اور چھ آدمی باقی رہ گئے۔ اس کے گھوڑے کو پیاس لگی۔ اس نے اسے پانی میں ڈال دیا ادھر سے شرطۂ بخاریہ میں سے ایک شخص نے اسے تیر مار کر قتل کر دیا۔ پھر اسے پھانسی پر لٹکا دیا بعد ازاں اس کے اہل وعیال نے اسے دفن کر دیا۔ ان کے ایک شاعر نے یہ اشعار کہے (ترجمہ اشعار)

"اے اللہ مجھے تقوے اور ثابت قدمی میں صداقت عطا فرما۔ اور میری مہموں میں تو میرے لئے کافی ہو جا۔ کیونکہ تو رزاق اور کافی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس چیز کو کہ فنا ہونے والی ہے اس چیز کے بدلے فروخت کروں جو مرداس طواف کہمش اور ابو شعثاء کے دین میں باقی رہنے والی ہے جو تیز روی کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے والے تھے۔"

خوارج میں سے عروہ ابن ادیہ وغیرہ کے قتل کا بیان

اس سال عبید اللہ ابن زیاد نے خوارج پر بہت سختیاں کیں۔ اور ان میں سے ایک جماعت کثیرہ کو قتل کر دیا۔ ان ہی مقتولین میں عروہ ابن ادیہ بھی تھا۔ جو ابو بلال مرداس ابن ادیہ کا بھائی تھا۔ ادیہ ان دونوں کی ماں کا نام تھا۔ ان کا باپ حدیر التیمی تھا اس کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ ابن زیاد گھوڑ دوڑ دیکھنے گیا۔ وہ بیٹھا ہوا گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا کہ اس کے پاس چند آدمی آئے جن میں عروہ بھی تھا۔ وہ آگے بڑھ کر ابن زیاد کو نصیحتیں کرنے لگا۔

چنانچہ اور باتوں میں یہ بھی کہا کہ "اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِیۡنَ"۔ اس کے اس کہنے پر ابن زیاد کو خیال ہوا کہ اس نے ایسا صرف اس وجہ سے کہا ہے کہ اس کے ساتھ ایک جماعت ہے۔ اس لئے وہ سوار ہو گیا اور گھڑدوڑ کو ویسا ہی چھوڑ دیا۔ عروہ سے کہا گیا کہ تجھے وہ ضرور قتل کر دیگا۔ یہ سن کر وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ اور کوفہ پہنچا۔ مگر وہاں گرفتار ہو کر ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر قتل کر دیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی بیٹی کو بھی قتل کر دیا البتہ اسکا بھائی ابو بلال مرداس ایک عابد مجتہد اور خوارج میں عظیم القدر شخص تھا۔ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھا۔ مگر اس نے تحکیم کو پسند نہ کیا۔ بعد ازاں وہ نہروان میں خوارج کے ساتھ تھا۔ اور تمام خوارج بالاتفاق اسکو اپنا سردار مانتے تھے۔ اس نے ابن عامر کو ایک قبا پہنے ہوئے دیکھا۔ اور اظہار ناپسندیدگی کیا اور کہا کہ یہ فاسقوں کا لباس ہے۔ ابو بکرہ نے کہا حاکم کے حق میں ایسا نہ کہو کیونکہ جو شخص سلطان سے بغض رکھتا ہے اس سے خدائے تعالیٰ بھی بغض رکھتا ہے۔ وہ بغیر دریافت حال کے کسی کے قتل کو ناجائز اور عورتوں کے خروج کو حرام قرار دیتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ہم صرف اسی سے لڑتے ہیں جو ہم سے لڑے۔ اور اسی کو خراج ادا کرتے ہیں جو ہماری حمایت کرے۔ بنو یربوع میں بثجاء نام ایک عورت تھی۔ وہ لوگوں کو ابن زیاد کے برخلاف بھڑکایا کرتی تھی۔ اور اس کے ظلم و ستم اور سوء سیرت کا ذکر کیا کرتی تھی۔ یہ خوارج کے مجتہدین میں سے تھی۔ ابن زیاد نے اس کا ذکر کیا۔ ابو بلال نے اس سے کہا کہ تقیہ ضرورت پر جائز ہے تم کہیں چھپ جاؤ۔ کیونکہ اس جبار نے تمہارا ذکر کیا ہے۔ بثجاء نے جواب دیا کہ "مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں میرے بدلے کوئی اور شخص محض ظلم و ستم سے گرفتار نہ ہو جائے"۔ چنانچہ ابن زیاد نے اسے گرفتار کرا کے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے۔ ابو بلال بازار میں سے گذرتا ہوا۔ اس کے پاس سے ہو کر گذرا تو اسے دیکھ کر اپنی ڈاڑھی چبانے لگا۔ اور کہا کہ اے مرداس کیا یہ عورت موت کے لئے تجھ سے زیادہ خوش ہے کوئی موت جس پر میں مروں میرے نزدیک بثجاء کی موت سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ابو بلال کا گذر ایک اونٹ پر ہوا جس پر قطران لیپا ہوا تھا۔ وہ غش کھا کر گر گیا اور جب ہوش میں آیا تو قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی۔ سَرَابِیۡلُهُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ وَّتَغۡشٰی وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ۔

ابن زیاد نے نہایت شدت سے خوارج کی پکڑ دھکڑ شروع کی۔ان سے قید خانوں کو بھر دیا۔اور لوگوں کو ان کے سبب سے قید کر دیا۔وہ ابو بلال کو اس کے بھائی عروہ کی موت سے پہلے قید کر چکا تھا۔کیونکہ قید خانے کا داروغہ اس کی عبادت دیکھتا تھا۔اس لیئے اس نے اس کو ہر رات کو اپنے اہل و عیال سے مل آنے کی اجازت دے رکھی تھی۔چنانچہ ابو بلال ہر رات کو اپنے گھر جاتا اور صبح کو واپس چلا آتا۔مرداس کا ایک دوست ابن زیاد سے رات کو باتیں کیا کرتا تھا۔ایک رات ابن زیاد نے خوارج کا ذکر کیا اور ان کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔مرداس کے دوست نے اسے یہ خبر سنا دی۔داروغۂ محبس نے سخت تشویش میں رات گزاری کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابو بلال مرداس کو یہ معلوم ہو جائے اور وہ صبح کو واپس نہ آئے مگر جب وہ وقت آیا جس وقت وہ ہر روز آجایا کرتا تھا تو دیکھا کہ وہ چلا آتا ہے۔داروغۂ محبس نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ کو امیر کے ارادے کی خبر نہیں ہو گئی تھی۔کہا ہاں۔پوچھا کہ پھر بھی آپ آگئے۔مرداس نے کہا کہ ہاں۔کیونکہ تمہارے تمام احسانات کا میری طرف سے یہ بدلا نہ ہونا چاہیئے تھا کہ تم کو سزا ہوتی۔الغرض دوسری صبح کو ابن زیاد نے خوارج کو قتل کیا۔جب ابو بلال مرداس کو حاضر کیا گیا تو داروغۂ محبس (جو عبیداللہ کا رضاعی بھائی تھا) نے اس کی سفارش کی اور تمام قصہ بیان کیا۔چنانچہ ابن زیاد نے ابو بلال مرداس کو اس کے حوالے کر کے آزاد کر دیا۔

مگر چونکہ ابو بلال کو ابن زیاد سے خوف تھا۔اس لیئے وہ چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر اہواز گیا۔جب بیت المال کے پاس سے گزرا تو اس میں سے اپنا اور اپنے ہمراہیوں کا حصہ نکال کر باقی چھوڑ دیا۔ابن زیاد نے ان کی نقل و حرکت کی خبر پاکر ۶۰ھ میں دو ہزار آدمیوں کا ایک لشکر ان کی گوشمالی کے لیئے روانہ کیا۔جس کا سردار اسلم ابن زرعۃ الکلابی تھا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ ابو حصین التمیمی تھا۔جب وہ فوج ابو بلال کے سامنے پہنچی تو اس نے ان کو خدا کی قسم دیکر کہا کہ وہ اس سے نہ لڑیں۔مگر اہل فوج نے نہ مانا۔بلکہ اسلم نے ان کو جماعت کی طرف واپس آجانے کی دعوت دی۔انھوں نے کہا کہ کیا تم ہم کو ابن زیاد سے فاسق آدمی کی طرف واپس بھیجتے ہو؟۔یہ سُن کر اسلم کے ایک لشکری نے ابو بلال کے ایک آدمی کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ابو بلال نے کہا کہ تم نے جنگ میں ابتدا کی ہے۔پھر کیا تھا ابو بلال کے خوارج نے اسلم کی فوج پر یک جان ہو کر دانت کچکچا کر حملہ کیا اور ان کو بھگا دیا۔وہ شکست کھا کر بصرے واپس چلے گئے۔جہاں ابن زیاد نے اسلم کو ملامت کی اور کہا کہ تم کو چالیس آدمیوں نے بھگا دیا

حالانکہ تمہارے ساتھ دو ہزار آدمی تھے تم میں کوئی بھلائی نہیں۔ اسلم نے جواب دیا کہ آپ کو مجھے زندگی میں ملامت کرنا اس سے بہتر ہے کہ آپ میرے مرنے کے بعد میری تعریف کریں یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ بازار میں لڑکے جب اسلم کو دیکھتے تو غل مچا مچا کر کہتے کہ دیکھنا دیکھنا ابو بلال تمہارے پیچھے آرہا ہے۔ اسلم نے ابن زیاد سے اس امر کی شکایت کی۔ اس نے لڑکوں کو ایسا کرنے سے منع کیا اور وہ باز آگئے۔ اس بارے میں خوارج میں سے کسی نے یہ دو اشعار کہے۔ (ترجمہ اشعار)

"کیا تم کو یہ زعم ہے کہ تمہارے دو ہزار آدمی مومنین ہیں۔ حالانکہ ان کو چالیس آدمی مقام آسک میں قتل کر ڈالتے ہیں۔ تم جھوٹے ہو۔ جیسا تم سمجھتے ہو ویسا نہیں۔ بلکہ خوارج ہی مومنین ہیں"۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال ولید ابن عتبہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اور عقبہ ابن عامر الجہنی نے انتقال کیا۔ وہ صحابہ میں سے تھے۔ اور امیر معاویہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھے۔

اسی سال اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا نے انتقال فرمایا۔

اسی سال سمرۃ بن جندب اور مالک ابن عباد الغافقی نے انتقال کیا۔ یہ دونوں حضرات صحابہ کرام میں سے تھے۔

اسی سال عمیرہ ابن یثربی نے جو بصرے کے قاضی تھے انتقال کیا۔ اور ان کی جگہ ہشام ابن ہبیرہ مقرر ہوئے۔

۵۹ھ کے واقعات

اس سال عمرو ابن مرۃ الجہنی نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا۔ اور جنادہ ابن ابی امیہ نے بحر میں جنگ کی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس سال بحر میں جنگ بالکل نہیں ہوئی۔

اسی سال عبدالرحمٰن ابن ام الحکم کوفے سے معزول ہوا۔ اور اس کی جگہ نعمان ابن بشیر الانصاری کا تقرر عمل میں آیا۔ مقدم الذکر کے عزل کا سبب پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس کا عزل ۵۸ھ کا واقعہ ہے۔

عبدالرحمن ابن زیاد کے خراسان پر تقرر کا بیان

امیر معاویہ نے اس سال عبدالرحمن ابن زیاد کو خراسان کا عامل مقرر کیا۔ قیس ابن ہیثم السلمی اس سے پہلے وہاں کا والی تھا۔ اس نے اسلم بن زرعہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اس سے تین لاکھ درہم وصول کیے۔

اس کے بعد عبدالرحمن آیا۔ وہ کریم النفس مگر حریص اور ضعیف آدمی تھا۔ اس نے کوئی جنگ نہیں کی۔ اور امام حسینؓ کی شہادت تک خراسان میں رہا۔ اس کے بعد وہ دو کروڑ درہم لے کر یزید کے پاس گیا۔ یزید نے اس سے کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم تم سے محاسبہ کریں اور جو کچھ تمہارے پاس ہے تم سے لے کر تم کو تمہاری حکومت پر واپس بھیج دیں۔ یا نہیں تو جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تم کو ہی عطا کر کے تمہیں معزول کر دیں۔ بشرطیکہ عبدالرحمن ابن جعفر کو پانچ لاکھ درہم دے دو۔ عبدالرحمن نے کہا کہ یہی بہتر ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپ مجھی کو دے دیجئے۔ اور مجھے معزول کر دیجئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بعد ازاں عبدالرحمن نے ابن جعفر کی طرف دس لاکھ درہم بھیجے اور لکھا کہ ان میں سے پانچ لاکھ یزید کی طرف سے ہیں اور پانچ لاکھ میری طرف سے۔

ابن زیاد کے بصرے سے معزول ہونے اور پھر واپس ہونے کا بیان

اسی سال معاویہ نے عبیداللہ ابن زیاد کو بصرے سے معزول کیا۔ اور پھر اسی کو مقرر کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ابن زیاد روساء بصرہ کو ہمراہ لے کر معاویہ کے پاس آیا جن میں احنف بھی شامل تھے۔ اور عبیداللہ ابن زیاد نے ان سے بدسلوکیاں کی تھیں۔ وہ سب امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو امیر موصوف نے احنف کو خوش آمدید کہہ کر اپنے پاس تخت شاہی پر بٹھلا لیا۔ سب لوگوں نے ابن زیاد کی تعریف و توصیف کی مگر احنف خاموش رہا۔ اس پر امیر معاویہ نے اس سے پوچھا۔ ابو بحر یہ کیا بات ہے کہ تم نہیں بولتے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر میں کلام کروں تو میں قوم کی مخالفت کرونگا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اچھا تم لوگ جاؤ۔ میں نے ابن زیاد کو تمہارے ہاں سے معزول کیا۔ اب تم اپنی مرضی سے کسی کو اپنا والی بنالو۔ چنانچہ ان میں سے کوئی ایسا شخص نہ تھا جس نے بنو امیہ یا اہل شام میں سے کسی نہ کسی شخص کا نام نہ پیش کیا ہو۔

مگر احنف نے نہ تو اپنی بات چھوڑی اور نہ کسی شخص کو نامزد کیا۔ اس لئے وہ سب چند دن اور مقیم رہے امیر معاویہ نے ان سب کو دوبارہ جمع کر کے پوچھا کہ تم نے کس کو اختیار کیا۔ ان کے آپس میں اختلاف ہوگیا۔ مگر احنف حسب سابق خاموش ہی رہا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ تمھیں کیا ہوگیا ہے تم بولتے کیوں نہیں۔ کہا کہ اگر آپ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو ہمارا والی بنانا چاہتے ہیں تو ابن زیاد سے بہتر اور کوئی نہ ملے گا۔ اور اگر کسی غیر کو مقرر کرنا چاہتے ہیں تو آپ خود غور فرمالیں۔ لہٰذا امیر معاویہ نے زیاد ہی کو دوبارہ مقرر کر دیا۔ اور اس کو احنف کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کی۔ اور ان سے دوری اختیار کرنے کی ہجو کی۔ چنانچہ جب فتنہ اٹھا تو سوائے احنف کے اور کسی نے اس سے وفا نہ کی ؎

یزید ابن مفرغ الحمیری کے بنو زیاد کی ہجو کرنے اور اس کے نتیجے کا بیان

یزید ابن مفرغ الحمیری سجستان میں عباد ابن زیاد کے ساتھ تھا۔ موخر الذکر جنگ ترک کی وجہ سے اس سے جدا ہوگیا۔ اور ابن مفرغ کو اس سے ملے ہوئے عرصہ ہوگیا۔ اُدھر یہ ہوا کہ عباد کے ہمراہ جو لشکر تھا اس کو جانوروں کے دانے اور چارے کی وجہ سے تکلیف ہوئی۔ اس پر مفرغ نے یہ شعر کہا۔ (ترجمہ): ۔

"کاش کہ (لوگوں کی) ڈاڑھیاں گھاس ہوتیں کہ ان سے مسلمانوں کے چوپاؤں کو چارہ تو مل جاتا" ؎

اتفاق سے عباد ابن زیاد کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی۔ اس سے کہا گیا کہ ابن مفرغ نے آپ ہی پر چوٹ کی ہے۔ چنانچہ اس پر ابن زیاد نے مفرغ کو طلب کیا۔ مگر وہ مفرور ہوگیا اور اس کی ہجو میں کئی قصیدے لکھے۔ ان ہجوؤں میں یہ اشعار بھی ہیں۔ (ترجمہ): ۔

"جب معاویہ ابن حرب ہلاک ہونے لگے تو اطراف پالان کو شکستگی کی خوشخبری دے۔ میں گواہ ہوں کہ تیری ماں نے ابو سفیان کے ساتھ اوڑھنی اُتار کر مباشرت نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ ایک مشتبہ فیہ امر تھا جو خوف اور لرزے کی حالت میں سرزد ہوگیا تھا" ؎

اور یہ اشعار بھی۔ (ترجمہ) ۔

"ہاں بہت جلد ایک باشندۂ یمن کی طرف سے معاویہ کو یہ پیغام پہنچا دو۔ کہ کیا

تو اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ تیرا باپ عفیف تھا۔ اور کیا تو اس سے خوش ہوتا ہے کہ تیرا باپ زانی تھا؟ میں گواہ ہوں کہ تیرا زیاد سے مادری رشتہ ایسا ہی ہے جیسا ہاتھی کا گدھی کے بچے سے"۔

جس وقت عبیداللہ ابن زیاد شام میں معاویہ کے پاس تھا۔ یزید ابن مفرغ بصرے پہنچا۔ عبیداللہ کے بھائی عباد نے وہ تمام واقعہ جو اس کے ساتھ گذرا تھا عبیداللہ کو لکھ بھیجا عبیداللہ نے امیر معاویہ کو اطلاع دی اور وہ اشعار پڑھکر سنائے اور ابن مفرغ کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ مگر امیر معاویہ نے اجازت نہ دی۔ بلکہ اس کو ابن مفرغ کی تادیب کا حکم دیا۔ ابن مفرغ بصرے پہنچکر احنف وغیرہ روسائے شہر سے پناہ کا طالب ہوا۔ مگر انھوں نے پناہ نہ دی۔ پھر منذر ابن جارود سے پناہ مانگی۔ چنانچہ اس نے پناہ دی۔ اور اسے گھر میں داخل کر لیا حالانکہ اس کی بیٹی عبیداللہ ابن زیاد کی زوجہ تھی۔ جب عبیداللہ بصرے پہنچا تو اسس کو مفرغ کی جائے قیام کی خبر ہوئی۔ اور منذر اس کے پاس برائے صلح گیا۔ مگر عبیداللہ نے شرطہ کو منذر کے گھر روانہ کیا۔ انھوں نے وہاں پہنچکر ابن مفرغ کو گرفتار کر لیا۔ اور عبیداللہ کے پاس لے آئے۔ منذر اس وقت اس کے پاس ہی تھا۔ وہ عبیداللہ سے کہنے لگا۔ کہ اے امیر میں نے تو اسے پناہ دی تھی۔ عبیداللہ نے کہا کہ اسے منذر وہ تمھاری اور تمھارے باپ کی مدح کرتا ہے مگر میری اور میرے باپ کی ہجو کرتا ہے۔ پھر تم اس کو میرے خلاف پناہ دیتے ہو پھر عبیداللہ کے حکم سے اسے دوا پلائی گئی۔ اور گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں پھرایا گیا۔ اور وہ (دوا کے اثر سے) اپنے کپڑوں میں (جانوروں کی مانند) دستیں کر رہا تھا۔ اس نے منذر کی کی ہجو میں یہ اشعار کہے (ترجمہ):۔

"میں نے قریش کی ہمسائگی کو چھوڑ کر بنو عبدالقیس قلعۂ مشقر کے رہنے والوں کی ہمسائگی اختیار کی۔ میرا ہمسایہ جذیمہ سوتا ہی رہا۔ اور سوائے ایک صاحب عزم آدمی کے کوئی اور شخص ہمسایوں کے جور سے حفاظت و حمایت نہیں کر سکتا۔ اور عبیداللہ کے خلاف یہ شعر کہا (ترجمہ)

"جو کچھ تونے کیا ہے اسے تو پانی دھو کر صاف کر دیگا۔ مگر میرا قول بوسیدہ ہڈیوں تک میں بیٹھ جائیگا"۔

اس کے بعد عبیداللہ نے اسکو اپنے بھائی عباد کے پاس سجستان بھیج دیا۔ شام میں اہل یمن نے امیر معاویہ سے اس کی سفارش کی۔ انھوں نے اسے عباد کے پاس سے بلایا۔ چنانچہ وہ امیر معاویہ کے پاس گیا۔ اور راستے میں یہ اشعار کہے (ترجمہ):۔

"شاباش اے گھوڑی چلی چل اب عباد کو تجھ پر امارت حاصل نہیں ہے۔ اور تو ایک آزاد آدمی کو اٹھائے لئے جاتی ہے مجھے اپنی جان کی قسم تجھکو ایک امام نے موت کے گڑھے سے نجات دی ہے۔ اور امام کی رسّی مضبوط ہے۔ مجھے جو یہ اچھی نعمت دی گئی ہے۔ میں اس کا شکریہ ادا کرونگا۔ اور مجھ سا آدمی منعمین کا شکریہ قرار واقعی طور پر ادا کیا کرتا ہے۔"

جب وہ امیر معاویہ کے سامنے گیا تو رونے لگا۔ اور کہا کہ میرے ساتھ جو بلا وجہ اور بلا قصور سلوک کیا گیا ہے وہ کبھی کسی مسلمان کے ساتھ نہیں ہوا۔ انھوں نے پوچھا کیا تونے ہی وہ قصیدہ نہیں کہا تھا کہ جس کے شروع میں تھا کہ "معاویہ ابن حرب کو یہ پیغام پہنچادو" وغیرہ۔ کہا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے امیر المومنین کا حق بہت عظیم الشان کیا کہ میں نے وہ قصیدہ نہیں کہا تھا۔ بلکہ وہ مروان کے بھائی عبدالرحمٰن ابن حکم نے کہا ہے۔ اور مجھے زیاد کی ہجو کا ذریعہ بنایا ہے۔ امیر معاویہ نے سوال کیا۔ کہ کیا تونے یہ شعر نہیں کہا جس میں ہے کہ "میں گواہ ہوں کہ تیری ماں نے ابو سفیان سے مباشرت نہیں کی" اور اس کے علاوہ اور بہت سے اشعار جن میں تونے ابن زیاد کی ہجو لکھی ہے۔ اچھا جا۔ ہم نے تجھے معاف کیا۔ خدا کی زمین میں جہاں چاہے تو چلا جا۔ چنانچہ وہ موصل گیا۔ اور وہیں نکاح کیا۔ جس رات وہ پہلی مرتبہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لایا۔ اسی کی صبح کو وہ شکار کے لئے نکلا تو اسے ایک آدمی گدھے پر سوار ملا۔ ابن مفرغ نے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو۔ اس نے کہا کہ "اہواز سے"۔ پوچھا کہ ماسرقان کا کیا حال ہے۔ جواب دیا کہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔ اسے بصرے جانیکا شوق ہوا۔ چنانچہ وہ وہاں گیا۔ اور عبیداللہ کے پاس پہنچا۔ اس نے اسے امان دی۔

امیر معاویہ عبدالرحمٰن ابن حکم سے ناراض ہو گئے۔ اسکی سفارش کی گئی تو امیر معاویہ نے کہا کہ جب تک ابن زیاد اس سے راضی نہ ہو جائیگا میں راضی نہ ہونگا۔ اس پر عبدالرحمٰن ابن زیاد کے پاس بصرے گیا۔ اور اس کی تعریف میں یہ دو شعر کہے (ترجمہ):-

"تم آل حرب میں ایک زیادتی ہو۔ میرے لئے میرے بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہو۔ میں تم کو بھائی۔ چچا۔ اور چچیرا بھائی سمجھتا ہوں مجھے غیب کی خبر نہیں کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔"

اس نے کہا کہ تم کیا برے شاعر ہو۔ اور اس سے راضی ہو گیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عثمان ابن محمد ابن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں والیان ملک یہ تھے:۔ کوفے میں نعمان ابن بشیر۔ بصرے میں عبید اللہ ابن زیاد۔ مدینے میں ولید ابن عتبہ۔ خراسان میں عبدالرحمن ابن زیاد۔ سجستان میں عباد ابن زیاد۔ اور کرمان میں شریک ابن اعور۔

اسی سال قیس ابن سعد بن عبادۃ الانصاری نے مدینے میں انتقال کیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ان کا انتقال ۶۰ھ میں ہوا۔ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ انکی تمام جنگوں میں شریک تھے۔

اسی سال سعید ابن عاص نے انتقال کیا جو سال ہجرت میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد جنگ بدر میں بحالت کفر مارے گئے تھے۔

اسی سال مرۃ ابن کعب البہری السلمی نے بھی انتقال کیا۔ وہ صحابی تھے۔

اسی سال ابو محذورۃ الجمحی جو رسول خدا صلعم کے موذن تھے۔ مکے میں فوت ہوئے۔ وہ اپنی موت کے دن تک برابر مکے میں اذان دیتے رہے۔ انکے بعد انکی اولاد کو یہی منصب نصیب ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۶۹ھ میں ہوئی۔

اسی سال عبداللہ ابن عامر ابن کریز نے مکے میں وفات پائی۔ اور عرفات میں دفن ہوئے۔

اسی سال ابو ہریرہؓ نے بھی وفات پائی اور کیونکہ ان کو حضرت عثمانؓ سے بہت محبت تھی اس لئے ان کے جنازے کو ان کے صاحبزادوں نے ہی اٹھایا۔

اسی سال مسلمانوں نے حصن مکنح پر حملہ کیا۔ عمیر ابن حباب السلمی ان کے ہمراہ تھے۔ وہ فصیل شہر پر چڑھ گئے۔ اور جب تک اہل روم کو زک نہ دے لی برابر فصیل ہی پر لڑتے رہے۔ پھر مسلمانوں نے فصیل پر چڑھ کر شہر کو فتح کر لیا اسطرح اس شہر کی فتح عمیر کے ہاتھ پر ہوئی۔ عمیر اس پر بہت فخر کیا کرتے تھے اور اس واقعے کو ان کا ایک قابل فخر کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

سنہ ۶۰ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن عبداللہ نے سوریہ میں جنگ کی۔ اور جنادہ نے جزیرۂ ردوس میں داخل ہو کر (بقول بعض) اس کے شہر کو منہدم کر دیا۔

اسی سال امیر معاویہ ابن ابی سفیان نے انتقال کیا۔ اس سے قبل وہ اہل بصرہ کے وفد سے یزید کے لئے بیعت لے چکے تھے۔

امیر معاویہ ابن ابی سفیان کی وفات کا بیان

امیر معاویہ نے اپنی بیماری سے قبل ایک تقریر کی اور کہا کہ میں ایک ایسی کھیتی کی طرح ہوں جس کے کاٹنے کا وقت آ گیا ہو۔ تم پر میری حکومت اسقدر طویل ہو گئی ہے کہ تم مجھ سے اور میں تم سے اکتا گیا۔ اور تم میرے اور میں تمھارے فراق کی آرزو کرنے لگا میرے بعد جو شخص تم پر حکمرانی کریگا وہ ایسا ہو گا جس سے میں اچھا ہوں بعینہٖ اسی طرح جس طرح کہ میرا پیش رو مجھ سے اچھا تھا۔ کہتے ہیں کہ جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے۔ اس سے خدا بھی ملنا چاہتا ہے۔ یا اللہ میں بھی تجھ سے ملنے کا خواہشمند ہوں تو بھی مجھ سے ملنے کا ارادہ کر۔ اور اور اس ملاقات کو میرے لئے باعث برکت بنا۔ اسکے بعد تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ان کا مرض شروع ہو گیا۔ جب وہ اس مرض موت میں مبتلا ہوئے۔ تو انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو بلا کر کہا کہ "بیٹا میں نے تمھارے لئے حکومت اور حکمرانی کا پورا بندوبست کر دیا ہے۔ مشکل امور کو تمھارے پیروں کے نیچے روند دیا ہے۔ دشمنوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور عربوں کی گردنوں کو تمھارے لئے جھکا دیا ہے اور اسقدر مال و متاع جمع کیا ہے کہ کبھی کسی نے اتنا نہ جمع کیا ہو گا۔ اہل حجاز کا خیال رکھنا کیونکہ وہ تمھارے اصل ہیں۔ ان میں سے جو کوئی تمھارے پاس آئے۔ اس سے با اکرام پیش آنا۔ اور ان میں سے جو دور رہوں ان کا خیال رکھنا۔ اہل عراق پر بھی نظر رکھنا۔ اگر وہ تم سے ہر روز ایک عامل کو معزول کر دینے کو کہیں تو ضرور ایسا ہی کرنا۔ کیونکہ ایک عامل کا معزول کر دینا اس سے بہتر ہے کہ ایک لاکھ تلواریں تمھارے خلاف کھنچ جائیں۔ اہل شام کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہئے کہ وہ تمھارے دوست اور راز دار ہو جائیں۔ اگر تم کو اپنے دشمن کی طرف سے کچھ شبہ ہو تو انھیں سے مدد لو اور جب تم ان پر غالب آ جاؤ تو اہل شام کو ان کے

وطن کی طرف واپس بھیجدو۔ کیونکہ اگر وہ وطن کے علاوہ اور کہیں اقامت گزیں ہوں گے
تو ان کے اخلاق بدل جائیں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس امر خلافت میں قریش کے چار اشخاص
کے سوا اور کوئی تم سے نزاع کریگا۔ (۱) حسینؓ ابن علیؓ۔ (۲) عبداللہؓ ابن عمرؓ (۳) عبداللہ ابن
زبیر۔ (۴) عبدالرحمٰن ابن ابو بکر۔ ابن عمر تو وہ آدمی ہیں جن کو عبادت نے جلادیا ہے۔ اور
جب ان کے سوائے اور کوئی شخص تمہارا مخالف نہ رہ جائے گا تو وہ بھی تم سے بیعت
کر لیں گے حسین ابن علی (رضی اللہ عنہما) ایک خفیف سے آدمی ہیں۔ اور جب تک
اہل عراق ان کو مقابلے پر نکال نہ لیں دم نہ لیں گے۔ اگر وہ آمادہ ہو جائیں اور تم ان پر
کامیابی حاصل کر لو۔ تو ان سے درگذر کرنا۔ کیونکہ وہ تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور ان کا
بہت کچھ حق ہے۔ ان کو رسول خدا صلعم سے بھی قرابت ہے۔ ابن ابی بکرؓ کا یہ حال ہے
کہ جیسا وہ اپنے اصحاب کو کرتے دیکھیں گے ویسا ہی کریں گے۔ سوائے اس کے کہ وہ
عورتوں سے لطف اُٹھائیں یا لہو ولعب میں مشغول ہو جائیں۔ انہیں اور زیادہ ہمت نہیں
البتہ وہ شخص جو شیر کی طرح تم پر حملہ کر کے پچھاڑنا چاہیگا اور تم سے لومڑی کی طرح
مکاریاں اور فریب کریگا۔ اور جب اسے موقعہ ملے گا تو یکایک تم پر ٹوٹ پڑیگا وہ
ابن زبیر ہے۔ تو اگر وہ تمہارے ساتھ ایسا کرے اور تم اس سے جیت جاؤ تو اس کے بدن کا
جوڑ جوڑ کاٹ دینا۔ اور جہاں تک تم میں طاقت ہو اپنی قوم کے جان و مال کی حفاظت کرو"
اسی طرح اس روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا ذکر ہے اور وہ صحیح نہیں ہے
کیونکہ وہ امیر معاویہ کے انتقال سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ
یزید اپنے باپ کے مرض اور موت کے وقت وہاں موجود نہ تھا۔ بلکہ امیر معاویہ نے ضحاک
ابن قیس اور مسلم ابن عقبہ المری کو بلا کر یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان کے بیٹے یزید کو یہ پیغام پہنچا دیں
اور یہی صحیح ہے۔

اس کے بعد امیر معاویہ نے دمشق میں انتقال کیا۔ ایک روایت ہے کہ ان کا انتقال
رجب کی پہلی تاریخ کو ہوا۔ ایک روایت ہے کہ نصف رجب میں اور ایک بیان ہے
کہ رجب کے ختم ہونے سے آٹھ روز قبل۔ جس دن سے ان کے لئے اجتماع امر ہوا اور امام حسنؓ
نے ان سے بیعت کی اس دن سے انکی حکومت کا زمانہ انیس سال تین ماہ۔ اور ستائیس
روز کا ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی حکومت کا عرصہ انیس سال اور تین ماہ تھا۔ یہ بھی

کہتے ہیں کہ چند روز کم تین ماہ کا تھا۔ اس وقت ان کی عمر بروایتے چھتر اور بروایتے تہتر برس کی تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اٹھتر اور بروایتے پچاسی برس کی عمر میں انتقال کیا۔ کہتے ہیں کہ جب مرض نے شدت پکڑی اور ان پر رعشہ طاری ہوگیا تو انھوں نے اپنے اہل خانہ کو کہا کہ میری آنکھوں میں سرمہ بھر دو۔ اور میرے سر میں تیل لگا دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ان کے چہرے پر تیل کی مالش کر دی پھر ان کے لیئے فرش بچھایا گیا اور وہ بیٹھ گئے اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ جنھوں نے کھڑے کھڑے سلام کیا۔ کوئی شخص بیٹھنے نہ پایا۔ جب وہ لوگ انکے پاس سے واپس گئے تو کہنے لگے کہ وہ نہایت تندرست ہیں۔ امیر معاویہ نے ان کے باہر جانے کے وقت یہ دو شعر پڑھے۔ (ترجمہ):۔

میرا بہ تکلف صحیح (یا تندرست) بننا ان لوگوں کے لیئے ہے جو مجھے مصیبت میں دیکھکر خوشی کرینگے۔ ان کو میں دکھا رہا ہوں کہ میں حوادث زمانہ سے ناتواں و بے صبر نہیں ہوتا۔ مگر جب موت اپنے پنجے گاڑ لیتی ہے تو میں نے دیکھا ہے کہ اسوقت کوئی تعویذ کام نہیں آتا"۔

ان کی آنکھیں اوپر کو چڑھتی جاتی تھیں۔ چنانچہ وہ اسی دن انتقال کر گئے۔ جب وفات کا وقت آن پہنچا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے ایک کرتا پہنایا تھا۔ جسے میں نے محفوظ رکھا ہے۔ ایک دن آنحضرت نے اپنے ناخن کٹوائے تھے۔ میں نے ان ناخنوں کے ٹکڑے اٹھا کر ایک شیشہ میں رکھ لیئے تھے۔ جب میں مر جاؤں تو وہ کرتا مجھے پہنا دینا۔ اور ان ناخنوں کو پیسکر میری آنکھوں اور منہ میں چھڑک دینا۔ ممکن ہے کہ خدائے تعالےٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے"۔ یہ کہکر اشہب ابن زمیلۃ النہشلی کی ان دو بیتوں کو بطور تمثل پڑھا۔ (ترجمہ):۔

"جب میں مر جاؤں گا تو لوگوں میں بخشش و جود مر جائیگی۔ صرف عطا قلیل رہ جائیگی سائلین کے ہاتھ رد کئے جائیں گے اور لوگ ایک جدید خلق کیساتھ دین و دنیا سے رک جائینگے"۔

اس پر ان کی بیٹی نے کہا کہ نہیں امیر المومنین ایسا کیوں ہوگا۔ خدا آپ کی تکلیف کو دور کرے۔ یہ سن کر انھوں نے ہذلی کا مذکورہ بالا شعر "جب موت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے"۔ وغیرہ بطور تمثیل پڑھا اور اپنے اہل و عیال سے کہا کہ خدا سے پناہ مانگو کیونکہ جسکو خدا نہیں بچاتا اسے کوئی محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اس کے بعد ان کا خاتمہ ہوگیا۔ انھوں نے

وصیت کی تھی کہ ان کا نصف مال بیت المال کو دے دیا جائے گویا ان کی خواہش یہ تھی کہ ان کا باقی مال اُن کے لئے پاک ہو جائے کیونکہ حضرت عمرؓ اپنے عاملوں کے مال کا حساب لگا کر بلحاظ ان کی آمدنی کے جسقدر مال ان کے قبضے میں زیادہ پاتے وہ بیت المال میں داخل کر لیا کرتے تھے۔ وفات کے وقت انھوں نے یہ دو شعر پڑھے۔ (ترجمہ):-

"یا الٰہی اگر تو مناقشہ کرے تو تیرا مناقشہ عذاب ہوگا۔ جس کے برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اپنے ایسے بندے کے گناہوں سے درگذر کر جس کے گناہ ذرات خاک کی طرح ہیں۔ اور تو بڑا درگذر کرنیوالا ہے"

جب ان کا مرض بڑھ گیا تو ان کی صاحبزادی رملہ ان کا سر اپنی گود میں رکھکر جوئیں دیکھنے لگیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ جس سر کی تم جوئیں دیکھ رہی ہو وہ امور دنیوی میں اُلٹ پلٹ کرنے کا مشتاق تھا۔ اس نے جوانی سے پیری کے زمانے تک زر و مال جمع کیا۔ کاش کہ وہ آگ میں نہ جھونکا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):-

"میں نے تمہارے لئے ایک رنج کش آدمی کی طرح کوشش کی ہے اور تمکو جگہ جگہ مارے مارے پھرنے سے بچا لیا ہے"

ان کو یہ معلوم ہوا کہ چند آدمی ان کی موت سے خوشی ظاہر کرتے ہیں۔ اس پر انھوں نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):-

"اے لوگو۔ اگر ہم نہ مریں تو کوئی اور ہے جو ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیا موت میں کوئی عار کی بات ہے؟"

اپنے مرض کے زمانے میں وہ بعض دفعہ خلط ملط باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے کہا کہ ہم میں اور غوطہ میں کتنا فاصلہ ہے۔ یہ سنکر ان کی صاحبزادی نے چیخ کر کہا "واحزناہ" اس سے ان کو ہوش آگیا اور وہ کہنے لگے اگر تم گھبرا گئیں تو تم نے ایسی بات دیکھی ہے جو اس قابل ہے کہ اس سے گھبرایا جائے۔

جب امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا تو ضحاک ابن قیس ان کے کفن کو اپنے ہاتھوں پر رکھے ہوئے باہر آیا۔ اور منبر پر کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ امیر معاویہ عرب کے عود (نڈر) عرب کے حد (بجانے والے) اور عرب کے جد (اقبال مند) تھے خدائے تعالےٰ نے انکے ذریعے فتنے کو منقطع کیا اور انکو اپنے بندوں پر بادشاہ بنایا۔ ان کے ہاتھوں سے ملکوں کو فتح کرایا ہاں۔ وہ انتقال کر گئے

ہیں۔ اور یہ دیکھو یہاں کا کفن ہے۔ ہم انکو اس میں اور پھر قبر میں داخل کر دینگے۔ اور پھر وہ جانیں اور انکے اعمال جانیں۔ پھر قیامت کے دن تک یہی فتنہ و فساد رہیگا جو کوئی ان کے جنازہ پر حاضر ہونا چاہے نماز ظہر کے وقت حاضر ہو جائے۔ ضحاک نے ہی ان کے جنازے کی نماز ادا کی۔ ؛

کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہ کو مرض کی شدت ہوئی تو اسوقت ان کا بیٹا یزید حوارین میں تھا۔ اس کو اس واقعے کی خبر دی گئی اور آنے کی تاکید کی گئی۔ تاکہ وہ اپنے باپ کو دیکھ سکے۔ یزید نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ):-

"قاصد اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا خط لے آیا۔ اس کے اس کاغذ سے دل خوف کی وجہ سے کانپنے لگا۔ ہم نے کہا کہ تجھ پر خدا کی مار یہ تو بتلا کہ اس کاغذ میں کیا ہے اس نے کہا کہ خلیفہ کا یہ حال ہے کہ مرض کی شدت کی وجہ سے جگہ سے ہل بھی نہیں سکتے پھر ہم نے مہار اور اونٹنیوں کو منگایا اور ان کے ذریعے سے راستوں کو طے کرنا شروع کیا۔ اور ہم کو انھیں تیز تیز چلانے کی ضرورت بھی نہ پڑی۔ مگر زمین ہلنے اور ہم کو ہلانے لگی۔ گویا کہ اس کے ارکان کے حصے ٹوٹ گئے ہیں۔ جو شخص اپنے نفس کی شرافت کو پورا نہیں کرتا۔ قریب ہے کہ اس کے نفس کے امور ساقط ہو جائیں۔ جب ہم پہنچے تو دیکھا کہ مکان کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور رملہ کی آواز نے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ دل بدحواس ہو جانیکے بعد پھر کسی قدر ہوش میں آیا۔ اور نفس جانتا ہے کہ وہ بے قراری پر ثابت ہے۔ ابن ہند اور اس کے مجد کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ دونوں ساتھ ہی رہتے تھے ساتھ ہی ختم ہو گئے۔ وہ سفید رو اور کشادہ ابرو آدمی تھا۔ بادل اس سے پانی طلب کیا کرتے تھے اور اگر وہ لوگوں کے ساتھ قرعہ اندازی کرے تو ضرور بازی جیتیگا"

غرضکہ یزید اسوقت پہنچا جب کہ امیر معاویہ مدفون ہو چکے تھے اور اسنے انکی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھی۔ ؛

امیر معاویہ کے نسب ان کی کنیت اور انکی ازواج و اولاد کا بیان

ان کا نسب معاویہ ابن ابی سفیان (اور ابو سفیان کا نام) صخر ابن حرب ابن امیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ابن قصی ابن کلاب۔ اور کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے - ان کی ازواج میں میسون بنت بحدل ابن انیف الکلبیہ ہے۔ جو ان کے بیٹے یزید کی ماں تھی۔ کہتے ہیں کہ اس سے امیر معاویہ کے ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام امۃ رب المشارق تھا - مگر وہ چھوٹی عمر میں انتقال کر گئی - علی ہذا ان کی ازواج میں فاختہ بنت قرظہ بن عبد عمرو

ابن نوفل بن عبد مناف بھی ہے جس سے عبدالرحمٰن اور عبداللہ ہوئے۔ یہ عبداللہ احمق تھا۔ ایک دن ایک خراس والے کے ہاں گیا۔ اس کا خچر خراس میں جتا ہوا تھا اور اس کے گلے میں گھنٹیاں پڑی ہوئی تھیں۔ عبداللہ نے خراسی سے گھنٹیوں کے متعلق سوال کیا اس نے کہا کہ یہ اس لئے ہیں کہ وہ چلتے چلتے ٹھیر جائے تو مجھے معلوم ہو جائے کہ ٹھیر گیا ہے۔ اور چکی نہیں چلا رہا۔ کہا کہ اگر وہ کھڑا ہی کھڑا سر ہلایا کرے تو تم کو کیا معلوم ہو گا کہ وہ کھڑا ہے۔ خراسی نے کہا کہ میرے خچر میں اتنی عقل نہیں جتنی امیر میں ہے۔ رہا عبدالرحمٰن سو وہ صغیر سنی میں انتقال کر گیا۔ ازواج میں نائلۃ الکلبیہ بھی تھی امیر معاویہ نے میسون سے کہا کہ ذرا اسے دیکھ لو۔ اس نے دیکھا اور کہا کہ خوب صورت تو ہے مگر اس کی ناف کے نیچے ایک تل ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کے خاوند کا سر اسکی گود میں رکھا جائیگا۔ اس پر معاویہ نے اسے طلاق دے دی اور حبیب بن مسلمۃ الفہری نے اس سے نکاح کیا۔ اس کے بعد نائلہ نے نعمان ابن بشیر سے نکاح کیا جو شہید ہوا اور اسکا سر نائلہ کی گود میں رکھا گیا۔ ان ازواج کے علاوہ کنوۃ بنت قرظہ فاختہ کی بہن تھی جنگ قبرس کے دوران میں وہ امیر معاویہ کے ہمراہ تھی۔ اور وہیں اسکا انتقال بھی ہوا۔

امیر معاویہ کی سیرت ان کے احوال ان کے قضاۃ و کتاب کا بیان

جب امیر معاویہ کے لئے خلافت کی بیعت ہو گئی تو انھوں نے قیس ابن حمزۃ الہمدانی کو اپنے شرطہ پر مقرر کیا۔ مگر پھر ان کو معزول کر کے ان کی جگہ زمل بن عمر العذری کو مقرر کیا اور ایک روایت میں اس کو سکسکی کیا گیا ہے ان کا کاتب اور صاحب امر (معتمد منشی) سرجون رومی تھا ان کے حرس (باڈی گارڈ) کا افسر مختار نام ایک مولیٰ۔ اور بقول بعض ابو المخارق مالک تھا جو بنو حمیر کے موالی میں سے تھا۔ امیر معاویہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے حرس مقرر کئے۔ عہدہ حجابت پر ان کا آزاد کردہ غلام سعد مقرر تھا۔ اور فضالہ ابن عبید الانصاری ان کے قاضی تھے۔ وہ انتقال کر گئے تو ان کی جگہ ابو ادریس الخولانی قاضی ہوئے۔ ان کے علاوہ عبیداللہ ابن محصن الحمیری امیر معاویہ کے دیوان خاتم پر مقرر تھے۔ امیر معاویہ سب سے پہلے شخص تھے جنھوں نے دیوان خاتم مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ امیر معاویہ نے حکم دیا کہ عمرو بن زبیر کو ایک لاکھ درہم دیا جائے۔ اور یہ حکم زیاد کو لکھ بھیجا۔ عمرو نے خط کھول لیا اور بجائے ایک لاکھ کے

دو لاکھ بنا دیا۔ جب زیاد نے امیر معاویہ کے پاس حساب روانہ کیا تو انھوں نے اس سے لاعلمی ظاہر کی۔ اور عمرو سے درہم طلب کئے اور ان کو قید کر دیا۔ اس کے بھائی عبداللہ ابن زبیر نے ان کی طرف سے رقم مطلوبہ ادا کر دی اس موقع پر امیر معاویہ نے دیوان خاتم قائم کیا اور خطوط کی حفاظت کرنے لگے۔ مگر اس سے قبل کوئی احتیاط نہیں کی جاتی تھی۔

حضرت عمرؓ ابن خطاب کا قول تھا کہ تم کسریٰ اور قیصر اور ان کے علم و دانش کی تعریف کرتے ہو حالانکہ خود تم میں معاویہ موجود ہیں۔" کہتے ہیں کہ عمرو ابن العاص اہل مصر کو ہمراہ لئے ہوئے مصر سے معاویہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے اہل مصر سے کہا کہ معاویہ کو خلافت کا سلام (یا امیر المومنین کہکے) نہ کرنا کیونکہ اس سے ان کے دل میں تمھارا خوف رہیگا۔ اور جہاں تک ہو سکے ان کی تحقیر ہی کرنا۔ جب وہ لوگ معاویہ کے پاس پہنچے تو معاویہ نے اپنے حاجب سے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن نابغہ آیا ہے۔ اس نے لوگوں میں میرے امر کو حقیر کر دیا ہے دیکھتے رہو جب وہ لوگ داخل ہونے لگیں تو تم سے جہاں تک بن سکے زور سے للکار کر ان کو سلام کرنے اور گھبرائے جانے پر مجبور کر دینا۔ ان لوگوں میں سب سے پہلے ابن خیاط نام ایک شخص داخل ہوا۔ اس نے آتے ہی کہا کہ "السلام علیک یا رسول اللہ" اور باقی آدمیوں نے بھی اسکی متابعت کی۔ جب وہ سب باہر واپس گئے تو عمرو نے ان سے کہا کہ تم پر خدا کی پھٹکار ہو۔ میں نے تو تم کو منع کیا تھا کہ معاویہ کو امارت کا سلام مت کرنا اور تم نے یہ غضب ڈھایا کہ نبوت کا سلام کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبیداللہ ابن ابی بکرہ معاویہ کے پاس گئے۔ ان کا بیٹا بھی ساتھ تھا اس نے خوب ڈٹ کر کھانا شروع کیا۔ معاویہ نے کن انکھیوں سے دیکھ لیا۔ عبیداللہ نے یہ معلوم کر کے چاہا کہ اپنے بیٹے کو اشارے سے منع کر دیں۔ مگر جب تک وہ کھانے سے فارغ نہ ہو گیا اس نے سر ہی نہ اٹھایا۔ اس کے بعد عبیداللہ پھر معاویہ کے ہاں گئے مگر اب کے ان کا بیٹا ان کے ساتھ نہ تھا۔ معاویہ نے پوچھا کہو تمھارے بسیار خوار بیٹے کا کیا حال ہے۔ کہا کہ وہ بیمار ہو گیا ہے۔ معاویہ بولے میں پہلے ہی جان گیا تھا۔ کہ اس کا کھانا ضرور اسے بیمار کر دے گا۔ جویریہ ابن اسماء کہتے ہیں۔ کہ ابو موسیٰ الاشعری ایک سیاہ ٹوپی اوڑھے ہوئے معاویہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ السلام علیک یا امین اللہ معاویہ نے کہا کہ وعلیک السلام۔ جب وہ واپس چلے گئے تو معاویہ نے کہا کہ شیخ اس غرض سے

آئے تھے کہ میں ان کو والی بنا دوں۔ خدا کی قسم میں انھیں ہرگز والی نہ بناؤنگا عمرو ابن العاص نے معاویہ سے کہا کہ میں سب سے زیادہ آپ کا خیر خواہ نہیں ہوں۔ کہا جو کچھ تم نے حاصل کیا ہے اسی سے حاصل کیا ہے۔ جویریہ بن اسماء کا بیان ہے کہ بسر ابن ابی ارطاۃ نے امیر معاویہ کے پاس بیٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو گالیاں دیں۔ اس وقت حضرت زید ابن عمرؓ ابن الخطاب موجود تھے (جن کی والدہ ام کلثوم بنت علیؓ تھیں)۔ زید نے ایک عصا اٹھا کر بسر کو مارا۔ امیر معاویہ نے زید سے کہا کہ تم نے قریش کے شیخ اور اہل شام کے سردار پر دست درازی کی اور مارا۔ پھر بسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم حضرت علیؓ کو مجمع عام میں گالیاں دیتے ہو۔ حالانکہ وہ زید کے نانا ہیں اور پھر زید فاروق کے بیٹے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اس پر صبر کر لیں گے۔ اور اس طرح ان دونوں کو خوش کر دیا۔ امیر معاویہ کا قول تھا کہ میں خود کو اس سے بلند رکھتا ہوں کہ میرے عفو سے کوئی بڑا گناہ یا میرے حلم سے کوئی بڑی جہالت ہو یا کوئی ایسی شرمناک بات ہو۔ جس کی میں پردہ داری نہ کر سکوں یا یہ میری بدی میری نیکی سے زیادہ ہو۔ امیر معاویہ نے عبد الرحمٰن ابن حکم کو نصیحت کی تھی کہ اے میرے بھتیجے تم کو شعر گوئی کا شوق ہے۔ مگر عورتوں کی تعریف و توصیف سے بچے رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی شریف عورت کو بدنام کر دو۔ ہجو کرنے سے بچے رہنا تاکہ کسی کریم النفس شخص کو عیب ناک نہ کر دو۔ اور کمینہ کو نہ بھڑکا دو۔ مدح سے بھی بچے رہنا کیونکہ وہ ایک بے شرم آدمی کی خوراک ہے۔ البتہ اپنی قوم کے مفاخر پر فخر کرو۔ ایسے امثال بیان کرو۔ جن سے خود تمھارے نفس کو بھی زینت ہو اور غیر کے لئے تادیب ہو۔ عبد اللہ ابن صالح کہتے ہیں کہ امیر معاویہ سے پوچھا گیا کہ کس شخص کو آپ سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ کہا کہ ایسے شخص کو جو لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ عزیز و محبوب بنا دے۔ امیر معاویہ کا قول ہے کہ عقل و علم و حلم بہترین چیزیں ہیں جو خدا نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں چاہئے کہ جب وہ یاد دلایا جائے تو وہ یاد کر لے جب وہ دے یہ شکر کرے۔ وہ آزمائے تو یہ صبر کرے۔ غصہ آئے تو اُسے کھا جائے۔ قادر ہو تو خطا بخش دے۔ اور جب کسی کو رنج پہنچائے تو معافی مانگ لے اور وعدہ کرے تو پورا بھی کرے"۔ عبد اللہ ابن عمیر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص امیر معاویہ سے بہت سختی سے پیش آیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس سے نرمی سے پیش آئیں گے۔ کہنے

لگے کہ میں لوگوں کے اور ان کی زبانوں کے درمیان حائل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ ہمارے اور ہمارے ملک کے درمیان حائل نہ ہوں۔ محمد ابن عامر نے بیان کیا ہے کہ امیر معاویہ نے عبداللہ ابن جعفر کو گانے پر برا بھلا کہا۔ اس پر عبداللہ بدیح کو ساتھ لئے ہوئے امیر معاویہ کے پاس گئے۔ جو اس وقت ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھے ہوئے بیٹھے تھے عبداللہ نے بدیح سے گانے کے لئے کہا اور اس نے گانا شروع کیا۔ امیر معاویہ نے اپنے پاؤں کو حرکت دی۔ عبداللہ نے کہا کہ امیر المومنین کیا ہوا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ کریم النفس آدمی طرب اندوز ہوتا ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے معاویہ سے زیادہ کوئی شخص بادشاہت کے لائق نہیں دیکھا۔ لوگ ان کے پاس اس طرح آتے تھے جیسے کہ ایک وادی کشادہ میں وہ تنگ دل ضدی اور بخیل شخص کے جیسے نہ تھے (ابن عباس کی مراد ابن زبیر سے ہے کیونکہ وہ ان پر رنجیدہ تھے) صفوان ابن عمرو کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبدالملک معاویہ کی قبر پر سے گذرا اور وہاں کھڑے ہو کر دعائے مغفرت مانگنے لگا۔ ایک شخص نے پوچھا یہ قبر کسکی ہے۔ کہا کہ یہ اس شخص کی قبر ہے جو جہاں تک مجھے معلوم ہے علم سے بولتا اور حلم سے خاموش رہتا تھا۔ جب کبھی وہ انعام دیتا تو مالدار کر دیتا۔ جب جنگ کرتا تو فنا کر دیتا۔ زمانے نے اس کو وہ چیز جلد دے دی جو اس کے بعد دوسروں کو دیر سے دے گا۔ یہ ابو عبدالرحمٰن معاویہ کی قبر ہے۔

امیر معاویہ اسلام میں پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے اپنے بیٹے کے لئے بیعت لی۔ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ڈاک کا سلسلہ قائم کیا۔ انھیں نے سب سے پہلے مرکب خوشبو کا نام "غالیہ" رکھا۔ پہلے پہل انھیں نے مسجدوں میں مقصورہ بنایا اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بیٹھ کر خطبہ کہا۔

بیعت یزید کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال کے ماہ رجب میں یزید سے اس کے باپ کے بعد بیعت کی گئی۔ اس میں جو کچھ اختلاف ہے وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جس وقت عنان حکومت اس کے ہاتھ میں آئی۔ اس وقت مدینے میں ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان

کے ؔ میں عمرو ابن سعید ابن العاص۔ بصرہ میں عبید اللہ ابن زیاد۔ اور کوفے میں نعمان ابن بشیر حاکم تھے۔ یزید کے سامنے یہی ایک امر اہم تھا کہ جن لوگوں نے امیر معاویہ کے سامنے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا ان سے بیعت لی جائے۔ اس نے ولید کو ایک خط لکھا جس میں امیر معاویہ کی وفات کی خبر دی۔ اور اس کے ساتھ ایک اور چھوٹا سا خط لکھا جس میں تھا کہ "امابعد۔ حسینؓ۔ عبد اللہ ابن عمرؓ۔ اور ابن زبیر کو بیعت کے لیئے اس طرح پکڑو کہ جب تک بیعت نہ کرلیں مطلق نہ چھوڑو۔ والسلام"۔ جب ولید کو امیر معاویہ کی خبر مرگ ملی تو اس پر یہ خبر بہت گراں گذری۔ اس نے مروان ابن الحکم کو بلایا۔ مروان ولید سے پہلے مدینے کا حاکم تھا۔ جب وہ حاکم بن کر آیا تو مروان اس کے پاس گاہے ماہے آیا کرتا تھا اور وہ بھی بادل ناخواستہ۔ ولید نے اس کی یہ حرکت دیکھ کر اپنے ہم نشینوں کی محفل میں اس کو گالیاں دیں۔ مروان نے یہ سن کر اس سے قطع تعلق کرلیا۔ اور جب تک امیر معاویہ کی خبر مرگ نہ ملی ان کے تعلقات منقطع ہی رہے۔ آخر جب ولید پر معاویہ کی موت اس قدر گراں گذری۔ اور مذکور الصدر حضرات سے جو بیعت لینے کا حکم ہوا تھا اس کا بھی فکر دامن گیر ہوا تو اس نے مروان کو بلایا۔ اس نے بھی امیر معاویہ کی موت کی خبر خط میں پڑھ کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پڑھا اور ان کے لیئے دعائے رحمت کی۔ ولید نے اس سے مشورہ طلب کیا۔ کہ کیا کیا جائے۔ مروان نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سب حضرات کو اسی وقت بلوائیں اور بیعت کرنے کا حکم دیں۔ اگر وہ بیعت کرلیں تو خیر آپ بھی قبول کرلیں۔ لیکن اگر وہ انکار کریں تو قبل اس کے کہ ان کو امیر معاویہ کی وفات کی اطلاع ہو۔ ان کی گردنیں مار دیجئے۔ کیونکہ اگر ان کو امیر مرحوم کے انتقال کی خبر مل گئی تو ہر ایک شخص ان میں سے ایک ایک طرف چل پڑیگا اور اظہار اختلاف کر کے اپنے لیئے لوگوں کو دعوت دے گا۔ ابن عمرؓ کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ جنگ وقتال نہیں کرنا چاہتے۔ اور نہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ والی ہوں سوا اس کے کہ یہ امر ان کو خود بخود دے دیا جائے۔ ولید نے ایک نوجوان شخص عبد اللہ ابن عمرو ابن عثمان کو امام حسینؓ اور ابن زبیر کو بلانے کے لیئے بھیجا۔ اس نے ان دونوں کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا۔ اور ایسے وقت میں وہاں پہنچا کہ جس وقت ولید عموماً مجلس عام قائم نہیں کیا کرتا تھا۔ جوان نے ان دونوں سے کہا کہ اس وقت امیر کے پاس چلیئے۔ انہوں

نے کہا تم چلو ہم بھی آتے ہیں۔ ابن زبیر نے امام حسینؓ سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ ولید نے ہمیں ایسے وقت میں کیوں بلایا ہے۔ کہ جب وہ مجلس عام قائم نہیں کرتے؟" امام حسینؓ نے کہا کہ مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ انکا طاغیہ ہلاک ہو گیا ہے۔ اور ولید نے ہم کو اس لئے بلایا ہے کہ قبل اس کے کہ اُس کے ہلاک کی خبر لوگوں میں عام ہو وہ ہم سے بیعت لے لے ابن زبیر نے کہا کہ میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ آپ کیا کریں گے؟ امام حسینؓ نے فرمایا میں اپنے جوانوں کو اسی وقت جمع کرتا ہوں اور ان کو ہمراہ لے کر ولید کے مکان پر جاتا ہوں۔ ان کو باہر بٹھلا کر خود اندر چلا جاؤنگا۔ ابن زبیر کہنے لگے۔ کہ مجھے ولید کی طرف سے آپ کے لئے خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور خصوصاً جب آپ اندر چلے جائینگے۔ فرمایا کہ میں ان کے پاس یہی سمجھ کر جا رہا ہوں کہ ان کے امتناع پر قادر رہوں۔ یہ کہہ کر امام حسینؓ اُٹھے اور اپنے اصحاب اور اہل بیت کو جمع کر کے ولید کے دروازے پر آئے اور اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ میں اندر جاتا ہوں۔ اگر میں تم کو بلاؤں یا تم سنو کہ میری آواز بلند ہے تو تم سب کے کے سب اندر چلے آنا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو جب تک میں باہر نہ آؤں یہاں سے نہ سرکنا۔ یہ کہہ کر اندر داخل ہوئے اور سلام کیا۔ مروان اس وقت ولید کے پاس بیٹھا تھا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ اتفاق نفاق سے اور صلح فساد سے بہتر ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ تم دونوں ایک جگہ جمع ہو۔ خدا تمہارے تعلقات کی اصلاح کرے۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے ولید نے ان کو یزید کا خط پڑھ کر سنایا اور امیر معاویہ کے انتقال کی خبر دے کر ان کو بیعت کے لئے کہا۔ امام حسینؓ نے امیر معاویہ کی خبر موت سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور دعائے رحم کر کے کہا کہ بیعت کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ مجھ جیسا آدمی اس طرح خفیہ طور پر بیعت نہیں کیا کرتا۔ اور نہ مجھے خفیہ طور پر پاداش عمل دی جا سکتی ہے۔ اگر آپ باہر نکل کر لوگوں کے پاس جائیں اور ان کو اور ہم کو ساتھ بیعت کی دعوت دیں تو یہ امر بالکل ایک سا ہوگا۔ ولید (جو امن و عافیت کا دلدادہ تھا) نے ان سے کہا کہ اچھا آپ تشریف لے جائیں۔ یہ سن کر مروان ولید سے کہنے لگا۔ کہ اگر یہ اس وقت آپ کے پاس سے چلے گئے اور بیعت نہ کی تو آپ ان پر قادر ہونے کے لئے کبھی ایسا وقت نہ پائینگے۔ تاوقتیکہ آپ اور ان کے درمیان بہت سے آدمی قتل نہ ہو لیں۔ ان کو قید کر دیجئے۔ اور اگر یہ بیعت کر لیں تو خیر ورنہ ان کو قتل کر دیجئے۔ امام حسینؓ یہ سن کر یکبارگی کھڑے ہو گئے۔ اور کہا کہ او گربہ چشم

عورت کے بچے! تو مجھے قتل کرے گا کہ وہ ؟ بخدا تو جھوٹا اور بد بخت ہے"۔ پھر وہ وہاں سے روانہ ہو کر اپنے مکان کو چلے گئے۔ مروان نے ولید سے کہا کہ آپ نے میری بات نہ مانی۔ خدا کی قسم آپ کو ان پر قبضہ کرنے کا اس سے بہتر ابد تک کوئی وقت نہ ملے گا۔ ولید نے جواب دیا خیر آپ اپنے قافلے کو بچائیے۔ خدا کی قسم مجھے یہ خواہش نہیں ہے کہ دنیا کے تمام مال ومتاع اور اس کے ملک و دولت پر جس پر آفتاب غروب و طلوع ہوتا ہے میں ہی قابض ہو جاؤں۔ میں نہیں چاہتا کہ (امام) حسینؓ کو صرف اس وجہ سے قتل کر دوں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ میں بیعت نہیں کرتا۔ بخدا کہ میں سمجھتا ہوں کہ قیامت کے دن خدائے تعالیٰ کے سامنے حسینؓ کے خون کے باب میں جس شخص کا محاسبہ کیا جائیگا وہ خفیف المیزان ہوگا۔ مروان نے کہا کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ اصلیت یہ ہے کہ مروان نے کہنے کو تو یہ فقرہ کہہ دیا مگر دل میں وہ ولید کی رائے کو پسند نہ کرتا تھا۔

ادھر ابن زبیر کا یہ ہوا کہ انھوں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ مگر اپنے مکان کو جا کر وہاں چھپکر بیٹھ گئے۔ ولید نے ان کی طلب کے لیئے آدمی بھیجا۔ جس نے اُسے اس حالت میں پایا کہ انھوں نے اپنے اصحاب کو جمع کر رکھا تھا۔ اور اپنے آپ کو محفوظ و مصئون کیئے بیٹھے تھے۔ ولید نے ان پر حاضری کے لیئے اصرار کرنا شروع کیا اور وہ یہی کہتے رہے کہ مجھے مہلت دو۔ اس پر ولید نے اپنے موالی کو ان کے پاس بھیجا انھوں نے ان کو گالیاں دیں اور کہا کہ اسے کاہلیہ کے بیٹے۔ ہم تجھ کو ضرور امیر کے پاس لے جائیں گے ورنہ تجھے قتل کر دینگے۔ ابن زبیر نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے سخت اصرار کی وجہ سے شبہ ہو گیا ہے۔ تم لوگ جلدی نہ کرو۔ ذرا مجھے کسی کو بھیج کر امیر سے رائے معلوم کر لینے دو۔ چنانچہ ابن زبیر نے اپنے بھائی جعفر ابن زبیر کو ولید کے پاس روانہ کیا۔ جنھوں نے وہاں پہنچ کر ولید سے کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے آپ عبداللہ کی ایذا دہی سے باز آجائیے۔ آپ نے ان کو گھبرا اور ڈرا دیا ہے۔ انشاء اللہ وہ کل آپ کے پاس ضرور حاضر ہو جائینگے۔ لہٰذا آپ اپنے قاصدوں کو حکم دیجئے کہ وہاں سے چلے آئیں۔ چنانچہ ولید نے قاصدوں کو وہاں سے واپس آجانے کا حکم دے دیا۔ اور وہ وہاں سے ہٹ آئے۔ ابن زبیر اسی رات چل پڑے۔ اور وہ اور ان کے بھائی جعفر دونوں مقام فرع کی طرف روانہ ہوئے۔ انکے ساتھ اور کوئی تیسرا نہ تھا۔ پھر انھوں نے مکے کا راستہ لیا۔ ولید نے آدمیوں کو ان کی

تلاش میں روانہ کیا۔ مگر وہ ان کو نہ پا سکے اور واپس آگئے۔ اور اس تمام رات امام حسینؓ کے خیال کو بھلا کر انہی دونوں کی تلاش و تفتیش میں سرگرداں رہے۔ پھر ولید نے امام حسینؓ کی طرف آدمی بھیجا۔ امام ممدوح نے ان سے کہا کہ اچھا صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھنا اور ہم بھی دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ چونکہ وہ لوگ ان کے حال پر رحم کرتے تھے اس لیئے انھوں نے ان سے کچھ تعرض نہ کیا۔ امام حسینؓ اسی رات کو (اس سے ایک رات قبل ابن زبیر روانہ ہو چکے تھے) اپنے بیٹوں بھتیجوں۔ اور تمام اہل بیت کو ہمراہ لے کر چل کھڑے ہوئے۔ البتہ محمد ابن الحنفیہ ان کے ساتھ نہیں گئے۔ انھوں نے یہ کہا کہ بھائی تم سے زیادہ مجھے اور کوئی پیارا نہیں ہے۔ تم سے زیادہ میں کسی کو عزیز نہیں رکھتا اور نہ میں تمام خلق خدا میں کسی کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ تم سے زیادہ اس کی خیر خواہی کروں۔ تم سے جہاں تک ہو سکے ضرور یزید کی بیعت سے اور دیار و امصار سے الگ رہو۔ لوگوں کے پاس اپنے قاصد بھیج بھیج کر ان کو اپنے لیئے دعوت دو۔ اگر وہ تم سے بیعت کر لیں تو اس پر خدا کا شکر کرو۔ اور اگر وہ تمہارے سوا کسی اور پر اجتماع کریں تو اس سے نہ تمہارے دین یا تمہاری عقل میں کچھ نقص لازم آتا ہے اور نہ تمہاری مروت و فضیلت میں کچھ فرق پڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ تم ایک شہر اور جماعت کے پاس جاؤ گے وہ تمہارے بارے میں اختلاف کریں گے یعنی ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ ہو گا اور ایک تمہارے خلاف۔ ہوتے ہوتے ان میں جنگ و جدل کی نوبت پہنچیگی۔ اور تم سب سے پہلے نیزے کے آماج گاہ بنو گے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ اس امت کے لوگ کیا بلحاظ نفس اور کیا بلحاظ مادر و پدر کسی ایسے شخص کا انتخاب کر سکینگے جو سب سے زیادہ خوں ریز اور بلحاظ خاندان سب سے زیادہ ذلیل ہو گا۔ امام حسینؓ نے پوچھا کہ پھر تمہیں بتاؤ کہ میں کہاں جاؤں۔ کہا کہ تم مکے جاؤ۔ اگر تم کو وہاں گھر میں اطمینان حاصل ہو تو اس سے کوئی نہ کوئی سبیل پیدا ہو جائیگی۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ریت کے میدانوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرتے رہنا اور یہ دیکھتے رہنا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کیا رنگ بدلتا ہے۔ تا آنکہ تمہارے باب میں لوگوں کی رائیں متفرق ہو جائیں کیونکہ درستی رائے کی بہترین صورت اور عزم عمل کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ امور کی آئندہ صورت کا مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا کرو۔ ورنہ امور کی گزشتہ شکلوں کے دیکھنے اور

ان پر رائے قائم کرنے سے کبھی وہ بہترین صورت میں نمودار نہیں ہوا کرتے۔ امام حسین رضؓ بولے کہ بھائی تم نے خیرخواہی اور شفقت سے کام لیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ تمہاری رائے عمدہ اور موافق ثابت ہو گی۔ یہ کہکر وہ یزید ابن مفرغ کے یہ اشعار بطور تمثیل پڑھتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ (ترجمہ)

"مجھ سے ظلم اور ذلت سے سلوک کیا جائے اور موت بھی تاک میں ہو۔ اُس وقت معرکے سے اگر میں سرک جاؤں تو یزید اپنا نام نہ رکھوں اور صبح کو شفق کے وقت لشکرکشی سے اور اونٹوں کے چونکانے سے محروم رہوں"۔

جب امام حسینؓ مکے کی طرف روانہ ہونے لگے تو انھوں نے قرآن شریف کی آیت فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ (وغیرہ) پڑھی اور جب مکے میں داخل ہوئے تو آیت لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ پڑھی۔

ولید نے ابن عمرؓ کے پاس پیام بھیجا کہ وہ بیعت کرلیں۔ انھوں نے کہا کہ جب لوگ بیعت کرلیں گے تو میں بھی کرلونگا۔ اس پر ان کو چھوڑ دیا گیا کیونکہ وہ لوگ ان سے خائف نہ تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ اور ابن عباسؓ مکے میں تھے اور وہاں سے مدینے کو واپس آرہے تھے۔ کہ راستے میں۔ امام حسینؓ اور ابن زبیر ملے۔ ان دونوں نے ان دونوں سے دریافت کیا کہ کیا خبر ہے؟ کہا کہ معاویہ کی موت اور یزید کی بیعت! ابن عمرؓ نے کہا دیکھو مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ مت ڈالو۔ غرض کہ وہ اور ابن عباسؓ مدینے پہنچ گئے۔ اور جب سب لوگ بیعت کرچکے تو انھوں نے بیعت کرلی۔

ابن زبیر مکے گئے۔ ان دنوں عمرو ابن سعید وہاں کا حاکم تھا۔ مکے میں داخل ہونے پر ابن زبیر نے کہا کہ میں بیت اللہ شریف میں پناہ گزیں ہو نگا۔ چنانچہ نہ وہ ان سب کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے اور نہ ان کے ساتھ مناسک حج بجالاتے تھے بلکہ وہ اور ان کے اصحاب ایک گوشہ میں رہتے تھے۔

مدینے سے ولید کی معزولی اور عمرو ابن سعید کی ولایت کا بیان

اس سال ولید ابن عتبہ مدینے سے معزول ہوا اور اسکی جگہ عمرو ابن سعید الاشدق مقرر ہوا۔ جو رمضان کے مہینے میں وہاں پہنچا اور اہل مدینہ اس سے ملے۔ وہ نہایت متکبر آدمی

تھا۔ اس نے اپنے شرطہ پر عمرو ابن زبیر کو مقرر کیا۔ کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ عمرو اور اس کے بھائی عبداللہ میں عداوت ہے۔ عمرو ابن زبیر نے مدینے کے چند آدمیوں کو بلایا اور چونکہ وہ سب عبداللہ کے طرفدار تھے اس لئے ان سب کو سخت زدوکوب کی۔ ان میں خود اس کے بھائی منذر ابن زبیر اور اس کے بیٹے محمد ابن منذر ابن زبیر۔ عبدالرحمن ابن اسود ابن عبد یغوث۔ عثمان ابن عبداللہ ابن حکیم ابن حزام۔ اور محمد ابن عمار ابن یاسر وغیرہ شامل تھے۔ عمرو نے ان کو چالیس چالیس بلکہ پچاس ساٹھ درّوں تک کی سزائیں دیں۔٭

عمرو ابن سعید نے عمرو ابن زبیر سے مشورہ طلب کیا۔ کہ ان کے بھائی (عبداللہ ابن زبیر) کی طرف کس کو روانہ کیا جائے۔ عمرو نے کہا اس کے ساتھ سختی سے پیش آنیوالا مجھ سے زیادہ کوئی شخص نہ ہوگا۔ عمرو بن سعید نے عمرو بن زبیر کے ہمراہ ایک لشکر مرتب کیا۔ ان ہی میں انیس ابن عمرو الاسلمی بھی سات سو آدمیوں کو لئے ہوئے ساتھ تھا مروان ابن الحکم عمرو ابن سعید کے پاس گئے۔ اور کہا کہ مکے میں جنگ نہ کرو خدا کا خوف کرو۔ خانہ خدا کی بے حرمتی نہ کرو ابن زبیر کو یونہی رہنے دو۔ اب وہ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ساٹھ برس کی ان کی عمر ہے۔ اور طبیعت ضدی ہو گئی ہے۔ عمرو ابن زبیر بولے کہ خدا کی قسم ہم دشمنوں کے علی الرغم اس سے خانہ کعبہ کے جوف میں لڑیں گے۔ ابو شریح الخزاعی نے بھی عمرو سے آکر کہا کہ مکے میں لڑائی نہ کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مجھے اس میں دن کے ایک وقت لڑنے کی اجازت ہوئی تھی۔ مگر روز گذشتہ کی طرح پھر اسکی حرمت قائم ہو گئی۔ عمرو نے کہا کہ اے شیخ ہم خانۂ کعبہ کی حرمت سے تم سے زیادہ واقف ہیں۔ القصہ انیس ان کے آگے آگے روانہ ہوا۔٭

کہتے ہیں کہ یزید نے عمرو ابن سعید کو لکھا تھا کہ عمرو ابن زبیر کو اس کے بھائی عبداللہ کے مقابلے کے لئے روانہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور عمرو ابن زبیر کو تقریباً دو ہزار آدمی دے کر روانہ کر دیا۔ انیس ذی طوٰی کے مقام پر اترا اور عمرو ابطح میں۔ عمرو نے اپنے بھائی کے پاس پیغام بھیجا کہ تم یزید کی قسم کو پورا کر دو (کیونکہ یزید نے قسم کھائی تھی کہ میں ابن زبیر کی بیعت اس وقت تک۔ قبول نہ کرونگا جب تک کہ وہ میرے سامنے طوق پہنکر حاضر نہ ہوگا) تم چلے آؤ میں تمہاری گردن میں چاندی کا طوق پہنا دونگا جو چھپا ہوا ہوگا۔ لوگوں کو آپس میں مت لڑاؤ کیونکہ تم بلد الحرام میں ہو۔ عبداللہ ابن زبیر نے عبداللہ ابن صفوان

کو انیس کے مقابلے کے لیئے روانہ کیا۔ اور اہل مکہ میں سے جس قدر آدمی ان کے گرد جمع ہو گئے تھے سب کو عبداللہ کے ہمراہ کر دیا۔ ابن صفوان نے انیس کو ذی طوی میں شکست دی۔ ان کے مجروحین کی تجہیز و تکفین کی۔ اور انیس ابن عمرو کو قتل کر دیا۔ اُدھر مصعب ابن عبدالرحمٰن نے عمرو ابن زبیر پر حملہ کیا۔ عمرو لوگوں سے جدا ہو کر ابن علقمہ کے مکان میں داخل ہو گئے۔ مگر بعد میں ان کے بھائی عبیدہ نے ان کو آکر پناہ دی۔ عبداللہ آئے تو عبیدہ نے ان سے کہا کہ میں نے عمرو کو پناہ دے دی ہے۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم لوگوں کے حقوق پر ظلم کرتے ہو۔ یہ بات ہرگز مناسب نہیں۔ اور نہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ اس فاسق کو پناہ دو۔ جس نے خدائے تعالیٰ کے حُرمات کو حلال و جائز کر دیا ہے۔ پھر انھوں نے عمرو سے ان سب لوگوں کے خون کا بدلہ طلب کیا جن کو انھوں نے زدوکوب کی تھی۔ مگر منذر اور ان کے بیٹے کے لیئے طلب نہ کیا۔ کیونکہ انھوں نے بدلہ لینے سے انکار کیا۔ چنانچہ دُرّے کھاتے کھاتے ہی انکا انتقال ہو گیا۔

اہل کوفہ کے امام حسین رضی کو اپنے ہاں بلانے کے لیئے خطوط اور مسلم ابن عقیل کے قتل کا بیان

جب امام حسین رضی مدینہ سے مکے کو جانے لیئے روانہ ہوئے تو راستہ میں عبداللہ ابن مطیع ملے۔ انھوں نے کہا کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کہاں جا رہے ہیں۔ کہا کہ فی الحال تو میں مکے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد میں خدائے تعالیٰ سے استخارہ کرونگا۔ کہ میں کہاں جاؤں۔ عبداللہ نے کہا کہ خدا آپ کا بھلا کرے اور ہم کو آپ پر قربان کرے۔ جب آپ مکے پہنچ جائیں تو کوفے کے قریب کبھی نہ جائیگا۔ کیونکہ وہ ایک منحوس شہر ہے جہاں آپ کے والد شہید ہوئے۔ اور آپ کے بھائی بے یار و مددگار چھوڑ دیئے گئے۔ اور ایک نیزے کی ضرب سے قریب تھا کہ وہ جاں بحق تسلیم ہوتے۔ آپ حرم ہی میں رہیئے۔ آپ عرب کے سردار ہیں۔ اہل حجاز آپ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ لوگ آپ کے پاس ہر طرف سے جمع ہو جائینگے۔ آپ حرم سے جدا نہ ہوں۔ میرے عم و خال آپ پر فدا ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ ہلاک ہو گئے تو آپ کے بعد ہم لوگ غلام بنا لیئے جائینگے۔ غرضکہ امام حسین رضی چلتے چلتے مکے پہنچے۔ وہاں کے باشندے ان کے پاس آنے جانے لگے۔ اور وہاں کے زائرین اور دوسرے مقامات کے لوگ جو وہاں تھے وہ بھی

آتے تھے۔ ابن زبیر بھی وہیں کعبے میں تھے اور دن بھر نماز پڑھتے اور طواف کرتے رہتے تھے۔ اور کبھی کبھی لوگوں کے ساتھ امام حسینؓ کے پاس آجایا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ ان کو خلاف رائے دیا کرتے تھے۔ کیونکہ مخلوق خدا میں وہی ابن زبیر کے لیئے بہت بڑے سد راہ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ جب تک امام حسینؓ اس شہر میں مقیم رہتے وہاں کے لوگوں کا ابن زبیر سے بیعت کرنا ناممکن تھا۔ ؎

جب اہل کوفہ کو امیر معاویہ کے انتقال اور حضرات امام حسینؓ۔ ابن عمرؓ۔ اور ابن زبیر کے بیعت سے انکار کرنے کی خبر ملی۔ تو انھوں نے یزید کے معاملے میں غور کرنا شروع کیا۔ شیعہ سلیمان ابن صرد الخزاعی کے مکان میں جمع ہوئے وہاں امام حسینؓ کے مکے جانے کا ذکر کیا۔ اور کئی آدمیوں کی جانب سے جن میں سلیمان ابن صرد۔ مسیب ابن نجبہ اور رفاعہ ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر وغیرہ شامل تھے۔ امام حسینؓ کو یہ خط لکھ کر بھیجا۔ :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ سلامٌ علیک۔ ہم آپ کے سامنے اس خدا کی حمد بجالاتے ہیں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اَمّا بعد۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے آپ کے اس ظالم و سرکش دشمن کو ہلاک کر دیا۔ جس نے اس امت پر جبت کی۔ اس کے امور کو ظلم و جبر سے چھین لیا۔ اس کی آمدنی غصب کر لی۔ اور بغیر اس کی رضامندی کے خود بخود اس پر امیر بن بیٹھا۔ پھر اس کے افراد نیک کو قتل کیا اور اشرار کو زندہ رکھا۔ وہ ہمارا امام نہیں ہے۔ آپ تشریف لایئے۔ ممکن ہے کہ خدائے تعالےٰ ہم کو آپ کے ذریعے حق پر جمع کر دے۔ نعمان ابن بشیر قصر امارت میں رہتا ہے۔ ہم نہ جمعے میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور نہ عید میں۔ اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ آپ ہماری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ تو انشاء اللہ ہم اسے یہاں سے نکال کر اور شام پہنچا کر چھوڑینگے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ برکاتہٗ ۔؎

یہ خط انھوں نے عبید اللہ ابن سبیع الہمدانی اور عبید اللہ ابن وال کے ہاتھ روانہ کیا۔ پھر ایک خط اور لکھا جس کو دو دن بعد روانہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں نے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط اور لکھے۔ اور پھر ایک تیسرا قاصد بھیج کر ان کو اپنے ہاں آنے کی تاکید کی۔ بعد ازاں شبث ابن الربعی۔ حجار ابن ابجر۔ یزید ابن حارث۔ یزید ابن ردیم۔

عروۃ ابن قیس ۔عمرو ابن حجاج الزبیدی ۔ اور محمد ابن عمیر التمیمی نے بھی اسی مضمون کے خطوط لکھے ۔جب امام حسینؓ کے پاس تمام خطوط جمع ہو گئے تو انھوں نے ان لوگوں کو یہ جواب لکھا : ۔

امّا بعد ۔آپ لوگوں نے جو کچھ واقعات و قصص بیان کیئے ہیں ان کو میں سمجھ گیا ہوں ۔ اور آپ کے پاس اپنے بھائی اور برادر عمزاد مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں ۔جو میرے اہل بیت میں بہت معتبر ہیں ۔جن کو میں نے حکم دیا ہے کہ تمہارے حال اور امور رائے سے مجھ کو تحریراً اطلاع دیں ۔اگر انہوں نے مجھ کو یہ لکھا کہ آپ لوگوں کی جمعیت اور آپ کے عقلاء نے اسی رائے پر اجتماع کیا ہے ۔جس کو آپ کے قاصدوں نے مجھ سے آکر بیان کیا ہے ۔تو میں انشاء اللہ عنقریب آپ کے پاس آجاؤنگا ۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ امام صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو کتاب اللہ کا عامل ہو ۔عدل قائم کرنے والا ہو ۔ اور دین حق پر کاربند ہو ۔ والسلام ؛

چند شیعہ حضرات بصرے میں بنو عبد القیس کی ایک عورت مسماۃ ماریہ ابن سعد کے ہاں جمع ہوئے ۔ وہ شیعہ ہونے کا دعوے کرتی تھی ۔ اور اس کا گھر ان لوگوں کے لیئے نشست گاہ بنا ہوا تھا ۔جس میں وہ آپس میں مل کر گفتگو وغیرہ کیا کرتے تھے ۔ یزید ابن بنیط نے امام حسینؓ کے پاس جانے کا عزم کیا ۔ وہ بنو عبد القیس میں سے تھا ۔ اور اس کے دس بیٹے تھے ۔اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون میرے ساتھ چلے گا ؟ اس پر اسکے دو بیٹے عبد اللہ اور عبید اللہ نے اس کا ساتھ دیا ۔ اور وہ سب وہاں سے روانہ ہو گئے امام حسینؓ کے پاس مکے پہنچے ۔پھر ان کے ساتھ روانہ ہوئے ۔ اور ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے ۔

امام حسینؓ نے مسلم ابن عقیل کو بلا کر کوفے روانہ کیا اور ان کو خدا سے ڈرنے امر کو پوشیدہ رکھنے اور لطف و کرم کی نصیحت کی اور کہا کہ اگر لوگ متفق طور پر ان کے طرفدار ہوں تو وہ بلد ان کو اطلاع دے دیں ۔چنانچہ وہ مدینے پہنچے ۔ مسجد نبوی میں نماز ادا کر کے اپنے اہل و عیال کو خدا حافظ کہا اور بنو قیس میں سے دو رہبروں کو اجرت پر ہمراہ لیا ۔جو ان کے ساتھ روانہ ہوئے مگر راستہ بھول گئے ۔ اور دونوں پیاس کی تکلیف سے مر گئے ۔ اور مسلم سے کہہ گئے کہ پانی کا راستہ یہ ہے ۔مسلم نے امام حسینؓ کو لکھا کہ ہمیں نے مدینے جا کر دو رہبر لیئے ۔ مگر وہ راستہ بھول گئے ۔ اور ان پر پیاس کا اس

اس قدر غلبہ ہوا کہ دونوں مر گئے۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچے۔ اور رمق بھر جان تھی کہ زندہ بچ گئے۔ یہ پانی بطن خبیت کے مضیق نام ایک مقام میں تھا۔ میں اسے شگون بد سمجھتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو مجھے معاف فرماویں اور میرے سوا کسی اور کو روانہ فرمادیں"۔ امام حسینؓ نے یہ جواب لکھا کہ "مجھے خوف ہے کہ تم نے صرف بزدلی کی وجہ سے یہ خط مجھ کو لکھا ہے۔ جدھر جانا ہے ادھر چلے جاؤ۔ والسلام"۔ بناءبریں مسلم روانہ ہوئے اور کوفے پہنچ کر مختار (اور یہ روایت بھی ہے کہ کسی اور) کے ہاں ٹھیرے۔ شیعہ لوگ ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ اور جب کبھی مسلم ان کو حضرت امام حسینؓ کا خط پڑھ کر سناتے تو وہ لوگ رونے اور قتال و نصرت کو اپنے ہی میں سمجھنے لگتے۔ شیعوں نے وہاں اس قدر آنا جانا شروع کیا کہ اس مکان کا ذکر پھیلنے لگا۔ اور رفتہ رفتہ نعمان ابن بشیر عامل کوفہ تک خبر پہنچی۔ انھوں نے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا کہ فتنہ و فساد اور فرقہ بندی میں جلدی نہ کرو۔ کیونکہ ان ہی دو باتوں سے آدمی ہلاک ہوتے ہیں۔ خون بہائے جاتے ہیں۔ اور اموال غصب ہوتے ہیں"۔ نعمان ابن بشیر حلیم الطبع اور دیندار آدمی تھے۔ اور امن و امان کو پسند کرتے تھے۔ پھر انھوں نے کہا کہ جو شخص مجھ سے نہ لڑے میں اس سے نہیں لڑتا۔ اور جو مجھ پر حملہ نہ کرے میں بھی اس پر حملہ نہیں کرتا۔ میں تمہارے سونے والے کو بیدار نہیں کرتا۔ میں تم پر سختی نہیں کرتا۔ اور بے جا خیال۔ بد گمانی اور تہمت سے تمہارا مواخذہ نہیں کرتا۔ لیکن اگر تم نے مقابلہ کیا۔ بیعت کو فسخ کر دیا۔ اور اپنے امام کی مخالفت کی تو قسم ہے اُسی خدا کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ رہے گا میں تم کو تلوار ہی سے مارونگا۔ اور یاد رکھو کہ میرے خلاف تم کو کوئی یار و مددگار نہ ملے گا۔ مگر مجھے امید ہے کہ تم میں بہ نسبت اُن کے جن کو امر باطل ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے حق شناس آدمی زیادہ موجود ہیں۔ عبداللہ ابن مسلم ابن سعید الحضرمی نے جو بنوامیہ کا حلیف تھا کھڑے ہو کر کہا کہ آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں اُسے سوائے ظلم و ستم کے اور کوئی چیز درست نہیں کر سکتی۔ آپ کی یہ رائے جس کو آپ بیان کر رہے ہیں کمزوروں کی رائے ہے۔ نعمان نے جواب دیا کہ یہ بات کہ میں خدائے تعالیٰ کی طاعت میں ذلیل ہو جاؤں مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں

خدائے تعالےٰ کی معصیت میں ارباب عزت و غلبہ میں سے بنوں۔ اور یہ کہکر وہ نیچے اتر آئے۔ عبداللہ ابن مسلم نے یزید کو مسلم ابن عقیل کے آنے کی خبر لکھ بھیجی۔ اور لکھا کہ اگر آپ کو کوفے کی ضرورت ہو تو وہاں کسی قوی آدمی کو بھیجئے۔ جو آپ کے امر کو جاری رکھے۔ اور آپ کے دشمن کے بارے میں آپ ہی کی طرح عمل کرے کیونکہ نعمان یا تو ضعیف آدمی ہیں اور یا یہ کہ وہ بہ تکلف ضعیف بنتے ہیں۔ عبداللہ ابن مسلم سب سے پہلا شخص تھا جس نے یزید کو یہ لکھا۔ اس کے بعد عمارہ ابن ولید ابن عقبہ اور عمرو ابن سعد ابن ابی وقاص نے بھی اسی مضمون کے خطوط لکھے۔ جب یزید کے پاس یہ سب خط جمع ہو گئے تو اس نے امیر معاویہ کے مولیٰ سرجون کو بلایا۔ اس کو تمام خطوط پڑھ کر سنائے اور مشورہ طلب کیا کہ کوفے پر کون شخص والی مقرر کیا جائے۔ یزید عبیداللہ ابن زیاد سے ناراض تھا۔ سرجون نے اس سے کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ اگر امیر معاویہ پھر زندہ ہو جائیں تو آپ ان کی رائے پر عمل کرتے؟ کہا ہاں۔ یہ سن کر سرجون نے عبیداللہ ابن زیاد کے والی کوفہ بنائے جانیکا عہد نکال کر پیش کیا اور کہا کہ امیر معاویہ کی یہی رائے تھی۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے پہلے ہی اس تحریری حکم کے نافذ کرنیکا حکم دیدیا تھا۔ یزید نے اس رائے پر عمل کر کے کوفے اور بصرے کو عبیداللہ کے ماتحت جمع کر دیا۔ اور اپنا یہ حکم لکھ کر مسلم ابن عمرو الباہلی (والد قتیبہ) کے ہمراہ عبیداللہ کے پاس بھیج دیا۔ اور اس کو مسلم ابن عقیل کو گرفتار کر کے قتل یا ملک بدر کر دینے کا حکم دیا۔ جب عبیداللہ کے پاس یزید کا خط پہنچ گیا تو اس نے تیاری کا حکم دیا تاکہ دوسرے دن ہی روانہ ہو سکے۔

امام حسینؓ نے اہل بصرہ کے تمام شرفاء و کبار کو ایک ہی مضمون کا خط لکھا تھا چنانچہ انھوں نے مالک ابن مسمع البکری۔ احنف ابن قیس۔ منذر ابن جارود۔ مسعود ابن عمرو۔ قیس ابن ھیثم۔ اور عمرو ابن عبیداللہ ابن معمر کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف دعوت دی اور لکھا کہ "سنت مر گئی ہے اور بدعت زندہ ہو گئی ہے"۔ سوائے منذر ابن جارود کے سب نے ان کا یہ خط چھپا لیا۔ کیونکہ منذر ڈرا کہ کہیں یہ قاصد ابن زیاد کا جاسوس نہ ہو۔ اس لئے وہ قاصد اور خط دونوں کو لے کر ابن زیاد کے پاس پہنچے۔ ابن زیاد نے قاصد کی گردن ماردی اور لوگوں کے سامنے

یہ تقریر کی:- "اَمَّابَعْدُ۔ قسم بخدا میری طبیعت کو سختی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور میں معمولی بے حقیقت چیزوں سے نہیں ڈرا کرتا۔ جو مجھ سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے لئے عذاب و عقوبت ہوتا ہوں۔ اور جو مجھ سے جنگ کرتا ہے اس کے لیئے امن و صلاح۔ مگر لات کا آدمی بات سے نہیں مانتا۔ اے اہل بصرہ! امیر المومنین نے مجھے والی کوفہ بنا دیا ہے۔ میں کل صبح کو وہاں روانہ ہو جاؤں گا۔ اور اپنے بھائی عثمان ابن زیاد کو یہاں اپنی جگہ مقرر کر جاؤں گا۔ خبردار۔ آپس میں خلاف مت کرنا اور فتنہ و فساد کی بے سرو پا خبریں مت اڑانا۔ خدا کی قسم اگر تم میں سے کسی کے متعلق میں نے خلاف کی بات سنی تو میں نہ صرف اس کو بلکہ اس کے شناساؤں اور دوستوں کو بھی قتل کر دونگا۔ جب تک کہ تم میں کوئی مخالف یا آزار رساں شخص باقی رہے گا۔ میں برابر قریب ترین کو دور ترین کے بدلے پکڑ دونگا۔ تا آنکہ تم سیدھے ہو جاؤ۔ ہاں میں زیاد کا بیٹا ہوں۔ میں ٹھیک اپنے باپ کا مشابہ ہوں اور اس مشابہت میں مجھ سے میرے ماموں یا ابن عم کی مشابہت نے کوئی جھگڑا نہیں کیا ہے۔

الغرض عبید اللہ ابن زیاد مسلم ابن عمرو الباہلی۔ شریک ابن اعور الحارثی اور اپنے حشم و اہل بیت کو لیکر کوفے روانہ ہوا۔ یہ شریک شیعہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ابن زیاد کے ہمراہ پانچ سو آدمی تھے ان میں سے بہت سے اس سے جدا ہو گئے تھے چنانچہ سب سے پہلے شریک علیحدہ ہوا۔ ان لوگوں کو یہ اُمید تھی کہ ابن زیاد ان کے انتظار میں خود ٹھہر جائے گا۔ اور اس سے پہلے امام حسینؓ کوفے پہنچ جائیں گے لیکن اس نے کسی کا انتظار نہیں کیا اور تنہا کوفے میں پہنچ گیا۔ ابن زیاد شہر کے مختلف مجالس میں آنے جانے لگا۔ اور سب کو یقین تھا کہ یہ حسینؓ ہی ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ سب ان کو "مرحبا بک یا ابن رسول اللہ" کہہ کر سلام کیا کرتے تھے۔ مگر وہ ان سے کلام نہیں کرتا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں سے آکر اس سے ملتے تھے۔ مگر اسے ناگوار ہوتا تھا۔ جب نعمان نے سنا تو انھوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اور ان کو شک نہ تھا کہ وہ امام حسینؓ ہی ہیں۔ عبید اللہ ابن زیاد ان سے ملنے کے لئے گیا۔ اور لوگ اسکے ساتھ غل مچاتے ہوئے جا رہے تھے۔ نعمان نے اس سے کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرے پاس آنے کے قصد سے باز آجائیں۔ خدا کی قسم نہ میں اپنی امانت آپکے سپرد کر دونگا اور نہ مجھے آپ سے

لڑنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر عبید اللہ ان سے قریب ہوا اور کہا کہ اچھا کواڑ کھولو خدا کرے تم کو کھولنا نصیب نہ ہو اس کے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا اس نے اسکا یہ فقرہ سن لیا۔ اور لوگوں سے جا کر کہا کہ وہ تو ابن مرجانہ ہے۔ نعمان نے دروازہ کھولدیا۔ عبید اللہ اندر داخل ہو گیا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ اور لوگ منتشر ہو گئے۔

دوسری صبح کو ابن زیاد منبر پر بیٹھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے اسی دن تقریر کی اور کہا:۔

"اَمَّا بَعْدُ۔ امیر المومنین نے مجھے تمھارے شہر۔ تمھاری سرحد۔ اور تمھارے محاصل کا والی بنایا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ تمھارے مظلوم کے ساتھ انصاف کروں۔ تمھارے محروم پر عطا کروں۔ اور تم میں سے جو مطیع و فرماں بردار ہیں ان سے نیکی اور جو شک کرنے والے اور نافرماں بردار ہیں ان پر سختی کروں۔ میں تم میں امیر المومنین کے حکم کی پیروی اور اس کے عہد کو نافذ کرنیوالا ہوں۔ میں تمھارے نیک افراد کے لئے باپ اور مطیع اشخاص کے لئے توام بھائی کی طرح ہوں۔ مگر جس نے میرے حکم سے روگردانی کی اور میرے عہد کی مخالفت کی اس کی سرزنش کے لئے۔ میری تلوار اور میرا چابک موجود ہے۔ اب ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر رحم کرے"۔

یہ کہہ کر وہ منبر پر سے اتر آیا۔ اور وہاں کے مشاہیر اور دوسرے آدمیوں کو زبردستی پکڑ کر ان سے کہا کہ مجھے ایک تحریر لکھدو کہ تمھارے پاس بیرونی اشخاص کون کون ہیں۔ اور ان لوگوں کے نام جن کی امیر المومنین کو طلب ہے۔ اور تم میں جو خوارج کی جماعت حروریہ میں سے ہیں۔ اور ان لوگوں کے جو اہل شک ہیں اور ہمارے مخالف ہیں جو شخص ایسے لوگوں کے نام مجھے لکھکر دیدیگا وہ بری ہے۔ اور جو کوئی ہم کو ایسے کسی شخص کا نام نہ لکھ دے تو اسے چاہئے کہ وہ اس امر کی ضمانت دیدے کہ اس کے شناساؤں میں سے کوئی بھی نہ تو ہماری مخالفت کریگا اور نہ ہمارے مقابلے میں بغاوت کرے گا۔ اور جو شخص ان دونوں باتوں میں ایک بھی نہ کرے ہم اسکے ذمہ دار نہیں۔ اور ہمارے لئے اس کا خون اور مال دونوں حلال ہوں گے۔ پھر اگر تم میں سے کسی شخص کے شناساؤں میں ایک بھی ایسا پکڑا گیا جو امیر المومنین کے باغیوں میں سے ہے مگر اسکو ہمارے سامنے اس سے قبل پیش نہیں کیا گیا تو تم کو تمھارے ہی مکان کے

دروازے پر پھانسی دے دی جائے گی۔ اور اس کے تمام متعلقین کے وظائف موقوف کرکے علاقۂ عمان کے مقام زارہ کو بھیج دئے جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ پھر منبر پر سے اتر آیا۔

مسلم ابن عقیل نے عبیداللہ ابن زیاد کی یہ تقریر سنی تو وہ مختار کے مکان سے نکل کر ہانی ابن عروۃ المرادی کے مکان پر گئے اور اندر داخل ہو کر ہانی کو بلایا۔ ہانی باہر آیا۔ اور مسلم کو وہاں دیکھ کر سخت نفرت کی۔ مسلم نے کہا کہ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم مجھے پناہ دو اور مہمان رکھو۔ ہانی نے کہا کہ آپ نے مجھے سخت تکلیف دی ہے اور اگر آپ میرے مکان میں داخل نہ ہو گئے ہوتے تو میں یہی پسند کرتا کہ آپ چلے ہی جائیں۔ مگر مجھے اس میں غیرت آتی ہے۔ اچھا آئیے۔ غرض کہ ہانی نے مسلم کو پناہ دی اور شیعہ لوگ ہانی کے مکان میں آمد و رفت کرنے لگے۔ اُدھر ابن زیاد نے اپنے ایک مولی کو بلایا اور اسے تین ہزار درہم دے کر کہا کہ مسلم ابن عقیل اور ان کے اصحاب کو تلاش کرو۔ ان سے ملو اور ان کو یہ تمام روپیہ دو اور کہو کہ میں تم میں سے ہی ایک ہوں۔ اور اس طرح ان کے حالات دریافت کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ مسلم بن عوسجہ مسجد میں نہیں آیا بلکہ ابن زیاد کا آزاد غلام مسجد میں مسلم ابن عوسجہ کے پاس ایسے وقت آیا جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کہا کہ اے عبداللہ میں اہل شام میں سے ہوں۔ اور مجھ پر خدائے تعالیٰ نے یہ احسان کیا ہے کہ مجھ کو اس خاندان کی محبت عطا کی ہے۔ یہ تین ہزار درہم ہیں جس کے ذریعے سے میں ایک شخص سے ملنا چاہتا ہوں۔ جس کو میں نے سنا ہے کہ کوفے آیا ہوا ہے۔ اور رسول اللہ کے نواسے کی طرف سے بیعت لیتا ہے۔ اور میں نے چند لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ آپ اس خاندان کے امر سے واقف ہیں۔ میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ آپ مجھ سے یہ روپیہ لے کر مجھے اپنے صاحب کے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ میں ان سے بیعت کرلوں بلکہ اگر آپ چاہیں تو میری ان سے ملاقات کرنے کے قبل آپ ہی مجھ سے ان کے لئے بیعت لے لیں۔ انھوں نے کہا کہ میں اس بات سے خوش ہوا کہ تم نے مجھ سے ملاقات کی۔ تاکہ ہم اس شخص تک پہنچ جائیں جس کو تم دوست رکھتے ہو۔ اور خدا تمہارے ذریعے اپنے نبی کے اہل بیت کی مدد فرمائے لیکن مجھے اس کا

افسوس ہے کہ اس امر کے اختتام پذیر ہونے سے پہلے ہی یہ بات لوگوں کو معلوم ہو گئی۔ کیونکہ مجھے اس طاغیہ اور اس کی سطوت سے خوف ہوتا ہے۔ یہ کہکر انھوں نے اس سے بیعت لے لی۔ اور پختہ وعدے لئے کہ وہ ضرور ان کی خیر خواہی کریگا۔ اور اس معاملے کو پوشیدہ رکھیگا۔ اس کے بعد وہ غلام کئی بار ان کے پاس اس مقصد سے آیا گیا کہ وہ اسے مسلم بن عقیل تک پہنچا دیں۔ اس اثناء میں ہانی بیمار ہو گیا۔ اور عبیداللہ اس کی مزاج پرسی کو آیا۔ عمارہ ابن عبد السلولی نے ہانی سے کہا کہ ہماری جمعیت اور ہمارا مکروفن اس طاغیہ کے قتل پر منحصر ہے تم کو خدائے تعالیٰ نے اقتدار دیا ہے۔ تم اس کو قتل کر دو۔ ہانی نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے مکان میں قتل ہو ابن زیاد آکر ہانی کے پاس بیٹھا اور چلا گیا۔ ابھی اس کو گئے ہوئے ایک ہی ہفتہ گذرا تھا کہ شریک ابن اعور جو ہانی کے ہاں اترا ہوا تھا بیمار ہوا۔ ابن زیاد اور تمام امراء کے پاس وہ مکرم تھا۔ یہ نہایت سخت شیعہ تھا اور عمار ابن یاسر کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھا۔ عبیداللہ ابن زیاد نے شریک کے پاس پیغام بھیجا کہ میں شام کو تمھارے پاس آؤنگا۔ شریک نے مسلم سے کہا کہ یہ فاجر شام کو میری عیادت کے لئے آئے گا۔ جب وہ آکر بیٹھ جائے تو آپ نکل کر اسے قتل کر دیجیگا۔ پھر آپ قصر میں بیٹھے رہیں گے اور کوئی شخص آپ کے اور اس کے درمیان حائل نہ ہو گا۔ اگر میرا مرض اچھا ہو گیا تو میں بصرے چلا جاؤنگا اور آپ کے امر کے لئے کافی ہونگا۔ جب شام کے وقت عبیداللہ شریک کے پاس آیا تو مسلم ابن عقیل اندر جانے کے لئے اُٹھے شریک نے ان سے کہا کہ جب وہ بیٹھ جائیگا تو آپ اس کو چھوڑئیگا نہیں۔ ہانی نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے مکان میں قتل ہو غرضکہ عبیداللہ آکر بیٹھا۔ اور شریک سے اس کے مرض کا حال دریافت کیا۔ اور دیر تک گفتگو کرتا رہا۔ جب شریک نے دیکھا کہ مسلم نکلتے ہی نہیں۔ تو اس کو اندیشہ ہوا کہ موقع ہاتھ سے نکل جائیگا۔ یہ سوچکر اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا:۔ (ترجمہ)

"تم کس انتظار میں ہو کہ سلمیٰ کو سلام نہیں کرتے مجھے وہ پلا دو گو کہ اس سے میری جان ہی نکل جائے"

اس نے دو تین مرتبہ یہ شعر پڑھا۔ اس پر عبیداللہ نے کہا اس کا کیا حال ہے۔ دیکھتے ہو کچھ دیوانہ سا ہو گیا ہے۔ ہانی نے کہا کہ ہاں صبح کے قبل ہی سے اس وقت تک ان کی

یہ حالت ہوگئی ہے۔ اس کے بعد عبید اللہ چلا گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب شریک نے "دو مجھے شراب پلا دو" کہکر اپنے کلام کو خلط ملط کیا تو مہران بات سمجھ گیا۔ اور اس نے عبید اللہ کو اشارہ کیا۔ جس پر وہ ایک دم سے کھڑا ہو گیا۔ شریک نے کہا کہ اے امیر میں آپ کو وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں پھر واپس آؤں گا۔ مہران نے عبید اللہ سے کہا کہ شریک آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میں اسکی خاطر داری کرتا ہوں اور وہ ہانی کے گھر میں ہے۔ اور پھر اسپر میرے والد کے احسانات ہیں۔ مہران بولا نہیں میں جو کچھ کہتا ہوں وہی ٹھیک ہے۔ جب ابن زیاد چلا گیا۔ تو مسلم ابن عقیل باہر آئے۔ شریک نے پوچھا آپ کو کس بات نے اس کے قتل سے باز رکھا۔ جواب دیا کہ دو خصلتوں نے ایک تو یہ کہ ہانی کو یہ بات ناپسند تھی کہ وہ اس کے مکان میں قتل کیا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ مجھے ایک حدیث یاد آگئی جس کو حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلعم سے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان قتل دغا کی بیڑی ہے ایک مومن کسی مومن کو دغا سے قتل نہیں کرتا۔ ہانی نے کہا کہ آپ اس کو قتل کر دیتے تو ایک فاسق و فاجر کافر اور غدار شخص کو قتل کرتے۔ شریک اس واقعے کے تین دن بعد انتقال کر گئے۔ اور عبید اللہ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ شریک نے مسلم ابن عقیل کو اس کے قتل پر آمادہ کیا تھا تو کہا کہ خدا کی قسم اب میں کسی عراقی کے جنازے کی نماز نہ پڑھونگا۔ اگر زیاد کی قبر اس کے مابین نہ ہوتی تو میں ضرور شریک کو قبر سے اُکھاڑ پھینکتا۔؎

بعد ازاں شریک کی موت کے بعد ابن زیاد کا وہ غلام جسکو اس نے روپیہ دیکر خفیہ خبریں بہم پہنچانیکو کہا تھا مسلم ابن عوسجہ کے پاس آتا جاتا رہا تاآنکہ مسلم نے اسے مسلم ابن عقیل سے ملا دیا۔ ابن عقیل نے اس سے بیعت لیکر وہ روپیہ بھی اس سے وصول کر لیا۔ وہ غلام ان کے ہاں برابر آمد و رفت کرتا اور ان کے اسرار معلوم کر کے ابن زیاد تک پہنچاتا رہا۔ اس اثناء میں ہانی نے مرض کے عذر سے عبید اللہ سے جدائی اختیار کر لی تھی۔ عبید اللہ نے محمد ابن اشعث اور اسماء ابن خارجہ سے (اور کہتے ہیں کہ عمرو ابن حجاج الزبیدی سے بھی) ہانی اور اس کی جدائی کا حال اور سبب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ وہ بیمار ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے مکان کے

دروازے پر بیٹھتا ہے اور بھلا چنگا ہے آپ لوگ اس سے جا کر ملو اور حکم دو کہ حق طاعت جو اس پر لازم ہے اس کو ترک نہ کرے۔ چنانچہ وہ سب ہانی کے پاس گئے اور کہا کہ امیر آپ کے متعلق دریافت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ بیمار ہیں تو میں خود ان کی عیادت کرونگا۔ ان کو اطلاع ملی ہے کہ آپ اپنے دروازے پر بیٹھتے ہیں آپ ان سے عرصے سے نہیں ملے۔ اور یہ ایک گستاخی ہے جس کو سلطان برداشت نہیں کر سکتا۔ ہم آپ کو قسم دیتے ہیں آپ ضرور ہمارے ساتھ چلیں۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر لباس پہنا اور سوار ہو کر ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ قصر کے قریب پہنچ کر اس کو کچھ شرارت کا اندیشہ ہوا اس نے حسان ابن اسماء ابن خارجہ سے پوچھا کہ اے میرے بھتیجے میں اس شخص سے ڈرتا ہوں تمہاری کیا رائے ہے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اس سے کسی طرح کا خوف نہیں۔ آپ مطلق پروانہ کیجئے۔ اصل یہ ہے کہ اسماء کو اصل حال کی خبر نہ تھی۔ مگر محمد ابن اشعث کو سب معلوم تھا۔ غرضکہ ہانی کو لئے ہوئے وہ سب ابن زیاد کے پاس گئے۔ عبید اللہ نے ہانی کو دیکھ کر قاضی شریح سے کہا کہ یہ دیکھئے چور کو خود اسکی ٹانگیں تمہارے پاس لا رہی ہیں جب قریب ہوا تو عبید اللہ نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):-

"میں تو اسکی حیات چاہتا ہوں۔ اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تمہارا عذر خواہ تمہارا ہی دوست بنی مراد سے ہے"!

ابن زیاد اس سے احسان واکرام سے پیش آیا کرتا تھا۔ ہانی نے کہا وہ کیا ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ اے ہانی یہ کیا امور ہیں جو تم اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے امیر المومنین کے خلاف کیا کرتے ہو۔ تم نے مسلم کو بلا کر اپنے گھر میں رکھا ان کے لئے اسلحہ اور آدمی جمع کئے۔ اور تم سمجھتے تھے کہ یہ حال پوشیدہ ہی رہ جائیگا۔ ہانی نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ ہاں ضرور کیا۔ اسی طرح ان کے آپس میں نزاع نے طول پکڑا تو ابن زیاد نے اپنے جاسوس غلام کو بلایا اور جب وہ آکر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا تو ابن زیاد نے ہانی سے پوچھا۔ کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو۔ کہا ہاں۔ اب ہانی کو معلوم ہوا کہ وہ پس پردہ جاسوس کا کام کر رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر وہ اپنا چہرہ ہاتھوں میں دبائے بیٹھا رہا اور جب ہوش بجا ہوئے تو کہا کہ تم میری بات سنو اور سچ جانو کہ میں تم سے جھوٹ نہ بولونگا۔ خدا کی قسم نہ میں نے مسلم کو بلایا اور نہ مجھے ان کے آنے کی خبر ہی تھی۔ تاآنکہ ان کو

اپنے دروازے پر بیٹھے دیکھا۔ انھوں نے مجھ سے سوال کیا کہ میں ان کو اپنے ہاں رکھ لوں۔ مجھے ان کا سوال رد کرتے ہوئے شرم آئی۔ مجھے عہد کرنا پڑا اور آخر میں میں نے ان کو گھر میں داخل کر کے اپنا مہمان بنالیا۔ پھر ان کا جو کچھ حال ہے اس سے تم واقف ہو چکے ہو۔ اگر تم چاہو تو اب میں تم سے ایسا موثق وعدہ کرتا ہوں۔ جس سے تم کو اطمینان ہو جائے اور اس پر ضمانت بھی تمہارے ہاتھ میں چھوڑ جاتا ہوں کہ میں ان کو اپنے گھر سے نکالکر پھر تمہارے پاس واپس آجاؤنگا۔ ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم جب تک تم اسے میرے پاس نہ لے آؤگے تم مجھ سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتے۔ ہانی نے کہا کہ میں ہرگز اپنے مہمان کو تمہارے پاس نہ لاؤنگا کہ تم اسے قتل کر دو۔ جب ان کے مابین کلام بڑھنے لگا تو مسلم ابن عمرو الباہلی (جن کے سوائے کوئی شامی یا بصری آدمی کوفے میں نہ تھا) ان کی ضد اور بحث کو دیکھ کر اٹھا۔ اور ابن زیاد سے کہا کہ تم مجھے اور ان کو اکیلا چھوڑ دو۔ میں ان سے کلام کر لونگا چنانچہ وہ ہانی کو لے کر ایک طرف کو ابن زیاد سے علیحدہ ہو گیا مگر اس طرح کہ ابن زیاد دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ مسلم ابن عمرو نے کہا کہ اے ہانی میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ خود کو قتل اور اپنی قوم پر مصیبت نازل کرنے کا سامان نہ کرو۔ یہ شخص قوم کا ابن عم ہے۔ یہ لوگ نہ اسے قتل کرینگے نہ ضرر پہنچائیں گے۔ تم اسے ابن زیاد کے حوالے کر دو۔ اس میں نہ تمہاری ذلت ہے۔ اور نہ نقصان۔ کیونکہ تم تو اسے سلطان کے حوالے کرو گے۔ ہانی نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم اس میں ضرور میری ذلت اور مجھے عار ہے۔ جب تک میں تندرست مضبوط ہاتھ والا اور کثیر الاعوان ہوں میں اپنے مہمان کو حوالے نہ کرونگا بخدا اگر میں اکیلا ہوتا اور میرا کوئی یار و مددگار بھی نہ ہوتا تو بھی میں انکی حفاظت کرتے کرتے مرجاتا مگر اسے حوالے نہ کرتا۔ ابن زیاد نے یہ فقرہ سن کر کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ہانی کو اس کے پاس لے گئے۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم ہے تم کو اسے ضرور میرے پاس لانا پڑیگا۔ ورنہ میں تمہاری گردن مار دونگا۔ ہانی نے جواب دیا کہ وقت تو تمہارے مکان کے گرد تلواریں چمکنے لگیں گی"۔ (کیونکہ ہانی کو یقین تھا کہ اس کا قبیلہ ضرور اسکی مدد کریگا۔) ابن زیاد نے کہا "کیا تم مجھے تلواروں سے ڈراتے ہو"؟

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب ہانی عبیداللہ کے اس جاسوس کو دیکھکر سمجھ گیا کہ اس نے عبیداللہ کو خبر پہنچادی ہے تو کہا کہ۔ اے امیر تم کو جو خبر پہنچی ہے وہی صحیح ہے

تمہارے مجھ پر جو احسانات ہیں میں ان کو ہرگز ضائع نہ کرونگا۔ تمہارے اور تمہارے اہل وعیال کے لئے امن ہے جدھر جاہو چلے جاؤ۔ یہ سنکر عبید اللہ نے اپنا سر جھکا لیا۔ اور مہران اسکے قریب ہی ایک چھڑی لئے ہوئے کھڑا تھا۔ مہران نے کہا واہ ری ذلت۔ یہ جلاہا اور تمہاری سلطنت میں تم ہی کو پناہ دے۔ عبید اللہ نے کہا اسے پکڑ لو۔ مہران نے حکم پاتے ہی ہانی کے سر کے دونوں طرف کے بال پکڑ لئے۔ اور عبید اللہ نے وہ چھڑی لیکر ہانی کی ناک۔ پیشانی۔ اور رخسارے پر اتنی ضربیں لگائیں کہ ان کی ناک ٹوٹ گئی۔ اس کے کپڑے خون میں لت پت ہو گئے۔ اور اس کے رخساروں اور پیشانی سے گوشت کے ٹکڑے اسکی ڈاڑھی پر گرنے لگے۔ یہاں تک کہ چھڑی ٹوٹ گئی۔ ہانی نے ایک اہل شرطہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالکر اسے کھینچنا چاہا۔ مگر روک دیا گیا۔ اور عبید اللہ نے اس سے کہا کہ کیا تو خارجی ہے تونے اپنا خون مباح کر دیا۔ ہمارے لئے بھی تیرا قتل حلال ہے اسکے بعد عبید اللہ کے حکم سے ہانی کو ایک مکان میں ڈالکر دروازہ بند کر دیا گیا۔ اسیر اسماء ابن خارجہ نے اٹھکر عبید اللہ سے کہا کہ اے دغا کار اسے چھوڑ دے تونے ہمیں حکم دیا تھا کہ اسے تیرے پاس لے آئیں۔ جب ہم اسے لے آئے تو تونے اس کا منہ توڑ دیا اس کا خون بہایا۔ اور اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر عبید اللہ کے حکم سے اس کے سینہ پر ٹکّے مارے گئے اور پٹخنیاں دی گئیں اور پھر چھوڑ دیا گیا۔ لیکن ابن اشعث نے کہا کہ "ہم جو کچھ امیر کرے اس پر راضی ہیں۔ خواہ وہ ہمارے حق میں مفید ہو یا ہمارے خلاف ہو"۔

عمرو ابن حجاج کو معلوم ہوا کہ ہانی قتل ہو گیا۔ وہ قبیلہ مذحج کو ہمراہ لیکر آیا۔ جنھوں نے قصر کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ پھر عمرو نے بلند آواز سے کہا میں عمرو ابن حجاج ہوں اور یہ سب مذحج کے شہسوار ہیں۔ نہ ہم نے کبھی طاعت سے انحراف کیا نہ ہم کبھی جماعت سے علیحدہ ہوئے۔ عبید اللہ نے قاضی شریح سے جو اس وقت موجود تھا کہا کہ ان کے دوست کے پاس جاؤ۔ اسے دیکھو اور پھر آکر ان لوگوں کو تبلادو کہ وہ زندہ ہے۔ چنانچہ قاضی شریح نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ اندر ہانی کے پاس گیا تو ہانی نے کہا کہ ہائے مسلمانو! کیا میرا خاندان ہلاک ہو چکا ہے۔ اہل دین و اہل نصرت کہاں ہیں۔ کیا وہ میرے لئے اپنے دشمن اور دشمن کے بچے سے ڈرتے ہیں۔ کچھ غل شور کی آواز سنی تو کہا۔ شریح۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مذحج اور میری مسلمان جماعت کی آوازیں ہیں۔ اگر ان میں سے دس آدمی بھی میرے پاس اندر آجائیں تو وہ مجھے چھڑا سکتے ہیں۔ شریح باہر گئے اور ابن زیاد کا

فرستادہ ایک جاسوس ان کے ساتھ تھا۔ ان کا بیان ہے کہ اگر یہ جاسوس موجود نہ ہوتا تو میں ان لوگوں کو ہانی کا قول پہنچا دیتا۔ جب شریح ان لوگوں کے پاس پہنچے تو ان سے کہا کہ میں نے تمہارے دوست کو دیکھا ہے وہ زندہ ہے اور قتل نہیں کیا گیا۔ عمرو اور اس کے ہمراہی "اگر وہ قتل نہیں کیا گیا۔ تو خدا کا شکر ہے۔" کہہ کر چلے گئے۔ یہ خبر مسلم ابن عقیل کے پاس پہنچی تو انھوں نے اپنے اصحاب میں پکار کر کہا "اے منصور مار ڈال"، اور یہ قول ان لوگوں کا شعار تھا۔ اس وقت تک اٹھارہ ہزار آدمی ان کے ساتھ بیعت کر چکے تھے۔ اور چار ہزار آدمی ان کے ساتھ مکانوں کے اردگرد کھڑے تھے۔ بہت سے آدمی ان کے پاس جمع ہو گئے۔ تو مسلم ابن عقیل نے عبد اللہ ابن عزیز کو بنو کندہ کے حصے پر مقرر کیا۔ اور کہا کہ میرے آگے آگے چلو۔ پھر مسلم ابن عوسجۃ الاسدی کو بنو مذحج اور اسد ابو ثمامۃ الصائدی کو تمیم اور ہمدان۔ اور عباس ابن جعدۃ الجدلی کو شہر کے حصوں پر مقرر کر کے قصر کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن زیاد یہ خبر سن کر قصر میں روپوش ہو کر بیٹھ گیا۔ اور دروازے بند کر لئے۔ مسلم نے قصر کو گھیر لیا۔ مسجد اور بازار لوگوں سے پر ہو گیا۔ اور شام تک لوگ اسی طرح جمع ہوتے رہے عبید اللہ کو سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ اس کے ہمراہ قصر میں صرف تیس آدمی شرطے کے اور بیس آدمی اشراف شہر اور اہل بیت اور موالی میں سے رہ گئے تھے۔ اشراف نے ابن زیاد کے پاس اس دروازے سے آنا شروع کیا جو رومیوں کے مکان سے ملحق تھا۔ لوگ ابن زیاد اور اس کے باپ کو گالیاں دے رہے تھے۔ ابن زیاد نے کثیر ابن شہاب الحارثی کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ان آدمیوں کو لے کر نکلے جو بنو مذحج میں اس کے مطیع تھے۔ اور باہر جا کر لوگوں کو تلقین کرے کہ وہ ابن عقیل کو چھوڑ دیں اور ان لوگوں کو خوف دلائے۔ اور پھر محمد ابن اشعث کو حکم دیا کہ وہ اہل کندہ اور حضر موت میں سے اپنے مطیعین کو لیکر نکلے اور جو لوگ اس کے پاس آتے جائیں ان کے لئے امان کا جھنڈا لے کر کھڑا ہو جائے اور اسی طرح کی باتیں قعقاع ابن شور الذہلی۔ شبث ابن ربعی التمیمی۔ حجار ابن ابجر العجلی اور شمر ابن ذی الجوشن الضبابی سے بھی کہیں اور بڑے بڑے سرداروں کو بعض انس گیری کے خیال سے اپنے پاس رہنے دیا۔ کیونکہ اس کے پاس آدمیوں کی قلت تھی۔ چنانچہ وہ سب لوگ مسلم کے برخلاف ورغلاتے ہوئے نکلے۔ پھر عبید اللہ نے ان اشراف کو جو

جو اس کے پاس تھے حکم دیا کہ وہ قصر کے اوپر سے لوگوں کو مخاطب کر کے اہل اطاعت کو احسان کی امیدیں دلائیں اور نافرمانوں کو ڈرائیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب لوگوں نے اپنے اشراف کی باتیں سنیں تو وہ منتشر ہونا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ عورتیں اپنے بیٹے اور بھائی سے جاکر کہتی تھیں کہ تم یہاں ہٹ آؤ۔ اور لوگ کافی ہیں اور ایسا ہی مرد بھی کرتے تھے۔ لوگوں کے اس طرح الگ ہوتے ہوتے یہ نوبت پہنچی کہ ابن عقیل کے ساتھ مسجد میں صرف تیس آدمی باقی رہ گئے۔ یہ حالت دیکھ وہ اہل کندہ کے دروازوں کی طرف چلے۔ مگر دروازے پر پہنچکر ایک آدمی کو بھی اپنے ساتھ نہ پایا۔ مجبور ہو کر کوفے کی تنگ گلی کوچوں میں نکل گئے۔ اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جائیں۔ ہوتے ہوتے بنو کندہ کی ایک عورت کے مکان پر پہنچے جس کا نام طوعہ تھا۔ اور وہ اشعث کی ام ولد تھی۔ مگر اشعث سے آزادی پاکر اسید الحضرمی سے نکاح کر لیا تھا جس سے بلال پیدا ہوا تھا اس وقت بلال اور لوگوں کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا اور وہ عورت اس کے انتظار میں تھی۔ ابن عقیل نے اس کو سلام کیا۔ اور پانی مانگا۔ اس نے پانی پلایا۔ ابن عقیل بیٹھ گئے۔ اس عورت نے کہا کہ اے اللہ کے بندے۔ کیا تم نے پانی نہیں پیا۔ کہا ہاں پیا۔ عورت نے کہا کہ اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ وہ خاموش رہے۔ طوعہ نے تین بار یہی کہا۔ مگر وہ وہیں بیٹھے رہے۔ تب وہ بولی۔ واہ۔ واہ میں اپنے دروازے پر تمہارا بیٹھا رہنا اچھا نہیں سمجھتی مسلم نے اس سے کہا کہ اس شہر میں نہ کوئی میرا مکان ہے اور نہ اہل وعیال ہیں۔ کیا تم مجھ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہو۔ یا مجھ سے احسان کر سکتی ہو۔ ممکن ہے کہ اس کے بعد میں اس کا بدلہ دے سکوں طوعہ نے پوچھا وہ کیا ہے۔ کہا کہ میں مسلم ابن عقیل ہوں۔ مجھ سے ان لوگوں نے جھوٹا وعدہ کیا۔ اور مجھے دھوکا دیا۔ طوعہ نے ان کو بلا کر اپنے گھر کے اندر ایک مکان میں داخل کر لیا شام کو اس نے انھیں کھانا دیا۔ مگر انھوں نے نہ کھایا۔ جب اس کا بیٹا آیا تو اپنی ماں کو بار بار اس حجرے کی طرف جاتے دیکھ کر بولا کہ اس مکان کی تمھیں کیوں دھن لگی ہوئی ہے اس نے بار بار دریافت کیا مگر طوعہ نے نہ بتلایا آخر جب اس نے اصرار والحاح کیا تو بتلا دیا اور کہہ دیا کہ اسے پوشیدہ رکھنا۔ بلکہ اس سے ایسا کرنے کے لئے قسمیں بھی لیں۔ مگر وہ خاموش رہا۔

اب ابن زیاد کا حال سنئے جب اس نے باہر کی آوازوں کو نہ سنا تو اپنے

ہمراہیوں سے کہا کہ ذرا دیکھو تو ان لوگوں میں سے کوئی ہے بھی یا نہیں۔ انھوں نے دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔ اس پر ابن زیاد نماز عشا کے وقت قصر سے اتر کر مسجد میں آیا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو منبر کے گرد بٹھلا دیا۔ پھر اس کے حکم سے منادی کی گئی کہ اہل شرطہ مشاہیر رجال نقباء قوم اور لشکری آدمی ذمے سے بری ہیں جو نماز عشا مسجد میں آکر نہ پڑھے۔ چنانچہ مسجد لوگوں سے پر ہو گئی۔ ابن زیاد نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر کھڑے ہو کر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ:۔ اَمَّا بَعْدُ۔ ابن عقیل ایک سفیہ اور جاہل شخص ہے۔ اور تم دیکھتے ہو کہ اس کی بدولت کیا کیا شقاق و خلاف واقع ہوا ہے۔ اگر ہم نے کسی شخص کے گھر میں اس کو پایا تو وہ ذمے سے بری ہو گا۔ اور جو کوئی اسے پکڑ لائے اسے اس کا خون بہا دیا جائیگا۔ پھر ان کو فرماں برداری لازم کی نصیحت کی اور حصین ابن تمیم کو حکم دیا کہ وہ راستوں کے دروازوں کو روک کر مکانوں کی تلاشی لیں۔ حصین شرطہ کا سردار اور بنو تمیم میں سے تھا۔ یہ کہکر ابن زیاد قصر میں داخل ہو گیا۔ اور عمرو ابن حریث کو لوگوں پر مقرر کر گیا۔ دوسری صبح کو اس نے لوگوں کے ساتھ اجلاس قائم کیا۔

جس عورت نے مسلم ابن عقیل کو پناہ دی تھی اس کا بیٹا بلال صبح کے وقت عبد الرحمن ابن محمد ابن اشعث کے پاس گیا اور اسے ابن عقیل کا پتہ دے دیا۔ عبد الرحمن اپنے باپ کے پاس گیا۔ جو اس وقت ابن زیاد کے پاس تھا اور اس سے خفیہ طور پر سب کچھ کہدیا۔ محمد نے ابن زیاد کو اس کی خبر کر دی۔ ابن زیاد نے اس سے کہا کہ تم اٹھو اور ابھی اس کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔ اور عمرو ابن عبید اللہ ابن عباس السلمی کو بنو قیس کے ستر آدمی دیکر اس کے ہمراہ کر دیا۔ وہ اس مکان پر پہنچا جہاں ابن عقیل چھپے ہوئے تھے۔ ابن عقیل آوازیں سن کر سمجھ گئے کہ لوگ آپہنچے۔ تلوار لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلے اور ان سب کو گھر سے نکال دیا۔ ان لوگوں نے پھر ان پر حملہ کیا۔ اور پھر نکالے گئے۔ اسی طرح ابن عقیل نے کئی مرتبہ باہر نکال دیا۔ بکیر ابن حمران الاحمری نے مسلم ابن عقیل کے منہ پر مارا جس سے انکا اوپر کا ہونٹ پھٹ گیا۔ اور دو دانت ٹوٹ گئے۔ اس کے جواب میں مسلم ابن عقیل نے پہلے اس کے سر پر مارا اور پھر کندھے پر ایسا تلا ہوا ہاتھ دیا قریب تھا کہ تلوار چیرتی ہوئی شکم تک پہنچ جائے جب ان لوگوں نے یہ حال دیکھا

تو وہ مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور ابن عقیل پر سنگ باری کرنے اور لکڑیاں جلا جلا کر پھینکنے لگے۔ یہ دیکھ کر مسلم اپنی تلوار لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلے۔ اور سڑک پر لڑنے لگے۔ محمد ابن اشعث نے ان سے کہا کہ "تمھارے لئے امان ہے۔ اپنی جان مت دو" مگر وہ ان سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے (ترجمہ):

"میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ سوائے شریف اور آزاد کے کسی کو قتل نہ کرونگا۔ اگرچہ میں موت کو بری چیز سمجھتا ہوں۔ جب تک کہ ٹھنڈے کو گرم و تلخ سے نہ مخلوط کر دیا جائے۔ اور شعاع آفتاب کو رد کر کے قرار نہ لیا جائے۔ ہر شخص ایک نہ ایک مصیبت کا سامنا کرتا ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ میں جھٹلایا جاؤں یا مجھے دھوکا دیا جائے۔"

محمد نے اُن سے کہا کہ آپ سے کوئی جھوٹ نہ بولے گا۔ اور یہ لوگ جو آپ کے بنی عم ہیں آپ کو دھوکا نہ دینگے۔ علاوہ اس کے نہ وہ آپ کو قتل کرینگے۔ نہ ماریں گے۔ اسوقت وہ پتھروں کی ماروں سے چکنا چور ہو چکے تھے۔ اور جب تھک کر لڑنے سے عاجز آگئے تو وہ اس گھر کی دیوار سے تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اس پر ابن اشعث اور سب لوگوں نے ان کو پناہ دی مگر عمرو ابن عبیداللہ السلمی نے پناہ نہ دی۔ اور اس نے کہا کہ اس معاملے میں میرا نہ ناقہ ہے اور نہ اونٹ۔ یعنی مجھے کسی قسم کا اقتدار نہیں ہے اس کے بعد ایک خچر لا کر ان کو اس پر بٹھا دیا گیا۔ اور ان کی تلوار ان سے لے لی گئی۔ گویا کہ وہ اپنی جان سے مایوس ہو گئے۔ انھوں نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ یہ پہلا غدر ہے۔ محمد نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ آپ کو کوئی خطرہ پیش نہ آئے گا۔ کہا ہاں مگر یہ صرف امید ہی امید ہے۔ اور یہ کہکر رونے لگے۔ یہ دیکھ کر عمرو ابن عبیداللہ السلمی نے ان سے کہا کہ جو شخص تمھاری طرح کسی چیز کی طلب میں سرگرداں ہوتا ہے اور اس پر تمھاری اس وقت کی سی مصیبت پڑتی ہے تو وہ رویا نہیں کرتا مسلم ابن عقیل نے کہا میں اپنی جان کو نہیں روتا۔ بلکہ اپنے اہل کے لئے روتا ہوں جو تمھارے ہاتھوں میں پڑینگے اور حسینؓ اور آل حسینؓ کے لئے روتا ہوں۔ پھر محمد ابن اشعث سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ تھوڑی دیر میں اپنی دی ہوئی امان کو پورا کرنے میں عاجز ہو جائیں گے۔ کیا آپ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنے پاس سے ایک آدمی کو بھیجدیں جو جا کر امام حسینؓ کو میرے حال کی خبر کر دے اور ان سے میری جانب سے کہدے کہ آپ اپنے اہل بیت کو لے کر واپس چلے جائیے۔ اور اہل کوفہ کے دھوکے میں نہ آئیے۔ کیونکہ وہ وہی آپ کے والد والے اہل کوفہ

ہیں جن سے وہ موت یا قتل سے انکی مفارقت کی آرزو کرتے تھے۔ ابن اشعث نے جواب دیا خدا کی قسم میں ایسا ضرور کرونگا۔ اور جو کچھ مسلم نے کہا تھا وہی اس نے امام حسینؓ کو لکھ دیا۔ اس کا قاصد امام حسینؓ کو زبالہ میں ملا اور ان کو واقعات سے اطلاع دی۔ امام حسینؓ نے کہا کہ "خدا کی طرف سے جن جن مصائب کا نازل ہونا مقدر ہیں ہے ضرور نازل ہوں گے۔ ہم اللہ کے پاس اپنے نفوس اور اپنی امت کے فساد کا محاسبہ کریں گے"۔ امام حسینؓ کے مکے سے کوفے روانہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ مسلم ابن عقیل نے خط کے ذریعے ان کو اٹھارہ ہزار آدمیوں کے بیعت کرنے کی اطلاع دی تھی۔ اور ان کو ترغیب دی تھی کہ کوفے چلے آئیں۔ غرضکہ محمد ابن اشعث مسلم کو ہمراہ لیکر قصر گیا۔ اور ان کو باہر چھوڑ کر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس گیا۔ اور اس کو خبر دیکر کہا کہ مسلم کو امان دے دی گئی ہے۔ عبید اللہ نے کہا کیا تم اور کیا تمھاری امان ہم نے تم کو اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کو امان دو بلکہ اس غرض سے بھیجا تھا کہ تم اس کو ہمارے ہاں لے آؤ۔ محمد خاموش ہو گیا مسلم ابن عقیل نے قصر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا دیکھ کر کہا کہ ذرا مجھے پانی پلا دو۔ جواب میں مسلم ابن عمر الباہلی نے کہا کہ ہاں دیکھا کیسا ٹھنڈا پانی ہے۔ خدا کی قسم جب تک تو جہنم میں گرم گرم پانی نہ پی لے گا تجھ کو اس ٹھنڈے پانی کا ایک قطرہ بھی چکھنے کو نہ ملیگا ابن عقیل نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا۔ جبکہ تو اسے ترک کر چکا تھا۔ میں وہ ہوں جس نے امت اور امام کی خیر خواہی کی جبکہ تو نے ان سے غدر کیا۔ جس نے اطاعت و فرماں برداری کی جبکہ تو نے نافرمانی کی میں مسلم ابن عمر و الباہلی ہوں"۔ مسلم نے کہا کہ "خدا کرے تیری ماں کی کوکھ جل جائے تو کیسا ظالم اور سخت اور تیرا دل کیسا سنگین ہے۔ اے باہلہ کے بچے دوزخ کے گرم پانی اور نار جہنم کا تو مجھ سے زیادہ مستحق ہے"۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ عمارہ ابن عقبہ نے ٹھنڈا پانی منگا کر ایک پیالہ میں ڈال کر ان کو دیا۔ مگر جوں ہی کہ انھوں نے اس کو پینا شروع کیا وہ پیالہ خون سے بھر گیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ ابن عقیل نے کہا اگر میری قسمت میں ہوتا تو پی ہی لیتا۔ اس کے بعد وہ ابن زیاد کے پاس گئے۔ مگر اس کو امارت کا سلام نہ کیا۔ محافظ نے کہا کہ کیا تم نے امیر کو سلام نہیں کیا

مسلم ابن عقیل نے کہا اگر ابن زیاد مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میرا اسلام اس کے لئے نہیں ہے اور اگر قتل کرنا نہیں چاہتا تو اس پر بہت سے سلام ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم تم ضرور قتل کئے جاؤ گے۔ مسلم نے پوچھا کیا ایسا ہی ہو گا۔ ابن زیاد نے کہا ہاں۔ مسلم ابن عقیل نے کہا پھر مجھے اتنی اجازت دو کہ میں لوگوں کو وصیت کر دوں۔ کہا۔ ہاں کر دو۔ تب مسلم نے عمر بن سعد سے کہا کہ مجھ میں اور آپ میں قرابت ہے۔ مجھے آپ سے کچھ ضرورت ہے اور وہ خفیہ بات ہے۔ مگر اس نے اس کے ذکر کرنے کی اجازت نہیں دی ابن زیاد نے عمر سے کہا کہ تم اپنے برادر عم زاد کی حاجت کو نہ روکو۔ چنانچہ عمر اٹھ کر مسلم کے ساتھ ایک طرف کو گیا۔ اور مسلم نے اس سے کہا کوفے میں مجھ پر قرض ہو گیا ہے جس کی مقدار سات سو درہم ہے وہ قرض تم اتار دینا اور میری لاش کو ابن زیاد سے مانگ کر دفن کر دینا اور امام حسینؓ کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیج دینا جو ان کو راستے سے لوٹا دے۔ عمرو نے ابن زیاد سے کہا کہ مسلم نے یہ بات کہی ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ امین کبھی تجھ سے خیانت نہیں کرے گا اور بعض اوقات خائن آدمی بھی ایماندار سمجھا جایا کرتا ہے۔ جو کچھ تمہارا ہے وہ تمہارے ہی لئے ہے اسے تم جو کچھ چاہے کرو۔ باقی رہے (امام) حسینؓ۔ اگر وہ ہمارے مقابلے میں نہ آئے تو ہم بھی ان کے مقابلے کے لئے نہ نکلیں گے۔ لیکن اگر وہ مقابلے کے ارادے سے ہماری طرف آئے۔ تو ہم الگ نہ رہینگے۔ اور مسلم کی لاش کے متعلق ہم تمہاری سفارش قبول نہیں کرتے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن زیاد نے یہ کہا تھا کہ مسلم کی لاش کا کیا ذکر جب ہم مسلم کو قتل کر لیں گے تو ہمیں پروا نہیں کہ لاش کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔ پھر مسلم ابن عقیل سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ابن عقیل لوگوں کا امر مجتمع اور ان میں اتفاق تھا۔ مگر تم نے آکر ان میں نفاق اور تفرقہ برپا کر دیا۔ مسلم نے کہا ہرگز نہیں۔ بلکہ اس شہر کے باشندوں کا یہ خیال ہے کہ تمہارے باپ نے ان کے بہترین آدمیوں کو قتل کیا۔ ان میں خونریزی کی۔ اور ان پر کسریٰ اور قیصر کی طرح حکومت کی اسی وجہ سے ہم یہاں آئے کہ ہم لوگوں میں عدل کے ساتھ حکومت کریں۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول (صلعم) کی دعوت دیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اے فاسق تو اور یہ کام۔ کیا ان لوگوں میں اس طرح کی حکومت نہیں ہو رہی تھی۔ جس زمانے میں

کہ تو مدینے میں شرابیں لنڈھایا کرتا تھا کہا کہ شراب میں پیتا تھا ؟ خدا کی قسم۔ خدا ہی جانتا ہے کہ تمھیں بھی یقین ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اور یہ کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا کہ تم بیان کرتے ہو۔ بلکہ لوگوں میں بہ نسبت میرے شرب خمر کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے۔ جو مسلمانوں کے خونوں میں دخل دیتا ہے۔ محض غصہ وعداوت کی بنا پر۔ خدائے تعالیٰ کی اُن جانوں کو قتل کرتا ہے جن کا قتل اس نے حرام فرمایا ہے۔ اور جو لہو ولعب میں اس طرح مشغول رہتا ہے۔ کہ گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا ہی مجھکو قتل کرے اگر میں تجھ کو اس طرح پر قتل نہ کروں۔ کہ کبھی اسلام میں کسی نے نہ کیا ہو۔ مسلم نے کہا ہاں تو تم اس بات کے سبب سے زیادہ حق دار ہو کہ اسلام میں جو بدعت کبھی نہیں ہوئی وہ تم ہی پیدا کرو۔ ہاں تم سوءِ قتل۔ قطع وبرید کی قباحت۔ خبث سیرت اور بدبختی غلبہ کو نہیں چھوڑو گے۔ اور تم سے زیادہ کوئی شخص اس کا حق دار نہیں ہے اس پر ابن زیاد نے مسلم۔ امام حسینؑ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور عقیل کو گالیاں دیں مسلم نے اس سے کلام نہ کیا۔ پھر ابن زیاد کے حکم سے مسلم کو قصر کے اوپر لے گئے تاکہ ان کی گردن ماری جائے۔ اور سر کے ساتھ تن بھی پھینک دیا جائے مسلم نے ابن اشعث سے کہا کہ اگر تم امان نہ دیتے تو میں اس کے قبضے میں نہ آتا۔ اب تم اپنی تلوار میرے واسطے کھینچو۔ پھر مسلم کو قصر کے اوپر چڑھایا گیا۔ وہ استغفار وتسبیح کر رہے تھے ان کو اس مقام پر لیجا کر جہاں سے موضع حذائیں پیشِ نظر تھا گردن ماردی گئی۔ ان کو بکیر ابن حمران نے قتل کیا۔ جس کو مسلم ہی نے زد وکوب کی تھی۔ پھر ان کے سر کے بعد ان کے جسم کو قصر کے نیچے ڈال دیا۔ جب بکیر نیچے اترا تو ابن زیاد نے اس سے پوچھا جس وقت تم لوگ اسے اوپر لئے جارہے تھے تو وہ کیا کہہ رہا تھا۔ کہا کہ وہ تسبیح واستغفار کر رہے تھے۔ اور جب میں ان کو قتل کرنے لگا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے قریب آجا۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھ کو قدرت اور اپنا بدلہ لینے کی طاقت عطا فرمائی۔ پھر میں نے ایک وار کیا۔ مگر اس سے کچھ نہ ہوا تو وہ کہنے لگے کہ اے غلام! کیا تیرے خون کا بدلہ اس ضرب میں نہیں ہوا۔ اس پر ابن زیاد نے کہا اچھا موت کے وقت بھی فخر۔ بکیر نے کہا کہ پھر میں نے ایک اور وار کیا اور اسے قتل کردیا۔ پھر ابن اشعث نے اٹھ کر ابن زیاد سے ہانی کی سفارش کی اور کہا کہ آپ

اس کے اس مرتبے سے واقف ہیں جو اسے اس شہر میں اور خاندان میں حاصل ہے۔ اور اس کی قوم بھی جانتی ہے کہ میں اور میرے دونوں ساتھی اس کو تم تک کھینچ کر لائے تھے۔ میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ تم اس کو میری خاطر سے بخش دو۔ کیونکہ میں اسکی قوم کی عداوت سے اندیشہ رکھتا ہوں۔ ابن زیاد نے ایسا ہی کرنے کا وعدہ کیا۔ جب مسلم ابن عقیل کا وہ انجام ہوا جو ہوا۔ تو ابن زیاد کے حکم سے ہانی بھی بازار میں لاکر ابن زیاد کے ایک ترکی غلام کے ہاتھ سے قتل کرا دیا گیا۔ عبدالرحمن ابن حصین المرادی نے اس واقعہ کے بعد اس غلام کو مقام خازر پر ابن زیاد کے ہمراہ پایا اور قتل کر دیا۔ ؎

عبداللہ بن زبیر الاسدی (اور بقول بعض فرزدق) نے ہانی اور مسلم ابن عقیل کے قتل کے متعلق یہ اشعار کہے (ترجمہ):-

"اگر تو نہیں جانتی کہ موت کیا چیز ہے تو ہانی کو بازار میں اور مسلم ابن عقیل کو دیکھ ہاں۔ اس بہادر کو دیکھ جس کے چہرے کو تلوار نے ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ اور دوسرا قتیل کوٹھے سے نیچے پھینک دیا گیا تھا۔" ان کے علاوہ اور بھی اشعار ہیں۔ ؎

ابن زیاد نے ان دونوں حضرات کے سروں کو یزید کے پاس بھیج دیا۔ یزید نے اس کو شکریئے کا خط لکھا۔ اور لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسینؓ نے عراق کا رخ کیا ہے۔ دیدبان لگا دو۔ اور اسلحہ خانے تیار کر لو۔ نگہبانی کرتے رہو۔ اور تہمت پر بھی لوگوں کو قید کر لو۔ صرف گمان ہی پر لوگوں کو پکڑ لو۔ البتہ یہ کرو کہ صرف اس شخص کو قتل کرو جو تم سے لڑے۔ ؎

کہتے ہیں کہ ابن عقیل کوفے کو اس دن چلے تھے کہ جب ۶۰ھ میں ماہ ذی الحجہ کی آٹھ راتیں گزری تھیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نوروز گزرے تھے کہتے ہیں کہ اُن کے ساتھ جانے والوں میں مختار ابن ابی عبید اور عبداللہ ابن حارث ابن نوفل تھے۔ ابن زیاد نے ان دونوں کو بلا کر قید کر دیا۔ اور مسلم ابن عقیل سے لڑنے والوں میں محمد ابن اشعث۔ شبث ابن ربعی التیمی اور قعقاع ابن شور تھے۔ شبث کہنے لگا نصرت ہونے تک ان کے مقابلے میں چپ کھڑے رہو اس وقت یہ لوگ خود منتشر ہو جائیں گے اس پر قعقاع نے کہا کہ تو نے اُن کی پسپائی یا فرار کا راستہ تو مسدود ہی کر دیا ہے۔ انھیں راستہ دے تا کہ منتشر ہو جائیں۔

امام حسینؓ کے کوفے جانے کا بیان

کہتے ہیں کہ جب اہل کوفہ کے خطوط کے مطابق امام حسینؓ نے کوفے جانے کا ارادہ کیا تو عمر ابن عبدالرحمٰن ابن حارث ابن ہشام جو مکے میں تھا ان کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ایک ضرورت سے حاضر ہوا ہوں۔ جس کو میں آپ کی خیر خواہی کے لئے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو کہ آپ میری نصیحت کو مان لیں تو میں اسے بیان کر دوں۔ اور مجھ پر جو حق ہے اسے پورا کروں۔ لیکن اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ آپ میری نصیحت نہیں سننا چاہتے تو میں اپنے ارادے سے باز آ جاؤں گا۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ آپ بیان کیجئے۔ نہ میں آپ کو دغا باز سمجھتا ہوں اور نہ مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ آپ کسی خواہش کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں عُمر ابن عبدالرحمٰن نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق تشریف لیجانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مجھے آپ کی وجہ سے خوف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس شہر کو تشریف لے جا رہے ہیں جہاں اس شہر کے عمال اور امراء موجود ہیں۔ اور ان کے پاس بیت المال بھی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ لوگ دینار و درہم کے بندے ہوتے ہیں۔ میں آپ کو بالکل امن میں نہیں سمجھتا۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہی لوگ جنھوں نے آپ کو مدد دینے کا وعدہ کیا ہے آپ سے لڑیں گے۔ اور جن لوگوں کے پاس آپ زیادہ تر محبوب ہیں وہی اس کے ساتھ آپ سے لڑنے والوں میں ہوں گے۔ امام حسینؓ نے فرمایا اے میرے برادر عمزاد۔ خدا تم کو جزائے خیر دے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم میری خیر خواہی چاہتے اور عقل کی بات کرتے ہو۔ جو امر پیش آئے گا خواہ اس کو میں تمھاری رائے کے موافق کردوں یا تمھاری رائے کو ترک کر دوں ہر حال میں تم میرے لئے نہایت قابل تعریف مشیر اور بہترین ناصح ہو۔

امام حسینؓ کے پاس عبداللہ ابن عباس آئے۔ اور کہا کہ لوگوں میں خبر گشت کر رہی ہے کہ آپ عراق تشریف لے جاتے ہیں۔ فرمائیے آپ کیا کرنیوالے ہیں۔ فرمایا میں آجکل میں روانہ ہو جاؤں گا۔ انشاءاللہ تعالے۔ ابن عباس نے کہا کہ میں آپ کے حق میں خدائے تعالے سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا آپ پر رحم کرے۔ مجھے بتلائیے کہ کیا آپ ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہیں جنھوں نے اپنے امیر کو قتل کیا۔ اپنے

بلاد کو مضبوط کیا اور اپنے دشمن کو جلا وطن کر دیا؟ اگر انھوں نے ایسا ہی کیا ہے تو آپ وہاں تشریف لے جائیے۔ لیکن اگر انھوں نے اس حالت میں آپ کو دعوت دی ہے کہ ان کا امیر ان ہی میں موجود ہے۔ اور ان پر دست قدرت رکھتا ہے۔ اور اس کے عمال اسے بلاد کا خراج ادا کرتے ہیں تو سمجھ جائیے کہ انھوں نے آپ کو جنگ کے لئے بلایا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کو دھوکا دیں گے۔ آپ کو جھٹلائیں گے۔ آپ کی مخالفت کریں گے۔ آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔ اور آپ پر حملہ کریں گے۔ اس طرح وہ لوگ آپ کے لئے نہایت شدید اور سخت ہونگے۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ ہاں میں خدائے تعالےٰ سے طلب خیر کرتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔ ابن عباس چلے گئے۔

پھر ابن زبیر آئے اور کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد کہنے لگے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم نے ان لوگوں کو کیوں چھوڑ رکھا ہے اور ہم کیوں ان سے الگ تھلگ ہیں ہم مہاجرین کی اولاد ہیں اور ہم نہ وہ اس امر حکومت یا خلافت کے صحیح وارث یا اہل ہیں مجھے بتائیے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں نے کوفے جانے کے متعلق اپنے دل سے باتیں کی ہیں۔ اور وہاں اپنی جماعت اور اشرف الناس کو لکھ چکا ہوں۔ اب خدا سے طلب خیر کر رہا ہوں۔ ابن زبیر نے کہا کہ اگر آپ کی جماعت جیسی کوئی جماعت مجھے بھی نصیب ہوتی تو میں وہاں سے نہ ہٹتا۔ اور پھر اس خوف سے کہ شاید امام کو ان پر کچھ شبہ ہو کہنے لگے مگر ہاں اگر آپ حجاز ہی میں اقامت فرمائیں اور یہیں رہ کر آپ اس امر (خلافت) کا ارادہ فرمائیں تو ہم آپ کی مخالفت نہ کریں گے۔ بلکہ آپ کی مساعدت کریں گے۔ اور آپ سے بیعت اور خیر خواہی کریں گے۔ امام حسینؓ نے جواب دیا کہ میرے والد نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا تھا کہ مکے میں ایک مینڈھا ہے جو مکے کی حرمت کو حلال کر دیگا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مینڈھا میں ہو جاؤں۔ ابن زبیر نے کہا اگر آپ چاہیں تو یہیں اقامت کریں اور مجھ ہی کو اپنے امر کا والی بنا دیں۔ اور یقین رکھئے کہ آپکی اطاعت کیجائیگی۔ نافرمانی نہ ہوگی۔ فرمایا کہ میں یہ بھی نہیں چاہتا۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرات خفیہ طور پر کلام کرنے لگے۔ پھر امام حسینؓ نے وہاں کے دیگر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ خدا کرے کہ ہم آپ پر قربان ہوں۔ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ کیا

کہتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ تم یہیں اس مسجد میں مقیم رہو۔ میں تمھارے لئے آدمی جمع کردونگا پھرانھوں نے ابن زبیر سے کہا خدا کی قسم۔ بہ نسبت اس کے میں یہیں قتل ہوں مجھے یہ بات پسند ہے کہ اس سے ایک بالشت باہر نکل کر قتل ہوں۔ اور اس سے کہ ایک بالشت باہر قتل ہوں یہ زیادہ مرغوب ہے کہ اس شہر سے دو بالشت باہر قتل ہوں۔ خدا کی قسم اگر میں ان حشرات الارض میں سے کسی کے سوراخ میں ہوں تو وہ مجھے نکال لے جائیں گے تاکہ میرے ذریعے سے ان کی حاجت برآری ہو جائے واللہ وہ مجھ پر اسی طرح زیادتی کریں گے جس طرح یہود نے یوم سبت کے بارے میں کی تھی۔ ابن زبیر اٹھ کر چلے گئے۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ ابن زبیر کو دنیا کی کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں کہ میں حجاز سے چلا جاؤں۔ تاکہ یہ شہر ان کے لئے خالی ہو جائے۔

اسی دن شام کے وقت یا شاید دوسری صبح کو ابن عباس امام حسینؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے برادر عمزاد میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں۔ مگر صبر نہیں آتا۔ مجھے آپ کے متعلق اس امر میں ہلاک اور استیصال کا خوف ہے اہل عراق ایک غدار قوم ہیں۔ آپ ہرگز ان کے قریب نہ جائیے۔ بلکہ اسی شہر میں مقیم رہئے۔ کیونکہ آپ اہل حجاز کے سردار ہیں۔ اگر اہل عراق جیسا کہ ان کا خیال ہے آپ کو چاہتے ہیں تو آپ ان کو یہ تحریر فرمائیے کہ وہ اپنے عامل اور دشمن کو شہر سے نکال دیں۔ تب آپ وہاں تشریف لے جائے۔ لیکن اگر آپ ہی یہاں سے جانا چاہتے ہیں تو یمن جائیے۔ کیونکہ وہاں قلعہ اور گھاٹیاں ہیں۔ وہ ایک عریض اور طویل سرزمین ہے۔ اور آپ کے والد کی جماعت وہاں موجود ہے۔ آپ لوگوں سے الگ تھلگ رہیں گے اور وہاں سے آپ لوگوں کو لکھیں۔ پیغام بھیجیں اور اپنے داعیوں کو پھیلا دیں۔ مجھے امید ہے کہ ایسا کرنے سے جو کچھ آپ چاہتے ہیں عافیت سے حاصل ہو جائے گا۔ امام حسینؓ نے فرمایا اے برادر عمزاد۔ بخدا میں جانتا ہوں کہ آپ ناصح مشفق ہیں۔ مگر میں ارادہ کر چکا ہوں اور سامان سفر بھی فراہم ہو چکا ہے ابن عباس نے کہا خیر آپ جاتے ہی ہیں تو اپنی ازواج اور صاحبزادیوں کو ہمراہ

نہ لے جائیے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ جیسے حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔ اور ان کی ازواج و اولاد ان کو دیکھ رہی تھی کہیں وہی حال آپ کا بھی نہ ہو۔ مجھے قطعی یقین ہے کہ آپ حجاز سے باہر نکل کر ابن الزبیر کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں کیونکہ آپ کے موجود ہونے سے کوئی شخص ان کی طرف نگاہ نہیں کرتا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اگر میں آپ کے بال اور پیشانی کو پکڑ لوں تا کہ لوگ ہمارے خلاف جمع ہو جائیں اور آپ میری بات مان لیں اور یہاں ٹھہر جائیں تو میں ضرور ایسا ہی کروں۔ پھر ابن عباس ان کے پاس سے چلے آئے۔ اور جب ابن زبیر کے پاس سے گذرے تو ان سے کہا کہ اے ابن زبیر اب آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ اور یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ):-

"اے سبزہ زار والے چکاوک! اب تو تیرے لئے فضا خالی ہو گئی ہے
اب تو انڈے دے اور چہچہا اور جس طرح چاہے بول"۔

اور کہا کہ "حسین عراق کی طرف جاتا ہے اور حجاز کو تیرے لئے چھوڑے جاتا ہے"۔

کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کہا کرتے تھے۔ خدا کی قسم جب تک یہ لوگ میرے جسم میں سے جان نہ نکال لیں گے مجھے چین سے نہ بیٹھنے دیں گے۔ مگر جب وہ ایسا کریں گے تو خدائے تعالیٰ ان پر ایک ایسا شخص مسلط فرمائے گا کہ جو ان کو عورت کے حیض کے چیتھڑوں سے زیادہ ذلیل و خوار کر دے گا۔

غرضکہ امام حسینؓ یوم ترویہ کو مکے سے روانہ ہوئے عمرو بن سعید بن العاص حرفی جو یزید کی جانب سے حجاز کے امیر تھے اپنے بھائی یحییٰ کے ساتھ چند سوار بھیجے۔ جو انھیں راستے میں ملے اور ان کے آگے بڑھنے میں مزاحم ہوئے۔ انھوں نے انکار کیا اور آگے بڑھے چلے گئے۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ طرفین میں مار پیٹ کی نوبت آئی۔ آخر امام حسینؓ اور ان کے ہمراہی غالب آئے۔ اور آگے کو روانہ ہو گئے۔ راستہ میں مقام تنعیم پر سے گذرے۔ یہاں امام حسینؓ نے ایک قافلہ دیکھا جو یمن سے آرہا تھا۔ اور جسے بحیر بن ریسان نے (جو یزید کی طرف سے یمن کا والی تھا۔ اور اونٹوں پر ورس (گھاس یا تخم) جس سے زرد رنگ نکالا جاتا ہے

اور کپڑے لدے ہوئے تھے) یزید ابن معاویہ کیطرف روانہ کیا تھا۔ امام حسین رض نے اس قافلے کو پکڑ لیا۔ اور اونٹ والوں سے کہا کہ تم میں سے جو شخص ہمارے ہمراہ عراق جانا چاہتا ہے ہم اسے پورا پورا کرایہ دینگے اُس سے حسن صحبت سے پیش آئیں گے اور جو ہم سے علیحدہ ہونا چاہے گا ہم اسکے کرائے کا حصہ ادا کر دیں گے۔ چنانچہ ان میں سے جو جدا ہو گئے ان کو ان کا حق دے دیا اور جو اُن کے ہمراہ روانہ ہوئے ان کو کرایہ ادا کر دیا اور پہننے کو کپڑے دئیے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور جب مقام صفاح پر پہنچے تو فرزوق شاعر ان سے ملا۔ اس نے کہا کہ خدائے تعالےٰ آپ کی خواہش اور امید کو آپ کے دلخواہ عطا فرمائے امام حسین رض نے اس سے دریافت کیا کہ تم جن لوگوں کے ہاں سے آرہے ہو ان کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا آپ نے باخبر شخص سے حال پوچھا۔ لوگوں کے قلوب آپ کے لئے ہیں۔ مگر تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ آسمان سے نازل ہوگا۔ اور اللہ جو کچھ چاہے گا کر یگا امام حسین رض نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ امر خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو کچھ چاہے کرے۔ ہمارا رب ہر روز ایک نئی ہی شان میں ہوتا ہے۔ اگر ہماری خواہش کے مطابق فیصلہ نازل ہوا تو ہم خدا کا شکر کریں گے۔ اور اس ادائے شکر میں بھی وہی مدد دینے والا ہے۔ اور اگر قضاء امید کے مابین حائل ہو گئی۔ تو جس شخص کی نیت حق پر ہے اور جس کی طبیعت میں تقویٰ ہے اس نے ظلم نہیں کیا۔

امام حسین رض کو عبداللہ بن جعفر کا خط ان کے دونوں فرزند عون اور محمد کیساتھ راستے میں مل گیا۔ خط میں لکھا تھا۔ اما بعد۔ میں آپ سے خدا کا واسطہ دیکر درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرا یہ خط پڑھتے ہی واپس آجائیے۔ کیونکہ مجھے اس بارے میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے استیصال کا خوف ہے۔ اگر آپ ہلاک ہو گئے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ کیونکہ آپ مہتدین کے سردار اور مومنین کی امید ہیں۔ آپ روانگی میں جلدی نہ کیجئے۔ میں اپنے خط کے پیچھے پیچھے آرہا ہوں والسلام۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر عمرو ابن سعید (جو یزید کی طرف سے مکے کا عامل تھا) کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تم امام حسین رض کے نام ایک خط لکھو جس میں ان سے امان کا وعدہ کرو۔ ان کو حسن سلوک اور صلۂ رحم کی امید دلا کر واپس آجانے کے لئے کہو۔ عمرو نے ایسا ہی کیا خط کو اپنے بھائی یحییٰ ابن سعید

اور عبد اللہ ابن جعفر کے ہاتھ روانہ کر دیا۔ ان دونوں نے حضرت امام حسینؓ کو راستے میں جا لیا۔ وہ خط انھیں پڑھکر سنایا اور جد وجہد کی کہ وہ واپس ہو جائیں۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور عذر دل کے علاوہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایک خواب میں رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے۔ انھوں نے مجھے حکم دیا ہے جس کو میں ضرور پورا کرونگا خواہ وہ میرے خلاف پڑے یا موافق۔ ان دونوں صاحبوں نے پوچھا کہ وہ کیا خواب ہے۔ کہا کہ نہ میں نے ابتک وہ خواب کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کرونگا۔ یہاں تک کہ میں خدا سے جا ملوں۔ ؎

جب ابن زیاد کو امام حسینؓ کے مکے سے روانہ ہو جانے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے صاحب شرطہ حصین ابن نمیر التیمی کو روانہ کیا اس نے قادسیہ پہنچ کر اپنی سپاہ کو ایک طرف قادسیہ اور خفان کے اور دوسری طرف قادسیہ اور قطقطانہ اور کوہ لعلع کے درمیان پھیلا دیا۔ جب امام حسینؓ مقام حاجر میں پہنچے تو قیس ابن مسہر الصیداوی کے ہاتھ اہل کوفہ کے نام ایک خط دے کر روانہ کیا۔ جس میں ان کو اپنے آنے کی اطلاع اور اپنے کام میں پوری کوشش کرنے کی ہدایت کی۔ قیس قادسیہ پہنچے تو حصین نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد کے پاس بھیجدیا اس نے ان سے کہا کہ قصر کے اوپر چڑھ جاؤ اور حسین ابن علی (رضی اللہ عنہما) کذاب ابن کذاب (نعوذ باللہ) پر سب وشتم کرو۔ قیس اوپر چڑھ گئے اور خدائے تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا کہ یہ حسین ابن علی (رضی اللہ عنہما) تمام خلق میں بخدا بہترین آدمی ہیں۔ وہ فاطمہ بنت رسول کے صاحبزادے ہیں۔ میں تمھارے پاس ان کا قاصد بنکر آیا ہوں۔ اور ان سے حاجر میں جدا ہوا تھا۔ ان کی دعوت قبول کرو۔ اس کے بعد انھوں نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی۔ اور حضرت علیؓ کے لئے دعائے استغفار کی۔ ابن زیاد کے حکم سے ان کو قصر کے نیچے پھینک دیا گیا۔ اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ؎

ادھر امام حسینؓ برابر کوفے کی طرف چلے جا رہے تھے۔ اہل عرب کے ایک چشمے پر پہنچکر ان کو عبد اللہ ابن مطیع ملے۔ جو ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ اے ابن رسول اللہ (صلعم) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ

کیسے آئے ہیں۔ یہ کہکر وہ ان کو اپنے مکان پر لے گئے۔ اور خاطر تواضع سے پیش آئے۔ امام حسینؓ نے اپنے ورود کے وجوہ و اسباب سے ان کو مطلع کیا تو عبداللہ نے کہا کہ اے ابن رسول (صلعم) میں آپ کو حرمت اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس ارادے سے باز آئیے۔ میں آپ کو حرمت قریش اور حرمت عرب کا واسطہ دیتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ وہ چیز طلب فرمائیں گے جو بنو امیہ کے ہاتھ میں ہے تو وہ ضرور آپ کو قتل کر دینگے۔ اور اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو آپ کے بعد کبھی کسی شخص سے نہ ڈریں گے۔ آپ کو حرمت اسلام حرمت قریش اور حرمت عرب کی قسم ہے ایسا نہ کیجئیگا۔ اور کوفے جاکر اپنے آپ کو بنو امیہ کے ہاتھوں میں نہ ڈالئے۔ مگر امام حسینؓ نے انکار کر دیا اور جانے کا عزم ظاہر کیا۔

زہیر ابن قین البجلی (جو عثمانی جماعت میں سے تھے) حج کر کے واپس ہوئے تو راستے میں ان کو امام حسینؓ کے ساتھ ہم سفر ہونا پڑا۔ سکے ہی سے وہ ان کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ لیکن منزل میں ان کے خیمے کے پاس خیمہ زن نہ ہوتے تھے۔ ایک دن امام حسینؓ نے ان کو بلایا گو کہ ان کو یہ دعوت بہت شاق گذری مگر طوعاً و کرہاً امام حسینؓ سے ملنے آئے۔ اور جب واپس آئے تو اپنا اسباب امام حسینؓ کے اسباب کے پاس منتقل کر دیا۔ اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تم میں سے جو چاہے میرا ساتھ دے۔ ورنہ یہ اب آخری ملاقات ہے میں تم لوگوں کو ایک بات سناتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم بلنجر میں جنگ کر رہے تھے۔ ہم نے فتح پائی۔ اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جس سے ہم خوش ہوئے۔ سلمان فارسی ہمارے ساتھ تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب تم شباب اٰل محمد (صلعم) کو پاؤ گے۔ اور اس کے ساتھ مل کر جنگ کرو گے تو تم کو آج کے اس مال غنیمت کے ملنے سے بھی زیادہ خوشی حاصل ہوگی۔ لہذا میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں پھر انھوں نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور کہا کہ تم اپنے اہل میں چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کو میرے سبب سے سوائے خیر و برکت کے اور کچھ نصیب ہو۔ وہ امام حسینؓ کے ہمراہ رہے تا آنکہ ان کے ساتھ شہید ہوئے۔

امام حسینؓ کو ثعلبیہ میں مسلم ابن عقیل کے قتل کی خبر ملی تو ان کے ایک ہمراہی نے

ان سے کہا کہ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ یہاں سے واپس لوٹ جائیں۔ کیونکہ کوفے میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہے اور نہ آپ کی جماعت ہے۔ بلکہ ہم کو یہ خوف ہے۔ کہ وہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔ اس پر بنو عقیل ایک دم سے جوش میں آ کر کھڑے ہوئے۔ اور بولے خدا کی قسم ہم یہاں سے نہ ٹلینگے۔ جب تک کہ ہم اس کا بدلہ نہ لے لیں۔ یا اسی مصیبت کو نہ چکھ لیں جو مسلم نے چکھی ہے۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے بعد زندگی میں پھر کوئی بھلائی نہیں۔ ان کے کسی ہمراہی نے کہا کہ بخدا آپ مسلم ابن عقیل کی طرح نہیں۔ اگر آپ کوفے تشریف لے جائیں تو لوگ بہ نسبت ان کے آپ کے پاس جلدی آئیں گے۔ پھر وہ سب روانہ ہو کر زبالہ پہنچے جس پانی پر آپ کا گذر ہوتا تھا وہاں کے لوگ ہمراہ ہو جاتے تھے زبالہ تک یہی حالت رہی جہاں امام حسینؓ کو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ ابن بقطر کے قتل کی خبر ملی جن کو انھوں نے راستے میں سے مسلم ابن عقیل کی طرف روانہ کیا۔ جب کہ ان کو مسلم ابن عقیل کے قتل سے آگاہی نہ ہوئی تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ عبداللہ ابن بقطر کو حصین ابن نمیر کے سواروں نے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے ان سے کہا کہ قصر کے اوپر چڑھ جاؤ اور کذاب ابن کذاب (معاذ اللہ) پر لعنت کرو۔ پھر نیچے اتر آؤ۔ تب میں دیکھونگا کہ تمہارے متعلق کیا رائے ہے" چنانچہ وہ اوپر چڑھ گئے اور وہاں سے لوگوں کو امام حسینؓ کے آمد کی اطلاع دی اور زیاد اور ابن زیاد پر لعنت بھیجی۔ اس پر ان کو قصر سے گرا دیا گیا۔ جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ مگر ابھی جان کی کچھ رمق باقی تھی کہ عبدالملک ابن عمیر اللخمی نام ایک شخص نے آگے بڑھ کر ان کو ذبح کر دیا۔ اور جب اس کے اس فعل کو عیب ناک کہا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے یہ اس ارادے سے کیا تھا کہ اسے تکلیف سے راحت دوں۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ قتل کرنے والا شخص عبدالملک ابن عمیر نہیں۔ بلکہ اس کا کوئی ہمشکل شخص تھا۔ غرضکہ جب امام حسینؓ کو اپنے برادر رضاعی اور مسلم ابن عقیل کے قتل کی خبر ہوئی۔ تو انھوں نے لوگوں کو اس سے اطلاع دی اور کہا کہ ہماری جماعت نے ہم کو چھوڑ دیا ہے۔ جو ہمارے پاس سے چلا جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے۔ اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ چنانچہ وہ لوگ دائیں اور بائیں منتشر ہو گئے۔ اور صرف وہی اشخاص ان کے ہمراہ رہ گئے۔ جو مکے ہی سے ان کے ہمراہ آئے تھے۔ امام حسینؓ نے ایسا اس لئے

کیا۔ ان کو معلوم تھا کہ بدویوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ایسے شہر کو جا رہے ہیں۔ جہاں کے باشندوں نے مضبوطی کے ساتھ ان کی اطاعت کر لی ہے۔ لہٰذا امام حسینؓ نے چاہا تاکہ وہ انھیں اس خطرے سے آگاہ کر دیں جس کی طرف وہ جا رہے ہیں۔ پھر وہاں سے چلے اور بطن عقبہ میں اترے۔ وہاں ان کو ایک عرب شخص ملا۔ جس نے ان سے کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیے۔ خدا کی قسم آپ کو وہاں جا کر نیزوں اور تلواروں کی دھاروں سے سابقہ پڑے گا۔ یہ لوگ جنھوں نے آپ کو بلایا ہے۔ اگر وہ آپ کو جنگ و قتال کی مصیبت سے بچا لیتے۔ اور تمام باتوں کو آپ کے لئے پہلے درست کر لیتے۔ تب آپ ان کے ہاں جاتے تو کچھ بات بھی تھی۔ اگر حالت یہی ہے جو بیان کی گئی ہے تو میری رائے نہیں کہ آپ ایسا کریں۔ فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں لیکن اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا کوئی امر مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہو گئے

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عمرو ابن سعید الاشدق (جو مکے اور مدینے کے عامل تھے) نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اس سال جریدالاسلمی نے انتقال کیا۔ یہ صحابی تھے۔ اور امیر معاویہ کے زمانے میں حارثہ ابن نعمان الانصاری نے انتقال کیا۔ جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ ان ہی کے زمانے میں دحیہ ابن خلیفۃ الکلبی نے بھی انتقال کیا۔ وہ وہ تھے جن کی صورت میں جبرئیل وحی لے کر نازل ہوتے تھے۔ ان کی خلافت کے شروع میں رفاعہ ابن رافع بن مالک ابن عجلان الانصاری بھی فوت ہوئے۔ وہ جنگ بدر میں لڑے تھے۔ اور حضرت علیؓ کے ساتھ جمل اور صفین میں شریک تھے۔ امیر معاویہ ہی کے زمانے میں عمرو بن امیۃ الضمری مدینے میں فوت ہوئے۔ ان ہی کے عہد میں عثمان ابن حنیف الانصاری۔ عثمان ابن ابی العاص الثقفی۔ اور عتبان ابن مالک الانصاری نے بھی انتقال کیا۔ موخر الذکر صاحب جنگ بدر میں شریک تھے۔

علیٰ ہذا القیاس سہل ابن حنظلیہ یعنی ابن ربیع الانصاری نے دمشق میں پھر ۵۰ھ کے بعد سائب بن ابی وداعۃ السہمی، سراقہ بن عمرو الانصاری اور آغاز حکومت میں زیاد ابن لبید الانصاری نے انتقال کیا۔ دونوں موخر الذکر جنگ بدر میں شریک تھے۔ ان ہی کے زمانے میں معقل ابن یسار مزنی کا انتقال ہوا جن کی طرف بصرے کی نہر معقل منسوب ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ان کا انتقال یزید کے زمانے میں ہوا۔ امیر معاویہ ہی کے زمانے میں ناجیہ بن جندب ابن عمیر (جو رسول اللہ صلعم کی قربانی کے اونٹوں کے دار وغہ تھے) اور نعیمان ابن عمرو ابن رفاعۃ الانصاری بھی فوت ہوئے۔ نعیمان وہی صاحب ہیں جن کے مزاج میں مزاح و تمسخر تھا۔ اور جنگ بدر میں لڑے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ ان کے صاحبزادے فوت ہوئے تھے۔

امیر معاویہ کے آخری زمانے میں عبداللہ ابن مالک بن بحینہ صحابی کا انتقال ہوا۔

اسی سال عبداللہ ابن مُغَفَّل ابن عبد غنم المزنی بصرے میں فوت ہوئے۔

امیر معاویہ کے زمانے ہی میں ہند ابن جاریہ ابن ہند الاسلمی اور ۶۰ھ میں حکیم ابن حزام (جن کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی جن میں سے ساٹھ برس جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں گذرے تھے) نے بھی انتقال کیا۔

اسی سال اور بقول بعض ۶۵ھ میں ابو اسید الساعدی نے جن کا نام مالک ابن ربیعہ تھا انتقال کیا۔ وہ جنگ بدر میں شریک تھا۔ اور جنگ بدر کے حاضرین میں یہ سب سے آخری صاحب ہیں جو فوت ہوئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال ۳۰ھ میں ہوا۔ مگر صحیح نہیں ہے۔

امیر معاویہ کے عہد حکومت کے آغاز میں۔ ابو بردہ ہانی بن نیار البلوی (جو انصار کے حلیف اور عقبہ اور بدر میں اور حضرت علیؓ کی تمام جنگوں میں شریک تھے) اور ابو ثعلبہ الخشنی نے بھی انتقال کیا۔ ابو ثعلبہ صحابی تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۷۵ھ میں ہوئی۔ ان ہی کے زمانے میں ابو جہم ابن حذیفۃ العدوی القریشی نے آخر ایام میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ وہ ابن زبیر کے زمانے میں کعبہ کی تعمیر میں موجود تھے اور جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اس وقت بھی موجود تھے۔ امیر معاویہ کے آغاز ایام میں

سہل کے والد ابوحثمۃ الانصاری نے آخر ایام میں ابوقیس الجہنی نے جو فتح مکہ کے وقت موجود تھے اور ۶۰ھ میں (اور بقول بعض اس سے قبل ہی شہید ہو گئے تھے) صفوان ابن معطل السلمی نے سمیساط میں انتقال کیا۔

اسی سال کلابیہ نے بھی انتقال کیا۔ جنھوں نے رسول اللہ صلعم سے پناہ مانگی تھی اور آنحضرت نے ان سے نکاح کر لیا تھا اور پھر ان سے مفارقت کر لی تھی ان کو جنون لاحق ہو گیا تھا۔

اسی سال بلال ابن حارث المزنی ابوعبدالرحمٰن بھی فوت ہوئے۔

امیر معاویہ کے آخری ایام میں وائل ابن حجر الحضرمی اور ابوادریس الخولانی نے بھی انتقال کیا۔

سنہ ۶۱ھ کے واقعات

امام حسینؓ کی شہادت کا بیان

جب امام حسینؓ چشمہ شراف سے روانہ ہوئے تو دوپہر کے وقت ان کے کسی ہمراہی نے "اللہ اکبر" کا نعرہ مارا۔ امام حسینؓ نے اس سے پوچھا کہ تم نے تکبیر کیوں کہی۔ کہا میں نے کھجور کے درخت دیکھے۔ بنو اسد کے دو آدمیوں نے کہا کہ اس سرزمین میں کھجور کا درخت نہیں ہوتا۔ امام حسینؓ نے کہا تو پھر یہ کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ ہمیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قراول کے گھوڑے ہیں اور کچھ نہیں۔ کہا ہاں ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی دیکھتا ہوں۔ پھر ان دونوں سے پوچھا۔ یہاں کوئی ایسی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ جہاں ہم پناہ لے لیں اور اسے اپنے پشت پر رکھ کر صرف ایک طرف سے قوم کا سامنا کریں۔ ان دونوں نے کہا کہ جی ہاں یہ آپ کے بائیں ہاتھ کو ذرا ہٹ کر ذوحسم کا پہاڑ واقع ہے۔ اگر آپ لوگوں سے پہلے وہاں پہنچ جائیں تو آپ اسے اپنی مرضی کے مطابق مقام پائیں گے .... اور حضرت امام حسینؓ اس پہاڑ کی طرف مڑے کہ اتنے میں رسالہ نظر پڑا جو آپ پر بڑھا آ رہا تھا۔ مگر آپ ان سے پہلے ہی پہاڑ پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد وہ لوگ بھی آئے۔ وہ ایک ہزار سوار تھے۔

اور حُر ابن یزید التمیمی ثم الیربوعی کے ماتحت تھے۔ وہ لوگ عین دوپہر کے وقت امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کے سامنے آکر ٹھیرے۔ امام حسینؓ نے اپنے ہمراہیوں اور جوانوں سے کہا کہ سب لوگوں کو پانی پلاؤ۔ اور گھوڑوں کو بھی اچھی طرح سیراب کردو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ حُر قادسیہ سے آرہے تھے۔ ان کو حصین ابن نمیر التمیمی نے ایک ہزار آدمی دیکر امام حسینؓ کے مقابلے کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہ اسی طرح امام حسینؓ کے سامنے کھڑے رہے حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا۔ امام حسینؓ نے مؤذن کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ اور اس نے اذان کہی۔ پھر امام صاحب ان لوگوں کے پاس گئے اور خدائے تعالےٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا کہ اے لوگو۔ یہ خدائے تعالیٰ کی طرف اور تمھاری طرف معذرت ہے۔ میں تمھارے پاس اسی وقت آیا ہوں کہ جب مجھے تمھارے خطوط اور قاصد ملے اور مجھ سے کہا کہ ہمارے ہاں آؤ۔ ہمارے لئے کوئی امام نہیں ہے۔ اور ممکن ہے کہ خدائے تعالےٰ ہمیں آپ کے ذریعے سے ہدایت فرمائے۔ اب میں تمھارے پاس آگیا ہوں۔ اب اگر تم مجھ کو ایسے وعدے دو جن سے مجھ کو اطمینان ہو جائے۔ تو میں تمھارے شہر کو چلتا ہوں۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا یا تم نے میرے آنے سے کراہت کی تو میں تمھارے پاس سے وہیں چلا جاؤنگا جہاں سے آیا ہوں۔ وہ لوگ خاموش ہو گئے اور مؤذن سے کہا کہ اقامت کہو۔ اس نے اقامت کہدی۔ امام حسینؓ نے حر سے کہا کہ کیا تم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہتے ہو۔ کہا نہیں بلکہ آپ نماز پڑھئے اور ہم آپ ہی کے ساتھ نماز ادا کریں گے۔ چنانچہ امام حسینؓ نے نماز پڑھائی۔ جب وہ اندر گئے تو ان کے ہمراہی ان کے پاس جمع ہو گئے۔ اور حُر اپنے مقام کو واپس چلے گئے۔ پھر امام حسینؓ نے ان کے ساتھ نماز عصر بھی ادا کی۔ اور ان کی طرف رخ کر کے خدائے تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا کہ:- اَمَّا بَعدُ۔ اے لوگو! اگر تم خدا کا خوف کرو اور اہل حق کے حق کو پہچانو تو یہ امر خدا کی نہایت درجہ خوشنودی کا باعث ہوگا۔ اور ہم کہ اہل بیت رسول اللہ ہیں اس امر کے والی ہونے کے زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو ایسے امر کے مدعی ہیں جس کا انھیں کوئی حق نہیں ہے۔ اور تم لوگوں میں جور اور ظلم سے برتاؤ کرتے ہیں اور اگر تم کو ہم سے کراہیت ہے اور ہمارے

لئے حق شناسی نہیں کرتے اور تمہاری رائے اس رائے کے خلاف ہے جو تمہارے خطوط اور قاصدوں نے ظاہر کیا تو میں تمہارے پاس سے چلا جاؤنگا۔ حُر نے کہا کہ خدا کی قسم ہمیں ان قاصدین اور خطوط کی خبر نہیں جن کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔ امام حسینؓ نے دو خرجئیں نکالیں جو خطوط سے پُر تھیں اور ان سب کو ان کے سامنے بکھیر دیا۔ حُر نے کہا کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنھوں نے آپ کو یہ خط لکھے ہیں۔ ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے جدا نہ ہوں جب تک کہ آپ کو ہمراہ لیکر عبیداللہ ابن زیاد کے پاس کوفے نہ پہنچ جائیں۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ بہ نسبت اس کے موت تم سے زیادہ قریب ہے اور یہ کہکر اپنے ہمراہیوں کو سوار ہو کر واپس چلنے کا حکم دیا۔ حُر نے مزاحمت کی تو امام حسینؓ نے فرمایا خدا کرے تیری ماں کی کوکھ جل جائے۔ تو کیا چاہتا ہے۔ حُر نے کہا کہ خدا کی قسم اگر آپ کے سوا کوئی اور شخص یہ کلمہ کہتا تو میں بھی اس کی ماں کو ایسی ہی بد دعا دیتا۔ پھر خواہ وہ کوئی ہی ہوتا۔ مگر بخدا میں آپ کی ماں کا ذکر بجز اس کے کہ بہترین طریقے سے کروں اور کوئی سبیل نہیں پاتا۔ امام حسینؓ نے فرمایا اچھا تم کیا چاہتے ہو۔ حُر نے جواب دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔ امام حسینؓ نے کہا کہ تب تو خدا کی قسم میں تمہاری پیروی نہ کرونگا۔ حر بولے پھر تو میں بھی بخدا آپ کو نہ چھوڑونگا۔ وہ اسی طرح آپس میں کلام کرتے رہے۔ پھر حُر نے کہا کہ مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ مجھے یہ حکم ہے کہ جب تک آپ کو لے کر کوفے نہ پہنچ جاؤں آپ سے جدا نہ ہوں۔ اب آپ ایسا راستہ اختیار کیجئے جس سے نہ آپ کوفے میں داخل ہو سکیں اور نہ مدینے کو واپس جا سکیں۔ تا آنکہ میں ابن زیاد کو اور آپ یزید یا ابن زیاد کو لکھیں۔ ممکن ہے کہ خدائے تعالے کوئی ایسا امر پیدا کرے جس سے میں اس بات کی عافیت پاؤں کہ آپ کے اس امر میں سے کسی بات میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ چنانچہ عذیب اور قادسیہ کے راستے سے بائیں جانب مڑ گئے۔ اور حُر ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ پھر امام حسینؓ نے ان کے سامنے ایک تقریر کی اور خدائے تعالے کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ اے لوگو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جس نے اللہ کے حرام کئے ہوئے کاموں کو حلال کر دیا ہے اور اللہ کے عہد کو توڑ دیا ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی مخالفت کی ہے۔ اللہ کے بندوں میں برائی اور ظلم سے حکومت کی ہے۔ پھر اس نے اپنی طاقت کی حد تک فعل سے اور قول سے اس کو نہیں بدلا تو اللہ کو حق حاصل ہے کہ اس کو اس کے مدخل میں داخل کر دے۔ خبردار! اب ان لوگوں نے شیطان کی طاعت کو لازم پکڑا ہے۔ اور رحمٰن کی طاعت کو ترک کر دیا ہے۔ اور فساد کو ظاہر کر دیا ہے اور حدود شرعی کو معطل کر دیا ہے۔ وہ محاصل کو اپنے ہی لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ کی حرام کردہ باتوں کو حلال اور حلال کو حرام کرتے ہیں۔ میں بہ نسبت کسی اور شخص کے زیادہ حقدار ہوں۔ میرے پاس تمہارے خطوط اور قاصد تمہاری بیعت کی اطلاع دینے کے لئے آ چکے ہیں اور تم نے یہ اقرار کیا ہے کہ تم مجھے دشمن کے سپرد نہ کرو گے۔ اور مجھے چھوڑ کر الگ نہ ہو جاؤ گے۔ اگر تم میری بیعت پر قائم رہے تو ہدایت پاؤ گے۔ میں حسینؓ ابن علی اور ابن فاطمہ بنت رسول اللہ (صلعم) ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ۔ اور میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں۔ اور تمہارے لئے میری ذات میں ایک نمونہ ہے۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا۔ اور تم نے میرے عہد کو توڑ دیا۔ اور میری بیعت کو فسخ کر دیا تو قسم ہے مجھے اپنی جان کی کہ یہ تمہارے لئے کوئی انوکھی بات نہیں۔ کیونکہ تم نے اب سے پیشتر میرے باپ۔ میرے بھائی اور برادر عمزاد مسلم ابن عقیل کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ اور جو کوئی تمہارے دھوکے میں آ جائے وہ واقعی بڑا ہی احمق ہے۔ تم نے اپنے حق کو چھوڑا اور اپنے حصے کو ضائع کیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی اپنا عہد توڑتا ہے وہ اپنے نفس کے خلاف ہی ایسا کرتا ہے۔ اور اللہ عنقریب تم سے غنی کر دیگا۔ والسلام۔ حُر نے کہا کہ میں آپ کو آپ ہی کی جان کے بارے میں خدا یاد دلاتا ہوں۔ کیونکہ میں ابھی سے کہے دیتا ہوں کہ آپ نے جنگ کی تو آپ ضرور قتل ہونگے امام حسینؓ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو۔ اور کیا ان تمام تقریروں کا تم پر یہی اثر ہوا کہ تم مجھے قتل کر دو گے؟ میں نہیں جانتا میں کیا کہوں۔ لیکن میں تم سے وہی کہتا ہوں جو اوسی نے اپنے ابن عم سے کہا تھا جو رسول اللہ (صلعم) کی نصرت کا خواہاں تھا کہ "تو کہاں جاتا ہے تو ضرور قتل ہو گا" اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

"میں عنقریب جاؤنگا۔ موت کسی جوانمرد شخص کے لئے باعث ننگ چیز نہیں۔ اور وہ بھی اس حالت میں کہ اس کی نیت بخیر ہو اور مسلمان رہ کر جہاد کرے۔ نیک لوگوں کی

اپنی ذات سے غمخواری کی اور تباہ کار کی مخالفت اور مجرم سے مفارقت کی۔ اگر میں زندہ رہوں تو نادم نہ ہونگا۔ اگر مر جاؤں تو قابل ملامت نہ ٹھیرونگا۔ لیکن تیرے لئے یہ ذلت کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل و خوار ہو"۔

حُر یہ اشعار سنکر ان سے جدا ہو گئے۔ اور الگ الگ چلنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ **عذیب الھجانات** پہنچ گئے۔ (یہاں نعمان کے سفید اونٹ چرا کرتے تھے اور وہ مقام ان اونٹوں سے منسوب ہو گیا) وہاں امام حسینؓ نے چار آدمیوں کو دیکھا جو کوفے سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آ رہے تھے ان کے ساتھ نافع ابن ہلال کا گھوڑا (جس کو الکامل کہتے تھے) کوتل تھا۔ ان کے ساتھ ان کا رہبر طرماح ابن عدی بھی تھا۔ وہ لوگ امام حسینؓ کے پاس آئے تو حُر نے آگے بڑھ کر کہا کہ یہ لوگ کوفے کے ہیں۔ میں یا تو ان کو قید کر دونگا یا واپس بھیجدونگا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں ان کو اس چیز سے باز رکھونگا جس سے میں اپنے آپ کو باز رکھتا ہوں (یعنی حفاظت کرونگا) یہ لوگ میرے مددگار ہیں اور بمنزلہ ان لوگوں کے ہیں جو میرے ہمراہ آئے ہیں۔ اگر تم اس عہد کو جو میرے اور تمھارے مابین ہے پورا کرو تو بہتر ہے ورنہ میں تمھارا مقابلہ کرونگا۔ اس پر حُر ان سے علیحدہ ہو گئے۔ امام حسینؓ نے ان اشخاص سے کہا کہ تم جس حالت میں لوگوں کو کوفے میں چھوڑ کر آئے ہو اس سے مجھے اطلاع دو مجمع ابن عبید اللہ العامری (جو ان میں سے ایک تھا) بولا کہ اشراف الناس کا تو یہ حال ہے کہ ان کو بھاری رشوت پہنچ گئی ہے اور ان کی بوریاں بھر دی گئی ہیں۔ وہ آپ کے خلاف بغض و عداوت کے لئے مجتمع ہیں۔ لیکن ان کے سوا دوسرے تمام اشخاص کی حالت یہ ہے کہ اُن کے قلوب تو آپ کے گرویدہ ہیں۔ مگر کل کو ان کی تلواریں آپ کے خلاف چمکیں گی۔ امام حسینؓ نے ان سے اپنے قاصد قیس ابن مسہر کے متعلق استفسار کیا۔ تو انھوں نے ان کے قتل ہونے اور ان کے ساتھ جو بدسلوکی کی گئی اس کا ذکر کیا۔ یہ سُن کر امام حسینؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ جن کو ضبط نہ کر سکے۔ پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی۔ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا"۔ اور دعا کی کہ اے خدا ہم کو اور ان کو جنت عطا فرما اور ہمیں اور ان کو اپنے مستقر رحمت اور ذخیرہ شدہ غائب ثواب میں جمع کر دے"۔ طرماح ابن عدی نے کہا کہ خدا کی قسم میں آپ کے ساتھ بہت سے آدمیوں

کو نہیں دیکھتا اگر ان لوگوں کے سوا جن کو میں آپ کے ساتھ لگے ہوئے دیکھ رہا ہوں
کوئی اور آپ سے لڑنے والے نہ ہوتے تب بھی ان کی جمعیت ان کے لئے کافی تھی
حالانکہ میں نے اپنی روانگی سے ایک دن قبل کوفے میں اس قدر آدمی جمع ہوتے دیکھے ہیں
کہ میری آنکھوں نے کسی مقام واحد میں اس سے زیادہ آدمی جمع ہوتے ہوئے نہیں دیکھے۔
اور وہ اس لئے جمع ہوئے تھے۔ کہ آپ کا مقابلہ کریں۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ
اگر آپ میں یہ قدرت ہو کہ آپ ان کی طرف ایک بالشت بھی نہ بڑھیں تو ایسا ہی کیجئے۔
لیکن اگر آپ کا یہ ارادہ ہے کہ آپ کسی ایسے شہر میں اتریں جہاں خدائے تعالےٰ آپ کو حفاظت
سے رکھے تاکہ آپ اپنی رائے قائم کریں اور جو کچھ آپ کو کرنا چاہئے وہ آپ پر ظاہر ہو جائے۔
تو آپ ہمارے پہاڑ اَجَاء پر تشریف لے چلئے۔ خدا کی قسم ہمارا وہ پہاڑ ایسا ہے کہ جس نے
ہم کو ملوک غسان وحمیر۔ نعمان ابن منذر اور ہر اسود واحمر اقوام سے محفوظ رکھا ہے۔ اور خدا
کی قسم ہم کو کبھی ذلت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ میں آپ کے ہمراہ چلونگا اور وہاں پہنچا دونگا۔
پھر آپ کوہ اَجَاء کے باشندوں اور قبیلہ طے کے کوہ سلمےٰ کے رہنے والوں کو دعوت دیجئے۔
بخدا دس دن بھی نہ گذریں گے بنو طے پیدل اور سوار آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔
اس کے بعد آپ ہم میں رہ کر جو کچھ چاہیں کریں۔ اگر آپ جنگ کرنے کا ارادہ کریں تو
میں آپ کا نمایندہ بن کر بنو طے کے بیس ہزار آدمی فراہم کر لونگا۔ ہم آپ کے آگے آگے
رہکر اپنی تلواروں سے لڑینگے۔ پھر تو قسم ہے خدا کی کہ جب تک ان میں کا ایک بھی شخص زندہ
رہیگا تب تک کسی کو آپ تک پہنچنے کا یارا نہ ہو گا۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ خدا تم کو اور تمھاری
قوم کو جزائے خیر دے۔ بات یہ ہے کہ ہم میں اور ان لوگوں میں ایک قول ہو چکا ہے جس کی
وجہ سے نہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ واپس چلے جائیں۔ اور نہ ہمیں معلوم ہے کہ اب امور ہم میں
اور ان میں کیا تصرفات کرینگے۔ یہ سنکر طرمّاحؒ نے آپکو وداع کیا اور اپنے لوگوں کی طرف
روانہ ہو گیا۔ لیکن یہ وعدہ کیا کہ سامان ہمراہی اپنے گھر پہنچا کر وہ آپ کی مدد کیلئے واپس آجائیگا
چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد پھر امام حسینؓ کے پاس آرہا تھا کہ عذیب الھجانات کے
مقام پر اس کو ان کی شہادت کی اطلاع ہوئی اس لئے وہ اپنے اہل وعیال میں واپس چلا گیا۔
اس کے بعد امام حسینؓ چلتے چلتے قصر بنی مقاتل میں پہنچے۔ جہاں انھوں نے خیمے
لگے ہوئے دیکھ کر سوال کیا یہ کس کے ہیں۔ کہا گیا عبید اللہ ابن حُر جعفی کے

امام حسینؓ نے کہا کہ اُسے میرے پاس بلا لاؤ۔ جب ان کا قاصد اس کے پاس بلانے کیلئے پہنچا تو اس نے کہا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بخدا میں کوفے سے اس بات کی کراہیت سے نکل آیا کہ امام حسینؓ اس میں داخل ہوں اور میں وہاں رہوں۔ واللہ میرا ارادہ نہیں ہے کہ میں اُن کو دیکھوں۔ اور نہ یہ کہ وہ مجھے دیکھیں۔ قاصد نے واپس آکر امام حسینؓ کو اس کے اس قول سے اطلاع دی تو وہ خود عبیداللہ کے پاس گئے۔ اور اسے اپنی مدد کے لئے بلایا۔ جواب میں حُر نے اپنی وہی پرانی بات دُہرا دی۔ امام حسینؓ نے کہا کہ خیر اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو کم از کم خدا سے یہی پناہ مانگو کہ تم میرے خلاف لڑنے والوں میں نہ ہو۔ خدا کی قسم جو شخص ہماری دعوت کو سنکر ہماری مدد نہ کرے گا ضرور ہلاک ہوگا حُر نے کہا کہ خیر تو یہ انشاء اللہ تعالےٰ کبھی نہ ہوگا۔ اس پر امام حسینؓ اٹھ کر اپنے قافلے کو چلے گئے۔ پھر رات کو کچھ دیر تک سفر کرتے رہے۔ راستے میں انھیں اونگھ آگئی اور سر ہل گیا جس سے ہوشیار ہونے پر انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کہا۔ یہ سن کر ان کے صاحبزادے علی ابن حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ان کے پاس آکر کہنے لگے بابا میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ آپ نے حمد اور استرجاع کیوں کیا۔ کہا کہ۔ مجھے اونگھ آگئی تھی۔ اور ایک شخص گھوڑے پر سوار نمودار ہوا۔ جس نے کہا کہ لوگ سفر کر رہے ہیں اور موتیں ان کی طرف آرہی ہیں۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ ہمارے نفوس کو خبر مرگ دی گئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ خدا آپ کو برا انجام نہ دکھلائے کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ جواب دیا کہ ہاں بیشک قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف بندے رجوع کرتے ہیں۔ علیؓ ابن حسینؓ نے کہا تب ہم کو پروا نہیں ہے کیونکہ ہم حق پر مرینگے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ بیٹا۔ خدا تم کو وہ بہترین جزا دے جو وہ باپ کی طرف سے بیٹے کو دیتا ہے۔

صبح کے وقت انھوں نے قیام کیا اور نماز ادا کرکے جلد ہی جلد ہی سوار ہو کر اپنے ہمراہیوں کو لیکر اس ارادے سے بائیں جانب کو چلے کہ حُر اور ان کی جماعت سے جدا ہو جائیں۔ آپ دشمن یعنی حُر کے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ اس لئے چلتے رہے تاکہ ان کو منتشر کردیں اسی غرض سے آپ حُر کے پاس آئے اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو لوٹا دیا۔ مگر جب آپ اُن کو کوفے کی طرف سختی سے لوٹانے لگے تو انھوں نے آپ کی مخالفت کی اور نہ مانا اور ذرا دور ہوگئے۔ مگر وہ اسی طرح برابر آپ کے ساتھ لگے رہے یہاں تک کہ نینوے پہنچے جہاں آپ نے پہلے ہی پہنچکر قیام کر لیا تھا

ابھی اترے ہی تھے کہ دیکھا کہ ایک سوار کوفے سے چلا آتا ہے۔ وہ اس کی آمد کے انتظار میں کھڑے ہوگئے۔ اس نے آکر حُر کو سلام کیا (مگر امام حسینؓ کو اور ان کے اصحاب کو سلام نہیں کیا) اور ابن زیاد کی طرف سے ایک خط دیا۔ دیکھا تو اس میں یہ لکھا تھا:- اَمَّا بَعۡدُ جب میرا یہ خط تم کو ملے اور میرا قاصد تمھارے پاس پہنچے تو حسینؓ پر سختیاں کرو۔ اسے کھلے میدان کے سوا اور کہیں نہ اترنے دو۔ جہاں کوئی قلعہ ہو نہ پانی ملے۔ اور میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ تمھارے ساتھ ساتھ رہے اور جب تک کہ وہ یہ خبر مجھے نہ پہنچا دے کہ تم نے میرے حکم پر عمل کیا ہے تم سے جدا نہ ہو۔ والسلام خط پڑھ کر حُر نے امام حسینؓ اور ان کی جماعت سے کہا کہ یہ امیر کا خط ہے جس میں مجھے حکم ہوا ہے کہ جس مقام میں مجھے یہ خط ملے میں تم کو وہیں سختی اور تنگی کے ساتھ رکھوں اور انھوں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ جب تک کہ ان کے حکم کا نفاذ نہ ہولے وہ مجھ سے جدا نہ ہو۔ پھر حُر نے ان کو سختی کے ساتھ ایسے مقام میں نزول کا حکم دیا کہ جہاں نہ پانی ملے اور نہ کوئی گاؤں ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم کو نینوے یا غاضریہ یا شفیہ اترنے دو۔ حُر نے جواب دیا کہ اس شخص کے ہوتے مجھ میں ایسا کرنے کی طاقت نہیں۔ کیونکہ یہ شخص مجھ پر ناظر مقرر کیا گیا ہے۔ زہیر ابن قین نے امام حسینؓ سے کہا کہ اے ابن رسول (صلعم) خدا کی قسم اب اس کے بعد جو کچھ آپ دیکھیں گے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا اور ہمارے لئے ان لوگوں سے اسی وقت لڑنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم ان لوگوں سے لڑیں جو ان کے بعد آئیں گے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان کے بعد ہمارے مقابلے کے لئے اتنے آدمی آئیں گے کہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں تو ان سے لڑنے میں ابتدا نہ کرونگا۔ زہیر نے کہا تو تو پھر آپ یہ کیجئے کہ ہم کو اس گاؤں میں لے چلئے جو محفوظ ہے اور دریائے فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ اگر انھوں نے ہم کو روکا تو ہم ان سے جنگ کرینگے۔ کیونکہ ہمارے لئے ان لوگوں سے لڑنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ان کے بعد کے آنے والوں سے لڑیں۔" امام حسینؓ نے پوچھا کہ وہ کیا گاؤں ہے۔ کہا کہ عقر۔ امام حسینؓ نے کہا کہ اے خدا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے عقر سے بچائیو۔

غرضکہ وہ وہاں اترے اور اس روز جمعرات کا دن اور ۶۱ھ کے ماہ محرم کی دوسری تاریخ تھی۔

دوسرے دن صبح کو عمر ابن سعد ابن ابی وقاص چار ہزار آدمیوں کو لئے ہوئے کوفے سے ان کے مقابلے کو آپہنچا۔ اس کی روانگی کا سبب یہ ہوا کہ عبیداللہ ابن زیاد نے چار ہزار آدمی دے کر اس کو دستبیٰ کی طرف روانہ کیا تھا جس پر دیلم نے حملہ کرکے غلبہ حاصل کرلیا تھا۔ اور اس کو رے کی عاملی کا حکم نامہ بھی لکھدیا تھا چنانچہ اس نے حمام اعین میں اپنے لشکر کے ڈیرے بھی ڈال دیئے تھے۔ لیکن جب امام حسینؓ کے ساتھ وہ واقعہ ہوا جو ہوا تو ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو بلا کر کہا کہ تم حسینؓ کی طرف جاؤ۔ جب ہم اور وہ آپس میں اپنے معاملے کو ختم کرلیں گے تو تم اپنے جائے عمل کو چلے جانا عمر ابن سعد نے اس سے معافی چاہی۔ ابن زیاد نے کہا ہاں معافی اس طرح دی جاسکتی ہے کہ ہمارا حکم نامہ واپس کردو۔ اس پر عمر نے کہا مجھے غور کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت دو۔ چنانچہ اس نے اپنے خیرخواہوں سے مشورہ لیا۔ ان سب نے اس کو ایسا کرنے سے روکا۔ بلکہ حمزہ ابن مغیرہ ابن شعبہ (یعنی اس کے بھانجے) نے آکر اس سے یہ کہا کہ اے میرے ماموں میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ امام حسینؓ کے مقابلے کے لئے نہ جاؤ۔ گناہ میں نہ پڑو۔ اور قطع رحم نہ کرو۔ خدا کی قسم یہ بات کہ تم اپنی دنیا۔ مال و متاع۔ اور تمام دنیا کی بادشاہت سے (اگر تم کو مل جائے) خارج کر دیئے جاؤ۔ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ امام حسینؓ کے خون کے ساتھ خدا سے ملو۔ عمر نے کہا اچھا میں ایسا ہی کرونگا۔ وہ تمام رات اسی امر میں غور کرتے رہے اور سنا ہے کہ یہ اشعار پڑھتے رہے (ترجمہ):-

"کیا میں رے اور رے کی رغبت کو ترک کردوں یا حسینؓ کے قتل سے مذموم ہوکر واپس آؤں۔ ان کے قتل کی سزا تو ایسی آگ ہے جس سے بچنے کے لئے کوئی حجاب نہیں ہے۔ اور رے کی بادشاہت میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"۔

پھر انھوں نے ابن زیاد سے جا کر کہا کہ تم نے مجھے اس ولایت کا عامل مقرر کیا ہے اور لوگوں نے سن لیا ہے کہ ایسا کیا گیا ہے۔ اگر تمھاری رائے ہو کہ تم میرے لئے اس کا نفاذ کردو بہتر ہے اور حسینؓ کے مقابلے کیلئے اہل کوفہ کے اشراف الناس میں سے

کسی ایسے شخص کو جو جنگ کا مجھ سے زیادہ تجربہ رکھتا ہو۔ روانہ کردو۔ اور یہ کہہ کر چند آدمیوں کے نام لئے۔ مگر ابن زیاد نے کہا کہ میں تم سے اس بارے میں کوئی حکم طلب نہیں کرتا ہوں کہ وہاں کس کو بھیجوں۔ اگر تم ہمارے لشکر کو لے کر جاتے ہو تو جاؤ ورنہ ہم نے جو حکم نامہ رے کی عاملی کا تم کو دیا ہے اس کو واپس کردو۔ اس پر عمر ابن سعد نے کہا کہ اچھا میں فوج لیکر جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ فوج لے کر روانہ ہوئے اور امام حسینؓ کے پاس اترے۔ پھر ان کے پاس اپنا قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ وہ یہاں کس غرض سے آئے ہیں۔ امام حسینؓ نے جواب دیا۔ تمہارے اس شہر کے لوگوں نے مجھے لکھا کہ میں ان کے پاس چلا آؤں لیکن اب اگر وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو یہی لکھدیا۔ ابن زیاد نے اس کو پڑھکر یہ شعر پڑھا (ترجمہ):-

"اب کہ ہمارے پنجوں نے اسے پکڑ لیا ہے وہ نجات چاہتا ہے۔ حالانکہ اب فرار کا کوئی موقع نہیں"

اور عمر کو لکھا کہ حسینؓ کے سامنے بیعت یزید پیش کرو۔ اگر وہ ایسا کریں تو ہم دیکھینگے کہ ہماری کیا رائے ہوتی ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ انہیں اور ان کے ہمراہیوں کو پانی سے روکا جائے۔ چنانچہ عمر ابن سعد نے عمر و ابن حجاج کو پانسو سوار دے کر روانہ کیا۔ جو پانی کے راستے پر اتر پڑے اور امام حسینؓ اور پانی کے درمیان حائل ہوگئے۔ یہ امام حسینؓ کی شہادت سے تین دن قبل کا واقعہ ہے۔ عبداللہ ابن ابی حصین اور ان کی جماعت نے بنو بجیلہ میں کھڑے ہو کر کہا کہ اے حسینؓ کیا تم پانی کی طرف نہیں دیکھتے تم اس کا ایک قطرہ نہ پی سکوگے اور یوں ہی پیاسے مر جاؤگے۔ امام حسینؓ نے دعا کی کہ "اے اللہ اس شخص کو پیاسا ہی مار اور اس شخص کے گناہوں کو نہ بخش"۔ کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد عبداللہ بیمار رہا۔ بے حساب پانی پیتا اور قے کر دیتا۔ پھر پیتا اور غرغر کر کے قے کر دیتا۔ پھر پیتا اور سیر نہ ہوتا۔ اسی طرح ہوتے ہوتے وہ آخر کو مر ہی گیا۔

جب امام حسینؓ اور ان کے اصحاب کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی عباسؓ ابن علیؓ کو حکم دیا اور بیس آدمی کو جن کے پاس مشکیزے تھے

اور تیس سواروں کو ہمراہ لے کر پانی کے پاس گئے۔ وہاں لڑائی کی اور مشکیزے بھر لے کر واپس آئے۔ امام حسینؓ نے عمر بن سعد کے پاس عمرو بن قرظہ بن کعب الانصاری کے ذریعے پیغام بھیجا کہ آج رات کو اپنے اور میرے لشکر کے درمیان مجھ سے ملو۔ چنانچہ عمر ان کے پاس گئے۔ دونوں نے مل کر دیر تک باتیں کیں۔ اور اپنے اپنے لشکر کو واپس چلے گئے۔ لوگوں کے آپس میں یہ ذکر ہوا کہ امام حسینؓ نے عمر ابن سعد سے کہا ہے کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ اور ہم دونوں اپنے اپنے لشکر کو چھوڑ دیں۔ اس پر عمر نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ ایسا کرنے سے میں اپنے گھر کو منہدم کر دونگا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں تم کو اس سے اچھا گھر بنا دونگا۔ عمر نے کہا کہ میری زمینیں چھن جائیں گی۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں تم کو اپنی حجاز کی جائداد میں سے اس سے بہتر املاک دیدونگا مگر عمر نے اسے پسند نہ کیا۔ لوگوں میں یہ باتیں ہوئیں تو ہہی۔ لیکن اصل یہ ہے کہ کسی نے یہ گفتگو سنی نہیں۔ اور یہ بھی ذکر ہوا کہ امام حسینؓ نے یہ نہیں بلکہ یہ کہا تھا کہ تم میرے لئے ان تینوں باتوں میں سے کسی ایک کو تو اختیار کرو۔ (۱) میں وہیں کو چلا جاؤں جہاں سے آیا ہوں۔ (۲) میں اپنا ہاتھ یزید ابن معاویہ کے ہاتھ میں رکھ دوں۔ پھر دیکھا جائے کہ میرے اور اس کے درمیان کیا رائے قرار پاتی ہے یا (۳) تم مجھ کو مسلمانوں کی کسی سرحد کی طرف جہاں تم چاہو لے چلو۔ اور وہاں کے لوگوں میں میں شامل ہو جاؤں اور ان کے فوائد سے فائدہ اور نقصانات سے نقصان اٹھاؤں۔

عقبہ ابن سمعان کا بیان ہے کہ میں مدینے سے مکے اور مکے سے عراق تک امام حسینؓ کے ہمراہ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے جدا نہ ہوا۔ میں نے ان کی وہ تمام تقاریر سنی ہیں جو انھوں نے اپنی شہادت کے دن تک لوگوں کے سامنے کیں۔ خدا کی قسم انھوں نے کبھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں رکھ دونگا۔ یا یہ کہ تم مجھے مسلمانوں کی سرحد کی طرف لے چلو۔ بلکہ انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ یا تو مجھے وہیں جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں۔ یا نہیں تو مجھے اس وسیع اور عریض زمین میں کہیں کو چلا جانے دو۔ تاآنکہ ہم دیکھ لیں کہ لوگوں کے

اس امر کا آخری انجام کیا ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے نہیں مانا۔

اس کے بعد امام حسینؓ اور عمر ابن سعد تین چار مرتبہ اور ملے۔ اور عمر ابن سعد نے عبید اللہ کو یہ لکھا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ خدا نے آگ کو بجھا دیا ہے۔ اور اتفاق پیدا کر دیا ہے۔ اور حسینؓ نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ یا تو وہ اسی جگہ کو چلے جائیں۔ جہاں سے آئے ہیں۔ اور یا ان کو کسی اور سرحد کی طرف جہاں ہم چاہیں بھیجدیا جائے۔ یا یہ کہ وہ جا کر یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں۔ اب اس امر میں تمہارے لئے وجہ رضامندی اور امت کے لئے وجہ صلاح وفلاح موجود ہے۔ ابن زیاد نے یہ خط پڑھ کر کہا کہ یہ ایک شخص کا خط ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا شفیق ہے۔ ہاں میں نے اس کو قبول کر لیا۔ شمر ابن ذی الجوشن نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا تم اس کی ان شرطوں کو منظور کرتے ہو۔ حالانکہ وہ اس وقت تمہاری سرزمین میں اور بالکل تمہارے پہلو میں اترا ہوا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ تمہارے بلاد سے واپس چلا گیا اور اس نے اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہ دیا تو وہ قوت وعزت کا اور تم ضعف وعجز کے بہترین مستحق ہو گے۔ بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ وہ اور اس کے ہمراہی تمہارے حکم کے مطابق عمل کریں۔ پھر اگر تم ان کو سزا دو تو تم سزا کے مالک ہو۔ اور اگر معاف کر دو تو یہ بھی تمہارا اختیاری امر ہو گا۔ خدا کی قسم مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ حسینؓ اور عمر ابن سعد رات رات بھر اپنے لشکروں کے مابین گفتگو کرتے رہے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا تمہاری رائے درست ہے تم یہ خط لے کر عمر کے پاس جاؤ۔ عمر کو چاہئے کہ وہ حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کو میرے حکم پر عمل کرنے کو کہے۔ اگر وہ لوگ مان لیں تو ان کو صلح اور امن کے ساتھ میرے پاس بھیجدیں اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کریں اگر عمر ایسا کرے تو اسکی اطاعت کرو اور اگر انکار کرے تو تم ہی اس پر اور فوج پر امیر بن جاؤ۔ اور اسکا سر کاٹ کر میرے پاس روانہ کر دو۔ پھر عمر ابن سعد کے نام یہ خط لکھ کر شمر کو دیا:۔ اَمَّا بَعْدُ۔ میں نے تم کو حسینؓ کی طرف اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس سے الگ رہو یا اس کو امیدیں دلاؤ یا اس پر مہربانی کرو۔ یا مجھ سے اس کی سفارش کرو۔ دیکھو اگر حسینؓ اور اس کے ہمراہی میرے حکم کو بجا لائیں۔ اور صلح کریں تو ان کو میرے پاس صلح صفائی کے ساتھ بھیجدو۔

لیکن اگر وہ انکار کریں تو ان پر حملہ کر کے قتل کر دو۔ اور ان کو اوروں کے لئے مثال بنا دو۔ وہ اسی سلوک کے مستحق ہیں۔ جب حسینؓ قتل ہو جائے تو گھوڑوں سے اس کے سینے اور پشت کو روند ڈالو۔ کیونکہ وہ عاق، شاق۔ قاطع اور ظالم ہے۔ اگر تم نے میرے حکم کے مطابق عمل کیا تو ہم تم کو مطیع اور فرماں بردار کی جزا دیں گے۔ لیکن اگر تم نے ہمارے حکم سے سرتابی کی تو بہتر ہے کہ ہماری فوج سے علیحدہ ہو جاؤ اور اس کو شمر کے حوالے کر دو۔ والسلام جس وقت شمر نے یہ خط لیا ہے اس وقت عبداللہ ابن ابی محل بن حزام ابن زیاد کے پاس موجود تھے۔ ان کی پھوپھی ام البنین بنت حزام پہلے حضرت علیؓ کی زوجہ تھیں جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادگان۔ عباس عبداللہ جعفر اور عثمان پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ نے ابن زیاد سے کہا کہ اگر تمہاری رائے ہو تو ہمارے بھانجوں کو امان کا حکم لکھ دو۔ چنانچہ ابن زیاد نے لکھ دیا اور اپنے غلام کے ہاتھ ان کے ہاں بھیج دیا جسے دیکھ کر ان حضرات نے کہا کہ ہمیں تمہاری امان کی ضرورت نہیں۔ خدائے تعالیٰ کی امان سمیہ کے بچے کی امان سے بہتر ہے۔

جب شمر ابن زیاد کا خط لیکر عمر کے پاس پہنچا تو عمر نے اس سے کہا کہ تجھ کو کیا ہو گیا ہے جو چیز تو لے آیا ہے خدا اس کو تباہ کر دے۔ خدا کی قسم تیری نسبت میرا گمان ہے کہ تو نے ہی ابن زیاد کو ان باتوں کے قبول کرنے سے باز رکھا جو میں نے اس کو لکھی تھیں تو نے ایسا کام تباہ کر دیا جس کے سدھر جانے کی ہمیں امید تھی۔ خدا کی قسم حسینؓ کبھی گردن نہ رکھیں گے۔ خدا کی قسم ان کے باپ کا دل ان کے پہلو میں موجود ہے۔ شمر نے عمر سے کہا اب یہ بتلاؤ کہ تم کیا کرنے والے ہو۔ عمر نے جواب دیا میں حکم کی تعمیل کرونگا۔ چنانچہ وہ محرم کی نویں تاریخ جمعرات کی شام کو روانہ ہوا۔

شمر نے جا کر عباس ابن علیؓ اور ان کے بھائیوں کو بلایا وہ ان کے پاس آئے تو کہا کہ اے میری بہن کے بچو۔ تم کو امان ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ خدا تم پر اور تمہاری امان پر لعنت کرے۔ اگر تم ہمارے ماموں ہوتے تو افسوس تم ہم کو امان دیتے ہو اور ابن رسول اللہ کو امان نہیں ہے۔ پھر عصر کے بعد عمر لوگوں کو ہمراہ لئے ہوئے سوار ہو کر چلا۔ اس وقت امام حسینؓ تلوار باندھے اپنے مکان کے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ اپنے

سر کو گھٹنوں میں رکھ کر نیند میں تھے ان کی ہمشیرہ زینب نے فوج کا شور و غوغا سنکر جلدی سے ان کے قریب آ کر ان کو جگایا۔ انھوں نے اپنا سر اٹھا کر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تم میرے پاس آتے ہو۔ یہ سنکر حضرت زینب نے اپنا منہ پیٹ کر کہا کہ "یا ویلتاہ" امام حسینؓ نے کہا کہ نہیں بہن تمھارے لئے مصیبت کیوں ہوتی۔ تم پر خدا رحم کرے خاموش رہو۔ پھر ان کے بھائی عباسؓ نے ان سے کہا کہ لوگ آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ امام حسینؓ چلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر فرمایا کیا میں خود سوار ہو کر جاؤں۔ عباسؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ میں جاتا ہوں۔ کہا اچھا تم سوار ہو کر جاؤ۔ ان سے ملو اور کہو کہ تم کو کیا ہو گیا ہے اور کیا چاہتے ہو۔ اور پوچھو وہ کس لئے آئے ہیں۔ پھر عباسؓ تقریباً بیس سواروں کو (جن میں زہیر ابن قین بھی تھے) لیکر ان لوگوں کے پاس گئے اور وہی سوال کیا۔ انھوں نے کہا کہ امیر فلاں اور فلاں غرض سے آیا ہے۔ عباسؓ نے کہا کہ اچھا جلدی نہ کرو۔ ذرا مجھے ابو عبداللہ کے پاس ہو آنے دو۔ تاکہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے میں وہ ان پر پیش کر دوں۔ ان لوگوں نے توقف کیا اتنے میں عباسؓ نے جا کر امام حسینؓ کو خبر دی۔ اس وقت ان کے اصحاب کھڑے ہوئے لوگوں کو مخاطب اور انکو خدا یاد دلا رہے تھے۔ غرضکہ جب عباسؓ نے امام حسینؓ کو ان لوگوں کے قول کی اطلاع دی تو امام حسینؓ نے ان سے کہا کہ ان کے پاس جاؤ۔ اور اگر تم یہ کر سکو کہ اس تمام معاملے کو کل صبح تک کے لئے روک دو تو ممکن ہے کہ ہم آج رات اپنے اللہ کی نماز پڑھ سکیں اور دعاء و استغفار کر سکیں کیونکہ خدا کو معلوم ہے کہ میں نماز پڑھنے اس کی کتاب کی تلاوت کرنے اور بکثرت دعاء و استغفار کرنے کا شوقین تھا۔ اور امام حسینؓ کا یہ بھی ارادہ تھا کہ اپنے اہل و عیال کو وصیت کر دیں۔ عباسؓ ان لوگوں کے پاس واپس آئے اور کہا کہ آج کی رات کے لئے تم لوگ ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ تاکہ ہم اس امر میں غور کر لیں صبح کو انشاءاللہ ہم ملینگے۔ یا تو ہم اس امر پر راضی ہو جائیں گے یا اسے رد کر دینگے۔ عمر ابن سعد نے شمر سے پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے۔ کہا کہ تم امیر ہو۔ عمر لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے۔ جواب میں عمرو ابن حجاج الزبیدی نے کہا کہ سبحان اللہ اگر یہ خدا و جاہل دیلم میں سے بھی ہوتا تو بھی آپ کو چاہئے تھا کہ آپ اسکی خواہش منظور کر لیتے۔ قیس ابن الاشعث ابن قیس نے کہا کہ

آپ قبول کرلیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے وہ صبح کو ضرور آپ سے جنگ کریگا۔ عمر نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ لوگ ایسا کریں گے تو میں ان کو رات بھر کی مہلت نہ دوں۔ بہر کیف عمر وہاں سے واپس چلا گیا۔ اودھر امام حسینؓ نے عمر کی واپسی کے بعد اپنے اصحاب کو جمع کیا اور کہا۔ میں خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اور خوش حالی اور تنگی میں اس کی حمد بجالاتا ہوں۔ یا اللہ میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے ہم کو نبوت دے کر ہم کو مکرم کیا۔ ہم کو آنکھیں۔ کان اور دل دیئے۔ ہم کو قرآن سکھلایا اور دین کو سمجھنے کی طاقت دی ہم کو اپنے شاکرین میں داخل فرما۔ اَمَّا بَعْدُ۔ میں اپنے اصحاب سے بڑھ کر کسی کو زیادہ وفادار اور صاحب خیر اور اپنے اہل بیت سے بڑھکر کسی کو نیک اور صلہ رحم کا خواہاں نہیں سمجھتا۔ خدا تم سب کو میری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ خبردار ہو جاؤ میرے خیال میں کل کا دن ان دشمنوں سے مقابلے کا ہے میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ تم حرم سے چلے جاؤ۔ اب تم پر میرے عہد کی تعمیل ضروری نہیں اب رات ہو گئی ہے اسی کو اپنی سواری بنالو اور تمھارا ایک ایک مرد میرے اہل بیت کے ایک ایک مرد کا ہاتھ پکڑ لے خدا تم سب کو جزائے خیر دے۔ اس کے بعد تم لوگ اپنے ملکوں اور شہروں میں متفرق ہو جانا۔ یہاں تک کہ خدائے تعالےٰ کشائش نصیب کرے۔ یہ لوگ تو صرف مجھی کو طلب کر رہے ہیں۔ جب مجھے پالیں گے۔ تو دوسرے کی طلب سے درگزر کرینگے۔ اس پر ان کے بھائیوں۔ بیٹوں۔ بھتیجوں اور عبداللہ ابن جعفر کے بیٹوں نے کہا کہ ہم ایسا کریں گے ہی کیوں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا کبھی ہمیں وہ دن نہ دکھلائے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ اے بنو عقیل مسلم کی شہادت تمھارے لئے کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں نے تم کو اجازت دی۔ وہ کہنے لگے کہ ہم لوگوں سے جاکر کیا کہیں۔ کیا یہ کہیں کہ ہم نے اپنے شیخ۔ اپنے سردار اور اپنے چچاؤں کی اولاد کو (ان چچاؤں کی اولاد کو جو بہترین اعمام ہیں) چھوڑ دیا ہے ہم نے ان کے ساتھ ملکر نہ تیر چلایا نہ نیزہ زنی کی اور نہ تلوار چلائی۔ ہم نہیں جانتے انھوں نے کیا کیا۔ ہرگز نہیں خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کرینگے۔ بلکہ اپنے نفوس و اموال اور اہل و عیال کو آپ پر قربان کر دیں گے۔ اور آپکے ساتھ ملکر لڑینگے۔ جب تک کہ

کہ اسی انجام کو نہ پہنچ جائیں جس کو کہ آپ پہنچیں۔ خدا اس زندگی کو بری کر دے جو آپ کے بعد ہو۔ مسلم ابن عوسجۃ الاسدی نے کھڑے ہو کر کہا۔ کیا ہم آپ سے جدا ہو سکتے ہیں جب تک آپ کا حق ادا کرنے میں خدا کے پاس قابل عذر نہ ہو جائیں۔ خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہ ہونگا۔ جب تک کہ ان لوگوں کے سینوں میں اپنے نیزے کو نہ توڑ دوں۔ اور جب تک کہ میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ہے ان میں شمشیر زنی نہ کر لوں۔ واللہ اگر میرے پاس اسلحہ بھی نہ ہوں گے تب بھی آپ کی حفاظت کے لئے ان پر پتھروں کی بوچھاڑ کرونگا۔ آپ ہی کے ہمراہ میں بھی مرجاؤں۔ ان کے دیگر اصحاب نے بھی اسی قسم کی باتیں کیں۔ (جزاہم اللہ خیر الجزاء) ان کی ہمشیرہ حضرت زینبؓ نے اسی رات امام حسینؓ کو ایک خیمہ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا اور اسوقت امام حسینؓ کے پاس حضرت ابو ذر غفاری کے غلام حُوَیّ بیٹھے ہوئے اپنی تلوار صاف کر رہے تھے۔

"اے زمانے تو کیسا برا ہے۔ تجھ میں کتنی صبحیں یا شامیں کسی دوست کو یا مقتول کو طلب کرتی ہوئی آتی ہیں۔ اور زمانہ کسی کو بطور بدلے کے قبول کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔ امر خدائے جلیل کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور ہر زندہ شخص اسی راستے پر چلنے والا ہے"

انھوں نے دو یا تین مرتبہ یہ اشعار دھرائے۔ حضرت زینبؓ یہ شعر سن کر خود کو قابو میں نہ رکھ سکیں۔ اپنے کپڑے زمین پر کھینچتے ہوئے ان کے پاس گئیں۔ اور پکار کر کہا وا ثکلاہ! کاش کہ موت آج ہی میری زندگی کا خاتمہ کر دیتی۔ ہائے میری ماں فاطمہؓ۔ میرے باپ علیؓ چل بسے۔ اور صرف میرے بھائی حسینؓ رہ گئے ہیں۔ اے گذشتوں کے خلیفہ اور اے زندہ آدمیوں کے پشت پناہ۔ امام حسینؓ نے ان کو دیکھا اور کہا کہ اے بہن دیکھو ایسا نہ ہو کہ کہیں شیطان تمھاری عقل کو زائل کر دے۔ کہا کہ میں نے اپنی جان کو آپ پر فدا کرنے کے لئے موت کی دعا کی ہے۔ اس پر امام حسینؓ کا دل بھر آیا۔ اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ اور کہا کہ اگر قطا کو چھوڑ دیا جائے تو وہ سو جائے۔ یہ سن کر حضرت زینب نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا کہ وا ویلتاہ! آپ کا نفس آپ کو زبردستی سے چھینا چاہتا ہے۔

اس سے میرا دل اور بھی زیادہ زخمی ہوتا ہے اور میرا نفس مجھ پر اور بھی زیادہ سختی کرتا ہے۔ یہ کہکر انھوں نے اپنا منہ پیٹا۔ گریبان پھاڑا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ امام حسینؓ نے انکے چہرے پر پانی کے چھینٹے دئیے۔ اور کہا کہ خدا سے پناہ مانگو۔ اس سے صبر طلب کرو۔ اور خوب سمجھ لو کہ اہل زمین بھی مرتے ہیں اور اہل آسمان بھی باقی نہیں رہتے۔ اور سوائے ذات الٰہی کے ہر چیز ہالک اور فانی ہے میرے والد۔ میری والدہ اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے اور میرے ان کے اور تمام مسلمانوں کے لئے رسول اللہ صلعم کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اس اور اسی نوع کی اور باتوں سے انھوں نے ان کو صبر دلایا اور کہا کہ اے بہن میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میری وجہ سے اپنا گریبان نہ پھاڑو اور منہ کو نہ نوچو اور اگر میں ہلاک ہو جاؤں تو مجھ پر آہ وزاری نہ کرنا" یہ کہکر وہ اپنے اصحاب کے پاس گئے۔ اور حکم دیا کہ وہ اپنے خیموں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیں۔ خیموں کی طنابوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیں۔ خیموں کے سامنے رہیں اور دشمن پر صرف ایک ہی جہت سے اس طرح حملہ آور ہوں کہ خیمے ان کے دائیں بائیں اور پیچھے ہوں۔ بعد ازاں شام کے وقت سے ان سب نے تمام رات نماز پڑھنے اور استغفار اور تضرع و دعا کرنے میں بسر کی۔ دوسرے یعنی ہفتے (اور بقول بعض جمعہ) کے دن دسویں تاریخ کو عمر ابن سعد صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے ہمراہیوں کو لیکر چلے۔ ادھر امام حسینؓ نے بھی اپنے اصحاب کو درست کیا اور صبح کی نماز ادا کی۔ اس وقت ان کے ہمراہ بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ چنانچہ انھوں نے زہیر ابن قین کو میمنہ پر حبیب ابن مظہر کو میسرہ پر مقرر کیا۔ اور جھنڈا اپنے بھائی عباسؓ کو دیا۔ اور لوگوں کو اس طرح ترتیب دیا کہ خیمے ان کی پشت کی طرف تھے۔ پھر ان کے حکم سے لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ جمع کر کے خیموں کے پیچھے ایک گھری سی زمین میں بھر دیں جو ایک چھوٹی سی نہر کی طرح تھی اور رات کو اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ عقب سے حملہ نہ ہو سکے۔ ان لکڑیوں میں آگ لگا دی گئی۔ اور اس سے ان کو فائدہ ہوا۔

دوسری طرف عمر ابن سعد نے اپنی فوج کے مدینے کے حصے پر عبداللہ ابن زہیر الازدی کو۔ ربیعہ اور کندہ پر قیس ابن اشعث بن قیس کو۔ مذحج اور اسد پر

عبدالرحمٰن ابن ابی سبرۃ الجعفی کو اور تمیم و ہمدان پر حر ابن یزید الریاحی کو مقرر کیا۔ سوائے حر ابن یزید کے جو امام حسینؓ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور ان ہی کے ساتھ شہید ہوئے ان سب نے نہایت شد و مد سے امام حسینؓ پر حملہ کیا۔ پھر عمر نے اپنے میمنہ پر عمرو ابن حجاج الزبیدی اور میسرہ پر شمر ابن ذی الجوشن۔ سواروں پر عروہ ابن قیس الاحمسی اور پیادوں پر شبث ابن ربعی الیربوعی کو مقرر کیا اور اپنے غلام درید کو صاحب اللوا بنایا۔

جب وہ لوگ قریب آئے تو امام حسینؓ کے حکم سے ایک چھولداری لگائی گئی۔ اور ایک پیالے میں مشک حل کیا گیا۔ امام حسینؓ چونہ کی غرض سے چھولداری کے اندر گئے۔ اور عبدالرحمٰن ابن عبد ربہ اور یزید ابن حصین دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے کہ ان کے بعد وہ بھی طلا کریں۔ یزید نے عبدالرحمٰن سے ہزل آمیز باتیں کیں تو عبدالرحمٰن نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بیہودہ باتوں کا وقت نہیں۔ یزید بولے کہ ہاں خدا کی قسم میرے ہاں کے سب لوگ جانتے ہیں کہ نہ مجھے جوانی میں بیہودہ باتیں پسند تھیں اور نہ ادھیڑ پن میں۔ بلکہ میں اس بات سے خوش ہو رہا ہوں کہ جس سے ہم عنقریب ملنے والے ہیں۔ خدا کی قسم ہم میں اور حور عین کی ملاقات میں صرف اتنی ہی کسر رہ گئی ہے کہ وہ لوگ اپنی تلواروں کو لے کر ہماری طرف آئیں۔ مختصر یہ ہے کہ جب امام حسینؓ فارغ ہو گئے تو یہ بھی داخل ہوئے۔

اس کے بعد امام حسینؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ایک قرآن شریف منگا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور اپنے اصحاب کو آگے کر کے جنگ میں شریک ہوئے اور پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:۔

یا الٰہی! میں ہر تکلیف میں تجھ پر اعتماد کرتا ہوں اور ہر شدت میں تجھ سے امید رکھتا ہوں۔ تو ہر امر میں مجھ کو بھروسہ دلاتا اور وعدہ دیتا ہے۔ کس قدر تفکرات ایسے ہیں جن سے دل ضعیف ہو جاتا ہے اور حیلہ جاتا رہتا ہے۔ دوست چھوڑ دیتا ہے اور دشمن اس سے خوش ہوتا ہے۔ میں نے تیرے ہی سامنے اس تکلیف کو پیش کیا۔ تجھ سے شکوہ کیا۔ اور تیرے سوا سب کو چھوڑ کر تیری ہی طرف رغبت کی ہے۔ اور تو نے میرے ان تمام مصائب کو دور کیا ہے۔ اور میرے لئے کافی رہا ہے۔ تو تمام نعمتوں کا ولی۔ تمام حسنات کا مالک اور تمام رغبتوں کا انتہا ہے۔

جب عمر کے ہمراہیوں نے لکڑی میں آگ لگتے اور سلگتے دیکھا تو شمر نے پکار کر امام حسینؓ سے کہا کہ تم نے قیامت سے پہلے ہی دنیا میں آگ میں پڑنے کے لئے جلدی کی ہے۔ امام حسینؓ نے اسے پہچان کر کہا کہ اس میں جلنے کا تو تو ہی زیادہ حقدار ہے۔ پھر امام حسینؓ اپنی سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پاس آگے بڑھے۔ اور اسقدر بلند آواز سے کہ سب سن لیں کہا کہ اے لوگو! میری بات سنو ابھی میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ جب تک کہ میں تم کو وہ نصیحت نہ کر لوں جس کا تمہارے لئے مجھ پر حق ہے۔ اور جب تک کہ میں تم سے اپنے تمہارے پاس آنے کے لئے عذر خواہی نہ کر لوں۔ اگر تم نے میرا عذر قبول کیا۔ میرے قول کو سچ سمجھا اور مجھ سے انصاف کیا تو تم نہایت نیک بخت ہو گے اور تم کو میرے خلاف کارروائی کرنے کی سبیل نہ ہو گی۔ لیکن اگر تم نے میرا عذر قبول نہ کیا تو تم اور تمہارے شریک ملکر اپنی ایک بات ٹھیرالو تاکہ تم کو اس امر میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہ جائے۔ پھر میرے ساتھ جو کرنا ہو کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میرا حمایتی وہی خدا ہے جس نے کتاب نازل کی اور صالحین کا حمایتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ان کی بہنوں نے ان کا یہ قول سنا تو وہ رونے چیخنے لگیں۔ اور ان کی آوازیں بلند ہوئیں۔ یہ سن کر امام حسینؓ نے اپنے بھائی عباسؓ اور اپنے صاحبزادے علیؓ کو بھیجا کہ جا کر ان کو خاموش کریں اور کہا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان لوگوں کا بکا زیادہ ہو جائیگا جب وہ دونوں چلے گئے تو کہا کہ خدا نہ کرے کہ ابن عباس دور ہوں۔ امام حسینؓ نے یہ فقرہ عورتوں کی آہ وزاری سنکر فرمایا تھا۔ کیونکہ ان کو ابن عباس نے عورتوں کو ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا۔ غرضکہ جب وہ عورتیں خاموش ہو گئیں تو امام حسینؓ نے خدا کی حمد وثناء کہی اور رسول اللہ صلعم پر اور ملائکہ اور انبیاء پر درود بھیجا اور اتنی باتیں کہیں جن کا شمار مشکل ہے مگر ان اقوال سے زیادہ فصیح و بلیغ قول کبھی نہیں سنا گیا۔ بعدازاں کہا کہ اَمَّا بَعْدُ:۔ تم میرے نسب میں غور کرو کہ میں کون ہوں۔ پھر اپنے نفسوں کی طرف مراجعت کرو۔ اور انکو محاسبہ کرو۔ اور دیکھو کیا میرا قتل اور میری آبروریزی تمہارے لئے درست وحلال ہے۔ کیا میں تمہارے

نبی (صلعم) کا نواسہ اور ان کے وصی برادر عم زاد خدا کی نگاہ میں بہترین مومن اور رسول اللہ کی تصدیق کرنے والے کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا نہ تھے۔ کیا جعفر شہید طیار (جواب جنت میں ہیں) میرے چچا نہ تھے۔ کیا تم کو یہ مشہور بات نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے اور میرے بھائی کو اہل جنت کے جوانوں کا سردار اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔ بشرطیکہ تم میری باتوں کو سچ سمجھو۔ اور وہ سچ ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کبھی عمداً جھوٹ نہیں بولا۔ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ خدا اس سے ناراض ہوتا ہے۔ لیکن اگر تم مجھے جھوٹا سمجھو تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر تم ان سے پوچھو تو وہ تم کو بتا دیں گے تم جابر ابن عبداللہ یا ابو سعید یا سہل بن سعد یا زید بن ارقم یا انس سے پوچھو وہ تم کو بتا دیں گے کہ انھوں نے رسول اللہ صلعم کو ایسا کہتے سنا ہے۔ کیا ان باتوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تم کو میری خونریزی سے روک دے شمر نے کہا کہ اگر انھیں معلوم ہو جائے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں تو اس حالت میں وہ اللہ کی عبادت ٹیڑھے پن سے کر رہے ہیں۔ حبیب ابن مظاہر نے جواب دیا۔ بخدا میں جانتا ہوں کہ اگر وہ ایک درجہ ٹیڑھے ہیں تو تو اللہ کی عبادت میں ستر درجے ٹیڑھا ہے۔ اللہ نے تیرے قلب پر مہر کر دی ہے اسی لئے تو نہیں سمجھتا کہ تو کیا اپنی زبان سے بک رہا ہے۔" اس کے بعد امام حسینؓ نے کہا کہ ہاں تو اگر تم کو میرے قول میں شک ہو یا تم اس بارے میں شک کرتے ہو کہ میں تمہارے نبی (صلعم) کا نواسہ ہوں تو خدا کی قسم تم سے یا تمہارے غیر میں مع مشرق و مغرب کے درمیان سوائے میرے اور کوئی نواسہ آنحضرت کا موجود نہیں۔ اچھا تم مجھے یہ بتلاؤ کہ کیا تم مجھ سے اپنے کسی مقتول آدمی کے عوض میں طلب کرتے ہو جسے میں نے قتل کیا ہے۔ یا مجھ سے اپنے کسی مال کے عوض مطالبہ کرتے ہو۔ جسے میں نے ضائع کر دیا ہے۔ یا مجھ سے کسی زخم کا قصاص لینا چاہتے ہو۔ مگر انھوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر امام حسینؓ نے پکار کر کہا کہ اے شبث بن ربعی۔ اے حجار ابن ابجر۔ اے قیس ابن اشعث اور اے زید ابن حارث کیا تم نے خط لکھ کر مجھے اپنے پاس نہیں بلایا تھا۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے ایسا نہیں کیا۔ کہا کہ ہاں تم نے ضرور ایسا کیا۔ تو اے لوگو اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو تو مجھے اتنی اجازت دو کہ میں جہاں کہیں مجھے جگہ ملے چلا جاؤں۔ قیس ابن اشعث نے سوال

کیا کہ کیا آپ اپنے برادر عزاد (یعنی ابن زیاد) کے حکم پر عمل نہ کریں گے۔ اس صورت میں بجز اس بات کے جو آپ کو پسند ہے آپ اور کچھ ہرگز نہ دیکھیں۔ امام حسینؓ نے جواب دیا کہ تم ہی اپنے بھائی کے بھائی ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم سے بنو ہاشم مسلم ابن عقیل کے خون سے زیادہ مطالبہ کریں نہیں خدا کی قسم میں کسی ذلیل آدمی کی طرح ان کو اپنا ہاتھ نہ دونگا۔ اور نہ غلام کی طرح اقرار کرونگا۔ اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمھارے رب سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں۔ کہ تم مجھکو سنگسار کرو۔ اور اپنے اور تمھارے رب سے ہر ایک متکبر سے جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا پناہ مانگتا ہوں یہ کہکر انھوں نے سواری کو بٹھایا اور اس پر سے اتر گئے۔ زہیر ابن قین تلوار لگائے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور کہا کہ اے اہل کوفہ۔ خدا کے عذاب سے بچو۔ بچو۔ مسلمان کا فرض ہے کہ مسلمان کو نصیحت کرے ہم سب اس وقت تک بھائی بھائی ہیں اور ایک ہی دین پر ہیں۔ جب تک ہم میں تلوار نہ چلے بہتر ہے۔ کیونکہ اگر تلوار چل پڑی تو عصمت منقطع ہو جائیگی اور ہم اور تم الگ الگ جماعتیں بنجائیں گے۔ خدا نے ہم کو اور تمکو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارے میں آزمایش میں ڈالا ہے۔ تاکہ وہ دیکھے کہ ہم آپس میں کیسا معاملہ کرتے ہیں۔ ہم تم کو اس کی مدد کرنے اور طاغیہ ابن طاغیہ (عبیداللہ ابن زیاد) کی اطاعت ترک کر دینے کی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ تم اُن دونوں سے سوائے اس کے اور کچھ حاصل نہیں کر سکتے کہ وہ تم سے بدی کریں۔ تمھاری آنکھیں پھوڑیں۔ تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں۔ تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کریں۔ تم کو کھجور کے درختوں کے تنوں پر لٹکائیں۔ اور تمھارے ہم چشم قراء اور حجر ابن عدی اور ان کے اصحاب اور ہانی ابن عروہ اور ان جیسے اوروں کو قتل کریں۔ کہتے ہیں کہ اس پر ان لوگوں نے زہیر کو گالیاں دیں۔ اور ابن زیاد کی تعریف کی اور کہا کہ خدا کی قسم ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے جب تک کہ تمھارے ساتھی اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کرکے اُس کو اور اس کے ہمراہیوں کو عبیداللہ کے سپرد نہ کردیں۔ زہیر نے ان سے کہا کہ اے اللہ کے بندو! بہ نسبت سمیہ کے بچے کے فاطمہؓ کا بیٹا دوستی اور معاونت کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر تم انھیں مدد نہ دو نہ سہی۔ مگر میں تم کو اس بات سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم ان کو قتل کرو۔ تم امام حسینؓ کو

اوران کے برادر عزاد یزید ابن معاویہ کو آپس میں فیصلہ کر لینے دو۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یزید تم سے امام حسینؓ کے قتل کئے بغیر بھی خوش ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر شمر نے ان پر ایک تیر چلایا۔ اور کہا کہ بس چپ رہ۔ خدا تجھے غارت کرے۔ تو تو بک بک کرکے ہمارا دماغ چاٹ گیا۔ زہیر نے جواب میں کہا او بے غیرت کے بچے۔ میں خاص تجھ ہی سے مخاطب نہیں ہوں۔ اور بخدا میں نہیں سمجھتا کہ تو کتاب اللہ کی دو آیتوں پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ تو قیامت کے دن کی ذلت اور عذاب دردناک سے خبردار رہ۔ شمر نے کہا کہ خدا تجھے اور تیرے دوست کو اسی وقت مارنے والا ہے۔ زہیر نے جواب دیا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم ان کے ساتھ مرجانا میں بدرجہا اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہ کر حیات ابدی پاؤں۔ پھر پکار کر کہا۔ کہ اے اللہ کے بندو۔ تم اپنے دین کے بارے میں اس درشت مزاج اور ظالم شخص کے دھوکے میں نہ رہنا۔ خدا کی قسم اُن لوگوں کو محمد (صلعم) کی شفاعت نصیب نہ ہوگی جو ان کی اولاد اور ان کے اہل بیت کی خون ریزی اور ان کے مددگاروں اور ان کے حرم کی طرف سے لڑنے والوں کو قتل کرتے ہیں۔ امام حسینؓ نے انھیں واپسی کا حکم دیا اور وہ یہ کہکر واپس چلے گئے ۔

جب عمر ابن سعد امام حسینؓ کی طرف بڑھے تو حُر ابن یزید نے ان سے کہا کہ خدا تمھیں نیکی دے کیا تم اس شخص سے لڑنے والے ہو۔ کہا ہاں خدا کی قسم اور وہ بھی ایسی لڑائی جس کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے سر گریں گے اور ہاتھ کٹ کٹ جائیں گے۔ حُر نے پوچھا کہ کیا تم لوگ انکے تینوں پیش کردہ امور میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کر سکتے۔ عمر ابن سعد نے جواب دیا کہ اگر یہ امر میرے ہاتھ میں ہوتا تو خدا کی قسم میں ایسا ہی کرتا۔ لیکن کیا کروں کہ تمہارے امیر نے ایسا نہ کرنے دیا۔ اس پر حُر آہستہ آہستہ امام حسینؓ کے قریب ہوتے گئے۔ اور ان پر ایک لرزہ سا طاری ہو گیا۔ ان ہی کے ایک آدمی نے (جس کو مہاجر بن اوس کہا جاتا ہے) ان سے کہا کہ واللہ تمہاری بھی عجیب مشکوک حالت ہے۔ خدا کی قسم کسی جنگ میں میں نے تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جو میں اب دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ اگر ولادرترین اہل کوفہ کا ذکر کیا جائے تو میں تمکو حتےٰ نہ سمجھو نگا۔ حُر نے

کہا کہ خدا کی قسم میں اپنے نفس کے لئے جنت اور دوزخ میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے پر غور کر رہا ہوں۔ اور گو کہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ مگر جنت کے خلاف کسی چیز کو اختیار نہ کرونگا۔ یہ کہکر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے امام حسینؓ سے جا ملے۔ اور ان سے کہا کہ ابن رسول اللہ۔ خدا مجھے آپ پر قربان کرے۔ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو واپسی سے باز رکھا تھا۔ راستے بھر آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اور پھر اس مقام میں آپ پر سختی کی۔ خدا کی قسم مجھے یہ گمان تک نہ تھا کہ میں نے آپ کی طرف سے جو تجویزیں پیش کیں ان کو یہ لوگ رد کر دینگے اور آپ کے ساتھ ایسے ایسے سلوک بھی کرینگے۔ اس لئے میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے ان کے بعض امور کی اطاعت کر لینے میں مضائقہ نہ کرنا چاہئے تاکہ وہ یہ نہ خیال کریں کہ میں ان کی اطاعت سے پھر گیا ہوں۔ اور مجھے یقین تھا کہ وہ آپ کی پیش کردہ باتوں میں کسی ایک کو قبول کر لیں گے۔ بخدا اگر مجھے یہ خیال ہوتا کہ وہ ان تجویزوں کو قبول نہ کرینگے تو میں ان کو آپ کی طرف سے پیش ہی نہ کرتا۔ اب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اور ان افعال کے لئے جو مجھ سے سرزد ہوئے ہیں اپنے خدا سے توبہ مانگتا ہوں۔ اور جب تک کہ میں آپ کے سامنے رہ کر مر نہ جاؤں آپ کا مددگار اور غمخوار رہونگا۔ کیا آپ اس کو توبہ سمجھتے ہیں؟ امام حسینؓ نے فرمایا ہاں۔ خدا تمھاری توبہ قبول کرے اور تمھاری خطاؤں کو معاف کرے۔ یہ کہکر حُر نے امام حسینؓ کے اصحاب کے آگے ہو کر کہا کہ اے لوگو۔ کیا تم امام حسینؓ کی ان تجاویز میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کرتے جو انھوں نے تمھارے سامنے پیش کی ہیں تاکہ خدا تم کو ان سے جنگ و جدل کرنے سے بچائے۔ عمر نے کہا کہ میں تو یہی چاہتا تھا۔ بشرطیکہ میں ایسا کر سکتا۔ حُر نے کہا کہ اے اہل کوفہ۔ خدا کرے کہ تمھاری ماؤں کے بچے ضائع ہو جائیں۔ کیا تم نے ان کو اپنے ہاں بلایا تھا۔ اور جب وہ آ گئے تو تم نے ان کو ترک کر دیا۔ تم تو یہ سمجھتے تھے کہ تم ان کی طرف ہو کر لڑوگے اور پھر تم نے ان سے دشمنی کی اور ان سے لڑنا چاہتے ہو۔ تم نے ان کو گرفتار کر لیا۔ ان کا مقابلہ کیا اور ان کو اور ان کے اہل و عیال کو یہاں سے واپس جا کر خدائے تعالیٰ کی وسیع و عریض زمین میں امن و امان سے رہنے سے روک دیا۔

اب وہ ایک قیدی کی طرح ہیں، نہ وہ اپنے لئے کسی طرح کا نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ اور نہ ضرر دور کر سکتے ہیں۔ تم نے ان کو اور ان کے ہمراہیوں کو دریائے فرات کا پانی پینے سے روک دیا۔ جسے یہودی۔ نصرانی۔ اور مجوسی سب ہی پیتے ہیں۔ اور جس سے سواد کے خنازیر اور کتے تک سیراب ہوتے ہیں۔ دیکھو یہاں وہ اور ان کے اہل و عیال پیاس کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ تم نے محمد (صلعم) کے بعد ان کے عیال سے کیسا برا سلوک کیا ہے۔ اگر تم نے توبہ نہ کی اور اپنے ارادے سے باز نہ آئے۔ تو قیامت کے دن خدا تمھاری پیاس نہ بجھائیگا۔ انھوں نے حُر پر تیر چلانے شروع کئے۔ اور وہ واپس جا کر امام حسینؓ کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ اس پر عمر ابن سعد اپنا جھنڈا لئے ہوئے آئے اور چلے میں تیر جوڑ کر چلایا۔ اور کہا کہ سب لوگ گواہ رہنا کہ سب سے پہلے میں نے ہی تیر چلایا ہے۔ پھر اور لوگوں نے تیر چلائے۔

بعدازاں زیاد کا غلام یسار اور عبیداللہ کا غلام سالم آگے بڑھے اور مخالفین سے بھی میدان میں آنے کو کہا۔ اس کے جواب میں عبداللہ عمیر الکلبی (جو کوفے سے اپنی بی بی کے ساتھ آ کر امام حسینؓ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے) آگے بڑھے ان غلاموں نے کہا کہ تم کون ہو۔ عبداللہ نے اپنا نسب بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم تمھیں نہیں جانتے۔ چاہئے کہ ہمارے مقابلے کے لئے زہیر ابن قین یا حبیب ابن مظاہر یا بریر ابن حضیر نکلیں۔ یسار سالم کے آگے تھا۔ کلبی نے کہا کہ اے زانیہ کے بچے کچھ مجھے میدان میں نکل کر شخص واحد سے مبارزہ کرنے کا شوق ہے۔ اور یاد رکھ کہ جو شخص بھی تیرے مقابلے کے لئے نکلیگا وہ ضرور تجھ سے بہتر ہوگا۔ اور یہ کہکر اس پر حملہ کیا۔ چنانچہ وہ تلوار کے ایک وار میں ٹھنڈا ہو گیا۔ ابھی کلبی یسار کے مارنے میں مشغول ہی تھے کہ سالم نے اُن پر حملہ کیا۔ اور جھپٹ کر بالکل ان کے روبرو آ کر وار کیا۔ کلبی نے وار کو ہاتھ سے روکا جس سے ان کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں شہید ہو گئیں پھر کلبی اس پر پل پڑے اور تلوار سے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ ان کی زوجہ جن کا نام ام وہب تھا اُن کے پاس ایک عمود (گرز) لیکر آئیں۔ اور کہا کہ میرے ماں باپ

آپ پر فدا ہوں محمد (صلعم) کی پاک ذریّہ کی حفاظت کے لئے جنگ کرو۔ عبداللہ نے انکو عورتوں کی طرف لوٹا دینا چاہا۔ مگر وہ رک گئیں اور کہنے لگیں۔ کہ میں جبتک آپکے ساتھ ہی جان نہ دیدونگی آپکو ہرگز نہ چھوڑ دنگی۔ اس پر امام حسینؓ نے انکو آواز دی اور کہا کہ خدا تم کو اہل بیت کی طرف سے جزائے خیر دے۔ خدا تم پر رحم کرے۔ واپس چلی آؤ۔ عورتوں پر جہاد واجب نہیں۔ چنانچہ وہ واپس چلی گئیں۔ عمرو ابن حجاج عمر ابن سعد کے میمنہ کو لیکر آگے بڑھا۔ اور جب وہ امام حسینؓ کے قریب پہنچا تو امام صاحب کے ہمراہیوں نے اپنے گھٹنوں کو زمین پر ٹیک دیا اور نیزوں کو ان کی طرف بڑھا دیا جس سے گھوڑے بھالوں کے سامنے سے لوٹنے لگے۔ تب انھوں نے ان لوگوں پر تیر چلانے شروع کئے۔ جن سے چند آدمیوں کو گرادیا اور چند کو زخمی کیا پھر ان میں سے ایک شخص ابن حوزہ نامی نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ کیا تم میں حسینؓ بھی ہیں کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے تین مرتبہ یہ سوال کیا تو جواب دیا گیا کہ ہاں ہیں۔ تم کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ اے حسینؓ دوزخ کی خبر سن لو۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ نہیں تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ میں رب رحیم اور رسول شفیق و مطاع کے پاس جاؤنگا۔ تو کون ہے۔ کہا ابن حوزہ۔ امام حسینؓ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا خدا اسے آگ میں جھونک دے۔ ابن حوزہ نے اس بات سے بگڑ کر چاہا کہ گھوڑا اس کھائی (یا نالہ پر) سے اُڑائے۔ جو فریقین کے مابین واقع تھا۔ اس کے پاؤں رکاب میں اڑ گئے۔ گھوڑے نے جولان کرنا شروع کیا اور ابن حوزہ اس پر سے گر پڑا جس سے اسکی ران اور پنڈلی اور ایک پاؤں ٹوٹ گیا۔ مگر دوسرا پہلو بدستور رکاب سے ہی چمٹا ہوا رہ گیا۔ جو ہر شجر و حجر سے ٹکراتا پھرتا تھا۔ آخر وہ مر گیا مسروق ابن وائل الحضرمی بھی ان لوگوں کے ہمراہ لڑنے کیلئے آیا تھا اس نے کہا ممکن ہے کہ میں حسینؓ کا سر کاٹ لوں۔ اور اس کے ذریعے سے ابن زیاد کے ہاں مرتبہ و منزلت پاؤنگا مگر جب اس نے دیکھا کہ خدائے تعالٰے نے امام حسینؓ کی دعا پر ابن حوزہ کے ساتھ کیا کچھ کیا تو وہ واپس چلا گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اس خاندان کے لوگوں سے ایسی بات دیکھی جسکی بعد میں ان سے ابد تک نہ لڑونگا۔

جنگ جاری رہی۔ بنو عبدالقیس کے ایک حلیف یزید ابن معقل نے نکلکر کہا کہ اے بریر ابن حضیر اب بتلاؤ کہ خدا نے تمھارے ساتھ کیسی کی ہے۔

کہا کہ خدا کی قسم کہ اس نے میرے ساتھ اچھا ہی کیا ہے۔ مگر تمہارے ساتھ ضرور بری ہی کی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں تم جھوٹ کہتے ہو۔ حالانکہ آج سے پیشتر تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اور میں بتلائے دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں سے ہو۔ ابن خضیر نے کہا کہ کیا تم مجھ سے اس بات میں مباہلہ کرتے ہو کہ خدا کاذب پر لعنت اور باطل پرست کو ہلاک کرے۔ اگر مباہلہ کرنا چاہتے ہو تو آؤ باہر آؤ۔ میں تم سے لڑتا ہوں۔ چنانچہ دونوں میدان میں آئے۔ اور اس امر میں مباہلہ کرنے لگے کہ خدا کاذب پر لعنت کرے اور حق پوش و باطل پرست کو ہلاک کرے۔ دونوں لڑنے لگے۔ ایک دوسرے پر وار کرتے تھے۔ یزید ابن معقل نے بریر ابن خضیر پر جو حملہ کیا اس سے مؤخر الذکر کو کوئی ضرر نہ پہنچا۔ مگر ابن خضیر نے اس پر ایسا وار کیا کہ تلوار خود کو چیرتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی۔ وہ گر پڑا اور تلوار اس کے سر میں اٹکی ہی رہی۔ یہ دیکھ کر رضی ابن منقد العبدی نے ابن خضیر پر حملہ کیا۔ ابن خضیر کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے۔ دونوں کچھ وقفے تک اسی طرح لڑتے رہے۔ آخر ابن خضیر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ کعب ابن جابر الازدی نے ابن خضیر پر اس طرح نیزے کا وار کیا کہ نیزہ ان کی کمر میں گھس گیا۔ وہ نیزے کو کمر کے اندر محسوس کر کے رضی کو چھوڑ کر اٹھے۔ رضی نے ان کی ناک کو دانتوں سے چبا کر اس کا ایک حصہ کاٹ ڈالا۔ ادھر کعب ابن جابر نے تلوار سے وار کیا اور ابن خضیر کو شہید کر ڈالا۔ رضی اپنی قبا سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن جب کعب اپنی زوجہ کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ تم نے ابن فاطمہ کے برخلاف اعانت کی ہے اور قاریوں کے سردار بریر کو شہید کیا ہے اس لئے میں تم سے کبھی کلام نہ کرونگی۔

اس کے بعد عمرو بن قرظہ آگے بڑھے اور امام حسینؓ کے سامنے کھڑے ہو کر لڑنے لگے اور شہید ہوئے۔ انکا بھائی عمر ابن سعد کے ساتھ تھا۔ اس نے وہیں سے امام حسین کو پکار کر کہا کہ اے حسینؓ۔ اے کذاب ابن کذاب (نعوذ باللہ) تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا۔ اسے دھوکا دیا اور آخر قتل کرایا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ خدا نے تمہارے بھائی کو گمراہ نہیں کیا۔ بلکہ اسے ہدایت دی اور تم کو گمراہ کیا ہے۔ کہا کہ مجھے بھی اللہ قتل ہی کرے۔ اگر میں تم کو قتل نہ کردں

یا تمہارے سامنے لڑتا لڑتا مر نہ جاؤں۔ یہ کہہ کر اس نے حملہ کیا جسے نافع ابن ھلال المرادی نے روکا۔ بلکہ اس پر نیزے کا حملہ کر کے اُسے گرا دیا۔ اس پر اس کے دوسرے ساتھیوں نے حملہ کر کے اسے بچالیا اور وہ بچ گیا۔

حُر ابن یزید امام حسینؓ کے ساتھ ہو کر سخت جنگ کرتے رہے۔ یزید ابن ابی سفیان ان کے مقابلے کے لیئے نکلا اور شہید ہوا۔ علی ہٰذا القیاس نافع ابن ھلال کے جو امام حسینؓ کے ہمراہ لڑ رہے تھے مقابلے کے لیئے مزاحم ابن حریث نکلا اور نافع نے اسے شہید کر دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر عمرو ابن حجاج نے چلا کر لوگوں سے کہا کہ اے شہسوارو تم کیا جانتے ہو کہ تم کس سے لڑ رہے ہو۔ تم ایسے آدمیوں سے لڑ رہے ہو جو موت کے خواہاں ہیں۔ خبردار تم میں سے کوئی ان سے دست بدست مبارزہ کرنے کے لیئے نہ نکلے۔ کیونکہ وہ تھوڑے ہی سے ہیں اور ان میں سے شاید ہی کوئی بچے۔ خدا کی قسم اگر تم ان پر صرف سنگباری ہی کرتے تو بھی ان کو قتل کر سکتے تھے۔ اے اہل کوفہ اپنی طاعت اور جماعت کو لازم پکڑے رہو۔ اور اس شخص کے قتل میں مطلق شک نہ کرو جس نے دین میں رخنہ ڈالا ہے اور امام کی مخالفت کی ہے۔ عمرؔ نے کہا تمہاری رائے درست ہے۔ اور یہ کہہ کر لوگوں کو دست بدست لڑنے کے لیئے آگے بڑھنے سے منع کر دیا۔ امام حسینؓ نے یہ بات سن کر کہا کہ اے عمرو ابن حجاج۔ کیا تم لوگوں کو میرے خلاف برانگیختہ کرتے ہو۔ کیا ہم نے دین میں رخنہ اندازی کی ہے یا تم نے۔ خدا کی قسم جب تمہاری روحیں قبض کی جائینگی اور تم مرو گے تب تم کو معلوم ہوگا۔ اس کے بعد عمرو ابن حجاج نے امام حسینؓ پر فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ جس سے سب پر کچھ دیر کے لیئے عالم اضطراب طاری ہو گیا۔ مسلم ابن عوسجہ الاسدی گر گئے اور عمرو ان کو اسی طرح چھوڑ کر چلا گیا۔ امام حسینؓ ان کے پاس گئے۔ اس وقت ان میں کچھ رمق جان باقی تھی۔ امام حسینؓ نے ان سے کہا کہ اے مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحم کرے۔ مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ۔ پھر حبیب ابن مظہر ان کے پاس گئے۔ اور کہا کہ اپنی اس شکست پر صبر کرو۔ اور جنت کی خوشخبری سنو۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں جانتا ہوں کہ میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آنے والا ہوں

تو میں یہ چاہتا کہ تم مجھے وصیت کرو تا کہ میں تمہاری یاد کو تازہ رکھ سکتا۔ مسلم نے اپنے ہاتھ سے امام حسینؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ آپ ان کی حفاظت کرتے ہوئے جان دیں۔ حبیب نے کہا کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ پھر مسلم کا انتقال ہو گیا۔ ان کی ایک لونڈی نے ان کو یا ابن عوسجہ کہکر پکارا تو عمرو کے ہمراہیوں نے جواب دیا کہ ہم نے مسلم کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر شبث نے اپنے گرد و پیش کے بعض آدمیوں سے کہا کہ خدا کرے تمہاری ماؤں کی کوکھیں جل جائیں کہ تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ ہی کو قتل کیا۔ اور خود کو اوروں کے سامنے ذلیل و خوار کرتے ہو۔ کیا تم مسلم کی شہادت سے خوش ہوتے ہو قسم ہے اس ذات کی جس کے لئے میں مسلمان ہوا ہوں۔ کہ میں نے مسلم کو بہت سی جنگوں میں دیکھا ہے کہ وہ مسلمین میں شامل تھے۔ میں نے ان کو آذربائیجان کے میدان جنگ میں دیکھا ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کے سوار جمع ہونے سے پہلے چھ مشرکین کو قتل کیا۔ کیا ان جیسا ایک شخص شہید ہو جائے۔ اور تم خوش ہو مسلم ابن عوسجہ کے قاتلین میں مسلم ابن عبداللہ الضبابی اور عبداللہ ابن ابی خشکارۃ البجلی تھے۔

شمر نے میسرہ کو لے کر حملہ کیا۔ جس کا ثابت قدمی کے ساتھ جواب دیا گیا۔ اُن لوگوں نے امام حسینؓ اور ان کے اصحاب پر ہر طرف سے حملہ کیا۔ اور کلبی شہید ہوئے۔ وہ پہلے دو شخصوں کے بعد بھی دو کو قتل کر چکے تھے۔ کلبی نہایت شدت سے لڑ رہے تھے۔ آخر کار ان کو ہانی ابن ثبیت الحضرمی اور بکیر بن حی التیمی (جو بنو تیم اللہ ابن ثعلبہ میں سے تھا) نے شہید کر دیا۔ امام حسینؓ کے ہمراہی جن کی تعداد بتیس سواروں کی تھی جگر توڑ کر لڑ رہے تھے اہل کوفہ کے سواروں پر جدھر حملہ کرتے تھے تتر بتر کر دیتے تھے۔ عزرۃ بن قیس نے جو اہل کوفہ کے سواروں کا سردار تھا۔ عمر کے پاس پیغام بھیجا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کے ہاتھوں میرے سواروں پر کیا کچھ سختی گذر رہی ہے آپ ان کے مقابلے کے لئے پیادے اور تیر انداز روانہ کیجئے۔ انھوں نے شبث ابن ربعی کو کہا کہ کیا تم ان کی طرف نہ بڑھو گے؟ انھوں نے کہا کہ سبحان اللہ مضراور عائمہ شہر کے شیخ کو تم تیر اندازوں کے ساتھ بھیجنا چاہتے ہو۔ کیا آپ کو میرے سوا

اور کوئی نہیں ملتا۔ وہ لوگ ہمیشہ یہ دیکھتے تھے کہ شبث جنگ کرنے سے باز رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ مصعب کی امارت کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ خدا اس شہر کے باشندوں کو کبھی خیر و برکت نہ دیگا۔ اور نہ کبھی ان کو ہدایت دیگا۔ کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ ہم حضرت علیؑ ابن ابی طالب اور ان کے صاحبزادے حسنؓ کے ساتھ ہو کر پانچ سال تک برابر ابو سفیان کے خاندان سے لڑتے رہے۔ پھر ہم حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے بیٹے کے دشمن ہو گئے۔ جو روئے زمین کے آدمیوں میں بہترین آدمی تھے۔ اور ہم معاویہ کے خاندان اور سُمیّہ زانیہ کے بچے کی طرف ہو کر ان سے لڑتے رہے۔ ہائے ہائے رے گمراہی۔ وائے رے گمراہی۔ غرضکہ جب شبث نے ان سے وہ بات کہی تو عمر بن سعد نے حصین بن نمیر کو بلایا اور ان کے ساتھ ایک دستۂ فوج اور پانچ سو تیر اندازوں کو روانہ کر دیا۔ ان لوگوں نے امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کے پاس پہنچ کر ان پر تیر اندازی شروع کی چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں ان کے گھوڑے کاٹ ڈالے گئے۔ اور ان کو پیادہ ہو کر لڑنا پڑا۔

حُر بن یزید پیدل ہو جانے کے بعد نہایت شدت سے لڑ رہے تھے۔ آخر ہوتے ہوتے دوپہر کے وقت لڑائی میں نہایت درجہ شدت آ گئی۔ امام حسینؓ کے خیموں کے مجتمع ہونے سے اُن لوگوں کو سوائے اس کے کہ صرف ایک ہی طرف سے مقابلہ کریں چارہ نہ تھا عمر نے یہ دیکھکر چند آدمیوں کو اس غرض سے بھیجا۔ کہ امام حسینؓ کے خیمہ جات کو دائیں بائیں جانب سے اُکھاڑ کر برباد کر دیں اور ہر طرف سے گھیر لیں۔ امام حسینؓ کے تین چار ہمراہی ان کے اور خیموں کے درمیان حائل ہو کر ان لوگوں کو خیمہ اُکھاڑتے اور لوٹ مار کرتے ہوئے دیکھکر قتل کر دیتے تھے اور قریب سے تیر کا نشانہ بناتے تھے۔ یا کاٹ ڈالتے تھے۔ آخر عمر ابن سعد کے حکم سے خیموں کو جلا ڈالا گیا۔ امام حسینؓ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ان لوگوں کو جلا لینے دو۔ کیونکہ خیموں کو جلا کر ان لوگوں کو یہ ہمت نہ ہوگی کہ تمھاری طرف بڑھ سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کلبی کی زوجہ باہر نکل کر اپنے شوہر کے پاس آئیں اور ان کے چہرے سے خاک صاف کرتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں کہ آپ کو جنت مبارک ہو۔ یہ دیکھ کر شمر نے اپنے غلام رستم کو حکم دیا جس نے کلبی مرحوم کی بیوی کے سر پر ایک ڈنڈا مارا اور وہ وہیں فوت ہو گئیں۔ پھر شمر حملہ کرتے کرتے امام حسینؓ کے خیموں تک پہنچ گیا۔ کہ ان خیموں کو باشندوں سمیت جلا دیا جائے۔ عورتیں چیخنے اور نکل نکل کر بھاگنے لگیں۔ امام حسینؓ نے بلند آواز سے اس سے کہا کہ تو میرے گھر والوں پر خیمہ جلاتا ہے خدا تجھے آگ میں جلائے۔ حمید ابن مسلم نے شمر سے کہا کہ یہ درست نہیں ہے کہ تم ان کو خدا کا عذاب دیتے ہو۔ اور بچوں اور عورتوں کو قتل کرتے ہو خدا کی قسم صرف مردوں ہی کے قتل سے تم اپنے امیر کو خوش کر لو گے۔ مگر شمر نے نہ مانا۔ پھر شبث ابن ربعی نے اسے اس حرکت سے روکا تو وہ رک گیا اور واپس جانا چاہا۔ زہیر ابن قین نے اس کو واپس جاتے دیکھ کر دس آدمیوں کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور خیموں کے پاس سے مار کر ہٹا دیا۔ اسی معرکے میں انھوں نے ابوعزت الضبابی کو قتل کیا جو شمر کے ہمراہیوں میں سے تھا۔ پھر ان پر شمر کے بہت سے آدمیوں نے حملہ کیا۔ ان میں ایک یا دو اشخاص شہید ہوتے تو ان کی قلت تعداد کی وجہ سے صاف ظاہر ہو جاتا تھا۔ مگر چونکہ اُن لوگوں کی تعداد کثیر تھی ان میں پتہ نہ چلتا تھا کہ کیا ہوا۔

جب نماز کا وقت قریب آیا تو ابوثمامۃ الصائدی نے امام حسینؓ سے کہا کہ میری جان آپ پر قربان ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ کے قریب قریب آتے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم جب تک میں آپ کے آگے قتل نہ ہوں آپ ہرگز شہید نہ ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملوں کہ میں اس وقت کی نماز ادا کر چکا ہوں۔ امام حسینؓ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ تم نے اس وقت نماز کو یاد کیا ہے خدا تم کو مصلیوں اور ذاکروں میں داخل کرے۔ ہاں اب نماز کا وقت شروع ہے۔ مگر ان لوگوں سے کہہ دو کہ ذرا ہم پر حملہ آوری سے رک جائیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں حُصین نے پکار کر کہا کہ تمھاری نماز قبول نہ ہوگی۔ حبیب ابن مظاہر نے جواب دیا او گدھے! تو سمجھتا ہے

کہ آل رسول اللہ (صلعم) کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری قبول ہو جائیگی۔ یہ سُن کر حصین نے ان پر حملہ کیا۔ حبیب نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے چہرے پر تلوار ماری۔ حصین لڑکھڑا کر گرا۔ مگر اس کے ہمراہیوں نے اُسے بچا لیا۔ حبیب نے نہایت جانفشانی سے لڑتے ہوئے بنو تمیم کے بدیل ابن صریم نام ایک شخص کو قتل کیا۔ حبیب پر بنو تمیم کے ایک اور شخص نے نیزے سے حملہ کیا۔ وہ گر گئے۔ اور اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین نے سر پر وار کیا جس سے وہ پھر گر گئے۔ تمیمی نے آگے بڑھ کر ان کا سر کاٹ لیا۔ حصین نے اس سے کہا کہ اس شخص کے قتل میں میں تمھارا شریک ہوں۔ اس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ حصین نے کہا کہ اس کا سر مجھ کو دیدو۔ میں اسے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکاؤنگا۔ تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ اس کے قتل میں میں شریک ہوں۔ پھر تو سر کو لے لے اور اس کو ابن زیاد کے پاس لے جا۔ جو انعام ملیگا اس کی مجھے حاجت نہیں ہے۔ غرض کہ اس شخص نے حبیب کا سر حصین کے سپرد کر دیا۔ اور جب وہ لوگ کوفے واپس پہنچے۔ تو وہ اس سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر ابن زیاد سے ملنے کے لئے اس کے قصر کی طرف چلا۔ قاسم بن حبیب نے جو اس وقت قریب بہ بلوغ تھا اس کو دیکھ لیا۔ سوار کے ساتھ ہو لیا۔ اور اس سے جدا نہ ہوتا تھا۔ اس مرد کو قاسم پر شبہ ہو گیا۔ اور اس سے حال پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا اور اس سر کو مدفون کرنے کے لئے طلب کیا۔ اس نے کہا کہ امیر اس کے دفن کئے جانے سے خوش نہ ہوگا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ امیر مجھے اس کا صلہ دیگا۔ قاسم نے کہا لیکن خدا تجھ کو بہت بری جزا دیگا۔ وہ برابر اپنے باپ حبیب کے قاتل کے خون کے درپے رہے۔ تا آنکہ مصعب کا زمانہ آیا۔ مصعب نے ان کو اپنے لشکر میں داخل کر لیا۔ ان کو مصعب کے ہمراہ باجمیرا کی جنگ کو جانا پڑا۔ وہاں انھوں نے اپنے باپ کے قاتل کو اس کے خیمے میں دیکھا۔ اور ایک دن دوپہر کو اس کے خیمے میں جا کر اسے قتل کر دیا۔ ؛

حبیب کی شہادت سے امام حسینؓ کو سخت رنج ہوا۔ انھوں نے کہا کہ میں اپنے حامیوں کا خدا کے پاس محاسبہ کرونگا حر اور زہیر ابن قین نہایت شدت سے لڑنے لگے۔ جب ان میں سے ایک لڑتے لڑتے دشمن کی صفوں میں داخل ہو جاتا تو دوسرا اس کی خلاصی کے لئے حملہ کرتا۔ کچھ عرصے تک تو ان کو اسی طرح غلبہ رہا۔ پھر غنیم کے پیادوں نے حُر پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ ابو ثمامۃ الصائدی

نے اپنے چچیرے بھائی کو مارا جو انکا دشمن تھا۔ پھر انھوں نے ظہر کی نماز پڑھی۔
اور امام حسینؓ نے ان کے ساتھ صلواۃ الخوف ادا کی۔ ✻

دوپہر کے بعد پھر جنگ جاری ہوئی۔ اور سخت ہوئی۔ وہ لوگ امام حسینؓ تک پہنچ گئے۔ حنفی نے امام حسینؓ کے سامنے ہو کر اپنے کو تیروں کا نشانہ بنا دیا۔ وہ لوگ ان پر تیر چلاتے رہے۔ مگر وہ بھی برابر امام حسینؓ کے سامنے ڈٹے رہے۔ اور آخر کار شہید ہوئے۔ زہیر ابن قین نے بھی نہایت بے جگری سے لڑنا شروع کیا۔ مگر کثیر ابن عبد اللہ الشعبی اور مہاجر ابن اوس نے حملہ کر کے ان کو بھی شہید کر دیا۔ نافع ابن ہلال البجلی نے اپنے زہر آلودہ تیروں پر اپنا نام لکھ دیا تھا۔ ان سے انھوں نے غنیم کے بارہ آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اور جو لوگ زخمی ہوئے وہ علٰحدہ تھے۔ ان پر بھی حملے ہوئے جن سے ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ اور وہ اسیر ہو گئے۔ شمر ابن ذی الجوشن ان کو پکڑ کر عمر ابن سعد کے پاس لے گیا۔ خون ان کے چہرے پر سے بہ رہا تھا اور وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ زخمیوں کے علاوہ میں نے تمہارے بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اور اگر میرے ہاتھ اور بازو باقی رہتے تو تم مجھے قید نہ کر سکتے۔ شمر نے ان کے قتل کے لیئے اپنی تلوار سونتی تو انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم مسلمان ہوتے تو تم پر یہ بات بہت گراں گذرتی کہ تم ہمارے خونوں کے ساتھ اللہ سے ملو۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنے پیدا کردہ شریر النفس لوگوں کے ہاتھوں ہماری موتیں مقدر کیں۔ شمر نے ان کو قتل کر دیا۔ ✻

پھر شمر نے امام حسینؓ کے ہمراہیوں پر حملہ کیا۔ جنھوں نے دشمن کی تعداد کو بڑھتا ہوا دیکھ کر۔ اور امام حسینؓ اور اپنے لیئے مدافعت کی سبیل نہ پا کر۔ امام حسینؓ کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے عروۃ الغفاری کے دو بیٹے عبد اللہ اور عبد الرحمٰن الغفاری نے ان کے پاس آکر کہا کہ لوگوں نے ہمیں گھیر کر آپ کے پاس آنے پر مجبور کیا ہے۔ یہ کہہ کر ان کے سامنے ہو کر لڑنے لگے۔ پھر دو جابری جوان یعنی سیف ابن حارث بن سریع اور مالک ابن عبد ابن سریع آئے۔ وہ دونوں چچازاد بھائی مگر ایک ہی ماں کے بیٹے تھے۔ ان دونوں کو روتا دیکھ کر امام حسینؓ نے کہا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟

مجھے امید ہے کہ تھوڑی دیر میں تم میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو گے۔ انھوں نے کہا کہ ہم اپنی جانوں کے لیئے نہیں روتے بلکہ آپ کے لیئے روتے ہیں کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ اور ہم آپ کی طرف سے مدافعت نہیں کر سکتے۔ امام حسینؑ نے کہا کہ خدا تم کو متقین کی سی جزا دے۔ پھر حنظلہ ابن اسعد الشبامی آئے اور امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر۔ بلند آواز سے کہنے لگے۔ اے لوگو! میں تمہارے لیئے یوم الاحزاب اور اقوام نوح و عاد و ثمود اور ان کے بعد کی اقوام کی طرح انجام پذیر ہونے سے ڈرتا ہوں۔ اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اے لوگو مجھے تمہاری طرف سے روز قیامت کا ڈر ہے۔ جس دن تم بھاگتے پھرو گے۔ اور سوائے خدا کے تم کو کوئی بچانے والا نہ ہو گا۔ اور جس کو خدا ہی گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اے لوگو۔ امام حسینؑ سے جنگ نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا تم کو سخت عذاب میں مبتلا کر دے۔ افترا پرداز ہمیشہ ناکام ہی رہتا ہے۔ امام حسینؑ نے ان سے فرمایا کہ خدا تم پر رحم کرے۔ ان لوگوں نے عذاب کو اسی وقت سے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ جب سے کہ انھوں نے میری دعوت حق کو رد کیا ہے اور اب وہ اس ارادے سے اٹھے ہیں کہ تم کو اور تمہارے ہمراہیوں کو شہید کر دیں۔ پھر اب کہ انھوں نے تمہارے دوسرے برادران صالحین کو قتل کر دیا ہے وہ کیسے باز آ سکتے ہیں۔ حنظلہ نے امام حسین اور ان کے اہل بیت پر سلام و درود بھیجا اور آگے بڑھ کر لڑنے لگے اور شہید ہو گئے۔

اس کے بعد دونوں جابری جوان آگے بڑھے۔ امام حسینؑ سے رخصت ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ پھر عابس ابن ابی شبیب الشاکری اور شوذب (شاکری کا غلام) آگے بڑھے اور جنگ میں مشغول ہوئے۔ شوذب شہید ہو گئے مگر عابس نے دست بدست جنگ کا مطالبہ کیا۔ لوگ ان کی شجاعت کی وجہ سے الگ الگ ہونے لگے۔ تو عمر نے اُن سے کہا کہ اس پر سنگباری کرو۔ اس لیئے انھوں نے ہر طرف سے ان پر سنگباری شروع کی عابس نے یہ دیکھ کر اپنی زرہ اور خود اتار کر ان پر حملہ کیا۔ اور ان کو بھگا دیا۔ مگر وہ

لوگ پھر پلٹ کر ان پر حملہ آور ہوئے اور ان کو شہید کر دیا۔ اور متعدد لوگوں نے ان کو شہید کرنے کا دعوٰے کیا۔

ضحاک ابن عبداللہ المشرقی امام حسینؓ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے ابن رسولؐ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ جب تک آپ کے خلاف لڑنے والے باقی رہیں گے میں آپ کی طرف سے جنگ کرتا رہونگا۔ لیکن جب کسی کو لڑتا نہ دیکھوں گا تو میرے لئے واپس چلا جانا جائز ہو گا۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اگر تم ایسا کر بھی سکے تو جان بچا کر کیسے جا سکو گے۔ گو کہ تمھارے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ کہا جب میں نے اپنے ہمراہیوں کے گھوڑوں کو کٹتے دیکھا تو میں اپنے گھوڑے کو ایک خیمے میں چھوڑ آیا تھا اور میں پیدل ہی لڑتا رہا اور دو کو تو مارا اور ایک کا ہاتھ کاٹ دیا۔ انھوں نے کئی بار امام حسینؓ کی طرف سے لوگوں کو دعوت دی پھر کہنے لگے کہ میں نے اپنا گھوڑا باہر نکال لیا اور اس پر بیٹھ کر اپنے مقابل کے آدمیوں پر حملہ کر دیا۔ وہ میرے سامنے سے ہٹ گئے۔ ان میں سے پندرہ آدمی میرے ساتھ ہو گئے۔ اسی طرح میں آگے بڑھتا چلا گیا اور بچ گیا۔

ابو شعثاء الکندی یعنی یزید ابن ابی زیاد امام حسینؓ کے آگے کھڑے ہو کر دو زانو ہو گئے اور تو بر تو ایک سو تیر چلائے۔ جن میں سے پانچ تیر بھی ساقط نہیں ہوئے اور جب جب وہ تیر چلاتے تھے تو امام حسینؓ یہ دعا کرتے تھے کہ اے خدا ان کے تیروں کو مضبوط کر اور ان کو جنت کا ثواب عطا کر۔ یہ یزید عمر ابن سعد کے ہمراہ روانہ ہوئے تھے۔ مگر جب ان لوگوں نے امام حسینؓ کے شرائط کو رد کر دیا تو وہ امام حسینؓ کی طرف آ گئے۔ اور ان کے آگے ہو کر لڑنے لگے۔ اور وہی سب سے پہلے شہید ہوئے۔ مگر عمرو ابن خالد الصیداوی۔ جبار بن حارث السلمانی سعد (مولائے عمرو ابن خالد) اور مجمع بن عبیداللہ العائذی نے سب سے پہلے جنگ شروع کی۔ لیکن جب یہ سب ان لوگوں میں گھستے چلے گئے۔ تو ان لوگوں نے ان کو ان کے ہمراہیوں سے علیحدہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر عباس ابن علیؓ نے حملہ کیا۔ اور اُن کو اُن کے ہاتھوں سے چھڑا لائے۔ گو کہ وہ سب

اس وقت تک زخمی ہو چکے تھے۔ جب اُن کے دشمن ان کے قریب آئے۔ اور انھوں نے ان پر حملہ کیا۔ تو وہ بھی زور و شور سے لڑے اور لڑتے لڑتے آغاز جنگ ہی میں ایک مقام پر مارے گئے۔ امام حسینؓ کے اصحاب میں سے آخری شخص جو بچا وہ سوید ابن ابی المطاع الخثعمی تھا۔

بنو ابی طالب کے خاندان میں سے اس دن سب سے پہلے علی اکبر ابن حسینؓ شہید ہوئے۔ جن کی والدہ لیلےٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفیہ تھیں سبب یہ ہوا کہ وہ حملہ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔ (ترجمہ):-

"میں علی ابن حسینؓ ابن علیؓ ہوں۔ خانۂ کعبہ کے رب کی قسم ہے کہ ہم نبی کے ساتھ اولےٰ ہیں۔ قسم ہے اللہ کی کہ ہم پر کوئی دوغلے کا بچہ حاکم نہیں ہو سکتا۔" ان کے کئی مرتبہ ایسا کرنے پر مرۃ ابن منقذ العبدی نے ان پر نیزے کا وار کیا۔ وہ گر گئے۔ اور لوگوں نے بڑھ کر ان کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ امام حسینؓ ان کی یہ حالت دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ اے میرے بچے جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے۔ خدا ان کو قتل کرے۔ اُف یہ لوگ خدا کے مقابلے میں اور رسول اللہ کی آبرو ریزی میں کیسے دلیر ہیں۔ تیرے بعد دنیا ایک چٹیل میدان ہے۔ پھر امام حسینؓ اپنے چند جوانوں کو ہمراہ لے کر ان کی طرف گئے اور فرمایا اپنے بھائی کو اٹھا کر لے چلو۔ چنانچہ وہ اٹھا کر لے گئے۔ اور جن خیموں کے سامنے وہ لڑ رہے تھے۔ انھیں کے پاس لے جا کر رکھ دیا۔ پھر عمرو ابن صبیح نے عبد اللہ ابن مسلم ابن عقیل کے تیر مارا انھوں نے اپنا ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ لیا جسے وہ نہ اٹھا سکے۔ عمرو نے پھر ایک تیر مارا اور ان کو شہید کر دیا۔

اس کے بعد ان لوگوں نے ہر طرف سے حملہ کیا۔ چنانچہ عبد اللہ ابن قطبۃ الطائی نے عون ابن عبد اللہ ابن جعفر کو شہید کیا۔ عثمان ابن خالد ابن اسیر الجہنی اور بشر ابن سوط الہمدانی نے عبد الرحمٰن ابن عقیل ابن ابی طالب کو شہید کیا اور عبد اللہ ابن عروۃ الخثعمی نے جعفر ابن عقیل کو نشانہ بنایا۔ قاسم ابن حسنؓ ابن علیؓ تلوار لے کر حملہ آور ہوئے۔ مگر عمرو ابن سعد ابن نفیل نے ان کے حملے کا جواب دیا۔ اور تلوار سے ان کے سر پر ایسا وار کیا کہ قاسم منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور

"یا عماہ" کہہ کر پکارا- امام حسینؓ ان کی آواز سن کر بے تحاشا بھاگے ہوئے گئے۔ اور شیر کی طرح حملہ کر کے عمرو پر تلوار سے وار کیا۔ اس نے ہاتھ پر لیا کہنی سے اس کے ہاتھ کو جدا کر دیا۔ اس نے غل مچایا۔ کوفے کے سواروں نے عمرو کو چھڑانے کے لئے اپنے سینوں سے اس کا استقبال کیا۔ اور گھوڑوں کی دوڑ میں عمرو روندا گیا اور مرگیا۔ جب غبار کھل گیا تو امام حسینؓ قاسم کے سرہی کے پاس کھڑے تھے اور قاسم کے پیر حرکت کر رہے تھے اور امام حسینؓ کہتے تھے۔ وہ قوم خدا کی رحمت سے دور ہو جائے جس نے تم کو شہید کیا۔ اور جن کے مدعی تمہاری طرف سے تمہارے دادا ہوں گے۔ ہاں تو اپنے چچا کو صبر کرلے۔ جو تیرے بلانے پر جواب ہی نہیں دیتا۔ اور جواب دیتا بھی ہے تو اس کی آواز تجھ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ خدا کی قسم مارنے والے تو بہت ہیں مگر مددگار کوئی بھی نہیں۔ پھر وہ قاسم کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا کرلے گئے اور ان کو اپنے صاحبزادے علی اکبر اور دیگر شہدائے اہل بیت کے پاس ڈال دیا۔

امام حسینؓ ٹھیرے رہے اور صبح کا زیادہ حصہ گذر گیا۔ جب کبھی کوئی شخص ان کی طرف آتا تو واپس چلا جاتا۔ ان کو ضرر پہنچانے سے کراہیت کرتا اور اپنے سر پہ گناہ عظیم نہ لینا چاہتا۔ آخر کار بنو کندہ کا ایک شخص جس کو مالک ابن نسیر کہا کرتے تھے ان کے پاس آیا اور تلوار سے ان کے سر پر وار کیا۔ جس سے ان کی ٹوپی (برنس) کٹ گئی ان کا سر خون آلود ہو گیا۔ اور ٹوپی خون سے بھر گئی۔ امام حسینؓ نے اس کو کہا کہ اس ہاتھ سے تجھ کو کھانا پینا نصیب نہ ہو اور خدا ظالموں کے ساتھ تیرا حشر کرے پھر انھوں نے اسے اُتار کر پھینک دیا اور قلنسوہ (ٹوپی) پہن لیا۔ کندی نے وہ پہلی ٹوپی اٹھائی اور اپنے اہل وعیال میں پہنچکر اسے دھونے بیٹھا تو اس کی بیوی نے کہا کیا ابن رسول اللہ سے چھینا ہوا لباس تو میرے گھر میں داخل کرتا ہے۔ میرے پاس سے چلا جا۔ کہتے ہیں کہ اس شخص نے موت تک نہایت بدحالوں فقیری میں بسر کی۔

امام حسینؓ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو (جو ابھی صغیر سن ہی تھے) بلا کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ بنو اسد کے ایک شخص نے انھیں تیر سے ذبح کر دیا۔ امام حسینؓ نے

عبداللہ کا خون زمین پر گرا دیا۔ اور کہا کہ اے میرے پروردگار۔ اگر تو نے آسمان سے ہماری مدد بالکل بند کر دی ہے۔ تو اس امر کو ہماری بہتری کا ذریعہ بنا دے۔ اور ان ظالموں سے بدلہ لے۔ پھر عبداللہ ابن عقبۃ الغنوی نے ابو بکر ابن حسینؓ ابن علیؓ کو تیر سے شہید کر دیا۔ عباس ابن علی نے اپنے ہم مادر بھائیوں یعنی عبداللہ۔ جعفر۔ اور عثمان سے کہا کہ تم آگے بڑھو تا کہ میں تمہارا وارث بنوں۔ کیونکہ تمہارے اولاد نہیں ہے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور شہید ہوئے۔ ہانی بن ثبیت الحضرمی نے حملہ کر کے عبداللہ بن علی کو اور پھر جعفر بن علی کو شہید کر دیا۔ اور خولی بن یزید الاصبحی نے عثمان بن علی پر تیر مارے اور بنی ابان بن دارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کیا۔ اور شہید کر کے ان کا سر اٹھا کر لے گیا۔ بنو ابان ہی کے ایک فرد نے محمد ابن علیؓ ابن ابی طالب پر حملہ کر کے ان کو شہید کیا۔ اور سر لے گیا۔ وہاں کے ایک خیمے میں سے ایک لڑکا اپنے ہاتھ میں ایک لکڑی لئے کچھ خوف زدہ سا ہو کر نکلا اس پر ایک شخص (کہتے ہیں کہ وہ ہانی ابن ثبیت الحضرمی تھا) نے حملہ کیا اور قتل کر دیا۔ ؕ

امام حسینؓ کی پیاس نے شدت اختیار کی تو پانی کی غرض سے دریائے فرات کی طرف گئے۔ حصین ابن نمیر نے ان پر ایک تیر پھینکا جو ان کے منہ پر جا کر لگا۔ امام حسینؓ نے اپنے خون کو اپنے ہاتھ میں جمع کر کے آسمان کی طرف پھینکا اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ یا اللہ۔ میں تیرے پاس اس سلوک کی شکایت کرتا ہوں جو تیرے نبی (صلعم) کے نواسے سے ہو رہا ہے۔ یا الٰہی ان لوگوں کو گن گن کر مار اور چن چن کر ہلاک کر۔ اور ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑ۔ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ان کے تیر مارا تھا۔ وہ (حصین ابن نمیر نہ تھا۔ بلکہ) بنو ابان ابن دارم میں سے کوئی شخص تھا۔ اور یہ کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد خدائے تعالےٰ نے اسے پیاس کے مرض میں مبتلا کر دیا کہ کبھی وہ پانی سے سیر ہی نہ ہوتا تھا۔ حالانکہ اس کے لئے پنکھے ہلائے جاتے تھے اور اس کو ٹھنڈا پانی اور شربت دیا جاتا تھا بڑے قدح میں دودھ دیا جاتا تھا۔ پھر بھی وہ کہتا تھا کہ مجھے پانی دو۔ اسے پانی کا کوزہ یا بڑا قدح دیا جاتا۔ اور وہ پی جاتا تھوڑی دیر آرام سے لیٹتا اور پھر یہی کہتا کہ مجھے پانی دو۔

مجھے پیاس نے مار ڈالا قلیل عرصے میں اس کا شکم اونٹ کے شکم کی طرح پھول کر پھٹ گیا۔ ان شہادتوں کے وقوع کے بعد شمر ابن ذی الجوشن تقریباً دس پیادوں کو لے کر امام حسینؓ کی فرودگاہ کی طرف بڑھا اور سب ان کے اور ان کی فرودگاہ (خیمہ) کے مابین حائل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر امام حسینؓ نے ان سے کہا کہ خدا تمھیں برباد کرے۔ اگر تمھارا کوئی دین مذہب نہیں ہے اور تم روز قیامت سے نہیں ڈرتے تو کم از کم شریف اور ذی حسب انسان تو بنو۔ تم اپنے طاغیوں اور جاہلوں کو میرے سامان اور اہل و عیال سے تو روکو۔ انھوں نے جواب دیا کہ اے ابن فاطمہؓ تمھاری یہ درخواست منظور کیجاتی ہے۔ پھر شمر اپنے آدمیوں کو لے کر جن میں ابوالجنوب (جس کا نام عبدالرحمن الجعفی تھا) قشعم ابن نذیر الجعفی۔ صالح ابن وہب الیزنی سنان ابن انس النخعی۔ اور خولی ابن یزید الاصبحی شامل تھے۔ امام حسینؓ کی طرف بڑھا اور ان کو امام حسینؓ کے خلاف برانگیختہ کرنے لگا۔ امام حسینؓ ان پر حملہ کرتے تھے اور وہ ہٹ ہٹ جاتے تھے۔ پھر ان لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ امام حسینؓ کے اہل کا ایک لڑکا ان کے پاس آ کر پہلو بہ پہلو کھڑا ہو گیا۔ بجر ابن کعب ابن تیم اللہ بن ثعلبہ نے امام حسینؓ پر تلوار سے حملہ کیا۔ لڑکے نے کہا کہ اے خبیثہ کے بچے کیا تو میرے چچا کو شہید کرتا ہے۔ بجر نے لڑکے پر تلوار سے وار کیا۔ جسے اس نے ہاتھ پر لیا۔ مگر پھر بھی وہ جلد کو کاٹ ہی گئی۔ لڑکے نے "دیا امتاہ" کہہ کر چیخ ماری۔ امام حسینؓ نے اسے گلے سے لگایا اور کہا کہ اے میرے بھتیجے جو تجھ پر پڑ رہی ہے اس پر صبر کر۔ خدائے تعالے تجھے تیرے طاہر اور صالح آباؤ اجداد۔ یعنی رسول اللہ صلعم۔ علیؓ۔ حمزہؓ۔ جعفرؓ۔ حسنؓ سے ملا دے گا۔ پھر کہا کہ یا الٰہی ان لوگوں سے آسمان کی بارش کو روک دے اور زمین کے برکات ان کے لئے بند کر دے۔ خدایا۔ اگر تو ان لوگوں کو کچھ عرصے تک رہنے دینا چاہتا ہے تو بھی ان کے کئی کئی فرقے کر دے۔ ان کے طریقوں میں اختلاف پیدا کر دے اور ان سے حکام کو کبھی خوش نہ کر کیونکہ انھوں نے ہم کو اس لئے بلایا تھا کہ وہ ہماری مدد کرینگے۔ مگر انھوں نے ہم سے عداوت کی اور ہم کو قتل کیا۔ پھر انھوں نے

غنیم کے پیادوں پر شمشیر زنی کی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔!

جب امام حسینؓ کے پاس صرف تین یا چار آدمی رہ گئے تو انھوں نے ایک پاجامہ منگوایا۔ اس کو کسی قدر پھاڑ کر پہن لیا تا کہ کوئی شخص آپ کے بدن سے اُسے اتار نہ لے جائے۔ کسی نے کہا کہ کاش آپ اس کے نیچے چھوٹا پائجامہ پہنتے کہا کہ وہ ذلت کا لباس ہے۔ مجھے نہیں پہننا چاہئے۔ جب وہ شہید ہو گئے تو بحر ابن کعب نے انکا ازار لے لیا۔ کہتے ہیں کہ اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ موسم سرما میں اس کے دونوں ہاتھوں میں سے پانی ٹپکا کرتا تھا۔ اور موسم گرما میں وہ بالکل لکڑی کی طرح خشک ہو جاتے تھے۔ غرض کہ لوگوں نے ان پر ان کے جانب راست وچپ سے حملہ کرنا شروع کیا۔ پہلے انھوں نے اپنی داہنی طرف سے لوگوں پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا۔ پھر بائیں طرف کے دشمنوں سے بھی ایسا ہی کیا گیا۔ کبھی کسی بے یار و مددگار شخص کو (کیونکہ ان کے بیٹے۔ اہل بیت۔ اور اصحاب سب کے سب شہید ہو چکے تھے) ان سے زیادہ مربوط۔ پرجوش۔ قوی دل۔ اور جری نہیں دیکھا گیا۔ کیونکہ ان پر حملہ کرنے والے ان کے چپ و راست سے اس طرح چھنٹ چھنٹ کر الگ ہو جاتے تھے کہ جیسے کوئی بھیڑیا بکریوں میں جا پڑے اور وہ ڈر ڈر کر بھاگیں اس اثناء میں کہ ان کی یہ کیفیت تھی حضرت زینب باہر نکلیں اور کہنے لگیں۔ اے کاش کہ آسمان زمین پر گر پڑتا اور اس کو ڈھانپ لیتا۔ اتنے میں عمر ابن سعد قریب آ گئے حضرت زینب نے ان سے کہا کہ اے عمر۔ کیا ابو عبداللہ شہید ہوں گے اور تم دیکھتے رہو گے۔ یہ سن کر عمر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ان کے رخساروں اور ڈاڑھی پر گرنے لگے۔ اور انھوں نے زینب کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا حضرت امام حسینؓ ایک اونی جبہ پہنے ہوئے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے وسمے سے خضاب لگایا تھا۔ اور ایک بہادر شہسوار کی طرح پاپیادہ ہی لڑ رہے تھے۔ وہ تیروں کے واروں کو رد کرتے جاتے تھے اور دشمنوں کی صفوں میں جس قدر خلل ہو جاتا تھا اسے غنیمت شمار کرتے ہوئے ان پر حملہ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے:۔ کیا تم میرے قتل کے لئے جمع ہوئے ہو۔ ہاں خدا کی قسم تم میرے بعد خدا کے کسی ایسے بندے

کو نہ قتل کروگے جس کے قتل سے میرے قتل سے زیادہ تم پر خدا کو غضب آئے۔ اور خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ خدائے تعالےٰ تمہاری ذلت وخواری سے مجھے مکرم بنائیگا۔ پھر میری طرف سے تم سے بدلہ لیگا۔ اور ایسا لیگا جس کا تمھیں سان وگمان نہ ہوگا۔ بخدا اگر تم نے مجھے قتل کردیا تو خدا تمھارے آپس میں جنگ وجدال برپا کردے گا۔ اور تمھارے خون بہائے گا اس کے بعد بھی تم سے راضی نہ ہوگا۔ اور تم کو دُگنا دردناک عذاب دے گا۔

امام حسینؓ ان میں بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ اور اگر لوگ چاہتے تو ان کو شہید کرسکتے تھے مگر ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ ایک دوسرے کی پناہ لیتا پھرتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ باقی اور لوگ یہ کام کریں اور وہ خود نہ کرے۔ یہ کیفیت دیکھکر شمر نے لوگوں کو للکار کر کہا کہ تمھارا بُرا ہو تم لوگ کس انتظار میں ہو۔ اس شخص کو قتل کیوں نہیں کردیتے۔ تمھاری مائیں تم کو روئیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے ہر طرف سے حملہ کیا۔ چنانچہ زرعہ بن شریک التیمی نے امام حسینؓ کے بائیں ہاتھ اور کندھے پہ تلوار ماری اور پھر سب ان کے پاس سے ہٹ گئے۔ امام حسینؓ کی یہ حالت تھی کہ کبھی وہ کھڑے ہوتے کبھی منہ کے بل گرجاتے۔ ایسی حالت میں سنان ابن انس النخعی نے ان پر نیزے سے وار کیا اور وہ گرگئے۔ سنان نے خولی ابن یزید سے کہا کہ ان کا سر کاٹ لو۔ اس نے چاہا کہ ایسا کرے۔ مگر ضعف اور کپکپی کی وجہ سے ایسا نہ کرسکا۔ سنان بولا کہ خدا کرے تیرا ہاتھ کٹ جائے۔ اور گھوڑے سے اتر کر امام حسینؓ کو شہید کیا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ) اور ان کا سر کاٹ کر خولی کو دیدیا۔ پھر جو کچھ کہ ان کے جسم پر تھا لوٹ لیا گیا۔ چنانچہ بحر ابن کعب نے ان کا پاجامہ تک اتار لیا۔ قیس ابن اشعث نے ان کی پشمینے کی چادر اتارلی (اور اسی وجہ سے اس واقعے کے بعد اس کا نام قیس قطیفہ یعنی چادر والا قیس ہوگیا) اسود الاودی نے ان کے پاپوش لے لئے اور بنو دارم کے ایک شخص نے ان کی تلوار لی۔ اس کے بعد لوگ فرشوں اور لباسوں اور اونٹوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سب کچھ لوٹ لیا۔ پھر یہی نہیں کہ ان کے مال واسباب ہی کو لوٹا بلکہ جو کچھ عورتوں کے پاس تھا وہ بھی لے لیا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عورت

اپنی کمر کو ڈھکنے کے لئے کوئی کپڑا اوڑھتی تو وہ بھی اس سے چھین لیا جاتا۔

امام حسینؓ کے جسم میں تینتیس نیزوں کے زخم اور تیروں کے نشانوں کے علاوہ چونتیس تلوار کے ضرب تھے۔ سوید ابن مطاع کا یہ حال ہوا کہ وہ زخمی ہو کر مقتولین کے درمیان گر پڑے اور زخموں سے سخت بیتاب تھے۔ اسی اثناء میں انھوں نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ امام حسینؓ مارے گئے۔ اس سے ان کو کچھ ہلکا پن سا معلوم ہوا۔ اور وہ پھر جست کر کے اٹھے اور ہاتھ میں جو چھری لئے ہوئے تھے (کیونکہ ان کی تلوار پہلے ہی چھینی جا چکی تھی) کچھ دیر تک اسی سے لوگوں سے لڑتے رہے۔ اور آخر کار شہید ہوئے۔ ان کو عروہ ابن بطان التغلبی اور یزید ابن رقاد الجنبی نے شہید کیا اور امام حسینؓ کے ہمراہیوں میں وہ آخری شخص تھے جو شہید ہوئے۔

اس کے بعد وہ لوگ علی ابن حسینؓ ابن علیؓ (زین العابدین) کی طرف چلے اور شمر نے ان کو بھی قتل کرنا چاہا۔ مگر حمید ابن مسلم نے اس سے کہا کہ کیا تم بچوں کو بھی قتل کرنا چاہتے ہو۔ اس وقت علی زین العابدین مریض تھے۔ پھر عمر ابن سعد نے آکر کہا کہ ان عورتوں کے خیمے میں ہرگز کوئی نہ جائے۔ اور نہ کوئی اس مریض لڑکے سے کسی قسم کا تعرض کرے۔ اور اگر کسی نے ان کے مال و متاع سے کچھ لیا ہو تو اسے چاہئے کہ واپس کر دے۔ مگر کسی نے کوئی چیز واپس نہ کی۔

لوگوں نے سنان ابن انس النخعی سے کہا کہ تم نے حسینؓ ابن علیؓ بلکہ حسینؓ ابن فاطمہؓ بنت رسول اللہ (صلعم) کو قتل کر کے سب سے بڑے خطرناک عرب کو شہید کیا ہے۔ جو ان لوگوں کی سلطنت کو مٹانا چاہتا تھا۔ اب تم اپنے امراء کے پاس جاؤ۔ اور ان سے اپنا انعام طلب کرو۔ کیونکہ اگر وہ لوگ تم کو اپنے تمام بیت المال کو بھی اس قتل کے انعام میں دیدیں تب بھی کم ہے۔ یہ سن کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ وہ ایک شجاع اور شاعر آدمی تھا۔ مگر اس کے دماغ میں کچھ خلل تھا۔ وہ جا کر عمر ابن سعد کے خیمے کے دروازے کے پاس کھڑا ہوا۔ اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھنے لگا۔ (ترجمہ):۔

"میری رکاب کو سونے اور چاندی سے بھر دو۔ کیونکہ میں نے ایک

نامور سردار کو قتل کیا ہے۔ میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے۔ جو بہ لحاظ مادر و پدر اور نسب میں بہترین آدمی تھا"۔

عمر ابن سعد نے کہا میں جانتا ہوں کہ تو مجنون ہے۔ پھر لوگوں سے کہا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ عمر کے پاس گیا۔ تو انھوں نے ایک لکڑی سے مار کر اسے بٹھلا دیا۔ اور کہا کہ اے مجنون۔ کیا تو ایسی باتیں کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر ابن زیاد تیری یہ باتیں سن لے تو وہ تیری گردن مار دے گا۔

عمر ابن سعد نے عقبہ ابن سمعان یعنی رباب بنت امری القیس زوجۂ امام حسینؓ کے غلام کو گرفتار کر کے اس سے پوچھا کہ تو کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک عبد مملوک ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے اسے چھوڑ دیا اور ان لوگوں کے ہاتھ سے یا تو یہ شخص بچا یا مرقع ابن ثمامہ الاسدی محفوظ رہا۔ جس نے اپنے تیروں کو بکھیر دیا اور برابر لڑتا رہا تھا۔ پھر اس کی قوم کے چند لوگ اس کو امان دلوا کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ لیکن ابن زیاد کو اس کا حال معلوم ہوا تو اس نے زارہ کی طرف اسے جلاوطن کر دیا۔

بعد ازاں عمر ابن سعد نے اپنے ہمراہیوں سے پکار کر پوچھا کہ کون اس بات کے لئے آمادہ ہے کہ حسینؓ کی طرف جائے اور اپنے گھوڑے سے اس کو روند ڈالے۔ دس آدمی اس کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ان میں اسحٰق ابن حیوۃ الحضرمی بھی تھا۔ جس نے امام حسینؓ کی قمیص چھینی تھی۔ اور بعد میں مرض برص میں مبتلا ہو گیا تھا۔ غرض کہ ان لوگوں نے آ کر امام حسینؓ کو گھوڑے سے روندا یہاں تک کہ ان کی کمر اور سینہ بالکل ریزہ ریزہ ہو گیا۔

امام حسینؓ کے اصحاب میں سے جو لوگ مارے گئے تھے ان کی تعداد بہتر تھی۔ امام حسینؓ اور ان کے اصحاب مقتولین کو ان کی شہادت کے ایک دن بعد اہل غاضریہ نے دفن کیا جو قبیلہ بنو اسد سے تھے۔ عمر ابن سعد کے ہمراہیوں میں سے علاوہ زخمیوں کے اٹھاسی آدمی مارے گئے۔ عمر نے انکی

نماز جنازہ ادا کی اور ان کو دفن کیا۔

امام حسینؓ کی شہادت کے بعد عمر ابن سعد نے ان کے اور ان کے اصحاب کے سر خولی بن یزید اور مسلم ابن حمید کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس روانہ کئے۔ خولی قصر کو بند پاکر اپنے گھر کو گیا۔ اور سر کو وہیں ایک درخت کے تھانولے میں رکھ دیا۔ اپنی خوابگاہ میں داخل ہوا اور اپنی زوجہ نوار سے کہا کہ میں تیرے لئے ہمیشہ کی دولتمندی لایا ہوں۔ یہ دیکھ امام حسینؓ کا سر تیرے گھر میں رکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ڈوب مرو۔ لوگ تو سونا چاندی لائے ہیں اور تم ابن رسول اللہ صلعم کا سر لے کر چلے ہو۔ خدا کی قسم میرا اور تمہارا سر دونوں ایک مکان میں جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کر باہر مکان میں گئی۔ اس کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہی تھی کہ ایک نور برابر آسمان سے اس تھانولے تک عمود کی طرح آ رہا تھا۔ اور ایک سفید پرند اس کے ارد گرد منڈلا رہا تھا۔ الغرض جب صبح ہوئی تو خولی اس سر کو لے کر ابن زیاد کے پاس گیا۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ سروں کو وہ نہیں۔ بلکہ شمر۔ قیس ابن اشعث۔ عمرو ابن حجاج اور عروہ ابن قیس لے گئے۔ بہرکیف ابن زیاد نے مجلس قائم کر کے لوگوں کو اپنے پاس بلایا۔ تمام سر اس کے سامنے پیش کئے۔ وہ امام حسینؓ کے سامنے والے دانتوں پر ایک چھڑی سے گھنٹہ بھر تک ٹھوسنیاں دیتا رہا۔ جب زید ابن ارقم نے دیکھا کہ وہ کسی طرح اس لکڑی کو ہٹاتا ہی نہیں تو انھوں نے کہا کہ تم اس لکڑی کو ان دانتوں سے ہٹالو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ میں نے رسول اللہ کے لبہائے مبارک کو دیکھا ہے کہ وہ ان لبوں کو چومتے تھے۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا تمہاری آنکھوں کو رلائے۔ اگر تم سترے بہترے نہ ہوتے اور تمہاری عقل زائل نہ ہو گئی ہوتی۔ تو میں ضرور تمہاری گردن مار دیتا۔ یہ سن کر زید ابن ارقم وہاں سے باہر آ گئے اور کہنے لگے کہ اے اہل عرب۔ آج کے دن سے تم سب غلام ہو۔ تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر کے ابن مرجانہ کو اپنا حاکم بنایا ہے۔ جو تمہارے بہترین آدمیوں کو قتل کرتا اور بدترین لوگوں کو غلام بناتا ہے۔ اور تم اس ذلت سے خوش ہو۔ خدا کرے کہ مٹ جائے وہ جو ذلت و خواری سے خوش ہو۔

عمر نے امام حسینؓ کی شہادت کے دو دن بعد تک وہیں اقامت کی۔ پھر کوفے گئے۔ اور اپنے ہمراہ امام حسینؓ کی بیٹیوں اور بہنوں اور دیگر متعلقین کو بھی لیتے گئے۔ علی ابن حسینؓ اس وقت بیمار تھے۔ وہ لوگ ان سب کو لئے ہوئے امام حسینؓ اور مقتولین کی لاشوں کے پاس سے گذرے تو عورتوں نے رونا اور منہ پیٹنا شروع کیا۔ امام حسینؓ کی ہمشیرہ حضرت زینب نے رو کر کہا کہ اے محمدؐ! ملائکہ آپ پر درود بھیجیں۔ یہ دیکھئے بیچارے حسینؓ اس چٹیل میدان میں خون میں لتھڑے ہوئے اور اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے ہیں۔ آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ اور آپ کی اولاد مقتول ہے اور تیز ہوائیں ان پر مٹی اڑا رہی ہیں۔ انھوں نے اپنے بین سے ہر دشمن و دوست کو رلا دیا۔ جب ان سب کو ابن زیاد کے پاس پیش کیا گیا تو حضرت زینب نے نہایت ذلیل لباس پہن کر اپنی بالکل بری حالت بنالی اور ان کی لونڈیاں انھیں گھیرے ہوئے تھیں۔ عبید اللہ نے پوچھا کہ یہ کون عورت بیٹھی ہے۔ مگر انھوں نے اس سے کلام نہ کیا۔ ابن زیاد نے تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر ان کی ایک لونڈی نے کہا کہ یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ ابن زیاد نے ان سے کہا کہ تمامتر شکر ہے اس خدا کا جس نے تم کو رسوا کیا اور قتل کیا اور تمہارے اس نئے فساد کو باطل کر دیا۔ حضرت زینب نے جواب دیا کہ تمام تر حمد ہے اس اللہ کی جس نے ہم کو محمد (صلعم) کے ذریعے مکرم بنایا اور پاک صاف کیا۔ بات وہ نہیں جو تو کہتا ہے بلکہ فاسق رسوا ہوتا ہے اور فاجر جھٹلایا جاتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ یہ بتلاؤ کہ اللہ نے تمہارے اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کہا کہ ان کے مقدر میں قتل ہونا لکھدیا تھا اس لئے وہ اپنے مقام قتل میں گئے۔ عنقریب خدا تجھ کو اور ان کو جمع کر دیگا۔ پھر تم سب اس کے سامنے آپس میں جھگڑو گے۔" ابن زیاد یہ سنکر غصے میں آگیا اور کہا کہ تمہارے طاغیہ (یعنی امام حسینؓ) اور تمہارے اہل بیت کے مردود اور نافرمان لوگوں سے خدا نے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا ہے۔ یہ سن کر وہ رونے لگیں اور کہا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تو نے میرے متوسط السن لوگوں کو قتل کیا میرے اہل و عیال کو جنگ میں مبتلا کیا۔

میری شاخ کو کاٹا اور میری جڑ کو اُکھاڑ کر پھینک دیا۔ اگر ان ہی باتوں سے تجھے شفا ہوتی ہے تو تو نے ضرور شفا پائی۔ ابن زیاد نے کہا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یہ دلیر ہے تیرا باپ بھی ایک دلاور آدمی تھا۔ انھوں نے کہا کہ بھلا شجاعت کو عورت سے کیا واسطہ۔ جب ابن زیاد نے علی ابن حسینؓ کو دیکھا تو پوچھا کہ تمھارا کیا نام ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ علی ابن حسینؓ۔ پوچھا کیا اللہ نے علی ابن حسینؓ کو قتل نہیں کیا۔ اس کے جواب میں وہ خاموش رہے۔ ابن زیاد نے کہا تم بولتے کیوں نہیں۔ کہا کہ میرا ایک بھائی تھا اس کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ نہیں بلکہ اسے اللہ نے قتل کر دیا۔ علی خاموش ہو گئے۔ ابن زیاد نے پھر کہا۔ تم کلام کیوں نہیں کرتے۔ علی ابن حسینؓ بولے۔ کہ ہاں اللہ ہی سب کو موت کے وقت مارتا ہے۔ اور کوئی نفس اس وقت تک نہیں مر سکتا جبتک کہ اللہ کا حکم نہ ہو ابن زیاد نے کہا تم بھی ان ہی میں سے ایک ہو۔ پھر ایک شخص سے کہا کہ خدا تمھیں سمجھے ذرا اس شخص کو تو دیکھو کیا یہ بالغ ہو گیا ہے میں اسکو بالغ سمجھتا ہوں۔ اس پر مری ابن معاذ الاحمری نے ان کو برہنہ کر کے کہا کہ ہاں بالغ ہو گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے قتل کر دو۔ علی ابن حسینؓ نے پوچھا کہ پھر عورتوں کا متکفل کون ہو گا۔ اس پر حضرت زینب ان سے چمٹ گئیں اور کہا کہ اے ابن زیاد بس اب ہم کو بخش دو۔ کیا تم ابھی تک ہمارے خونوں سے سیراب نہیں ہوئے۔ کیا تم نے ہم میں سے ایک کو بھی باقی چھوڑا ہے۔ یہ کہکر علی ابن حسینؓ کو گلے سے لگا لیا۔ پھر کہا کہ میں تم سے خدا کے نام پر سوال کرتی ہوں کہ اگر تم مومن ہو تو اس کو قتل کرتے ہوئے مجھے بھی قتل کر دینا علی نے ابن زیاد سے کہا کہ اے ابن زیاد اگر تم میں اور ان عورتوں میں کوئی قرابت ہو تو کسی متقی آدمی کو ان کے ساتھ کر دو۔ جو مسلمانوں کی طرح ان کے ساتھ رہے۔ ابن زیاد کچھ دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ اور پھر بولا تعجب ہے ان کی محبت پر کہ خدا کی قسم میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ یہ چاہتی ہیں کہ میں لڑکے کو قتل کر دوں تو ان کو بھی ساتھ ہی قتل کر دوں۔ اچھا اس لڑکے کو بھی عورتوں کے ساتھ ہی جانے دو۔

پھر جماعت کے لئے منادی کرائی۔ لوگ جمع ہوئے۔ اور ابن زیاد نے منبر پر چڑھکر یوں تقریر کی:۔

"تمامتر حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے حق اور اہل حق کو غالب کیا اور امیر المومنین یزید اور اس کی جماعت کی مدد کی۔ اور کذاب ابن کذاب (نعوذ باللہ) حسینؓ ابن علیؓ اور اس کی جماعت کو غارت کیا"۔؛

عبداللہ ابن عفیف الازدی جو آنکھوں سے معذور تھے (کیونکہ ان کی ایک آنکھ جنگ جمل میں اور ایک جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑتے ہوئے جاتی رہی تھی۔ اور وہ ہر وقت مسجد میں رہا کرتے تھے اور رات کو جاتے تھے) ابن زیاد کو یہ کہتے سن کر جھپٹ کر اٹھے اور کہنے لگے کہ اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو ہے اور تیرا باپ۔ اور وہ جس نے تجھ کو والی بنایا اور اس کا باپ۔ اے ابن مرجانہ کیا تو انبیاء کے بیٹوں کو قتل کرتا ہے اور صدیقین کی طرح کا کلام کرتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے میرے پاس پکڑ لاؤ لوگوں نے ان کو پکڑ لیا انھوں نے ازد کا شعار۔ "یا مبرور" کہہ کر آواز دی۔ فوراً بنی ازد کے چند جوان جھپٹے اور ان کو چھین کر لے گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے کسی کو بھیجا جوان کو لے آیا اور قتل کر دیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ عبداللہ کو لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ انھیں وہیں مسجد کے صحن میں لٹکا دیا گیا۔؛

اور ابن زیاد کے حکم سے امام حسینؓ کا سر تمام کوفے میں گشت کرایا گیا۔ ایک بیان کے مطابق امام حسینؓ کا سر پہلا سر تھا جس کو اسلام کے زمانے میں ایک لکڑی پر رکھ کر شہر میں تشہیر کیا گیا۔ مگر صحیح امر یہ ہے کہ اسلام کے دور میں سب سے پہلے عمرو ابن حمق کا سر اس طرح پھیرا گیا تھا۔ پھر ابن زیاد نے امام حسینؓ اور ان کے اصحاب کے سروں کو زحر ابن قیس کے ہمراہ یزید کے پاس لیجانے کیلئے شام کیطرف روانہ کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ایک جماعت بھی گئی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تمام شمر کے ہاتھ بھیجے گئے تھے۔ اور وہ جماعت اسی کے ہمراہ تھی۔ علاوہ ازیں ابن زیاد نے عورتوں اور

بچوں کو بھی ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ علی ابن حسین رض بھی ہمراہ تھے۔ ابن زیاد نے ان کے ہاتھوں اور گلے میں زنجیریں ڈال دی تھیں۔ اور سب کو کجاؤں پر بٹھلا دیا تھا۔ علی ابن حسین رض نے جب تک کہ وہ شام نہ پہنچ گئے ان لوگوں سے مطلق کلام نہ کیا۔ زحر ابن قیس جب یزید کے پاس گیا تو یزید نے پوچھا کہ کہو کیا خبر ہے۔ کہا کہ اے امیر المومنین آپ خدائے تعالےٰ کی فتح و نصرت سے خوش ہو جیئے۔ حسین رض ہمارے مقابلے میں اپنے اہل بیت میں سے اٹھارہ اور اپنی جماعت میں سے ساٹھ آدمی لائے تھے۔ ہم ان کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا کہ وہ امیر عبید اللہ کے حکم کو مانتے ہیں یا جنگ کرتے ہیں۔ انھوں نے جنگ اختیار کی۔ لہٰذا ہم نے آفتاب کے طلوع ہوتے ہی ان پر دھاوا کر دیا۔ ہم نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ یہاں تک کہ تلواروں نے لوگوں کی کھوپریوں میں اپنی جگہ کر لی اور وہ سب اس طرح بھاگنے اور جنگل میں پناہ لینے لگے کہ جیسے چرغ سے کبوتر۔ خدا کی قسم بس اتنی ہی دیر کہ جیسے کوئی اونٹ کو ذبح کرے یا بات کرتے کرتے اونگھ جائے۔ ہم ان کے آخری آدمی تک پہنچ گئے۔ دیکھو وہ ان کے اجسام برہنہ۔ ان کے کپڑے خون میں لتھڑے ہوئے ان کے چہرے خاک میں ملے ہوئے سورج ان کو جھلستا ہوا۔ ہوا ان پر خاک برساتی ہوئی عقاب اور گدھ ان کی زیارت کرتے ہوئے ایک چٹیل میدان میں پڑے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر یزید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اور اس نے کہا کہ میں حسین رض کے قتل کے بدون ہی تمھاری طاعت سے خوش ہوتا۔ خدا ابن سمیہ پر لعنت کرے۔ اور خدا کی قسم اگر میں حسین رض کا جنگ میں مقابل ہوتا تو میں اسے ضرور معاف کر دیتا۔ خدا حسین رض پر رحم کرے اور زحر کو کسی قسم کا انعام نہیں دیا۔ ؏

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب امام حسین رض کا خاندان کوفے پہنچا تو ابن زیاد نے ان کو قید کر دیا۔ اور یزید کے پاس اس امر کی اطلاع بھیجی۔ اسی اثناء میں کہ وہ قید میں تھے ان پر ایک پتھر آ کر گرا۔ جس میں ایک خط بندھا ہوا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا کہ قاصد تمھارے امر کی خبر لے کر یزید کے پاس گیا ہے وہ فلاں دن وہاں پہنچیگا اور فلاں دن وہاں سے واپس آ جائے گا۔ اگر تم تکبیر کی

آواز سنو تو اپنے قتل کا یقین کر لینا۔ اور اگر تم تکبیر نہ سنو تو سمجھ لینا کہ تم کو امان دی گئی ہے۔ پھر قاصد کے آنے سے دو یا تین دن قبل ایک اور پتھر گرا اس میں بھی ایک خط بندھا ہوا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا۔ کہ اب وصیت اور عہد و پیمان کر لو۔ کیونکہ قاصد کی آمد قریب آرہی ہے۔ اس کے بعد قاصد یزید کا حکم لے کر آیا کہ ان کو یزید کے پاس بھیج دیا جائے۔ لہٰذا ابن زیاد نے محفر بن ثعلبہ اور شمر ابن ذی الجوشن کو بلا کر تمام اسباب اور سر ان کے ہمراہ روانہ کر دیئے۔ اور جب وہ دمشق پہنچے تو محفر ابن ثعلبہ نے یزید کے دروازے پر آواز دی کہ ہم تمام لوگوں سے بیوقوف ترین اور بدبخت ترین شخص کا سر لے کر آئے ہیں۔ یزید نے کہا کہ محفر کی ماں نے اس شخص سے بھی زیادہ بیوقوف اور بدبخت ترین بیٹا پیدا نہیں کیا۔ مگر وہ قاطع اور ظالم ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ اندر داخل ہوئے اور سر کو یزید کے سامنے رکھ کر تمام واقعہ بیان کیا۔ یہ سب باتیں ہند بنت عبداللہ ابن عامر بن کریز نے سنیں جو یزید کی بیوی تھی۔ وہ چادر اوڑھ کر باہر آئی اور کہا کہ اے امیر المومنین کیا یہ حسینؓ ابن علیؓ یعنی ابن فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلعم کا سر ہے۔ کہا ہاں اب تم اسے روؤ۔ اور اس ابن بنت رسول اللہ صلعم اور خالص النسب قریشی پر سوگ کرو جسے ابن زیاد نے جلد بازی میں قتل کر دیا ہے۔ خدا اسے غارت کرے۔ پھر لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ لوگ اندر داخل ہونے شروع ہوئے۔ سر یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے امام حسینؓ کے دانتوں کو کھٹ کھٹاتا تھا۔ اس نے کہا کہ اب تو یہ اور ہم ایسے ہیں جیسا کہ حصین ابن حمام کہتا ہے (ترجمہ اشعار):-

"ہماری قوم نے انصاف کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا ان تلواروں نے فیصلہ کر دیا جو ہمارے داہنے ہاتھوں میں ہیں۔ اور جن سے خون ٹپکتا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کی کھوپریاں توڑتی ہیں جو ہم پر غالب تھے۔ اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔"

ابو برزۃ الاسلمی نے کہا کیا تو اپنی چھڑی سے امام حسینؓ کے دانتوں پر کھٹ کھٹاتا ہے۔ خبردار تیری چھڑی ان کے دانتوں میں اس مقام کو مس کر رہی ہے جس کو

میں نے بار ہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ ان کو چوسا کرتے تھے۔ ہاں اے یزید تم قیامت کے دن ایسی حالت میں آؤ گے کہ ابن زیاد تمہارا شفیع ہوگا۔ مگر یہ حسینؓ آئیں گے اور خود محمدؐ ان کے شفیع ہوں گے۔ اور یہ کہکر وہ اٹھکر چلے گئے۔ یزید نے کہا کہ اے حسینؓ۔ خدا کی قسم اگر تم میرے ہاتھ میں ہوتے تو میں ہرگز تم کو قتل نہ کرتا۔ پھر لوگوں سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیوں قتل ہوئے۔ بات یہ ہے کہ وہ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ میرا باپ علیؓ اس کے باپ سے اچھا ہے۔ میری ماں فاطمہؓ اس کی ماں سے اور میرے نانا (صلعم) اس کے نانا سے بہتر ہیں۔ اور میں خود اس سے بہتر اور اس امر کا اس سے زیادہ حقدار ہوں۔ ان کا یہ کہنا کہ ان کا باپ میرے باپ سے اچھا ہے۔ اس بارے میں میرے باپ اور ان کے باپ دونوں نے خدائے تعالیٰ کے پاس احتجاج کیا اور لوگوں نے بخوبی جان لیا کہ فیصلہ کس کے حق میں صادر ہوا۔ ان کا یہ قول کہ ان کی ماں میری ماں سے بہتر ہیں۔ مجھے اپنی ہی جان کی قسم کہ فاطمہ بنت رسول اللہ ضرور میری ماں سے بہتر ہیں۔ پھر ان کا یہ کہنا کہ ان کے نانا رسول اللہ صلعم میرے نانا سے بہتر ہیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ کوئی شخص جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے ہم میں سے کسی کو رسول اللہ صلعم کے برابر یا ہمسر نہ سمجھیگا۔ لیکن وہ اپنی ذاتی سمجھ کی وجہ سے گھائل ہوگئے۔ اور یہ آیت نہ پڑھی کہ۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؓ کی عورتیں اس کے سامنے پیش کی گئیں۔ سر اس کے آگے ہی رکھا ہوا تھا۔ امام حسینؓ کی صاحبزادیاں فاطمہ اور سکینہ گردنیں بلند کر کے سر کو دیکھنے لگیں۔ یزید بھی اونچا ہونے لگا تا کہ یہ سر ان سے چھپا رہے۔ لیکن وہ لڑکیاں سر کو دیکھ کر چیخ اٹھیں۔ علیٰ ہذا القیاس یزید کی عورتیں اور امیر معاویہ کی بیٹیاں بھی چیخنے اور چلانے لگیں۔ فاطمہ بنت حسینؓ جو سکینہ سے بڑی تھیں کہنے لگیں۔ کہ اے یزید کیا رسول اللہ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ یزید نے کہا کہ اے میری بھتیجی۔ میں اس بات کو تو ناگوار سمجھتا تھا۔ فاطمہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس ایک زنبیل تک نہیں رہی۔ یزید نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کو مل گیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو تم سے چھین لیا گیا ہے۔

اہل شام میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس لڑکی (یعنی فاطمہ) کو مجھے دیدو۔ یہ سنکر وہ اپنی ہمشیرہ زینب کے کپڑوں سے چمٹ گئیں۔ جو ان سے بھی بڑی تھیں۔ زینب نے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا۔ تم بدبخت ہو۔ یہ کام نہ تجھ کو جائز ہے۔ اور نہ اُس (یزید) کو۔ یزید نے غصے میں آ کر کہا کہ خدا کی قسم تم خود جھوٹی ہو۔ خدا کی قسم یہ بات میرے اختیار میں ہے۔ اور اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ خبردار۔ خدا کی قسم خدا نے یہ کام تمھارے لئے جائز نہیں کیا۔ یہ اور بات ہے کہ تم ہماری ملت سے خارج ہو جاؤ۔ اور کوئی اور دین ہمارے دین کے سوا اختیار کر لو۔ یزید غصے کے مارے دیوانہ ہو گیا۔ اور کہا کہ تم مجھ سے اس طرح مقابلہ کرتی ہو۔ دین سے تو خارج ہوا تھا۔ تمھارا باپ اور تمھارا بھائی۔ زینب نے جواب دیا کہ اللہ کے اور میرے باپ۔ بھائی اور میرے نانا ہی کے دین سے تو تم نے۔ تمھارے باپ اور دادا نے ہدایت پائی تھی۔ یزید نے کہا اے خدا کی دشمن تو جھوٹ بکتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ تم امیر ہو۔ ظالمانہ گالیاں دیتے ہو۔ اور اپنی بادشاہت کی وجہ سے قہر کرتے ہو۔ یزید اس سے شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد ان سب عورتوں کو باہر لے جا کر یزید کے مکان میں داخل کر دیا گیا۔ پھر یزید کے گھرانے کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو ان سے ملنے نہ آئی ہو۔ انھوں نے آکر ماتم کیا اور ان سے دریافت کیا کہ ان سے کیا کیا چیز لی گئی ہے۔ اور ان کو اس سے دُگنا دیا۔ سکینہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے یزید ابن معاویہ سے بہتر خدا کے کسی نافرماں بردار کو نہیں دیکھا۔ پھر یزید کے حکم سے علی ابن حسینؓ کو پاجولاں داخل کیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ ہم لوگوں کو پاجولاں دیکھتے تو ضرور ہماری بیڑیوں کو نکال دیتے۔ یزید نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ پھر یزید کے حکم سے ان کی زنجیریں اتار لی گئیں۔ پھر علی نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس قدر دور و درماندہ دیکھتے تو ہم کو ضرور اپنے قریب کر لیتے چنانچہ یزید کے حکم سے ان کو قریب کر دیا گیا۔ پھر یزید نے ان سے کہا کہ مگر ہاں اے علی ابن حسینؓ! تمھارے باپ نے مجھ سے قطع رحم کیا۔ میرے حق کو بھلا دیا۔ اور

مجھ سے میری بادشاہت میں منازعہ کیا۔ اس لئے خدا نے ان کے ساتھ وہ کیا جو تم نے دیکھ لیا۔ علیؒ نے قرآن شریف کے ان الفاظ میں جواب دیا:۔ مَا اَصَابَ مِنْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتَاكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ یزید نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ اور یہ کہکر چپ ہو گیا۔ اور علی اور اُن کی ہمراہی عورتوں کو ایک علیحدہ مکان میں اتارنے کا حکم دیا۔ یزید کبھی صبح یا شام کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ جبتک کہ علی کو بلا کر شامل نہ کرے۔ چنانچہ اسی طرح ایک دن ان کو بلایا تو ان کے ساتھ عمرو ابن حسینؓ بھی تھے۔ جو اس وقت صغیر سن تھے۔ یزید نے عمرو سے پوچھا کہ تم اس سے (یعنی خالد ابن یزید سے) لڑو گے۔ عمرو نے جواب دیا کہ تم مجھے اور اس کو ایک ایک چھری دیدو تب لڑیں گے۔ یزید نے ان کو اپنی چھاتی سے لگایا اور کہا کہ آخر اپنے باپ ہی کا بیٹا تو ہے۔ سچ ہے سانپ کے سپولے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب امام حسینؓ کا سر یزید کے پاس پہنچا تو ابن زیاد کا حال اس کے ہاں بہت اچھا ہو گیا۔ ابن زیاد کی عزت بڑھ گئی۔ اس پر انعام و اکرام ہوئے۔ اور جو کچھ اس نے کہا اس سے یزید خوش ہو گیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصے بعد یزید کو لوگوں کے بغض اور ان کے لعن طعن اور سب و شتم کرنے کی اطلاعیں ملنا شروع ہوئیں تب اس کو امام حسینؓ کی شہادت پر ندامت ہوئی چنانچہ یزید کہا کرتا تھا کہ کاش میں اپنے اوپر تکلیف برداشت کر لیتا۔ اور حسینؓ کو اپنے مکان میں اتار لیتا۔ اور وہ جس جس چیز کو چاہتے اس کو پورا کر دیتا۔ پھر خواہ رسول اللہ کی حفاظت اور ان کے حق و قرابت کی نگہداشت میں میری بادشاہت ہی میں ضعف کیوں نہ آجاتا۔ خدا کی مار ہو ابن مرجانہ پر۔ اسی نے ان کو مصیبت میں ڈالا۔ حالانکہ انھوں نے سوال کیا تھا کہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھدیں۔ یا اپنی موت تک کے لئے کسی دوسرے ملک کو چلے جائیں۔ مگر اس نے نہ مانا۔ آخر ان کو قتل کر کے مسلمانوں کے قلوب میں

میرے بغض و عداوت کا بیج بو دیا۔ اور ہر نیک و بد آدمی حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے میرا دشمن ہو گیا۔ اور میرا مرجانہ کے بچے سے کیا تعلق ہے؟ خدا اس پر لعنت کرے۔ اور اس پر اس کا غضب ٹوٹ پڑے۔"

جب یزید نے ان کو مدینے بھیجنے کا ارادہ کیا تو نعمان ابن بشیر کو حکم دیا کہ ان کے لئے مناسب حال سامان بہم پہنچائیں۔ اور اہل شام میں سے کسی ایک ایمان دار شخص کو چند سوار دے کر مدینے تک ان کے ہمراہ روانہ کریں۔ رخصت کرتے وقت اس نے علی ابن حسینؓ سے کہا کہ خدا کی پھٹکار ہو ابن مرجانہ پر خدا کی قسم اگر حسینؓ میرے قبضے میں ہوتے تو وہ جو جو کچھ مجھ سے طلب کرتے میں ان کو دیتا۔ اور چاہے میرے کسی بچے کی ہلاکت ہی کی ضرورت ہوتی۔ مگر میں ان کی موت کو ضرور دفع کرتا۔ لیکن بیٹا کیا کیا جائے جو کچھ خدا نے چاہا وہی ہوا۔ تمھیں جو ضرورت پیش آئے وہ مجھے لکھا کرو۔ پھر اس قاصد کو ان کے متعلق نصیحتیں کیں۔ اور وہ ان کو لے کر روانہ ہو گیا۔ وہ رات کے وقت اس طرح ان کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ کہ وہ سب اس کے آگے آگے رہتے تھے۔ مگر اس طرح کہ اس کی نظر سے اوجھل نہ ہوں۔ لیکن جب وہ کہیں قیام کرتے تو وہ اور اس کے ہمراہی ان سے علٰحدہ ہو کر ان کو نگہبانوں کی طرح ہر طرف سے گھیر لیتے تھے۔ اور ان کے مدینے پہنچنے تک ان کی ضروریات دریافت کرتا تھا اور ان سے مہربانی سے پیش آتا تھا۔ مدینے پہنچنے پر فاطمہ بنت علی نے اپنی بہن زینب سے کہا کہ اس شخص نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے کیا آپ کی مرضی ہے کہ ہم اسے کچھ انعام دیں۔ انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس زیور کے سوا اور کچھ چیز نہیں جو ہم اسے انعام میں دے سکیں۔ چنانچہ ان دونوں نے اپنے دو کنگن اور دو بازو بند اتار کر معذرت کرتے ہوئے اس شخص کے پاس بھیجے مگر اس نے یہ کہہ کر سب واپس کر دیا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اگر دنیا کے لئے کرتا تو یہ چیزیں ایسی ہیں کہ مجھے خوش کر دیتیں۔ مگر خدا کی قسم میں نے سب کچھ خدا کے لئے اور رسول خدا صلعم سے آپ کی قرابت کی وجہ سے کیا ہے۔"

امام حسینؓ کے ہمراہ ان کی زوجہ رباب بنت امرء القیس بھی تھیں جو ان کی

صاحبزادی سکینہ کی والدہ تھیں۔ وہ ان کو اپنے اہل بیت کے ساتھ شام کو لے گئے تھے۔ بعد میں وہ مدینے واپس آئیں۔ تو وہاں کے سربرآوردہ آدمیوں نے ان کو نکاح کرنے کے پیغام دیئے۔ مگر انھوں نے یہ کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا سسرال نہ بناؤں گی وہ امام حسینؓ کے بعد ایک سال زندہ رہیں۔ مگر کسی گھر کی چھت نے ان پر سایہ نہ کیا۔ اور آخر اسی رنج میں گھل گھل کر فوت ہو گئیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ایک سال تک ان کی قبر پر مقیم رہیں اور پھر مدینے واپس آ کر انھیں کے سوگ میں انتقال کر گئیں۔

عبید اللہ ابن زیاد نے ایک شخص کو امام حسینؓ کی شہادت کی خوشخبری دینے کے لئے عمرو ابن سعید کے پاس روانہ کیا۔ راستے میں اسے قریش کا ایک شخص ملا۔ جس نے کہا "کہو کیا خبر ہے" کہا کہ خبر امیر کے پاس چلکر سن لینا۔ اس قریش نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ! امام حسینؓ شہید ہو گئے۔ غرضکہ وہ خوشخبری لانے والا عمرو ابن سعید کے پاس گیا۔ عمرو ابن سعید نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ کہا کہ ایک ایسی خبر ہے جسکو سنکر امیر خوش ہونگے یعنی حسینؓ ابن علیؓ قتل کئے گئے۔ عمرو ابن سعید نے اس کو کہا کہ اسکی منادی کر دے۔ چنانچہ اس نے منادی کر دی۔ یہ سنکر بنو ہاشم کی عورتیں رونے پیٹنے لگیں۔ اور عقیل ابن ابی طالب کی صاحبزادی اور عورتوں کو ہمراہ لئے ہوئے برہنہ سر اور دامن کشاں باہر نکلیں۔ اور یہ اشعار پڑھتی جاتی تھیں (ترجمہ)

"یہ بتاؤ کہ تم اس وقت کیا کہو گے جب نبی (صلعم) تم سے یہ کہیں گے کہ تم تو امت آخرین تھے۔ یہ تم نے میری اولاد اور اہل و عیال کے ساتھ کیا کیا کہ ان میں قیدی اور خون میں لتھڑے ہوئے افراد موجود ہیں۔ میری نصیحتوں کا یہ بدلا نہیں تھا کہ تم میرے ہی عزیزوں سے میرے بعد ایسا سلوک کرتے ہو" ۞

عمرو ان کی آوازیں سنکر ہنس پڑا اور یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):-

"بنو زیاد کی عورتوں نے ویسا ہی شور و غوغا کیا جیسا کہ جنگ ارنب کی صبح کو ہماری عورتوں نے کیا تھا۔" ۞

ارنب ایک جنگ تھی جس میں بنو زبید نے بنو زیاد پر حملہ کیا تھا۔ جو بنو حارث ابن کعب میں سے تھے۔ اور یہ شعر عمرو ابن معدیکرب کا ہے۔ پھر عمرو نے

کہا کہ یہ خبر مرگ بھی ویسی ہے جیسی کہ عثمانؓ کی تھی۔ اس کے بعد اس نے منبر پر چڑھ کر امام حسینؓ کی شہادت کی اطلاع دی۔

جب عبداللہ ابن جعفر کو خبر ملی کہ ان کے دونوں صاحبزادے امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے تو اور لوگوں کے علاوہ ان کا ایک غلام بھی تعزیت کے لئے آیا۔ اس نے کہا کہ ہم کو امام حسینؓ سے یہ ملا۔ ابن جعفر نے ایک جوتہ اس کے پھینک کر مارا اور کہا کہ او بدذات کے بچے۔ کیا تو امام حسینؓ کے بارے میں ایسا کہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے پاس موجود ہوتا تو جب تک ان کے ساتھ ہی نہ مرجاتا ان سے علیحدہ نہ ہونا چاہتا۔ قسم ہے اللہ کی اسی سے تو میرے نفس کو چین آتا ہے اور ان دونوں بچوں کی مصیبت کا خیال اسی وجہ سے میرے لئے آسان ہو جاتا ہے کہ انھوں نے میرے بھائی میرے چچیرے بھائی کے ساتھ غمخواری کرتے اور اس کے ساتھ ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے جان دی۔ اگر میرے ہاتھوں نے امام حسینؓ سے غمخواری نہیں کی تو کم از کم میرے بچوں نے تو کی"۔

جب اہل کوفہ سر کو لے کر شام پہنچے اور دمشق کی مسجد میں داخل ہوئے تو مروان ابن حکم نے آکر ان سے پوچھا تم نے کیا کچھ کیا۔ انھوں نے واقعات سے اطلاع دی۔ وہ سن کر واپس چلا گیا۔ پھر اس کا بھائی یحییٰ ابن حکم آیا اور یہی سوال کیا اس کو بھی وہی جواب دیا گیا۔ اور وہ یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا کہ تم قیامت کے دن محمد (صلعم) سے منہ چھپاتے پھروگے۔ میں ہرگز تم کو کسی امر پر کبھی جمع نہ کرونگا۔ جب وہ لوگ یزید کے پاس گئے تو یحییٰ ابن حکم نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) :۔

"مقام طف میں جو سر ہیں وہ ابن زیاد جیسے غلام اور کھوٹے نسب والے آدمی سے زیادہ قرابت دار ہیں۔ سمیّہ کی نسل تو سنگریزوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ مگر مصطفےٰ (صلعم) کی نسل میں سے آج کوئی بھی باقی نہیں ہے"۔

یزید نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر کہا "بس چپ رہو"۔

کہا جاتا ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت کی رات اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے کسی کو بآواز بلند یہ کہتے ہوئے سنا۔ (ترجمہ اشعار) :۔

"اے حسینؓ کو جہالت سے قتل کرنے والو! عذاب اور وبال کی خوشخبری سن لو۔ تمام اہل آسمان تمھیں بددعائیں دے رہے ہیں۔ اور ان میں نبی اور فرشتے اور قبائل شامل ہیں۔ تم پر ابن داؤد اور حضرات موسٰی و عیسٰی کی زبانیں لعنت بھیج رہی ہیں"۔

دو تین ماہ تک یہ حال رہا کہ طلوع آفتاب کے وقت سے دوپہر تک لوگوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے دیواریں خون میں لتھڑی ہوئی ہیں۔ راس جالوت کا بیان ہے کہ میں کربلا سے گذرتے ہوئے ہمیشہ اپنے گھوڑے کو دوڑایا کرتا تھا تا آنکہ اس مقام کو پیچھے نہ چھوڑ دوں کیونکہ ہم لوگ آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ اس جگہ ایک نبی کا بیٹا قتل ہوگا اور اس وجہ سے مجھے خوف آتا تھا۔ لیکن جب حسینؓ قتل ہو گئے تو میں بے خوف ہو گیا۔ پھر میں دوڑتا نہ تھا بلکہ چلتا تھا۔

کہتے ہیں کہ شہادت کے دن امام حسینؓ کی عمر (۵۵) برس کی تھی۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ اکسٹھ برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ مگر یہ محض لغو بات ہے۔ ان کی شہادت ۶۱ھ کی دسویں محرم کو واقع ہوئی۔

تیمی جو تیم مرہ میں سے تھا اور بنو ہاشم کا طرفدار تھا امام حسینؓ اور ان کے اہل و عیال کا مرثیہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہتا ہے (ترجمہ اشعار):۔

میں آل محمدؐ (صلعم) کے مکانوں کے پاس سے گذرا۔ مگر میں نے ان کو ویسا نہ پایا جیسا کہ وہ ان کی رہائش کے زمانے میں تھے۔ خدا نہ کرے کہ یہ دیار اور اس کے اہالی دور ہوں۔ گو کہ وہ اپنے اہل سے خالی ہو گئے ہیں۔ اہل ہاشم کے مقام طف کے قتیل نے مسلمانوں کی گردنوں کو ذلیل کیا اور وہ ہو گئیں۔ وہ لوگ سب کی امید تھے۔ مگر پھر مبتلائے آفت ہو گئے۔ وہ آفتیں اور مصیبتیں عظیم و جلیل تھیں۔ کسی غنی کے پاس ہمارے خون کا ایک قطرہ بھی ہو تو یہ اس کو اس کا بدلہ دیں گے۔ جب قیس میں کوئی فقیر ہو جاتا ہے تو ہم اس کے لئے فقیر کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ مگر جب جوتا ٹوٹ جاتا ہے تو قیس ہم کو قتل کرتے ہیں۔

حضرت امام حسینؓ کے ساتھ جو لوگ شہید ہوئے ان کی اسماء

سلیمان کا بیان ہے کہ امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کی شہادت کے بعد

ان سب کے سر ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:۔ بنو کندہ تیرہ عدد سر لے گئے۔ اور ان کا سردار قیس ابن اشعث تھا۔ بنو ہوازن بیس سر لے گئے۔ ان کے ساتھ شمر ابن ذی الجوشن الضبابی تھا۔ بنو تمیم سترہ۔ بنو اسد سولہ۔ بنو مذحج سات اور باقی تمام لشکر ساتھ سر لے گئے۔ یہ سب مل کر ستر سر ہوئے۔

شہداء میں امام حسینؓ شہید ہوئے۔ ان کو سنان ابن انس النخعی (لعنۃ اللہ) نے شہید کیا۔ عباسؓ ابن علیؓ (جن کی والدہ بنت حزام ام البنین تھیں) کو زید ابن داؤد الجنبی اور حکیم ابن طفیل السنبسی نے شہید کیا۔ جعفرؓ ابن علیؓ۔ عبداللہؓ ابن علیؓ۔ اور عثمانؓ ابن علیؓ بھی شہید ہوئے۔ ان تینوں کی والدہ بھی ام البنین تھیں۔ ان کو خولہ ابن یزید نے تیر مار کر شہید کیا۔ ابو بکرؓ ابن علیؓ بھی جن کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود الدارمیہ تھیں شہید ہوئے مگر ان کی شہادت مشکوک فیہ ہے۔ علی ہذا القیاس علیؓ ابن حسینؓ ابن علیؓ بھی شہید ہوئے۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ ابن عروۃ الثقفی تھیں جو میمونہ بنت ابی سفیان ابن حرب کے بیٹے تھے۔ ان کو منقذ بن نعمان العبدی نے شہید کیا۔ عبداللہ ابن حسینؓ ابن علیؓ کو جن کی والدہ رباب بنت امرئ القیس الکلبی تھیں۔ ہانی ابن ثبیت نے شہید کیا۔ امام حسینؓ کے بھائی حضرت امام حسنؓ کے صاحبزادے ابو بکر بھی سعد ابن عمرو ابن نفیل الازدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ عون ابن ابی جعفر ابن ابی طالب (جن کی والدہ جماعت بنت مسیب بن نجبہ الفزاری تھیں) کو عبداللہ بن قطبۃ الطائی نے۔ محمد ابن عبداللہ ابن جعفر (جو خوصاء بنت خصفہ بن تیم اللہ ابن ثعلبہ کے بیٹے تھے) کو عامر ابن نہشل التمیمی نے۔ جعفر ابن عقیل ابن ابی طالب کو جن کی والدہ بنت شقر بن ہضاب ام البنین تھیں۔ بشر ابن خوط الہمدانی نے عبدالرحمٰن ابن عقیل (جن کی والدہ ام ولد تھیں) کو عثمان ابن خالد الجہنی نے اور عبداللہ ابن عقیل کو جو ایک ام ولد خاتون کے بیٹے تھے عمرو ابن صبیح الصیداوی نے ایک تیر سے شہید کیا۔ مسلم ابن عقیل جن کی والدہ بھی ام ولد تھیں کوفے میں شہید ہوئے۔ اور عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل (جو رقیہ بنت علی ابن ابی طالب کے صاحبزادے تھے) کو عمرو ابن صبیح الصیداوی نے شہید کیا اور بعض کا خیال ہے کہ وہ اسید ابن مالک الحضرمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

علاوہ ان کے محمد ابن ابی سعید ابن عقیل کو جن کی والدہ ام ولد تھیں لقیط ابن یاسر الجہنی نے شہید کیا۔ حسن ابن حسین ابن علی اور عمرو ابن حسین جو بالترتیب خولہ بنت منظور ابن زبان الفزاری اور ایک ام ولد خاتون سے تھے صغر سنی کی وجہ سے شہید نہیں کیے گئے۔ امام حسینؓ کے موالی میں سے حسین۔ منجح۔ اور عبداللہ ابن بقطر شہید ہوئے۔ حسین کو سلیمان ابن عوف الحضرمی نے شہید کیا اور آخر الذکر امام حسینؓ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ جس روز امام حسینؓ شہید ہوئے ہیں اسی رات کو میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے۔ جس میں وہ خون جمع کرتے جاتے ہیں۔ تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ حسینؓ اور اس کے ہمراہیوں کا خون ہے۔ میں اس کو خدائے تعالےٰ کے سامنے پیش کرونگا۔ ابن عباس نے صبح کو لوگوں کو امام حسینؓ کی شہادت سے اطلاع دی۔ اور اپنا خواب بیان کیا چنانچہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اسی دن شہید ہوئے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو امام حسینؓ کی خاک میں سے کچھ مٹی دی تھی جو حضرت جبرئیلؑ ان کے پاس لائے تھے۔ اور یہ فرمایا تھا۔ کہ جب یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حسینؓ شہید ہو گئے۔ چنانچہ ام سلمہؓ اس خاک کو بحفاظت ایک شیشی میں اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں۔ جب امام حسینؓ شہید ہو گئے تو وہ خاک خون بن گئی۔ اور اسی بنا پر انھوں نے بھی لوگوں کو امام حسینؓ کی شہادت کی اطلاع دی تھی۔ حضرت ام سلمہ کا یہ واقعہ ان مورخین کے قول کے مطابق درست معلوم ہوتا ہے جو ان کی وفات کو امام حسینؓ کی شہادت کے بعد بتلاتے ہیں۔

عمر ابن سعد کے امام حسینؓ کی شہادت کے بعد واپس آنے پر ابن زیاد نے ان سے کہا کہ عمر مجھے وہ خط دیدو جو میں نے تم کو حسینؓ کے قتل کے بارے میں لکھا تھا۔ انھوں نے کہا کہ میں تمہارا حکم بجا لا چکا ہوں اور وہ خط ضائع ہو چکا ہے۔ ابن زیاد نے کہا نہیں ضرور دے دو۔ کہا کہ وہ ضائع ہو گیا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ تمھیں ضرور دینا پڑیگا۔ کہا وہ تو وہیں چھوٹ گیا۔ اور خدا کی قسم مدینے کی

بڈھی عورتیں اسے پڑھ کر ضرور مجھے معذور سمجھیں گی۔ خدا کی قسم میں نے تم کو حسینؓ کے بارے میں نصیحت کی تھی۔ اگر میں اپنے باپ سعد ابن ابی وقاص کو یہ نصیحت کرتا تو میں ضرور ان کا حق ادا کر دیتا۔ عثمان ابن زیاد عبید اللہ کے بھائی نے کہا۔ سچ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ بنی زیاد کا کوئی مرد ایسا نہ ہوتا جسکی ناک میں روزِ قیامت تک مہار پڑی ہوتی۔ مگر حضرت امام حسینؓ شہید نہ ہوتے۔ اور عبید اللہ ابن زیاد نے یہ گفتگو سن کر کوئی سرزنش نہ کی۔

ابو بلال مرداس بن جدیر الحنظلی کے قتل کا بیان

ابو بلال ابن مرداس کے خروج۔ عبید اللہ ابن زیاد کے اس کے مقابلے کے لئے دو ہزار آدمیوں کی فوج بھیجنے ان افواج کے مقام آسک پر مقابل ہونے اور ابن زیاد کے لشکر کی ہزیمت کے حالات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ جب ابو بلال نے اس کی فوج کو ہزیمت دی۔ اور اسکی اطلاع ابن زیاد کو ہوئی تو اس نے تین ہزار کی ایک اور فوج اس کے مقابلے کے لئے روانہ کی۔ جس کے سردار عباد ابن اخضر تھے۔ اخضر عباد کی والدہ کا ایک خاوند تھا۔ اور اسی کی طرف وہ منسوب ہے۔ اس کا اصلی نام عباد ابن علقمہ ابن عباد التمیمی تھا۔ غرضکہ عباد نے مقام تبوح پر ان کو جا لیا۔ اور صف آرائی کر کے جنگ شروع کر دی۔ ادھر ابو بلال نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ اور وہ لوگ نہایت ثابت قدمی اور سختی کے ساتھ لڑنے لگے۔ سہ پہر کے وقت ابو بلال نے کہا کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ اور وہ بڑا دن ہے۔ اور پھر اس وقت نمازِ عصر کا وقت بھی ہے۔ اس لئے تم ہم کو اتنی مہلت دے دو۔ کہ ہم نماز ادا کر لیں۔ ابن اخضر نے قبول کیا اور اپنے آدمیوں کو لے کر پیچھے ہٹ گیا۔ ابن اخضر نے ان کی نماز کو غنیمت جان کر جلدی کی بلکہ کہتے ہیں کہ ابھی خوارج نماز پڑھ ہی رہے تھے۔ کہ ابن اخضر اور اس کے اصحاب نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے کوئی قائم تھا۔ اور کوئی رکوع اور کوئی سجود میں مشغول تھا۔ مگر کوئی ٹس سے مس نہ ہوا۔ اور عباد نے حملہ کر کے ان کے ایک ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ عباد ابو بلال کے سر کو لے کر بصرے واپس روانہ ہوا۔ ابھی عباد اپنے چھوٹے لڑکے کو ہمراہ لئے ہوئے

قصر امارت کی طرف جا ہی رہا تھا کہ اس کو عبیدہ ابن بلال نے دیکھ پایا جس کے ساتھ تین آدمی تھے۔ عبیدہ نے عباد سے کہا کہ ٹھیرو ہم تم سے مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ عباد ٹھیر گیا تو اس نے کہا کہ ہم چار بھائی ہیں ہمارا ایک بھائی مارا گیا ہے۔ اب بتلاؤ تمھاری کیا رائے ہے۔ کہا کہ امیر سے اس کی مدد طلب کرو۔ اس نے جواب دیا کہ ہم نے طلب کی مگر اس نے نہیں دی۔ پھر عبیدہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اسے مار ڈالو۔ خدا اسے مارے۔ وہ تینوں اس پر ٹوٹ پڑے اور اس پر مسلط ہو گئے۔ اس نے اپنے لڑکے کو پھینک دیا۔ اور اس طرح وہ خود بچ گیا۔ مگر ابن عباد قتل ہوا۔ یہ دیکھ کر لوگ ہر طرف سے خوارج پر گر پڑے اور عبیدہ کے سوا سب کو قتل کر دیا۔ ابن عباد کے قتل کے وقت ابن زیاد کوفے میں تھا مگر اس کا نائب عبید اللہ ابن ابی بکرہ بصرے میں مقیم تھا۔ ابن زیاد نے اس کو لکھا کہ خوارج کا تعاقب کرے۔ اس نے اس حکم کی پیروی کی اور خوارج کو پکڑنا شروع کیا۔ اگر کوئی شخص خوارج میں سے کسی آدمی کی سفارش کرتا۔ تو وہ ابن زیاد کی آمد تک اس کا ضامن ہوتا تھا۔ اور جس خارجی کی کوئی کفالت نہ کرتا وہ اسے قید کر دیتا تھا۔ عروہ ابن ادیہ کو اس کے پاس لایا گیا تو اسنے اسے چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ میں خود تمھارا ضامن ہوں۔ ابن زیاد نے آکر ان تمام خوارج کو بلا کر قتل کر دیا جو حبس میں تھے۔ پھر تمام ضامنوں کو بلایا۔ جو شخص کسی خارجی کو لاتا تھا۔ وہ اسے چھوڑ دیتا تھا اور خارجی کو قتل کر دیتا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی خارجی کو نہ لاتا۔ تو وہ اسی کو قتل کر دیتا۔ پھر اس نے عبید اللہ ابن ابی بکرہ سے عروہ ابن ادیہ کو طلب کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس پر قدرت حاصل نہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں اس کے بدلے میں تم ہی کو قتل کر دونگا۔ ابن ابی بکرہ نے عروہ بن ادیہ کا کھوج لگاتے لگاتے پکڑ لیا اور ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے عروہ سے کہا کہ میں تم کو قطع اعضاء کے بعد قتل کر دوں گا۔ عروہ نے جواب دیا۔ تم خود اپنے نفس کے لئے جس قسم کا قصاص چاہتے ہو اختیار کرو۔ اس پر ابن زیاد کے حکم سے پہلے عروہ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ اور پھر سولی پر لٹکا دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے۔

کہ وہ ۵۸ھ میں قتل ہوئے۔

سلم ابن زیاد کے خراسان اور سجستان کے والی ہونے کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال یزید نے سلم ابن زیاد کو خراسان کا حاکم بنایا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ سلم یزید کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ اے ابو حرب وہ مقامات (خراسان و سجستان) تمہارے ہی بھائیوں کی حکومت میں ہیں سلم نے کہا کہ جو کچھ امیر المومنین چاہیں کریں اس پر یزید نے اس کو خراسان اور سجستان کا حاکم بنا دیا۔ سلم نے حارث ابن معاویہ الحارثی (جد عیسیٰ ابن شبیب) کو خراسان بھیجا اور خود بصرے میں آکر خراسان جانیکے لئے تیاری کرنے لگا اور اپنے بھائی یزید کو سجستان روانہ کیا۔ ادھر عبیداللہ ابن زیاد نے اپنے بھائی عباد کو خط کے ذریعے سے سلم کے والی مقرر ہونے کی اطلاع دی۔ عباد نے بیت المال کا تمام مال اپنے غلاموں کو تقسیم کر دیا۔ اور پھر بھی جو کچھ بچ گیا اس کے لئے منادی کر دی کہ جو شخص پیشگی تنخواہ لینا چاہتا ہے آکر لے لے۔ چنانچہ جو جو آیا اس نے اسکو پیشگی تنخواہ دیدی۔ اس کے بعد عباد سجستان کی طرف روانہ ہوا۔ مقام جیرفت میں پہنچ کر اس کو سلم کے آنے کی اطلاع ملی۔ اس وقت ان دونوں کے مابین ایک پہاڑ حائل تھا۔ عباد اس طرف سے ہٹ گیا۔ اس رات کو عباد کے ایک ہزار غلام روانہ ہوئے۔ ہر ایک غلام کے پاس کم سے کم دس ہزار کی رقم تھی۔ عباد چند سوار ہمراہ لیکر روانہ ہوا اور یزید کے پاس گیا تو یزید نے اس سے مال کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا کہ میں سرحد کی گھاٹیوں کا حاکم تھا جو کچھ حاصل ہوا سب وہاں کے لوگوں میں تقسیم کر دیا

جب سلم خراسان کی طرف روانہ ہوا تو یزید نے اس کو اس کے بھائی عبیداللہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھ کر دیا کہ وہ سلم کو چھ ہزار چیدہ سوار دے دے۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس نے چھ ہزار نہیں بلکہ صرف دو ہزار کے لئے لکھا تھا۔ اور سلم بڑے بڑے سرداروں کو منتخب کرتا تھا۔ چنانچہ عمران بن فضیل البرجمی۔ مہلب ابن ابی صفرہ عبداللہ ابن خازم السلمی۔ طلحہ ابن عبیداللہ ابن خلف الخزاعی۔ حنظلہ

ابن عراوہ۔ یحییٰ ابن یعمر العدوانی۔ صلہ بن اشیم العدوی وغیرہ اس کے ہمراہ ہوئے سلم خراسان کی طرف روانہ ہوا اور دریا کو جنگ کرنے کے لئے عبور کیا۔ اس سے قبل بھی عمال خراسان جنگ کیا کرتے تھے۔ اور موسم سرما میں مروشاہجان کو واپس چلے جاتے تھے۔ جب مسلمان چلے جاتے تو خراسان کے ملوک خوارزم کے قریب ایک شہر میں جمع ہو کر آپس میں عہد و پیمان کرتے تھے کہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہ کرینگے اور اس کے علاوہ اپنے امور میں ایک دوسرے سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ جب مسلمان ان میں سے کسی شہر پر حملہ آور ہونے کا مطالبہ کرتے تو وہ ایسا کرنے سے انکار کر دیتے۔ غرض کہ سلم نے وہاں پہنچ کر جنگ کی اور اس کی ایک جنگ میں موسم سرما آ گیا۔ مہلب ابن ابی صفرہ نے سلم سے نہایت لجاجت کے ساتھ اس شہر کی طرف لشکر کشی کرنے کو کہا تو اس نے اس کو چھ (اور بقول بعض چار) ہزار آدمیوں کے ساتھ ادھر روانہ کیا۔ مہلب نے وہاں کے باشندوں کا محاصرہ کیا۔ ان لوگوں نے اس شرط پر صلح کا مطالبہ کیا کہ وہ اپنی جانوں کا فدیہ پیش کر دیں گے۔ چنانچہ ان سے دو کروڑ سے زیادہ رقم پر صلح کر لی گئی۔ شرائط صلح میں یہ بھی شامل تھا کہ (بعوض نقد رقم کے) ہر قسم کا سامان بھی لے لیا جائیگا۔ چنانچہ مہلب نے (راس) لونڈی غلام۔ چوپائے جانور اور ہر قسم کا سامان اس کی اصلی قیمت سے نصف پر ان سے لے لیا۔ جس قدر مہلب ان سے وصول کر چکا تھا اس کی مجموعی قیمت پانچ کروڑ ہوتی تھی۔ ان وجوہ سے مہلب کو سلم کے ہاں بہت کچھ اقتدار حاصل ہو گیا۔ اور سلم نے ان چیزوں سے جو جو اس کو اچھی معلوم ہوئیں لے لیا اور ان کو یزید کے پاس بھیجدیا۔

سلم نے سمرقند پر فوج کشی کی۔ اس وقت عبور دریا میں اس کی بیوی ام محمد بنت عبداللہ ابن عثمان بن ابی العاص الثقفی اس کے ہمراہ تھیں۔ اور عرب میں وہ پہلی خاتون تھیں جن کو ہمراہ لے کر دریا کو عبور کیا گیا۔ وہاں ام محمد سے سلم کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس نے صغدی رکھا۔ اس کی زوجہ نے صاحب صغد کی عورت سے اس کے زیورات عاریتاً لئے تھے۔ مگر واپس

نہیں کئے۔ بلکہ یے کر وہاں سے روانہ ہو گئیں۔ سلم نے ایک اور لشکر خجندہ کی طرف روانہ کیا۔ جس کا سردار اعشٰے ہمدان تھا۔ مگر اس کو ہزیمت ہوئی اس پر اعشٰے نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):-

"اے کاش کہ جنگ خجندہ میں میرے سواروں کو ہزیمت نہ ہوتی۔ اور مقام بکّر میں بجھے قتل کر کے میرا لباس لے لیتے۔ میری لاش کے پاس پرند جمع ہوتے اور میں خدا کے پاس خون سے رنگا ہوا جاتا"۔

یزید ابن زیاد و طلحۃ الطلحات کے والی سجستان ہونے کا بیان

جب یزید بن معاویہ نے سلم ابن زیاد کو خراسان پر حاکم مقرر کیا تو سلم نے اپنے بھائی یزید کو سجستان کی حکومت پر متعین کیا۔ مگر اہل کابل نے غدر کیا اور عہد شکنی کر کے ابو عبیدہ بن زیاد کو قید کر دیا۔ اس لیئے یزید ابن زیاد ایک فوج لیکر ان کے مقابلے کے لئے گیا۔ جنگ ہوئی۔ مگر مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اور بہت سے شہید ہوئے۔ ان شہداء میں یزید ابن عبد اللہ ابن ابی ملیکہ اور صلہ بن اشیم ابو صہباء العدوی (یعنی معاذہ عدویہ کا شوہر) شامل تھے۔ سلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے طلحۃ ابن عبد اللہ ابن خلف الخزاعی کو (جسے طلحۃ الطلحات کہتے تھے۔) روانہ کیا۔ اس نے پانچ لاکھ درہم زر فدیہ ادا کر کے ابو عبیدہ ابن زیاد کو چھڑا لیا۔ اس کے بعد طلحہ والی سجستان ہو کر کابل سے سجستان کو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے رعایا سے خراج وصول کیا اور اپنے پاس آنے والوں کو مال و نعمت دیا کرتا تھا۔ اسکا انتقال بھی سجستان ہی میں ہوا وہ بنو یشکر کے ایک شخص کو اپنا جانشین بنا گیا تھا۔ مگر بنو مضر نے اسے خارج کر دیا۔ اور ان میں باہم قومی تعصب پیدا ہو گیا۔ جسکی وجہ سے رتبیل کو ان پر حملہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

ولید ابن عتبہ کے والی مدینہ و حجاز ہونے اور عمرو ابن سعید کی معزولی کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال یزید نے مدینے سے عمرو ابن سعید کو معزول کر کے اس کی جگہ ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان کو مقرر کیا۔ اور سبب یہ تھا کہ عبد اللہ ابن زبیر نے

یزید کے خلاف مظاہرہ کیا اور امام حسینؓ کی شہادت کے بعد مکے میں ان سے بیعت لی گئی۔ چنانچہ جب ان کو امام حسینؓ کی شہادت کی خبر ملی تو انھوں نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ جس میں ان کی شہادت کو بہت اہمیت دی۔ اہل کوفہ کو خصوصاً اور اہل عراق کو عموماً عیب ناک بتلایا۔ اور خدائے تعالے کی حمد وثناء اور رسول اللہ صلعم پر صلوٰۃ وسلام کے بعد کہا کہ اہل عراق میں سوائے قلیل التعداد لوگوں کے باقی سب غدار اور فاجر ہیں۔ اور اہل کوفہ میں اہل عراق کے بڑے بڑے شریر النفس لوگ موجود ہیں۔ انھوں نے امام حسینؓ کو اس وعدے پر بلایا تھا کہ وہ ان کی مدد کرینگے۔ اور ان کو اپنا والی بنا لینگے۔ لیکن جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو انھوں نے ان پر حملہ کیا۔ اور کہا کہ یا تو تم اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھوں میں رکھ دو کہ ہم تم کو ابن زیاد ابن سمیہ کے پاس روانہ کر دیں۔ تا کہ وہ تم پر حکم لگائے۔ اور یا تم ہم سے جنگ کرو۔ امام حسینؓ نے دیکھا کہ وہ اور ان کے اصحاب تھوڑی تعداد میں ہیں۔ اور ان کے مقابلے میں ایک کثیر التعداد جماعت ہے۔ اگرچہ خدائے تعالےٰ نے علم غیب سے کسی کو واقف نہیں کیا۔ کہ وہ مقتول ہوگا۔ مگر انھوں نے عزت کی موت کو ذلت کی حیات پر ترجیح دی۔ خدائے تعالیٰ امام حسینؓ پر رحم فرمائے اور ان کے قاتل کو ذلیل وخوار کرے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے ان لوگوں کی مخالفت اور نافرمانی جو انھوں نے امام حسینؓ سے کی دوسرے شخص کے لئے جوان ہی کی جیسی حالت رکھتا ہو نصیحت حاصل کرنے اور اہل عراق سے باز رہنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن جو کچھ مقدر میں ہے وہ پورا ہونے والا ہے۔ اور جب خدا کسی امر کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اسے روکا نہیں جا سکتا۔ کیا امام حسینؓ کے بعد ہم ان لوگوں سے مطمئن ہو سکتے ان کے قول کو سچا سمجھ سکتے اور ان کے وعدے کو درست خیال کر سکتے ہیں؟ خدا کی قسم ہم ان کو اس کا اہل نہیں سمجھتے۔ خدا کی قسم انھوں نے امام حسینؓ کو قتل کر کے ایک ایسے قائم اللیل اور صائم النہار شخص کو شہید کیا ہے جو ان کے امور کا ان سے زیادہ حقدار تھا۔ اور اپنے دین وفضل میں ان سے بہتر تھا۔ خدا کی قسم وہ قرآن شریف کے عوض گمراہی پھیلانے والے نہ تھے۔ خدائے تعالیٰ کے خوف سے ان کے گریہ وبکا کی

کوئی انتہا نہ تھی۔ اور نہ وہ روزوں کو شراب پینے سے بدلا کرتے تھے اور نہ انکی مجلسوں میں نصائح کے عوض شکاری کتوں کا ذکر ہوا کرتا تھا۔ (اس تقریر سے یزید پر طعن کرنا مقصود تھا) یہ لوگ عنقریب اپنی گمراہی کو پالیں گے۔ یہ سن کر ان کے ہوا خواہ انکی طرف دوڑ پڑے اور کہا کہ آپ اپنی بیعت قائم کرنے کا اعلان کیجئے۔ کیونکہ اب کوئی باقی نہیں ہے اور امام حسینؓ بھی نہیں کہ آپ بیعت کے معاملے میں منازعہ کریں انکے ابن زبیر لوگوں سے پوشیدہ طور پر بیعت لیا کرتے تھے اور لوگوں میں یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ خانۂ کعبہ میں پناہ گزیں ہیں اب بھی انھوں نے لوگوں سے یہی کہا کہ تم جلدی نہ کرو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عمرو ابن سعید مکے کے عامل تھے اور وہ ابن الزبیر کے لئے نہایت سخت تھے۔ گو بظاہر رفق و مدارات سے پیش آتے تھے۔ جب یزید کو یہ معلوم ہوگیا کہ ابن زبیر نے مکے میں اتنی بڑی جماعت جمع کرلی ہے تو اس نے خدا سے پختہ عہد کیا کہ وہ ابن زبیر کو ضرور زنجیروں میں جکڑیگا۔ چنانچہ اس نے ابن عطاء سعد اور ان کے ہمراہیوں کے ہاتھ ایک نقرئی زنجیر ابن زیاد کے پاس بھیجی اور ان کے ساتھ پشمینے کی ایک ٹوپی بھی کردی کہ وہ ان کو اڑھاوی جائے تاکہ لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ ابن عطاء نے مدینے پہنچ کر مروان ابن حکم کو جو اس وقت وہاں موجود تھا۔ اطلاع دی کہ وہ وہاں کس غرض سے آیا ہے۔ مروان نے اس کے ساتھ اپنے دو بیٹوں کو جن میں سے ایک کا نام عبد العزیز تھا کردیا۔ اور ان دونوں کو سمجھادیا کہ جب یزید کا قاصد ابن زبیر کے پاس پہنچے تو تم ان کے سامنے جاؤ اور تم میں سے ایک مثال کے طور پر یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) :-

۱ یہ بات گرہ میں باندھ لو عزت دار کے لئے ایسی روش مناسب نہیں جس روش میں ذلیل آدمی کی کرتوت (شامل) ہو۔

۲ اے عامر لوگوں نے تم پر ایک معیوب طریقے میں الزام لگایا ہے۔ اور یہ ہمسایوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ مگر الگ تھلگ۔

۳ تم جو لوگوں کے خیر خواہ بنتے ہو میں تم کو ایسے شخص کی حالت میں دیکھ رہا ہوں جس سے کہا جاتا ہے کہ ڈول لئے ہوئے پیچھے ہٹ اور آگے بڑھ۔

چنانچہ جب یزید کا قاصد ابن زبیر کے پاس پیغام لیکر پہنچا تو عبد العزیز نے

یہ اشعار پڑھے۔ ابن زبیر نے کہا کہ اے مروان کے بیٹو۔ جو کچھ تم نے کہا میں نے
سن لیا ہے۔ تم جاکر اپنے باپ سے کہدو کہ (اشعار کا ترجمہ):۔
ا۔ میں تو اس معاملے میں بالکل خاموش بہرا بنا ہوا ہوں۔
اور شنبیاں نوحہ کرتی ہیں تو کریں۔
۲۔ بجز اس حق کے جس کا میں طلبگار ہوں اور تو کسی کیلئے میں نرم نہ ہوں گا
جب تک کہ چبانے والے کے دانت کے لئے پتھر نرم نہ ہو جائے۔
ابن الزبیر نے یزید کے پیغام رسانوں سے خود کو محفوظ کر لیا۔ اس پر
ولید ابن عتبہ اور بنوامیہ کے چند آدمیوں نے یزید سے کہا۔ اگر عمرو چاہتا تو ابن زبیر
کو پکڑ کر یزید کے پاس بھیج سکتا تھا۔ لہذا یزید نے عمرو کو معزول کر کے ولید کو
والی حجاز مقرر کر دیا۔
ولید نے عمرو کے غلمان اور موالی کو قید کر دیا عمرو نے سفارش کی۔ مگر انکو چھوڑنے سے انکار
کر دیا۔ اسلئے عمرو نے مدینے سے دو رات کا سفر طے کر کے اپنے غلاموں کے پاس اونٹ بھیج دیئے
اور وہ قید خانے کو توڑ کر عمرو کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور شام پہنچکر اس سے جا ملے۔ پھر عمرو یزید کے
پاس گیا۔ اور ابن الزبیر نے جو "بیں ہو کر پھیلا رکھا تھا۔ اس سے اس کو مطلع کیا۔
یزید نے اس کے عذر کو قبول کیا اور اس کے قول کو صحیح سمجھ لیا۔

واقعات متعددہ کا بیان

اس سال ولید نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔
ان دنوں عراق میں عبید اللہ ابن زیاد۔ اور خراسان میں سلم ابن زیاد
والی تھے۔ اور کوفے میں شریح اور بصرے میں ہشام ابن ہبیرہ محکمہ قضاء پر مقرر تھے۔
اس سال علقمہ ابن قیس النخعی صاحب ابن مسعود نے انتقال کیا۔ اور یہ بھی
کہا جاتا ہے کہ ۶۲ھ یا ۶۵ھ میں اس وقت ان کی عمر نوے سال کی تھی۔
اسی سال منذر ابن جارود العبدی اور جابر ابن عتیک الانصاری
(اور بقول بعض جبرؓ) نے انتقال کیا۔ اس وقت ان کی عمر اکانوے سال کی تھی۔
اور وہ جنگ بدر میں شریک تھے۔

اسی سال حمزہ ابن عمرو الاسلمی نے اکہتر (اور بقول بعض اسّی) برس کی عمر میں انتقال کیا وہ صحابہ میں سے تھے۔

اسی سال خالد ابن عرفطہ اللیثی (اور بقول بعض العذری) حلیف بنو زہرہ نے انتقال کیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال سنہ ۶۰ھ میں ہو چکا تھا۔ وہ صحابہ میں سے تھے۔

سنہ ۶۲ھ کے واقعات

اہل مدینہ کے وفد شام کا بیان

جب ولید والی حجاز ہوا تو وہ ابن الزبیر کی غفلت کی تاک میں رہا۔ مگر وہ ہمیشہ اس کے ہاتھوں سے محفوظ اور بچے رہے۔

امام حسینؓ کی شہادت پر نجدہ ابن عامر النخعی نے یمامہ اور ابن زبیر نے حجاز میں فتنہ برپا کیا۔ حج کے زمانے میں مقام عرفہ سے اوّلاً ولید تمام حجاج کے ساتھ گذر جاتا۔ ابن الزبیر اور نجدہ اپنے اپنے اصحاب کے ساتھ وہیں کھڑے ہوئے ہوتے پھر ابن الزبیر اپنے اصحاب کے ساتھ اور نجدہ اپنے اصحاب کے ساتھ معرف (میدان عرفہ) سے گذرتے۔ نجدہ ابن زبیر سے اس قدر بار بار ملتا تھا کہ لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ وہ ابن زبیر سے بیعت کر لیں گے۔ اس کے بعد ابن زبیر نے ولید سے یہ چال چلی کہ یزید کو ایک خط میں یہ لکھا کہ تم نے ہمارے پاس ایک بیوقوف آدمی کو بھیجا ہے جو کسی کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور کسی مرد دانا کی نصیحت پر کان نہیں دھرتا۔ اگر تم ہمارے پاس ایک نرم مزاج آدمی کو بھیجتے تو تم کو یہ امید ہو سکتی تھی، کہ جو اشکال و سختی واقع ہو گی وہ آسان ہو جائیگی۔ اور تفرقہ کی جگہ اجتماع پیدا ہو جائے گا۔ اس پر یزید نے ولید کو معزول کر کے عثمان ابن محمد ابن ابی سفیان کو مقرر کیا۔ وہ ایک بالکل کم عمر۔ ناواقف اور ناتجربہ کار آدمی تھا۔ اور ابھی اس کی عمر میں پختگی اور عقل نہیں آئی تھی۔ وہ اپنے رعب و داب امارت اور اپنے عمل کو بہ نظر غائر دیکھ اور سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے یزید کے پاس ایک وفد بھیجا جس میں اہل مدینہ میں سے عبد اللہ ابن حنظلہ

غسیل الملائکہ - عبداللہ ابن ابی عمرو بن حفص ابن مغیرہ المخزومی - منذر ابن زبیر اور کثیر التعداد اشراف شہر شامل تھے - وہ سب جب یزید کے پاس پہنچے - تو یزید نے ان کی بہت عزت کی - ان سے حسن سلوک سے پیش آیا اور بڑے بڑے انعامات دیئے - چنانچہ اس نے عبد اللہ ابن حنظلہ کو جو ایک شریف النسب اور فاضل وعابد شخص تھے - ایک لاکھ درہم اور ان کے آٹھ بیٹوں کو جو ان کے ساتھ تھے دس ہزار درہم فی کس دئے - وہاں سے وہ سب تو مدینے واپس آ گئے - مگر منذر ابن زبیر عراق پہنچکر ابن زیاد سے ملے - یزید نے ان کو بھی ایک لاکھ انعام دیا تھا - غرض کہ جب اس وفد کے افراد وہاں سے مدینے واپس پہنچے تو انھوں نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یزید کو سب وشتم کیا - اور اس کی عیب جوئی کی اور کہا کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہے ہیں جس کا کوئی دین نہیں ہے - وہ شراب پیتا ہے - طنبورہ بجاتا ہے - مغنّی ومطرب اس کے پاس بیٹھے گاتے بجاتے رہتے ہیں - وہ کتوں سے کھیلتا رہتا ہے - اور رات میں بدمعاش اس کے پاس جمع ہو کر غپ شپ کیا کرتے ہیں - ہم تمھارے سامنے گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اسے خلافت سے علٰحدہ کر دیا ہے - عبداللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں تمھارے پاس ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں کہ اگر ان لڑکوں کے سوا میرے ساتھ اور کوئی نہ ہوتا تو میں ضرور اس سے جہاد کرتا - اس نے مجھے انعامات دیئے ہیں - اور میری عزت وتوقیر کی ہے - مگر میں نے اس کی بخشش صرف اس لئے قبول کی ہے کہ اس سے اپنی خوراک کا سامان بہم پہنچاؤں - یہ سن کر لوگوں نے یزید سے خلع کر کے عبد اللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہ سے یزید کے خلع کرنے کے لئے بیعت کی اور ان کو اپنا والی بنایا -

ادھر منذر ابن زبیر نے یہ کیا کہ وہ ابن زیاد کے ہاں پہنچے - تو اس نے اُن کی بہت خاطر ومدارات کی اور اچھی طرح پیش آیا کیوں کہ وہ زیاد کے دوست تھے - چونکہ اس عرصے میں یزید نے مدینے کا تمام واقعہ سن لیا تھا

اس لئے ابن زیاد کے پاس یزید کا اس مضمون کا خط پہنچا کہ منذر کو قید کر دیا جائے۔ ابن زیاد کو یہ بات ناگوار گذری کیونکہ منذر اس کے مہمان اور اس کے باپ کے دوست تھے۔ تاہم ابن زیاد نے منذر کو بلا کر اس خط کے فحوا سے آگاہ کیا۔ اور ان سے کہا کہ جب لوگ میرے پاس جمع ہوں آپ کھڑے ہو کر یہ کہیں کہ اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے وطن کو واپس چلا جاؤں۔ میں کہو نگا کہ نہیں بلکہ ابھی میرے پاس آپ اور ٹھیریں۔ کیونکہ آپ میرے بزرگ اور ہمدرد ہیں۔ آپ یہ جواب دیں کہ نہیں وہاں میری جائداد وغیرہ ہے اور مجھے ایسے کام درپیش ہیں کہ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ یہ سُن کر میں آپ کو روانگی کی اجازت دے دو نگا۔ اور آپ اپنے ہاں چلے جائیے گا۔ چنانچہ جب لوگ ابن زیاد کے پاس جمع ہوئے تو منذر نے ایسا ہی کیا۔ اور ابن زیاد کے اجازت دینے پر وہ وہاں سے روانہ ہو کر مدینے آگئے۔ اور وہاں لوگوں کو یزید کے خلاف برانگیختہ کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ انھوں نے لوگوں سے کہا کہ یزید نے مجھے ایک لاکھ انعام دیا ہے۔ مگر اس کا یہ احسان بھی مجھے اس امر سے باز نہیں رکھ سکتا کہ میں تم کو اس کا حال سناؤں۔ خدا کی قسم وہ شراب پیتا ہے۔ بخدا اسے اس قدر نشہ ہو جاتا ہے کہ وہ نماز ترک کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح کی اور باتیں کر کر کے اپنے دیگر ہمراہیوں کے مانند نہایت سختی سے یزید کے عیوب ظاہر کئے۔

یزید نے نعمان ابن بشیر الانصاری کو بلا کر کہا کہ مدینے کے باشندوں کی زیادہ تعداد تمھاری ہی قوم سے ہے۔ جو بات وہ کرنا چاہیں کوئی شخص ان کو اس سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر اس امر میں وہی نہ اٹھ کھڑے ہوتے تو لوگ ہرگز میری مخالفت کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ نعمان وہاں سے روانہ ہوئے اور اپنی قوم میں آ کر لزوم طاعت کی تاکید اور فتنہ و فساد سے خوف دلاتے ہوئے کہا کہ اہل شام کے مقابلے میں تمھاری کچھ بھی طاقت نہیں ہے۔ عبداللہ ابن مطیع العدوی نے جواب دیا کہ اے نعمان یہ بتلائیے کہ اس وقت ہمارے امر کی صلاحیت پذیر ہو جانے کے بعد تم کو کس چیز نے فساد برپا کرنے اور ہماری

جماعت میں تفرقہ ڈالنے پر آمادہ کیا؟ نعمان نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں تمھارے پاس کھڑا ہوں۔ جب تمھارے پاس بہت سی جماعتیں آجائیں گی اور وہ تمھارے لئے اپنے گھٹنوں پر دُٹ جائیں گی قوم کے سر اور پیشانیاں تلوار سے کٹنے لگیں گی اور فریقین میں موت کی چکی چلنے لگے گی۔ تب تم اپنے خچر پر سوار ہو کر مکے کی طرف بھاگنے لگو گے۔ اور ان بے چارے مساکین (یعنی انصار) کو ایسی حالت میں چھوڑ دو گے جو اپنے گھروں کی گلیوں میں اور اپنی مسجدوں میں اور اپنے گھروں کے دروازوں پر قتل ہو رہے ہیں۔ مگر لوگوں نے انکی بات نہ مانی اور وہ چلے گئے۔ آخر ہوا وہی جو کچھ کہ انھوں نے کہا تھا۔

عقبہ ابن نافع کے دوبارہ افریقیہ پر عامل مقرر ہونے انکی فتوح اور قتل کا بیان

ہم اس سے قبل عقبہ کے افریقیہ سے معزول ہو کر شام واپس چلے جانے کا ذکر کر چکے ہیں۔ جب وہ امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے ان کو افریقیہ واپس بھیجنے کا وعدہ کیا۔ لیکن عقبہ ابھی شام ہی میں تھے کہ امیر معاویہ نے انتقال کیا۔ یزید نے ان کو اسی سال دوبارہ (سنہ ۶۲ھ) افریقیہ کا عامل بنا کر بھیجا۔ وہ قیروان تک نہایت شان سے گئے۔ اور وہاں امیر ابو المہاجر کو گرفتار کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا پھر قیروان میں ایک فوج اور اپنے فرزندوں اور اموال کو چھوڑ کر زہیر ابن قیس البلوی کو اپنا جانشین بنایا اور اپنی اولاد کو بلا کر کہا کہ "میں نے اپنی جان کو خدائے تعالیٰ کے لئے فروخت کر دیا ہے۔ میں کافروں سے جہاد کرتا رہوں گا۔ پھر جو کچھ اس کے بعد کیا جانا چاہئے اس کے لئے وصیت کر جاؤنگا"۔

اس کے بعد عقبہ وہاں سے ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوئے اور شہر باغایہ پہنچے۔ وہاں اہل روم کی ایک زبردست جماعت ان کے مقابلے کے لئے تیار تھی۔ وہ لوگ عقبہ سے نہایت شد و مد کے ساتھ جنگ آور ہوئے۔ مگر آخر کار منہزم ہوئے۔ عقبہ نے ان کو بڑی سختی کیساتھ قتل کیا۔ اور ان سے بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ اہل روم ہزیمت کھا کر شہر میں داخل ہو گئے۔ عقبہ نے انکا محاصرہ کر لیا مگر بعد میں محاصرے کو قائم رکھنا

ناگوار سمجھ کر بلاد زاب کی طرف روانہ ہوئے۔ جو ایک وسیع ملک ہے۔ اور متعدد شہروں اور قریوں پر حاوی ہے۔ ان بلاد میں پہنچ کر وہ سید ہے اس کے صدر مقام اربہ کو گئے۔ وہاں بھی اہل روم و نصاریٰ ان کو دخول سے مانع آئے انھوں نے مقابلہ کیا۔ اور ان لوگوں میں سے بعض پہاڑ کی طرف فرار کر گئے۔ مسلمان اور اس شہر کے نصاریٰ میں متعدد مرتبہ جنگ ہوئی۔ انجام کار نصاریٰ کو شکست ہوئی۔ عقبہ نے ان کے بہت سے سواروں کو قتل کیا اور تاہرت کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب اہل روم کو ان لوگوں کی ہزیمت کی خبر ملی تو انھوں نے اہل بربر سے مدد کی درخواست کی۔ انھوں نے قبول کیا اور کثیر التعداد میں انکی مدد کے لئے آئے۔ اور جان توڑ کر لڑنے لگے۔ دشمن کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت مشکل کا سامنا پڑا۔ مگر خدائے تعالےٰ نے ان کی مدد کی۔ اور اہل روم اور بربری بھاگ اٹھے۔ بہت سے تہ تیغ ہوئے اور مسلمانوں نے ان کے اموال و اسلحہ لوٹ لئے۔

عقبہ وہاں سے طنجہ کو گئے۔ جہاں ان کو یلیان نامی ایک رومی بطریق ملا۔ جس نے ان کو عمدہ عمدہ تحائف دئیے اور ان کا مطیع ہو گیا۔ عقبہ نے اس سے اندلس کے متعلق سوال کیا۔ تو اس پر یہ سوال بہت گراں گذرا۔ پھر انھوں نے بربریوں کے متعلق سوال کیا۔ تو اس نے کہا کہ وہ کثیر التعداد ہیں انکا شمار سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔ وہ سوس ادنےٰ میں رہتے ہیں۔ اور سب کے سب کفار ہیں۔ نصرانیت میں داخل نہیں۔ اور بڑے جنگجو ہیں۔ یہ معلوم کر کے عقبہ نے ان کے مقابلے کے لئے سوس ادنےٰ کا رخ کیا جو طنجہ کے مغرب میں واقع ہے۔ ابھی وہ بربریوں کے ملک کے شروع حصے ہی میں تھے۔ کہ ان کے ایک مجمع کثیر نے ان کا مقابلہ کیا۔ عقبہ نے ان کو خوب پیٹ بھر کر قتل و غارت کیا۔ اور جس جس طرف وہ لوگ بھاگ کر گئے تھے اُس اُس طرف انھوں نے اپنے سوار بھیج دئیے۔ اور خود وہاں سے کوچ کر کے سوس اقصےٰ پہنچے۔ وہاں بھی اہل بربر بے شمار تعداد میں انکے مقابلے کیلئے جمع تھے۔ عقبہ نے ان کا مقابلہ کیا۔ اور جنگ کر کے ان کو شکست دی۔ مسلمانوں نے

ان میں سے اتنے آدمیوں کو قتل کیا کہ وہ تھک گئے۔ اور بہت سا مال غنیمت اور کثیر التعداد قیدی ان کے ہاتھ آئے۔

عقبہ وہاں سے چلکر مقام مالیان پہنچے اور وہاں سمندر کو دیکھ کر کہا کہ یاالٰہی اگر یہ سمندر نہ ہوتا تو میں تیرے راستے میں جہاد کرتا ہوا آگے کو بھی چلا جاتا۔ غرض کہ وہ وہاں سے واپس آ گئے۔ اور ایک مقام پر پہنچے جو آجکل ماء الفرس کہلاتا ہے۔ وہاں پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اس قدر شدت کی پیاس لگی کہ ان کو ہلاکت کا اندیشہ ہونے لگا۔ عقبہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی ان کے گھوڑے نے اپنے سم سے زمین کو کھودنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے ان کو ایک پتھر نظر آیا جس کے نیچے پانی بہ رہا تھا۔ عقبہ نے لوگوں کو آواز دی۔ لوگوں نے وہاں بہت سے چھبرے کھودے اور پانی پیا۔ اس وجہ سے اس مقام کا نام ماء الفرس (یعنی گھوڑیکا چشمہ) ہو گیا۔

عقبہ شہر طبنہ جہاں سے قیروان آٹھ دن کی مسافت ہے، پہنچے تو انھوں نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ وہ فوج فوج ہو کر آگے بڑھیں۔ کیونکہ دشمنوں کو پامال کر دینے کے بعد انکو یقین ہو گیا تھا کہ انھوں نے اب ایسا کوئی دشمن باقی نہیں رکھا ہے جس سے خوف کیا جائے۔ اسکے بعد وہ ایک چھوٹی سی جماعت کو لیکر تہوذا کو دیکھنے گئے اہل روم ان کی قلیل جماعت دیکھکر طمع میں گرفتار ہو گئے۔ اور قلعے کا دروازہ بند کر کے عقبہ کو سب وشتم کرنے اور ان سے لڑنے لگے۔ عقبہ ان کو اسلام کی طرف بلاتے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔

کسیلہ ابن کمرم بربری کے عقبہ کے مقابلے میں خروج کا بیان

یہ کسیلہ ابن کمرم بربری ابوالمہاجر کے زمانہ ولایت افریقہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اور نہایت پکا مسلمان تھا۔ وہ بربریوں کے اکابر اور اہل الرائے لوگوں میں سے تھا۔ اور ابوالمہاجر کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ جب عقبہ افریقیہ کے والی ہوئے تو ابوالمہاجر نے ان کو کسیلہ کے رتبہ و منزلت سے آگاہ کیا۔

اور اس کی حفاظت کے لئے کہا۔ مگر عقبہ نے منظور نہ کیا اور اسے ایک معمولی آدمی سمجھا۔ عقبہ کے پاس ایک بکری لائی گئی۔ انھوں نے کسیلہ کو اس کے ذبح کرنے اور کھال اتارنے کا حکم دیا۔ کسیلہ نے کہا کہ یہ میرے جوان اور غلام موجود ہیں۔ میری طرف سے تکلیف اٹھالیں گے۔ عقبہ نے اسے گالیاں دیں اور کھال اتارنے کا حکم دیا۔ کسیلہ نے ایسا ہی کیا۔ مگر ابوالمہاجر کو عقبہ کی یہ حرکت ناگوار گذری۔ مگر عقبہ نے نہ مانا۔ ابوالمہاجر نے کہا کہ اس شخص کا اچھی طرح خیال رکھئے مجھے اس کی طرف سے آپ کے لئے خوف ہے۔ لیکن عقبہ نے سستی کی۔ اور کسیلہ نے یہ بات اپنے دل میں رکھی۔ آخر کار جب یہ موقع آیا۔ اور اہل روم نے عقبہ کے ہمراہیوں کی قلت تعداد دیکھی تو انھوں نے کسیلہ کے پاس پیغام بھیجا۔ اور عقبہ کی حالت سے اس کو اطلاع دی کسیلہ اسوقت اس کینہ کو دبائے ہوئے عقبہ کی فوج میں داخل تھا۔ اور کرم نے اپنے دل کے منصوبے سے رومیوں کو آگاہ کرکے انھیں طمع دلا چکا تھا۔ غرضکہ اہل روم کے نامہ وپیام سے کسیلہ نے اپنا کینہ ظاہر کیا۔ اور اپنے اہل اور براد ران عمزاد کو لے کر عقبہ کے مقابلے کے لئے چلا۔ ابوالمہاجر نے کہا کہ جلدی کرو قبل اس کے کہ اس کی جماعت کو تقویت حاصل ہو۔ اس وقت ابوالمہاجر زنجیروں میں دست وپابستہ عقبہ کے ہمراہ تھے عقبہ کسیلہ کی طرف بڑھے۔ مگر کسیلہ ان کے راستے سے ایک طرف کو ہٹ گیا۔ تاکہ اس کے آدمیوں کی تعداد زیادہ ہوجائے۔ یہ دیکھ کر ابوالمہاجر نے ابومحجن الثقفی کے یہ اشعار بطور مثال پڑھے۔ (ترجمہ):-

"میرے لئے یہی غم کافی ہے کہ وہ سوار نیزہ لئے ہوئے آ اور جا رہے ہیں۔ اور میں مضبوط تسموں سے بندھا ہوا ہوں۔ میں کھڑا ہوتا ہوں تو زنجیریں مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ اور میرے سامنے کے سب راستے نہایت سختی سے بند ہو جاتے ہیں"

عقبہ کو ان اشعار کی اطلاع ملی۔ تو انھوں نے ابوالمہاجر کو رہا کر دیا۔ اور کہا کہ تم مسلمانوں میں مل جاؤ اور ان کے امر کا انتظام کرو۔ کیونکہ میں شہادت حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر ابوالمہاجر نے ایسا نہ کیا اور کہا کہ میں بھی شہادت

حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر عقبہ اور سب مسلمانوں نے اپنی اپنی تلواروں کی میانیں توڑ ڈالیں اور بربریوں کے مقابلے کے لئے بڑھے ان سے جنگ کی اور تمام مسلمان شہید ہو گئے۔ کوئی ان میں بچ کر نہ بھاگ سکا۔ محمد ابن اوس الانصاری چند آدمیوں کے ہمراہ گرفتار ہو گئے۔ مگر صاحب قفصہ نے ان کو چھڑا لیا اور ان کو قیروان پہنچا دیا۔ زہیر ابن قیس البلوی نے جنگ آزمائی کا ارادہ کیا۔ مگر صنعانی کی فوج نے ان کی مخالفت کی اور وہ مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بہت سے لوگوں اور زہیر کو ان کے ساتھ واپس آنے پر مجبور ہونا پڑا چنانچہ وہ وہاں سے واپس آکر برقہ گئے اور وہاں مقیم ہو گئے کسیلہ کا یہ ہوا کہ تمام اہل افریقہ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے افریقہ کا قصد کیا جہاں مسلمانوں کے اصحاب اثقال اور ان کے زن و فرزند وغیرہ رہتے تھے۔ وہ سب کسیلہ سے امان کے طالب ہوئے۔ اور کسیلہ نے ان کو امان دے دی۔

اس کے بعد کسیلہ قیروان میں داخل ہوا اور افریقہ پر غلبہ حاصل کر کے اس وقت تک وہیں مقیم رہا کہ عبدالملک ابن مروان کی حکومت قوی ہو گئی۔ عبدالملک نے زہیر ابن قیس البلوی کو عامل افریقہ مقرر کیا۔ وہ اس وقت برقہ کی سرحد پر اسکی حفاظت و نگہداشت کے لئے مقیم تھے۔

زہیر ابن قیس کی ولایت افریقیہ اور ان کے اور کسیلہ کی قتل کا بیان

جب عبدالملک ابن مروان خلیفہ ہوا تو اس سے قیروان کے مسلمانوں کا ذکر کیا گیا۔ اور اس کے اصحاب نے اس کو افریقیہ میں فوج بھیجنے اور مسلمانوں کو نجات دلانے کا مشورہ دیا۔ عبدالملک نے زہیر ابن قیس البلوی کو بطور والی افریقیہ کی تقرری کا حکم لکھ بھیجا۔ اور ایک زبردست لشکر بھی روانہ کیا۔ چنانچہ زہیر سنہ ۶۹ھ میں افریقہ کو روانہ ہو گئے۔ کسیلہ کو اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے محفل قائم کی۔ اور ہر طرف سے اہل بربر اور اہل روم کو جمع کر کے اپنے سربرآوردہ اصحاب کو بلایا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں

ممش میں جا کر ٹھیروں۔ کیونکہ قیروان میں بہت سے مسلمان ہیں۔ ان کا ہم پر عہد ہے۔ ہم ان سے عذر نہ کریں گے۔ ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم زہیر سے جنگ کریں تو یہ لوگ ہمارے پیچھے سے ہم پر حملہ کر دیں۔ اگر ہم ممش میں مقیم ہو جائیں تو ان لوگوں (اہل قیروان) سے بے فکر ہو جائیں گے۔ اور زہیر سے جنگ کرسکیں گے۔ اگر ہم جیت گئے تو طرابلس تک ہم ان کا تعاقب کریں گے۔ اور افریقیہ سے ان کا نام و نشان میٹ دینگے۔ اور اگر وہ فتح مند ہوئے تو ہم پہاڑوں میں جا کر اپنی جان بچالینگے۔ ان سب نے منظور کیا اور کسیلہ نے ممش کی طرف کوچ کیا۔ زہیر کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ قیروان کے اندر نہیں گئے بلکہ تین دن تک اس کے باہر ہی پڑے رہے۔ اور جب اچھی طرح دم لے چکے اور ستا چکے تو کسیلہ کی طلب میں روانہ ہوئے۔ اس کے قریب پہنچکر وہ رک گئے اور اپنے ہمراہیوں کو باقاعدہ مرتب کر کے اس کے مقابلے کے لئے چلے۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ نہایت شدت سے جنگ ہوئی فریقین میں سے اس قدر کثرت سے آدمی مارے گئے کہ لوگ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ دن کے زیادہ حصے کے دوران میں یہی حال رہا۔ آخر کار اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور کسیلہ اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے۔ پھر کسیلہ اور اسکے ہمراہیوں کی ایک جماعت ممش میں قتل ہوئی۔ مسلمانوں نے اہل بربر و روم کا تعاقب کیا۔ اور انھیں جو جو ملا قتل کرتے چلے گئے اور اس طرح بہت سے آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔ اس جنگ میں روم و بربر کے آدمی اور ان کے ملوک واشراف سب چلے گئے۔ اور زہیر قیروان کی طرف مراجع ہوئے۔

زہیر نے یہ دیکھ کر کہ افریقیہ ایک زبردست لق ودق ملک ہے قیروان میں پڑا رہنا نہ چاہا اور یہ کہا کہ میں تو یہاں جہاد کے لئے آیا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ میں دنیا کی طرف مائل ہو کر ہلاک نہ ہو جاؤں۔ وہ ایک عابد وزاہد آدمی تھے۔ الغرض انھوں نے قیروان میں ایک لشکر چھوڑ دیا کیونکہ یہاں کے تمام شہروں کے لوگ دشمن یا کسی اور ذی شوکت غنیم کے اندیشہ سے بالکل امن میں تھے۔ اور خود ایک جماعت کثیر ہمراہ لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ اہل روم کو قسطنطنیہ میں یہ خبر مل گئی تھی کہ زہیر کسیلہ سے جنگ کرنے کی غرض سے

برقہ سے افریقیہ جا رہے ہیں۔ ان کے وجود سے خالی ہو جانے کو غنیمت جان کر جزیرۂ صقلیہ سے وہ بہت سے جہازوں میں بیٹھ کر اور زبردست طاقت وقوت فراہم کر کے برقہ پر حملہ آور ہوئے۔ بہت سے آدمیوں کو قید کیا۔ اور خوب قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اتفاق سے اسی وقت زہیر افریقیہ سے برقہ پہنچے۔ ان کو یہ خبر ملی تو انھوں نے اپنی فوج کو سرعت اور جنگ میں جدوجہد کا حکم دیا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر اسی طرف روانہ ہو گئے۔ اہل روم کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مسلمانوں نے یہ کیفیت دیکھ کر زہیر سے استغاثہ کیا۔ مگر ان کے لئے واپس جانا ناممکن تھا۔ لاچار جنگ کرنی پڑی کام نہایت سخت اور حالات نہایت شدید تھے۔ اہل روم نے ہر طرف سے حملہ کر کے زہیر اور ان کے اصحاب کو شہید کر دیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا اور اہل روم اموال غنیمت لے کر قسطنطنیہ واپس چلے گئے۔

عبد الملک ابن مروان نے زہیر کی شہادت کا حال سنا تو اس کو سخت رنج ہوا۔ پھر اس نے حسان ابن نعمان الغسانی کو افریقیہ روانہ کیا۔ ہم انشاء اللہ ۷۴ھ کے تحت میں ان کا ذکر کریں گے۔ چاہئے تھا کہ ہم زہیر کی ولایت اور شہادت کا ذکر ۶۹ھ کے ذیل میں کرتے۔ لیکن یہاں اس لئے ذکر کیا کہ کسیلہ کا حال اور اس کے قتل کا ذکر متصل رہے۔ کیونکہ یہ تمام واقعہ ایک ہی ہے۔ اور اگر اسے علیحدہ علیحدہ کر دیا جاتا تو اس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال ولید ابن عتبہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اس سال محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس والد سفاح و منصور کی پیدائش ہوئی۔

اس سال عبد المطلب ابن ربیعہ بن حارث ابن عبد المطلب ابن ہاشم الہاشمی (جو صحابہ میں سے تھے) اور مسلمہ ابن مخلد الانصاری نے وفات پائی۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت مسلمہ کی عمر دس برس کی تھی۔

اسی سال مسروق ابن اجدع نے مصر میں انتقال کیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا انتقال ۶۳ھ میں ہوا۔

۶۳ھ کے واقعات

جنگ حرہ کا بیان

حرہ کی جنگ کا آغاز وہ تھا جو ہم اس سے پیشتر یزید کے خلع کے بیان میں دکھلا چکے ہیں۔ اس سال اہل مدینہ نے یزید کے عامل عثمان ابن محمد ابن ابی سفیان کو مدینے سے نکال باہر کیا۔ اور عبداللہ بن حنظلہ سے بیعت کر لینے کے بعد تمام بنو امیہ کو اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ اس لئے بنو امیہ۔ ان کے موالی اور ان کے تمام ہمراہی لوگ جن کی تعداد ایک ہزار تھی جمع ہوئے۔ اور مروان ابن حکم کے گھر میں ایک مجلس قائم کر کے متفقہ طور پر یزید کے پاس استغاثہ کیا۔ ان کا قاصد یزید کے پاس ایسی حالت میں آیا کہ وہ اپنے مرض نقرس کے علاج کے لئے ایک طشت میں جو پانی سے بھرا ہوا تھا پاؤں ڈالے ہوئے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے خط دیکھ کر مثالاً یہ شعر پڑھا (ترجمہ):۔

"ان لوگوں نے اس حکم کو بدل دیا جو میری طبیعت کے مطابق تھا۔ اسی بنا پر میں نے بھی اپنی قوم میں بجائے نرمی کے سختی اختیار کر لی"۔

پھر کہا کیا بنو امیہ کی تعداد وہاں ایک ہزار بھی نہیں ہے۔ قاصد نے کہا بلکہ خدا کی قسم ان کی تعداد اور بھی زیادہ ہے۔ یزید نے کہا تب بھی ان سے اتنی ہمت نہ ہو سکی کہ وہ دن میں چند گھنٹے ہی لڑ سکتے۔ اس کے بعد اس نے عمرو ابن سعید کو بلایا اور وہ خط سنا کر چند آدمیوں کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم دیا۔ عمرو نے کہا کہ میں نے تمہارے لئے امور و بلاد کا انتظام کیا تھا۔ مگر اب کہ اس سرزمین میں قریش کے خون بہائے جائیں گے میں نہیں چاہتا کہ میں اس امر کا والی بنوں۔ پھر یزید نے عبیداللہ ابن زیاد کے پاس مدینے کی طرف کوچ کرنے اور مکے میں ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا۔ عبیداللہ ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم میں اس (یزید) فاسق کے لئے قتل ابن رسول اللہ اور کعبہ میں

جنگ دونوں ملا کر نہ کرو لگا۔ پھر اس نے یزید کے پاس عذر خواہی کی۔ اور عقبہ ابن مسلم المری کی طرف پیغام بھیجا۔ یہ وہی ہے جس کو مسرف کہتے تھے اور اس وقت وہ مریض اور مُسِن تھا۔ اس کو خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ کیا بنوامیہ میں سے ایک ہزار آدمی بھی نہیں ہیں؟ قاصد نے کہا ہاں۔ کہا کہ پھر یہ کیا بات ہے کہ ان لوگوں میں اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ دن میں چند گھنٹے تک جنگ آزمائی کرتے۔ یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان کی مدد کیجائے۔ وہ سب ذلیل و خوار ہیں۔ اے امیر المومنین آپ انھیں یوں ہی چھوڑ دیجئے۔ کہ وہ اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں اپنے مقدور بھر کوشش کرلیں۔ پھر اس سے آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان میں کون کون آپ کی تابعداری میں لڑتا ہے اور کون آپ کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ یزید نے کہا کہ تم پر خدا کی سنوار ہو۔ ان لوگوں کے مرجانے کے بعد پھر زندگی میں کیا رکھا ہے؟ تم آدمیوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے یزید سے کہا تھا۔ کہ تم کو ایک دن اہل مدینہ سے واسطہ پڑیگا۔ اگر وہ سرکشی کریں تو مسلم ابن عقبہ کو ان کی سرزنش کیلئے بھیجنا۔ کیونکہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ میں اس کی خیر خواہی سے بخوبی واقف ہوں۔ الغرض جب اہل مدینہ یزید کو خلافت سے خارج کر چکے تو یزید نے مسلم کو ان کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ مسلم نے لوگوں میں حجاز کی طرف روانگی کی منادی کردی اور ہدایت کی کہ لوگ اپنے اپنے مقررہ وظائف کے علاوہ سو سو دینار بھی انعام حاصل کرلیں۔ اس کی اس منادی کے جواب میں بارہ ہزار آدمی آگے بڑھے۔ پھر یزید ان کے معائنے کے لئے گیا۔ وہ تلوار باندھے ہوئے تھا۔ اور ایک عربی کمان پر ٹیکا لگائے ہوئے یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ):۔

"ابوبکر کو خبر پہنچا دو جس وقت رات پھیل گئی اور قوم وادی القرٰی میں اتر پڑی۔ کیا تم ایک مست شراب قوم دیکھتے ہو۔ یا ایک ایسی جماعت کو دیکھتے ہو جو بیدار رہے اور ان کی نیند ان سے کوسوں دور ہے۔ تعجب پر تعجب اس ملحد سے ہے جو دین میں دھوکہ باز ہے۔ اور جو خارشتی اونٹ کو کھجلاتا ہے

(یعنی ذلیل ہے)"

غرضکہ وہ لشکر چلا اور مسلم اس کا سردار تھا۔ یزید نے اس سے کہا کہ اگر تمھارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو تم اپنے بعد حصین ابن نمیر السکونی کو اپنا جانشین بنانا۔ تم لوگوں کو تین مرتبہ دعوت دو اگر وہ قبول کریں تو بہتر ورنہ ان سے جنگ کرو۔ اگر تم ان پر غالب آؤ تو تین دن تک اپنے غلبہ کو مباح سمجھنا۔ اس عرصے میں جو کچھ مال واسباب یا چوپائے یا اسلحہ تمھارے ہاتھ آئے وہ تمھاری فوج کے لئے ہوگا۔ تین دن کے بعد لوگوں سے دست بردار ہو جاؤ علی ابن حسین (رضی اللہ عنہما) کو تلاش کرو اور ان سے بھی دست بردار رہو۔ اور ان سے صلاح نیک طلب کرو۔ چونکہ وہ لوگوں کے ساتھ ملے نہیں میرے پاس ان کا خط آچکا ہے۔"

مروان ابن حکم نے ابن عمر سے اس وقت جبکہ اہل مدینہ نے یزید کے عامل اور بنوامیہ کو نکال باہر کیا تھا۔ یہ درخواست کی تھی کہ وہ اس کے اہل وعیال کو اپنے پاس چھپالیں۔ مگر ابن عمر نے ایسا نہ کیا۔ پھر اس نے علیؓ ابن حسینؓ سے گفتگو کی تو انھوں نے کہا کہ میرا بھی حرم ہے اور میرا حرم تمھارے حرم کے ساتھ رہے گا۔ انھوں نے کہا کہ ہاں میں ایسا ہی کرونگا۔ چنانچہ اس نے اپنی زوجہ یعنی عائشہ بنت عثمانؓ ابن عفان اور اپنے حرم کو علیؓ ابن حسینؓ کے ہاں بھیجدیا۔ اور علیؓ اپنے اور مروان کے حرموں کو لے کر ینبع چلے گئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ یہ کیا کہ مروان کے حرم کو اپنے بیٹے عبداللہ ابن علیؓ کے ہمراہ طائف روانہ کردیا۔"

عبدالملک ابن مروان نے جب یہ سنا کہ یزید نے مدینے پر لشکر بھیجدیا ہے تو اس نے کہا کاش آسمان زمین پر گر پڑتا۔ عبدالملک نے اس کو ایک مصیبت عظمیٰ سمجھا تھا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ بعد میں وہ خود اسی حرکت میں مبتلا ہوگیا۔ جبکہ اس نے حجاج کو بھیجا جس نے مکے کا محاصرہ کیا کعبہ پر منجنیق سے سنگباری کی اور ابن زبیر کو شہید کیا۔"

ادھر مسلم جب اپنا لشکر لے آیا اور اہل مدینہ کو خبر

ہوئی تو انھوں نے مروان کے گھر میں جا کر بنو امیہ کے محاصرے کو زیادہ سخت کر دیا۔ اور کہا کہ ہم تم لوگوں کو نہ چھوڑیں گے۔ جب تک ہم تم اپنے حکم پر نہ آ تا لیں اور تمھاری گردنیں نہ اڑا دیں۔ ورنہ تم خدا کی قسم کھا کر ہم سے عہد و پیمان کرو۔ کہ تم ہم سے مکر و غدر نہ کرو گے۔ ہماری پوشیدہ باتیں ظاہر نہ کرو گے۔ اور ہمارے خلاف کسی دشمن کو مدد نہ دو گے۔ اگر ایسا کرتے ہو تو ہم تم سے تعارض نہ کرینگے اور تم سے الگ ہو جائیں گے۔ اُن سب نے ان سے ان ہی شرائط پر معاہدہ کر لیا۔ اور انھوں نے ان کو اپنے ہاں مدینے سے خارج کر دیا۔ اس کے علاوہ اہل مدینہ نے یہ کیا تھا کہ ان کے اور شام کے مابین جتنے چشمے تھے ان میں ایک ایک مشک قطران کی ڈال دی تھی۔ مگر خدائے تعالےٰ نے ان کو بارش سے ایسا سیراب کیا کہ مدینہ پہنچنے تک ان کو کبھی ایک ڈول پانی لے نے کی بھی ضرورت نہ پڑی۔

جب بنو امیہ کو اہل مدینہ نے اپنے شہر سے نکال دیا۔ تو وہ اپنا مال و اسباب لے کر روانہ ہو گئے۔ مقام وادی القریٰ میں وہ مسلم ابن عقبہ سے ملاقی ہوئے۔ مسلم نے سب سے پہلے عمرو ابن عثمانؓ ابن عفان کو بلا کر پوچھا کہ کہو وہاں کے کیا حالات ہیں۔ مجھے کچھ مشورہ دو کہ کیا کیا جائے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں ایسا نہ کچھ بتلا سکتا ہوں اور نہ کہہ سکتا ہوں۔ ہم سے پختہ وعدے لے لئے گئے ہیں کہ ان کے پوشیدہ امور کو ظاہر نہ کریں۔ اور دشمن کی ان کے خلاف امداد نہ کریں۔ مسلم نے عمرو کو ڈانٹا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تم عثمانؓ کے بیٹے نہ ہوتے تو میں تم کو جان سے مار ڈالتا۔ اور قسم ہے خدا کی اب تمھارے بعد میں کسی قریش کا ایسا قصور معاف نہ کروں گا۔ عمرو نے باہر جا کر اپنے ہمراہیوں کو اس امر کی اطلاع دی تو مروان ابن حکم نے اپنے بیٹے عبد الملک سے کہا کہ تم مجھ سے پہلے اندر جاؤ۔ ممکن ہے کہ وہ بعض میرے تم سے تشفی پائے۔ چنانچہ عبد الملک اندر گیا تو مسلم نے اس سے کہا کہ بتلاؤ کہ تم کیا چیز سنا سکتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں میری یہ رائے ہے کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لئے چلے جاؤ۔ ذو نخلہ میں

پہنچ کر قیام کرو۔ اور لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ وہیں ٹھیریں۔ اور وہاں کے خرما اور مویز کھائیں۔ دوسرے دن صبح کو روانہ ہو اور مدینے کو اپنے بائیں ہاتھ چھوڑتے ہوئے حرہ کی طرف چلے جاؤ۔ جو مشرق کی سمت واقع ہے۔ پھر تم قوم (اہل مدینہ) کی طرف بڑھو۔ جب تم اس طرح ان کا مقابلہ کرو گے تو سورج ان کے سامنے اور تمہارے اصحاب کے پس پشت سے طلوع کریگا تمہارے اصحاب کو اسکی تکلیف نہ ہو گی اور وہ تکلیف میں ہونگے اس کے علاوہ تمہارے خودوں۔ نیزوں کی نوکوں۔ تلواروں اور بکتروں کی چمکاہٹ سے جو تکلیف انکو پہنچے گی وہ تم کو اس وقت نہیں پہنچے گی۔ جب تک تمہارا رخ مغرب کی طرف ہو گا۔ اور خدا سے ان پر غلبہ پانے کے لئے اعانت طلب کرو۔ مسلم نے کہا شاباش ہے تمہارے باپ کو کیسا بیٹا پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد خود مروان اندر گیا۔ مسلم نے کہا کہو تم کیا کہتے ہو؟ مروان نے کہا کہ کیا مجھ سے پہلے عبدالملک تمہارے پاس نہیں آیا؟ کہا ہاں۔ سبحان اللہ عبدالملک خوب ہی آدمی ہے۔ میں نے قریش میں اس جیسے بات کرنیوالے بہت کم پائے ہیں۔ مروان نے کہا کہ بس جب تم نے عبدالملک کو دیکھ لیا تو گویا ہم کو دیکھ لیا۔ اس کے بعد مسلم نے سب کچھ اسی طرح کیا جس طرح عبدالملک نے کہا تھا۔ وہ ان لوگوں کے پاس مشرق کیطرف سے گیا۔ اور ان کو بلا کر کہا کہ امیرالمومنین کا خیال ہے کہ تم لوگ اصل ہو۔ اور مجھے تمہاری خونریزی کرنے سے کراہیت ہوتی ہے۔ میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں اس عرصے میں جو شخص باز آ جائے گا اور حق کی طرف مراجعت کریگا ہم اس کے فعل کو قبول کر لیں گے۔ اور میں تمہارے پاس سے ہٹ کر مکے کی طرف چلا جاؤنگا۔ لیکن اگر تم نے انکار کیا تو ظاہر ہے کہ ہم تم سے اعتذار تو کر ہی چکے ہیں۔ چنانچہ تین دن گذر جانے کے بعد مسلم نے کہا کہ اے اہل مدینہ اب تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ صلح کرتے ہو یا لڑتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم لڑینگے۔ مسلم نے کہا کہ خبردار ایسا نہ کرنا۔ بلکہ اطاعت میں داخل ہو جاؤ۔ اور ہم اپنی کوشش اور شوکت اس ملحد (یعنی ابن زبیر) پر صرف کر دیں گے جس نے ہر طرف سے سرکشوں اور فاسقوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا ہے

انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے دشمنو اگر تم نے انکی طرف بڑھنے کا ارادہ بھی کیا تو ہم تم کو چھوڑنے والے نہیں ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تم بیت اللہ شریف میں جاتے ہو اس کے باشندگان کو ڈرانا۔ اس میں کفر و الحاد پھیلانا اور اس کی حرمت کو حلال کرنا چاہتے ہو۔ نہیں خدا کی قسم ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے۔ اہل مدینہ نے پہلے ہی سے ایک خندق بنا رکھی تھی۔ جس پر ان کی ایک جماعت متعین تھی جس کے سردار عبدالرحمن ابن زہیر ابن عبد عوف یعنی عبدالرحمن ابن عوف کے برادر عم زاد تھے۔ ان کے علاوہ مدینہ کی جانب جماعت قریش پر عبداللہ ابن مطیع۔ مہاجرین پر معقل ابن سنان الاشجعی۔ جو صحابہ کرام میں تھے اور ان سب پر امیر جماعت عبداللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہ ان کی سب سے بڑی جماعت یعنی انصار پر تعینات تھے۔ ادھر مسلم بھی اپنے ہمراہیوں سے مدد لیتا ہوا حرہ کی طرف وارد ہوا۔ اور کوفے کی سڑک پر اپنے ڈیرے ڈال دیئے چونکہ وہ اس وقت مریض تھا۔ اس لئے دونوں صفوں کے درمیان اسکے لئے ایک کرسی بچھادی گئی۔ وہ بیٹھ گیا اور اہل شام سے کہا کہ اپنے امیر کی طرف سے لڑو اور بلاؤ چنانچہ ان کا یہ حال تھا کہ تمام حصوں کی طرف جدھر رخ کرتے تھے شکست دیدیتے تھے۔ پھر مسلم نے سواروں کو ابن غسیل کی طرف بھیجا۔ ابن غسیل نے اپنے سواروں کو لیکر انپر حملہ کیا۔ اور ان کو بھگا کر مسلم کیطرف چلے۔ مگر مسلم نے اپنے آدمیوں کو لیکر انکے روبرو ہوکر ان سے مقابلہ کیا۔ اور بلند آواز سے ان کو تاکید کی۔ چنانچہ وہ نہایت بے جگری سے لڑنے لگے۔ پھر فضل ابن عباس ابن ربیعہ ابن حارث ابن عبدالمطلب ابن غسیل کے پاس آئے اور اپنے تقریباً بیس سواروں کو لے کر ان کے ہمراہ ہو کر نہایت خوبی سے لڑنے لگے۔ اور ابن غسیل سے کہا کہ اگر آپ کے پاس کوئی شہسوار ہوں تو ان کو چاہئے کہ میرے پاس آ کر کھڑے ہوجائیں۔ اور جب میں حملہ کردوں تو وہ بھی کریں۔ خدا کی قسم پھر تو میں دم نہ لوں جب تک کہ مسلم کے پاس پہنچکر یا تو اسے قتل نہ کرلوں یا خود ہی اس کے سامنے نہ مرجاؤں۔ ابن غسیل نے یہی کیا۔ کہ اپنے شہسواروں کو لاکر فضل کے پاس جمع کردیا۔ فضل نے انکی مدد سے اہل شام پر حملہ کیا۔

اور پیچھے ہٹا دیا۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اں میں تم پر قربان ہو جاؤں ابھی ایک اور حملہ کرو خدا کی قسم اگر میں ان لوگوں کے امیر کو دیکھ پاؤں تو میں ضرور اسے قتل کر دوں یا اس کے سامنے خود ہی قتل ہو جاؤں یقین کر لو کہ صبر کے بعد سوائے فتحمندی کے اور کچھ نہیں ہوتا چنانچہ انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کیا جس کی وجہ سے شام کے سوار مسلم ابن عقبہ کے پاس سے ہٹ گئے۔ اور اس کے پاس صرف پانچ سو پیادوں کے قریب رہ گئے۔ جو گھٹنوں کے بل نیزے تانے ہوئے اہل مدینہ کے مقابل کھڑے تھے۔ فضل اسی حیثیت میں مسلم کے جھنڈے کی طرف بڑھے۔ اور اس کے علم بردار کے سر پر ایسا وار کیا کہ تلوار خود کو توڑتی ہوئی سر پر پہنچی اور اسے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جس سے وہ شخص فوراً گر کر مر گیا۔ فضل نے یہ سمجھ کر کہ وہ شخص مسلم ہی تھا وار کرتے ہوئے کہا کہ لے یہ میرا وار ہے۔ اور میں عبد المطلب ہی کی اولاد میں سے ہوں۔ اور اس شخص کو گرتا دیکھ کر کہا کہ رب کعبہ کی قسم میں نے طاغیہ قوم کو قتل کر دیا ہے۔ مسلم نے کہا کہ او بد معاش تو نے غلط کہا وہ ایک بہادر رومی غلام تھا۔ اور یہ کہہ کر مسلم نے اپنا جھنڈا ہاتھ میں لے کر اہل شام کو برانگیختہ کیا۔ اور کہا کہ اس جھنڈے کے ساتھ ساتھ حملہ کرو۔ یہ کہہ کر اپنے جھنڈے کو لئے ہوئے آگے بڑھے اہل شام نے اس جھنڈے کے آگے ہو کر سخت حملہ کیا۔ جس سے فضل ابن عباس گر کر انتقال کر گئے۔ اس وقت ان کے اور مسلم کے درمیان تقریباً دس بالشت کا فاصلہ ہو گا۔ انھیں کے ساتھ زید ابن عبد الرحمن ابن عوف بھی شہید ہوئے۔ پھر مسلم کے سوار اور پیادے ابن غسیل کی طرف لپکے اور مسلم اپنے اصحاب کو برانگیختہ کرتا اور اہل مدینہ کی مذمت کرتا ہوا اپنے لوگوں کو ابن الغسیل کی طرف بڑھاتا جاتا تھا۔ مگر ان لوگوں کو ابن غسیل کے اصحاب کے ہاتھوں میں نیزے اور تلواریں دیکھ کر آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ دیکھ کر مسلم نے حصین ابن نمیر اور عبد اللہ ابن عضاۃ الاشعری کو بلایا۔ اور حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے دستہائے فوج کو لیکر آئیں۔ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ اور اپنے دستوں کو لیکر آگے بڑھے۔ ابن غسیل نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تمہارے دشمن نے لڑائی کا

وہی ڈھنگ اختیار کیا ہے جو وہ تمھارے خلاف جنگ کرنے میں اختیار کرنا چاہتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ تھوڑی دیر اور ٹھیریں گے کہ اللہ تمھارے اور ان کے مابین فیصلہ کر دے گا۔ یا تو وہ فیصلہ تمھارے حق میں ہوگا یا تمھارے خلاف ہوگا۔ مگر تم اہل نصرت ہو اور دار ہجرت میں ہو۔ میں نہیں جانتا کہ خدائے تعالےٰ ارض مسلمین میں تم سے زیادہ کسی اور سے راضی یا ان لوگوں کی بہ نسبت جو تم سے لڑ رہے ہیں کسی اور سے زیادہ ناراض ہے۔ تم میں سے ہر شخص کو آخر مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے۔ اور خدا کی قسم موت شہادت سے کوئی افضل چیز نہیں۔ اور اس وقت خدائے تعالےٰ نے تمھارے پاس موت شہادت ہی بھیجی ہے۔ اسے غنیمت سمجھو" یہ سنکر وہ لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔ اہل شام نے ان پر تیر برسانا شروع کئے۔ ابن غسیل نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ تم کیوں اپنے آپ کو ان کے تیروں کا نشانہ بناتے ہو۔ تم میں سے جو کوئی شخص جنت میں جلد داخل ہونا چاہتا ہے۔ اُسے چاہئے کہ اس جھنڈے کے پاس پاس رہے۔ اس پر ان میں سے خواہشمند ان مرگ اٹھے اور اسقدر شدت کے ساتھ لڑنے لگے۔ کہ اس جنگ میں اس سے قبل اسقدر سخت جنگ نہ ہوئی تھی۔ پھر ابن غسیل اپنے بیٹوں کو یکے بعد دیگرے آگے بڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کے سب ان کی آنکھوں کے سامنے مارے گئے۔ اور وہ خود بھی وار کرتے جاتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ (ترجمہ):-

"دوری ہو اس شخص کے لئے جو فساد اور بغاوت کا ارادہ کرے اور حق اور آیات ہدایت سے ایک طرف کو ہٹ جائے۔ خدائے عالم سوائے نافرمان کے کسی اور کو دور نہیں کرتا۔"

اس کے بعد وہ شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کے برادر مادری محمد ابن ثابت ابن قیس ابن شماس بھی شہید ہوئے۔ اور وہ یہ کہتے جاتے تھے میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کی بجائے مجھے اہل دیلم قتل کرتے۔" ان کے علاوہ عبداللہ ابن زید ابن عاصم اور محمد ابن عمرو ابن حزم الانصاری بھی شہید ہوئے۔

مروان بن حکم کا ان پر گذر ہوا کہنے لگا خدا تم پر رحم کرے۔ مسجد کے بہت سے ستون ایسے ہیں جن کے پاس میں نے تم کو نماز میں طویل قیام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جو لوگ ہزیمت کھا کر چلے گئے ان میں محمد ابن سعد ابن ابی وقاص بھی تھے۔ اسکے بعد مسلم نے تین دن تک مدینے کو مباح سمجھا۔ اور اس کے ہمراہی برابر لوگوں کو قتل کرتے اور متاع و اموال کو لوٹتے رہے۔ اس وقت شہر میں جو صحابہ موجود تھے ان کو اس وجہ سے سخت گھبراہٹ ہوئی۔ چنانچہ ابو سعید الخدری باہر نکل کر پہاڑ کی کھو میں چلے گئے۔ ایک شامی شخص نے ان کا تعاقب کیا۔ اور غار پر آ پہنچا ابو سعید نے اپنی تلوار نکال کر اس شامی کو ڈرانے لگے۔ مگر وہ وہاں سے نہ ٹلا۔ اس پر ابو سعید الخدری نے اپنی تلوار کو میان میں ڈال دیا اور کہا اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے دست درازی کریگا تو میں ہرگز تجھے قتل کرنیکے لئے دست درازی نہ کرونگا شامی نے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ میں ابو سعید خدری ہوں شامی نے کہا کیا صحابی رسول اللہ۔ ابو سعید نے کہا ہاں۔ یہ سن کر شامی ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔

کہتے ہیں کہ جب مسلم مدینے میں آیا تو اہل مدینہ بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھ خوب آراستہ ہو کر اس کے مقابلے کے لئے نکلے اہل شام ان سے ہیبت زدہ ہو گئے۔ اور ان سے جنگ کرنا پسند نہ کیا۔ مگر جب مسلم نے یہ حالت دیکھی اور وہ سخت بیمار بھی تھا۔ اس نے ان کو سب و شتم اور مذمت کرنا اور برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ تب اہل شام ان سے لڑے۔ اس اثناء میں کہ لوگ اس جنگ میں مشغول تھے ان کی پس پشت مدینے میں ایک نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ بنو حارث نے اہل شام کو مدینے میں داخل کرا دیا تھا۔ یہ سن کر میدان جنگ میں مقاتلین مدینہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ بھاگ اٹھے۔ چنانچہ اس بھاگا بھاگی میں خندق میں گر جانے والوں کی تعداد مقتولین سے زیادہ تھی۔ پھر مسلم نے لوگوں کو یزید کی بیعت کے لئے اس شرط سے بلوایا کہ وہ سب یزید کے مملوک ہیں۔ اس کو اختیار ہے کہ ان کی جان و مال اور اہل و عیال میں جس طرح چاہے حکم کرے۔ جو شخص اس قسم کا اقرار کرنے سے رکا وہ قتل کر دیا گیا۔ یزید ابن عبداللہ ابن ربیعہ ابن اسود۔ محمد ابن ابی جہم ابن حذیفہ

اور معقل ابن سنان الاشجعی کے لئے امان طلب کی گئی۔ یہ تینوں جنگ کے ایک دن بعد مسلم کے پاس حاضر کیے گئے۔ مسلم نے کہا کہ اسی شرط سے بیعت کرلو۔ دونوں قریشیوں نے کہا کہ ہم تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر بیعت کرتے ہیں۔ یہ سن کر مسلم نے ان دونوں کی گردنیں مار دیں۔ یہ دیکھ کر مروان ابن حکم نے کہا کہ سبحان اللہ! کیا تم ایسے دو قریشیوں کو قتل کرتے ہو جو تمھارے پاس امان پا کر آئے تھے۔ مسلم نے ان کے پہلو میں چھڑی چبھو کر کہا کہ خدا کی قسم اگر تم بھی ان دونوں کی سی باتیں کروگے تو میں تم کو بھی قتل کر دونگا۔ پھر معقل ابن سنان آئے اور لوگوں کے پاس بیٹھ کر پینے کے لئے کچھ مانگا مسلم نے پوچھا کہ تم کو پینے کی چیزوں میں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔ کہا شہد۔ مسلم نے کہا کہ انھیں شہد پلا دو۔ چنانچہ معقل نے خوب سیر ہو کر شہد پیا۔ مسلم نے پوچھا کہ خوب اچھی طرح پی چکے۔ کہا ہاں۔ مسلم نے کہا کہ اب اس کے بعد تم نار جہنم میں داخل ہو کر ہی کچھ پیوگے ورنہ اور کچھ پینے کو نہ ملیگا۔ معقل نے کہا کہ میں تم کو خدا کا اور قرابت کا پاس دلاتا ہوں۔ مسلم نے کہا کہ تم وہی ہو کہ ایک مرتبہ جب رات کو تم یزید کے پاس سے نکلے مجھ سے طبریہ میں ملاقات کی اور کہا ہم نے آتے ہوئے ایک مہینہ اور جاتے ہوئے ایک مہینہ کا سفر کیا اور میں تو خالی ہاتھ رہ گیا۔ اب ہم مدینے جا کر اس فاسق ابن فاسق کو خلافت سے علیحدہ کرکے مہاجرین اور انصار میں سے ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرینگے جو غطفان کا سردار سب سے زیادہ شجاع اور خلافت کا اہل ہے۔ میں نے بھی اسی دن سے قسم کھا رکھی تھی کہ اگر کبھی جنگ میں میرا اور تمھارا مقابلہ ہوا اور مجھے تم پر قدرت حاصل ہوئی تو میں ضرور تم کو قتل کروں گا۔ چنانچہ مسلم کے حکم سے ان کو قتل کر دیا گیا۔ پھر یزید ابن وہب اس کے سامنے پیش کئے گئے۔ ان سے کہا کہ بیعت کرلو۔ انھوں نے کہا کہ میں تم سے کتاب اور سنت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم نے کہا کہ اسے قتل کردو۔ یزید نے کہا کہ میں تم سے بیعت کرتا ہوں۔ مسلم نے جواب دیا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ مروان کو

کیونکہ ان سے سسرالی رشتہ تھا اس لئے اس نے ان کی سفارش کی مگر مسلم کے حکم سے مروان کی ناک گھسی گئی اور پھر یزید قتل کر دیا گیا پھر مروان علیؓ ابن حسینؓ کو مسلم کے پاس لایا۔ علیؓ ابن حسینؓ مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کے درمیان میں چلے آتے تھے۔ اور اسی طرح آکر بیٹھ گئے۔ مروان نے تواضع کے طور پر کچھ نوشیدنی چیز منگوائی اور اس میں سے تھوڑا سا پی کر پیالہ علیؓ ابن حسینؓ کو دے دیا۔ ابھی انھوں نے پیالہ لیا ہی تھا کہ مسلم نے کہا کہ خبردار ہمارا پانی نہ پینا۔ اس سے ان کا ہاتھ کانپنے لگا۔ ان کو اپنی جان کا اندیشہ ہو گیا اور انھوں نے پیالہ روک لیا۔ مسلم نے کہا کہ تم ان دونوں کے درمیان چلتے ہوئے کیا اس لئے آئے ہو کہ ان کی وجہ سے تم کو میرے پاس امان مل جائے۔ خدا کی قسم اگر امر ان لوگوں کے ہاتھ میں بھی ہوتا تب بھی میں تم کو قتل کرتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ امیر المومنین نے مجھے تمہارے متعلق نصیحت کی ہے اور مجھے بتلایا ہے کہ تم نے ان سے خط و کتابت کی ہے لہذا تم اگر پینا چاہو تو پی لو۔ تب انھوں نے پیالہ پی لیا۔ پھر مسلم نے ان کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھلا لیا۔ اور کہا کہ تمہارے اہل و عیال تو شاید گھبرا گئے ہوں گے۔ کہا ہاں خدا کی قسم یہی ہوا۔ تب مسلم نے ایک گھوڑا منگایا اور اس پر زین وغیرہ کس کر ان کو بٹھلایا ان کو واپس بھیجدیا۔ اور ان سے بیعت یزید کے لئے وہ شرائط نہیں کیں جو اہل مدینہ کے سامنے پیش کی گئی تھیں۔ پھر علی ابن عبداللہ ابن عباس بیعت کے لئے بلائے گئے حصین ابن نمیر السکونی نے کہا کہ میرا یہ بھانجا اسی طرح بیعت کریگا جس طرح علیؓ ابن حسینؓ نے کی چونکہ علی ابن عبداللہ کی والدہ کندیہ تھیں۔ اس لئے تمام بنو کندہ نے حصین کی تائید کی اور مسلم نے علی کو چھوڑ دیا۔ اس پر علی نے یہ اشعار کہے (ترجمہ)

"میرا باپ عباس بنو قصی کا سردار تھا۔ بنو ولیعہ جو شاہان یمن تھے میرے ماموں ہیں۔ انھوں نے اور نیز بنو لکیعہ نے میری عزت کی اس دن جبکہ مسرف کے دستہ ہائے فوج آئے تھے حفاظت کی وہ لوگ مجھ سے وہ سلوک کرنا چاہتے تھے جس میں عزت نہ تھی۔

اس لئے چست اور تند ہاتھ ان کے اور میرے مابین حائل ہو گئے"
ان کے لفظ مسرف سے مسلم ابن عقبہ مراد ہے۔ کیونکہ جنگ حرہ کے بعد اس کا نام مسرف ہو گیا تھا۔ بنو ولیعہ بنو کندہ کا ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے جس میں سے علی ابن عبد اللہ کی والدہ تھیں۔ اور بنو لکیعہ علی کی والدہ کی والدہ کا قبیلہ تھا۔؛

کہتے ہیں کہ عمرو ابن عثمان ابن عفان بنو امیہ کے ان افراد میں شامل نہ تھے جو مدینے سے نکل گئے۔ اسی دن ان کو بھی مسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ مسلم نے کہا کہ اے اہل شام۔ کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ کہا کہ یہ خبیث ابن طیب ہے۔ یہ عمرو ابن عثمان ابن عفان ہے۔ کیوں عمرو! جب اہل مدینہ ظاہر ہوتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ میں تم ہی سے ہوں۔ اور جب اہل شام نمودار ہوتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ میں امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں۔ پھر اس کے حکم سے عمرو کی ڈاڑھی نوچی گئی اس کے بعد مسلم نے اہل شام سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس شخص کی ماں اپنے منہ میں ایک چھوارہ لیکر کہتی تھی۔ کہ اے امیر المومنین میں آپ سے پہیلی پوچھتی ہوں۔ بوجھیئے کہ میرے منہ میں کیا ہے۔ حالانکہ اس کے منہ میں ایک مٹھی اور بھی چیز ہوتی تھی اور وہ بنو دوس میں سے تھی۔ یہ کہہ کر ان کو رہا کر دیا گیا۔؛

جنگ حرہ ۶۳ھ میں ماہ ذی الحجہ کے ختم ہونے سے دو دن قبل واقع ہوئی تھی۔ محمد ابن عمارہ کا بیان ہے کہ میں تجارت کی غرض سے شام کو گیا تھا وہاں ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو۔ میں نے کہا کہ مدینے سے۔ اس نے کہا کہ خبیثہ سے میں نے کہا کہ رسول اللہ نے تو اس شہر کا نام طیبہ رکھا تھا۔ اور تم اسے خبیثہ کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے جو اسکا نام رکھا ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب لوگ جنگ حرہ کو جانے لگے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے محمد نام کے ایک شخص کو قتل کیا ہے اور میں اس کے شہید کرنے کی وجہ سے دوزخ میں جھونکا جاؤنگا۔ اس لئے میں نے کوشش کی کہ میں لوگوں کے ساتھ نہ جاؤں

مگر میرا عذر قبول نہ کیا گیا۔ اور آخر میں ان کے ساتھ گیا۔ مگر میں جنگ کے آخر تک نہیں لڑا۔ پھر میں مقتولین میں سے ایک شخص کے پاس سے گذرا جس میں جان کی کچھ رمق سی باقی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اے کتے دور ہو!۔ مجھے اس کے اس کہنے سے ایسی نفرت ہوئی کہ میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر مجھے اپنا خواب یاد آیا اتنے میں مدینے کے ایک شخص سے ملا جو مقتولین کو دیکھتا پھرتا تھا۔ جب اس نے اس شخص کو دیکھا جس کو میں نے مارا تھا اس نے کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جس نے اس کو مارا ہے وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہا یہ محمد ابن عمرو ابن حزم ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت نے خود ان کا نام محمد اور کنیت عبد الملک رکھی تھی۔ میں محمد ابن عمرو کے اہل و عیال کے ہاں گیا اور کہا کہ وہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں۔ مگر انھوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر میں نے خون بہا پیش کیا۔ مگر انھوں نے وہ بھی نہ لیا۔

جنگ حرہ کے مقتولین میں عبد اللہ بن عاصم الانصاری تھے یہ صاحب اذان نہ تھے۔ بلکہ صاحب اذان ابن زید ابن ثعلبہ تھے۔ ان کے علاوہ عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن موہب۔ وہب بن عبد اللہ بن زمعہ بن اسود۔ عبد اللہ ابن عبد الرحمٰن ابن حاطب۔ زبیر ابن عبد الرحمٰن ابن عوف اور عبد اللہ بن نوفل ابن حارث بن عبد المطلب بھی تھے۔

متعدد واقعات کا بیان

اسی سال ربیع بن خثیم الکوفی زاہد نے انتقال کیا۔

اسی سال عبد اللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اس وقت لوگ ان کو عابد کہا کرتے تھے۔ لوگوں کی رائے تھی کہ خلیفہ کا انتخاب شوریٰ سے کیا جائے۔ ابن زبیر کو جنگ حرہ کی خبر محرم کی چاندرات کو مسور بن مخرمہ کے ذریعہ سے ملی۔ انھوں نے تیاری شروع کی۔ لوگوں نے ان کو بہت کچھ بڑھا چڑھا کر باتیں سنائیں۔ تو وہ اور اُن کے

اصحاب تیار ہو گئے۔ کہ مسلم ان پر بھی فوج کشی کرے گا۔

۶۴ھ کے واقعات

مسلم کی ابن زبیر کے محاصرے کے لئے روانگی اور اس کی موت کا بیان

جب مسلم اہل مدینہ کے قتل و غارت سے فارغ ہو گیا تو اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر ابن زبیر کے مقابلے کے لئے مکے کی طرف روانہ ہوا۔ اور مدینہ میں روح ابن زنباع الجذامی (اور بقول عمرو بن مخرمہ الاشجعی) کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ گیا۔ لیکن ابھی مشلل تک ہی گیا تھا کہ موت نے اس کو آ لیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ثنیہ ہرشی میں فوت ہوا۔ موت کے قریب اس نے حصین ابن نمیر کو بلا کر کہا کہ اے گدھے کی جھول! اگر امر میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں تجھ کو اس لشکر کا والی نہ بناتا۔ مگر امیر المومنین نے ہی تجھے والی بنا دیا ہے۔ مجھ سے چار نصیحتیں سن لے تیز سفر کر۔ فوراً لڑائی شروع کر دے۔ خبروں کو خوب شہرت دے۔ اور کسی قریش کی بات پر کان مت دھرنا۔ پھر کہا کہ یا الٰہی۔ میں نے سوائے تیرے کسی اور کے معبود نہ ہونے اور محمد صلعم کے تیرے بندے اور رسول ہونے کی شہادت دینے کے بعد کوئی کام ایسا اچھا نہیں کیا۔ جیسا کہ اہل مدینہ کا قتل۔ اور نہ اس سے زیادہ ثواب آخرت کا امید دلانے والا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو حصین ابن نمیر لوگوں کو لے کر ۶۴ھ میں اس وقت مکے پہنچا کہ ماہ محرم کے ختم ہونے میں صرف چار دن باقی تھے۔ اس وقت تک اہل مکہ اور اہل حجاز عبداللہ ابن زبیر سے بیعت کر چکے تھے۔ اور لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان کے علاوہ مدینے کے ہزیمت یافتہ شخص بھی ان سے جا ملے تھے۔ اور نجدہ ابن عامر الحنفی بھی خوارج کو لے کر بیت اللہ کی حفاظت کیلئے آ گیا تھا۔ ابن زبیر اپنے بھائی منذر کے ہمراہ اہل شام کے مقابلے کے لئے نکلے۔ منذر نے اہل شام کے ایک شخص سے مقابلہ کیا اور دونوں نے ایک دوسرے پر کاری وار لگایا اور مر گئے۔ پھر اہل شام نے ان پر ایسا حملہ کیا کہ عبداللہ ابن زبیر کے اصحاب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ عبداللہ کا خچر لڑکھڑایا۔

تو انھوں نے کہا ہائے رے ہلاکت"۔ پھر اس پر سے اُتر کر اپنے اصحاب کو بلند آواز سے پکارا۔ جس کے جواب میں مسور بن مخرمہ اور مصعب ابن عبدالرحمٰن ابن عوف آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے دونوں قتل ہو گئے۔ ابن زبیر بھی ان کے ساتھ رات تک لڑتے رہے اور پھر وہ لوگ وہاں سے ہٹ آئے۔ یہ پہلے محاصرہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اہل شام نے ماہ محرم کا باقی حصہ اور تمام ماہ صفر تک ان سے جنگ جاری رکھی۔ آخر کار جب ۶۴ھ کے ماہ ربیع الاول کے بھی تین دن گذر گئے تو انھوں نے خانہ کعبہ پر منجنیقوں سے گولہ باری شروع کی اور اس میں آگ لگا دی اس عمل کے ساتھ وہ رجز اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔ (ترجمہ):۔

"یہ منجنیق مثل موٹی کفدار اونٹنی کے ہے جس سے ہم اس مسجد کی لکڑیوں پر پتھر ماریں گے"۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ میں اس آگ سے آگ لگ گئی تھی جو عبداللہ کے اصحاب کعبے کے گرد جلائے رکھتے تھے۔ ہوا چلنے سے چنگاریاں اڑ کر کعبے تک پہنچیں جس سے کعبے کے کپڑے جل گئے۔ اور اس کی لکڑی میں بھی آگ لگ گئی۔ پہلا بیان صحیح ہے۔ کیونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ ابن زبیر نے کعبے کو اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ لوگ اس کو جلا ہوا دیکھیں اور وہ ان کو اہل شام کے خلاف بھڑکا سکیں۔ غرض کہ اہل شام برابر ابن زبیر کا محاصرہ کئے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو ربیع الآخر کی چاند رات کو یزید ابن معاویہ کی موت کی خبر ملی۔

یزید ابن معاویہ کی موت کا بیان

اس سال یزید ابن معاویہ نے سرزمین شام کے مقام حوران میں ماہ ربیع الاول کی چودھویں تاریخ کو انتقال کیا۔ اسوقت اسکی عمر ایک قول کے مطابق اڑتیس اور ایک بیان کے موافق انتالیس برس کی تھی۔ اس کی حکومت کا زمانہ تین سال چھ ماہ (اور بقول بعض آٹھ ماہ) کا ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ اس کا انتقال ربیع الاول ۶۳ھ میں ہوا۔ جب کہ اس کی عمر ترپن برس کی تھی اور اس کی خلافت دو سال آٹھ ماہ رہی۔ ان میں سے پہلا بیان صحیح ہے اس کی والدہ میسون بنت بجدل ابن انیف الکلبیہ تھی۔ اس کی اولاد میں معاویہ (جسکی کنیت ابو عبدالرحمن اور ابو لیلےٰ تھی اور جو اس کے بعد تخت نشین ہوا) خالد (جس کی کنیت ابو ہاشم تھی اور جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ علم کیمیا کا بڑا ماہر تھا۔ مگر یہ قول کسی کے لئے صحیح نہیں) اور ابو سفیان تھے جسکی والدہ ام ہاشم بنت عتبہ ابن ربیعہ تھی۔ اس کی وفات کے بعد مروان ابن حکم نے ام ہاشم سے نکاح کر لیا تھا۔ ان کے علاوہ اس کے اور اولاد عبداللہ ابن یزید (جو عرب کے زبردست تیراندازوں میں سے تھا اور جس کی والدہ ام کلثوم بنت عبداللہ ابن عامر تھی اسی کا لقب اسوار تھا)۔ اور عبداللہ اصغر۔ عمرو۔ ابو بکر۔ عتبہ حرب۔ عبدالرحمن۔ اور محمد بھی تھے۔ جو متفرق ماؤں کے بچے تھے۔ ؛

اس کی بعض سیرت واخبار کا بیان

محمد ابن عبیداللہ ابن عمر العتبی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ یزید کو غور سے دیکھنے لگے اس وقت ان کی زوجہ بنت قرظہ ان کے ساتھ تھی۔ اور یزید کی ماں میسون یزید کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ اور جب بال سنوارنے سے فارغ ہوئی تو اس کو چوم لیا۔ یہ دیکھ کر بنت قرظہ نے کہا کہ خدا تیری ماں کی پنڈلیوں کی سیاہی پر لعنت کرے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارے پیدا کئے ہوئے بیٹے سے اس (یعنی میسون) کا پیدا کیا ہوا بیٹا اچھا ہے۔ بنت قرظہ سے امیر معاویہ کا ایک عبداللہ نامی بیٹا تھا جو احمق تھا۔ بنت قرظہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپ اس کو خواہ مخواہ ترجیح دیتے ہیں امیر معاویہ نے کہا کہ میں ابھی اس بات کو ثابت کئے دیتا ہوں۔ پھر عبداللہ کو بلایا اور جب وہ آ گیا تو اس سے کہا کہ بیٹا میں چاہتا ہوں تم کو ایسی چیز دوں جس کے تم مستحق ہو اب تم جو کچھ مانگو دوں گا۔ اس نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ آپ مجھے ایک شکاری کتا اور

ایک گدھا خرید دیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ بیٹا تم خود ہی گدھے ہو۔ اور میں تم کو گدھا خرید دونگا۔ اچھا اب جاؤ۔ پھر یزید کو بلایا اور اس سے بھی یہی سوال کیا۔ یہ سنکر وہ فوراً سجدے میں گر پڑا پھر سر اٹھا کر کہا کہ تمام تعریف ہے اس خدا کی جس نے امیر المومنین کو اس عمر تک پہنچا دیا ہے اور ان کو میری نسبت ایسی رائے سوجھا دی میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے آگ سے خلاصی دلوا دیں کیونکہ جو شخص تین دن کے لئے بھی امت کے امور کا والی ہو جاتا ہے۔ اُسے خدا آتش دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ آپ اپنے بعد جانشین ہونے کے لئے مجھے ولیعہد اور اس سال مجھے رومیوں سے جنگ کرنیوالوں کا سردار بنا دیجئے۔ اور جب میں واپس آؤں تو مجھے حج کرنے کی اجازت دیجئے۔ اور موسم حج کا والی مجھے ہی بنائیے۔ اہل شام کے ہر شخص کے لئے دس دس دینار کا اضافہ کیجئے۔ اور بنو جمیح۔ بنو سہم۔ بنو عدی کے یتامیٰ کے لئے فرائض مقرر کیجئے۔ کیونکہ وہ سب میرے حلیف ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ "ہاں میں نے ایسا ہی کیا" اور یہ کہکر اس کا منہ چوم لیا۔ پھر اپنی زوجہ بنت قرظہ سے کہا کہو اب کیا رائے ہے۔ کہا کہ اے امیر المومنیں آپ اس کو اس کی بھلائی کے لئے وصیت کر دیجئے۔ چنانچہ معاویہ نے ایسا ہی کیا۔

عمرو ابن سبیّہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یزید نے اپنے والد کے حین حیات ایک حج کیا۔ مدینے پہنچ کر اس نے ایک مجلس شراب قائم کی۔ ابن عباس اور امام حسین (رضی اللہ عنہما) نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ یزید سے کسی نے کہا کہ اگر ابن عباس شراب کی بو بھی پالیں گے تو پہچان جائیں گے اس لئے ان کو روک دیا گیا۔ اور امام حسینؓ کو اندر آنے کی اجازت دی گئی۔ اندر پہنچ کر ان کو شراب کی بو دوسری خوشبو کے ساتھ ملکر آئی۔ اور کہا کہ سبحان اللہ۔ تمھاری یہ خوشبو کیسی اچھی ہے۔ لیکن یہ کیا چیز ہے؟ یزید نے کہا کہ یہ ایک خوشبو ہے جو شام میں بنتی ہے۔ یہ کہہ کر شراب کا ایک پیالہ منگایا اور اس کو پی گیا۔ پھر دوسرا پیالہ منگوایا۔ اور کہا کہ اے ابو عبداللہ پیو۔ امام حسینؓ نے فرمایا اے شخص تو اپنی شراب اپنے ہی پاس رہنے دے۔ میں تیری جاسوسی نہیں

کرتا۔ یزید نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ):۔
"اے دوست سخت تعجب ہے میں تجھ کو اس کی دعوت دیتا ہوں اور تو نہیں مانتا۔ میں تجھے جوان لڑکیوں۔ خواہشوں۔ شراب اور طرب اور ایک مرصع خم کی طرف دعوت دیتا ہوں جس پر عرب کے سردار جمع ہیں۔ انھیں نازنین عورتوں میں وہ بھی ہے جس نے تمھارے دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور پھر بھی تم توبہ نہیں کرتے"۔
یہ سن کر امام حسینؓ کھڑے ہو گئے اور کہا۔ بلکہ اے ابن معاویہ تمھارے دل پر قابض ہو گئی ہے
شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ جب امام حسینؓ شہید ہو گئے تو عبد اللہ ابن زبیر اٹھ کھڑے ہوئے اور ابن عباس کو اپنی بیعت کرنے کے لئے بلایا مگر انھوں نے بیعت نہ کی۔ اس سے یزید کو یہ خیال ہوا کہ ابن عباس کا عبد اللہ بن زبیر کی بیعت سے باز رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یزید کی بیعت پر قائم ہیں یہ سوچ کر ان کو یہ خط لکھا:۔
اَمَّا بَعدُ:۔ میں نے سنا ہے کہ ملحد ابن زبیر نے تم کو بیعت کے لئے دعوت دی ہے کہ تم اس سے بیعت کر لو۔ مگر تم ہماری بیعت پر مضبوطی سے قائم رہو کیونکہ تم ہمارے وفادار بنے رہنا چاہتے ہو۔ اے میرے عزیز خدا تم کو صلۂ رحم اور وعدہ وفا کرنے والوں کی جزا سے بھی بہتر جزا دے۔ نہ میں کسی بات کو بھولتا ہوں اور نہ تمھاری نیکی کو اور صلے کو بھولوں گا جس کے تم اہل ہو۔ تم ان لوگوں کو غور سے دیکھتے رہو جو مختلف مقامات سے تمھارے خلاف نکلیں گے۔ اور جن پر ابن زبیر نے اپنی زبان سے جادو کر دیا ہے۔ ان سب کو اس کے حال سے آگاہ کر دو۔ کیونکہ وہ لوگ سب سے زیادہ تمھاری بات سننے والے ہیں۔ اور سب سے زیادہ تمھاری ہی اطاعت کرتے ہیں۔"
اس کے جواب میں ابن عباس نے لکھا:۔
امابعد:۔ تمھارا خط مجھے ملا۔ اس بات سے کہ میں نے ابن زبیر

کی بیعت کو ترک کر دیا ہے خدا کی قسم اس سے میری غرض یہ نہیں ہے کہ تمھاری خوشنودی یا صلہ حاصل کروں۔ بلکہ میری نیت کا خدا ہی جاننے والا ہے۔ تم مدعی ہو کہ تم اپنے احسان و اکرام کے وقت مجھے نہیں بھولو گے تو اے شخص تم مجھ سے اپنی نیکی دور رکھو۔ اور میں تم سے اپنی نیکی کو دور رکھونگا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ میں لوگوں کو تمھارا دوست بنا دوں اور ابن زبیر کی طرف ان کے دلوں میں بغض پیدا کر دوں۔ اور انھیں ان کے چھوڑنے پر مجبور کر دوں۔ ایسا ہرگز نہیں نہ خوشی سے اور نہ مہربانی سے۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ جب تم نے امام حسین رض اور عبد المطلب کے جوانوں کو قتل کر دیا ہے۔ جو مصابیح ہدیٰ اور نجوم اعلام تھے تمھارے سواروں نے تمھارے ہی حکم سے ان کو ایک ہی سرزمین میں خاک میں ملا دیا۔ وہ خون میں لتھڑ گئے۔ میدان میں مسلوب اور پیاس میں مقتول ہوئے۔ نہ ان کو کسی نے کفن دیا نہ تکیہ مہیا کیا۔ ہوائیں ان پر خاک اڑاتی اور سنگلاخ زمینوں کے کفتار ان کی بوئیں سونگھتے تھے۔ تاآنکہ خدا نے ایک قوم کو کہ ان کی خونریزی میں شامل نہ تھی یہ توفیق دی کہ انھوں نے ان سب کو کفن دیا اور دفن کیا۔ مجھ کو ان سے بہت محبت ہے۔ اگرچہ میں اب عزت پاؤں اور تمھاری مجلس میں شریک ہو جاؤں۔ لیکن نہ میں باتوں کو بھولتا ہوں۔ کہ میں تمھاری اس بات کو بھولونگا کہ تم نے امام حسین رض کو حرم رسول اللہ صلعم سے حرم اللہ کی طرف بھگا دیا پھر تم برابر ان کے پیچھے اپنے سواروں کو بھیجتے رہے تاآنکہ انھوں نے ان کو عراق تک پہنچا دیا۔ اور وہ وہاں سے خوفزدہ نکلے۔ پھر بھی تمھارے سوار اس عداوت کی بنا پر جو تم کو اللہ اور اس کے رسول (صلعم) اور رسول کے ان اہل بیت سے ہے جن کو خدائے تعالےٰ نے آلائشوں سے پاک کر کے طاہر و مطہر بنایا تھا۔ ان پر چڑھ دوڑے۔ امام حسین رض نے تم سے صلح کرنا چاہی اور واپس چلے جانے کا سوال کیا۔ مگر تم نے ان کے انصار کی قلت اور ان کے اہل بیت کے استیصال کے موقع کو غنیمت جان کر ان کے خلاف ایک دوسرے کی اس طرح معاونت کی کہ گویا تم کسی ترک یا کافر دل کے خاندان کے قتل کے درپے ہو۔

مجھے اس امر سے زیادہ اور کوئی چیز عجیب نہیں معلوم ہوتی کہ تم میری دوستی طلب کرو۔ حالانکہ تم نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کیا ہے۔ تمہاری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اور تم میرے خون ریزوں سے ہو۔ تم اس پر نہ بھول جانا کہ تم ہم پر آج فتحیاب ہو گئے ہو۔ ہم بھی ضرور ایک دن تم پر ظفریاب ہونگے۔ والسلام۔

شریف ابو یعلی حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر العلوی جن کے سامنے یزید کا ذکر ہوا تو کہا میں یزید کو رسول اللہ کے اس قول مبارک کی وجہ سے کافر نہیں سمجھتا "میں نے خدا سے سوال کیا کہ وہ میری اولاد پر کسی غیر قوم کو مسلط نہ کرے" اور اللہ نے میرا یہ سوال پورا کیا۔

معاویہ ابن یزید بن معاویہ اور عبداللہ ابن زبیر کی بیعتوں کا بیان

اس سال شام میں معاویہ ابن یزید ابن معاویہ اور حجاز میں عبداللہ ابن زبیر کے لئے بیعت لی گئی۔

جب یزید کا انتقال ہو گیا تو قبل اس کے کہ حصین ابن نمیر اور اس کی شامی فوج کو اس کا علم ہو۔ عبداللہ ابن زبیر کو اس امر کی اطلاع ہو گئی۔ اس وقت اہل شام نے ابن زبیر کے محاصرے میں نہایت شدت شروع کردی تھی۔ ابن زبیر اور اہل مکہ نے ان سے پکار کر پوچھا کہ تم کس غرض سے لڑ رہے ہو۔ تمہارا طاغیہ تو ہلاک ہو چکا ہے۔ مگر ان لوگوں نے اس قول کو صحیح نہ سمجھا۔ آخر کار جب حصین کو یزید کی ہلاکت کی خبر ہو گئی تو اس نے ابن زبیر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں آج رات کو تم سے مقام ابطح میں ملونگا۔ چنانچہ دونوں نے مل کر آپس میں گفتگو کی۔ اسی اثناء میں حصین کے گھوڑے نے لید کی اور حرم کے کبوتروں نے آکر اس کو کریدنا اور چگنا شروع کیا۔ حصین نے اپنے گھوڑے کو کبوتروں کی جانب سے پھیر لیا۔ اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میرا گھوڑا حرم کے کبوتروں کو نہ مار دے۔ ابن زبیر نے کہا کہ تم لوگ اس میں تو بہت حرج سمجھتے ہو۔

مگر حرم میں مسلمانوں کو قتل کرتے ہو حصین نے ابن زبیر سے جو کچھ کہا اس میں یہ بھی تھا کہ آپ امر خلافت کے لئے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ آئیے ہم آپ سے بیعت کریں۔ پھر آپ ہمارے ہمراہ شام چلیئے۔ کیونکہ میرے اس لشکر میں سب لوگ شام کے سردار اور شہسوار ہیں خدا کی قسم آپکی خلافت پر دو شخص بھی اختلاف نہ کریں گے۔ آپ لوگوں کو امان دیجئے اور ہمارے آپ کے اور اہل حرم کے مابین جو خون ہوئے ہیں ان کو بخش دیجئے۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں ہرگز خونوں کو معاف نہ کرونگا۔ خدا کی قسم میں تو اس پر بھی راضی نہ ہونگا کہ اہل حرم کے ایک ایک مقتول کے عوض تمہارے دس دس آدمیوں کو قتل کردوں حصین تو ان سے خفیہ طور پر بات کرتا تھا۔ مگر وہ باآواز بلند کہے جاتے تھے کہ خدا کی قسم میں ایسا نہ کرونگا۔ اس پر اس نے واپس جاتے ہوئے کہا کہ خدا اس کا برا کرے جواب تمہاری امداد کرے۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ آپ صاحب الرائے آدمی ہیں۔ اور اسی لئے آپ سے خفیہ طور پر کلام کرتا تھا۔ مگر آپ زور زور سے بولتے ہیں۔ میں تو آپ کو خلافت کے لئے بلاتا ہوں اور آپ سوائے قتل و ہلاکت کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہ کہہ کر وہ ابن زبیر سے جدا ہو گیا اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر مدینے کی طرف چلا گیا۔ بعد ابن زبیر اپنے کیئے پر پچھتائے۔ اور حصین کے نام یہ پیغام بھیجا کہ شام کو تو میں نہ جاؤنگا۔ مگر میرے لئے شام میں بیعت لو۔ میں تم سب کو امان دونگا اور عدل کرونگا۔ حصین نے کہا جب تک آپ بنفس نفیس خود نہ چلیں گے۔ کام پورا نہ ہو گا۔ کیونکہ یہاں بنو امیہ کے ایسے افراد موجود ہیں۔ جو خود اس امر خلافت کو طلب کرتے ہیں۔ غرض کہ حصین مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مدینہ کو اہل شام پر جرأت ہو گئی۔ جب کبھی اہل شام کا کوئی آدمی تنہا ملتا تو اس کی سواری کا جانور چھین لیا جاتا تھا اس لئے وہ لوگ متفرق نہ ہوئے اور مدینے سے بنو امیہ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ اس وقت اگر ابن زبیر بھی شام کی طرف روانہ ہو جاتے تو کوئی ان کے بارے میں اختلاف نہ کرتا۔ ؎

القصہ اہل شام دمشق پہنچے۔ اس وقت تک معاویہ ابن یزید سے بیعت کی جا چکی تھی۔ مگر وہ تین مہینے کے بعد ہی انتقال کر گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ صرف چالیس دن تک حکومت کرکے مر گیا تھا۔ جبکہ اس کی عمر اکیس سال اور اٹھارہ دن کی تھی۔ اپنی حکومت کے آخری زمانے میں اس کے حکم سے ایک صلوٰۃ جامعہ کی منادی کرائی گئی۔ اور جب آدمی جمع ہو گئے تو اس نے خدائے تعالےٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ اَمَّا بَعْدُ:- چونکہ میں تم پر حکومت کرنے میں ضعیف ہوں۔ اس لئے میں نے تمہارے لئے حضرت عمرؓ جیسا شخص تلاش کیا۔ جن کو ابو بکرؓ نے اپنا جانشین بنایا تھا۔ مگر میں نے ایسا آدمی نہ پایا۔ پھر میں نے چاہا کہ ایسے چھ آدمیوں کو تلاش کروں جو مجلس شوریٰ کے چھ آدمیوں کے مثل ہوں۔ مگر ایسے شخص بھی نہ پا سکا۔ لہٰذا اب تم خود ہی اپنے امر کے لئے اولےٰ ہو۔ تم جسے چاہو پسند کر لو۔ یہ کہکر وہ اپنے مکان کو چلا گیا۔ اور اپنے انتقال کے وقت تک غائب رہا۔ کہتے ہیں کہ اس نے مسموم ہو کر انتقال کیا۔ ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی۔ مگر اس کو بھی اس دن طاعون ہو گیا اور وہ اسی دن مر گیا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا انتقال نہیں ہوا۔ معاویہ ابن یزید نے وصیت کی تھی کہ ضحاک ابن قیس لوگوں کو نماز پڑھایا کرے۔ تاآنکہ کسی کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ معاویہ سے کسی نے کہا کہ کاش آپ خود ہی کسی کو خلیفہ بنا دیتے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کام کی تلخی کو اپنے ہمراہ لے جانا اور اس کی شیرینی کو بنو امیہ کے لئے چھوڑ جانا نہیں چاہتا۔ ؎

یزید کی موت کے بعد ابن زیاد کے حال کا بیان

جب یزید کا انتقال ہو گیا تو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس اس کا غلام حمران یہ خبر لے کر آیا وہ اس کی جانب سے معاویہ ابن ابی سفیان اور پھر یزید کی طرف قاصد کی خدمت پر مامور تھا۔ اس نے آکر خفیہ طور پر اس کو خبر دی اور ساتھ اہل شام کے اختلاف باہمی سے بھی اس کو آگاہ کیا۔

عبیداللہ کے حکم سے ایک صلوٰۃ جامعہ کی منادی کی گئی ۔ لوگ جمع ہوئے۔
اور ابن زیاد نے منبر پر چڑھ کر ان کو یزید کی موت کی خبر دی اور اس کے معائب و
نقائص کا بیان کیا۔ احنف نے کہا کہ ہماری گردنوں میں یزید کی بیعت کا
طوق تھا اور مثل ہے کہ سست آدمی سے درگذر کر جاؤ۔ یہ سن کر عبیداللہ نے اس
کا ذکر چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ اے اہل بصرہ۔ ہمارا مقام ہجرت ۔ ہمارا مکان
اور میری جائے پیدائش تمہارے ہی ہاں ہے۔ جس وقت میں
تمہارا والی مقرر ہوا ہوں اس وقت تمہارے فوجی دفتر میں اہل فوج
کی تعداد ستر ہزار سے زیادہ نہ تھی اور آج ان کی تعداد ایک لاکھ ہے
اسی طرح تمہارے دفتر عمال میں نوے ہزار سے زیادہ نفوس نہیں تھے۔
اور اب ان کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار ہے ۔ اور پھر جس جس
شخص سے مجھے تمہارے لئے خوف تھا ان میں سے ایک ایک شخص آج تمہارے قیدخانے
میں پہنچا ہوا ہے۔ یزید کا انتقال ہو چکا ہے۔ اہل شام کے آپس میں اختلاف برپا
ہے۔ آج تم ہی تعداد میں سب سے زیادہ ہو۔ تم ہی سب سے زیادہ وسیع و عریض
زمین میں ہو۔ اور بلحاظ بلاد و ملک سب سے زیادہ وسیع و غنی تم ہی ہو۔ لہٰذا اب
تم اپنے لئے کسی ایسے آدمی کو اختیار کر لو جس کو تم اپنے دین اور جماعت کے لئے
پسند کرتے ہو۔ جس کو تم پسند کروگے سب سے پہلے میں ہی اس کو پسند کرونگا اگر
اہل شام بھی تمہارے ساتھ اسی شخص کو دین و جماعت کے لحاظ سے پسند کریں
اور تم سے مل جائیں۔ تو تم بھی اسی چیز میں داخل ہو جاؤ گے جس میں مسلمان داخل
ہونگے۔ اگر تم اس امر کو پسند نہ کرو تو تم فی الحال کسی شخص کو اپنا والی مقرر کر لو۔ تا آنکہ
تمہاری حاجت پوری ہو جائے۔ اس طرح نہ تم کو کسی اور شہر کے باشندوں کا
دست نگر ہونا پڑیگا۔ اور نہ لوگ تم سے مستغنی ہو سکیں گے۔ اس کے بعد
اہل بصرہ کے خطباء کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے تمہاری تقریر سنی۔ اور
ہم نہیں جانتے کہ تم سے زیادہ اور کوئی شخص اس کام کے لئے
قوی ہو۔ آؤ ہم تم سے بیعت کر لیں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو اس کی
ضرورت نہیں ہے۔ خطباء نے پھر اپنے قول کو دہرایا۔ مگر ابن زیاد نے

تین مرتبہ انکار کیا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور سب نے اس سے بیعت کر لی پھر وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ اور دیواروں سے اپنے ہاتھوں کا مسح کر کے کہنے لگے کہ کیا ابن مرجانہ سمجھتا ہے کہ ہم اجتماع و افتراق میں اس کے مطیع و منقاد رہیں گے

جب لوگ ابن زیاد سے بیعت کر چکے تو اس نے عمرو ابن مسمع اور سعد ابن القرحاء التیمی کے ساتھ اہل کوفہ کو اہل بصرہ کے حالات سے اطلاع دیکر ان کو بھی اپنی بیعت کی دعوت دی جب وہ دونوں کوفے پہنچے تو وہاں کے والی عمرو ابن حریث نے لوگوں کو جمع کیا۔ یہ دونوں پیغام بر کھڑے ہوئے۔ اور اہل کوفہ کو مخاطب کر کے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ یہ سن کر یزید بن حارث ابن یزید الشیبانی یعنی ابن رویم نے کھڑے ہو کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو ابن سمیہ سے نجات دی کیا ہم اس سے بیعت کریں گے۔ نہیں ہم ہرگز اس کو یہ عزت نہ دیں گے۔ پھر اس نے سب سے پہلے ان دونوں قاصدوں پر سنگریزے پھینکے۔ اور اس کے بعد تمام لوگوں نے بھی ان کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ اور یزید ابن رویم کے اس فعل نے اس کو اہل کوفہ کی نگاہ میں مشرف و ممتاز کر دیا۔ وہ دونوں قاصد بصرے کو واپس چلے گئے اور وہاں پہنچکر ابن زیاد کو اس حال کی اطلاع دی۔ اہل بصرہ نے کہا۔ کیا اہل کوفہ اس کا خلع کر دیں اور ہم اس کو حکومت دیں! اس طرح ابن زیاد کا دبدبہ ان میں ضعیف ہو گیا۔ چنانچہ وہ جس کام کا حکم دیتا اس کی تعمیل نہ ہوتی اور جو رائے قائم کرتا اس کی تردید کر دی جاتی۔ اور اگر وہ کسی خطا کار شخص کو حبس کا حکم دیتا تو لوگ ابن زیاد کے اعوان اور خاطی کے درمیان حائل ہو جاتے۔ اس کے بعد سلمہ ابن ذویب الحنظلی التیمی بصرے آیا اور ایک جھنڈا ہاتھ میں لے کر بازار میں کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ اے لوگو! میرے پاس آؤ میں تم کو ایک ایسی چیز کی طرف بلاتا ہوں جس کی طرف کبھی کسی نے تم کو نہیں بلایا۔ میں تم کو حرم کے پناہ گزیں یعنی عبد اللہ ابن زبیر کی طرف بلاتا ہوں۔ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار مار کر بیعت کرنے لگے۔ جب اس واقعے کی خبر ابن زیاد کو ملی تو

اس نے لوگوں کو جمع کیا۔ ان کے سامنے تقریر کی۔ اور ان کے ساتھ جو اس کا معاملہ تھا اس کا ذکر کیا اور کہا کہ میں نے تم کو ایک ایسے شخص کی طرف دعوت دی تھی جس کو تم سب ملکر پسند کر لو مگر اہل بصرہ نے میری بیعت کی اور میرے سوا دوسرے کی بیعت سے انکار کر دیا اور اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے دیواروں اور گھروں کے دروازوں سے اپنے ہاتھوں کو مسح کر لیا اور جو کچھ تم نے چاہا کہدیا۔ اب میں کسی کام کا حکم دیتا ہوں تو اس کی تعمیل نہیں ہوتی اور جو رائے دیتا ہوں وہ رد کر دی جاتی ہے جس شخص کو میں طلب کرتا ہوں اس کے اور میرے حکم کی تعمیل کرنے والوں کے درمیان لوگ حائل ہو جاتے ہیں۔ یہ شخص سلمہ ابن ذویب، تم کو اختلاف کی طرف بلاتا ہے۔ تاکہ تمہاری جماعت میں تفرقہ پڑ جائے اور تم تلوار سے ایک دوسرے کی گردنیں کاٹو۔ احنف اور چند آدمیوں نے کہا کہ ہم سلمہ کو تمہارے پاس لئے آتے ہیں۔ چنانچہ وہ سلمہ کو ابن زیاد کے پاس لے آئے۔ اس وقت سلمہ کی جماعت کی تعداد زیادہ ہو گئی تھی۔ اور نفاق کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا تھا لوگ یہ حالت دیکھکر ابن زیاد سے منحرف ہو کر اس کے پاس نہیں گئے۔ عبیداللہ ابن زیاد نے افواج سلطانی کے رؤساء کو بلا کر ان سے چاہا کہ وہ اس کے ہمرکاب ہو کر جنگ کریں۔ رؤساء فوج نے کہا کہ اگر ہمارے دل ہم کو ایسا کرنے کا حکم دیں تو ہم لڑیں گے۔ ابن زیاد کے بھائیوں نے ابن زیاد سے کہا کہ اس وقت ہمارا کوئی خلیفہ نہیں جس کے لئے ہم لڑیں۔ اور یہ کہ اگر آپ کو ہزیمت ہو تو آپ اُس کے پاس چلے جائیں۔ اور وہ آپ کو مدد دے۔ ممکن ہے کہ جنگ کا خاتمہ آپ کے خلاف ہو۔ ہم نے ان لوگوں کے درمیان مال و جائداد رکھا ہے۔ اگر وہ ہمارے خلاف کامیاب ہو گئے تو وہ ہم کو اور ان اموال کو سب کو ہلاک کر دیں گے۔ اور آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہیگا۔ ابن زیاد نے یہ دیکھ کر حارث ابن قیس ابن صہباء الجہضمی الازدی کو بلا بھیجا۔ اور جب وہ آیا تو اس سے کہا کہ اے حارث میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے کبھی اہل عرب کی حاجت ہو تو تمہارے قبیلے کو اختیار کر لوں۔ حارث نے کہا کہ میرا قبیلہ

آپ کے والد کو آزما چکا ہے۔ نہ اس نے والد کے پاس کسی قسم کی قدر و منزلت حاصل کی اور نہ آپ کے پاس اس کے لئے کوئی مکافات ہے۔ اگر آپ نے ہم کو اختیار کیا ہے تو تو میں آپ کو رد نہ کروں گا۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ میں کس طرح دن دہاڑے آپ کو امان دیکر لے جا سکتا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ آپ بھی قتل ہوں گے اور میں بھی مارا جاؤں گا۔ البتہ اتنا ہو سکتا ہے کہ میں رات تک آپ ہی کے پاس ٹھیرا رہوں۔ پھر آپ کو اپنے پیچھے سوار کرا کے لے چلوں تاکہ آپ کو کوئی پہچان نہ سکے۔ عبیداللہ نے کہا کہ آپ کی رائے بہت ٹھیک ہے۔ چنانچہ حسب قرارداد حارث رات تک اس کے پاس مقیم رہا۔ اور رات ہوئی تو اس کو اپنے پیچھے بٹھلا کر لے گیا۔ اس وقت بیت المال میں ایک کروڑ نوے لاکھ کی رقم جمع تھی۔ ابن زیاد نے اس کا کچھ حصہ اپنے موالی کو دے کر باقی کو زیاد کے خاندان کے لئے جمع کر رکھا۔ حارث عبیداللہ کو لیکر روانہ ہوا اور لوگوں میں سے گذرتا جاتا تھا۔ لوگوں کی یہ حالت تھی کہ وہ حروریہ لوگوں کے خوف سے ہر جگہ پاسبانی کر رہے تھے۔ ابن زیاد بار بار حارث سے پوچھتا جاتا تھا۔ کہ اب ہم کہاں ہیں اور حارث بتلاتا جاتا تھا۔ اسی طرح جب وہ بنو سلیم میں پہنچے تو ابن زیاد کے اس سوال پر کہ اب ہم کہاں ہیں حارث نے جواب دیا کہ ہم بنو سلیم میں ہیں تو ابن زیاد نے کہا کہ اب انشاءاللہ ہمارے لئے سلامتی ہے۔ پھر جب بنو ناجیہ میں سے گذرتے ہوئے بھی ابن زیاد کے اسی سوال کے جواب میں حارث نے کہا کہ ہم بنو ناجیہ میں سے گذر رہے ہیں۔ تو ابن زیاد نے کہا کہ اب ہم ضرور نجات پا جائینگے۔ انشاءاللہ۔ بنو ناجیہ نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ کہا حارث ابن قیس قطارا بنو ناجیہ کا ایک شخص ابن زیاد کو پہچانتا تھا۔ اس نے دیکھتے ہی کہا ابن مرجانہ۔ اور یہ کہتے ہوئے ایک تیر مارا جو اس کے عمامہ میں لگا۔ حارث اس کو لئے ہوئے بدستور چلتا رہا۔ اور بالآخر بنو جہضم میں پہنچکر آپ اپنے مکان میں اتار دیا۔ ابن زیاد نے کہا حارث تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ اب جو کچھ میں تم سے کہوں وہی کرو۔ مجھے معلوم ہے

کہ مسعود ابن عمرو اپنی قوم میں اپنے شرف اور سن و سال کی وجہ سے نہایت صاحبِ منزلت ہے۔ اور اس کی قوم اس کی مطیع ہے۔ کیا تم مجھے اس کے پاس لے جا سکتے ہو تاکہ میں ان ہی کے گھر رہوں۔ جو بنو ازد کے وسط میں واقع ہے۔ کیونکہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو وہ تمہاری قوم کو باہم مخالف کرا دے گا۔ حارث اس کو وہاں لے گیا۔ دونوں مسعود کے پاس اندر گئے۔ مسعود کو ان کی آمد کی مطلق خبر نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ اس وقت بیٹھا ہوا اپنے موزے کی اصلاح میں منہمک تھا۔ لیکن وہ ان دونوں کو دیکھ کر پہچان گیا۔ اور حارث سے کہا کہ میں اس امر کے شر سے جو اس وقت تم میرے پاس لائے ہو خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ حارث نے کہا کہ میں اس وقت خیر و سعادت ہی لے کر آیا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہاری قوم نے زیاد کو نجات دلائی تھی اور اس کے ساتھ وفاداری کی تھی اور اسی مکرمت کی بنا پر وہ باقی تمام اہل عرب پر فخر کرتے ہیں۔ تم لوگ مشورے کے بعد عبیداللہ سے بیعت کر چکے ہو۔ اور اس سے قبل ایک اور بیعت یعنی بیعت جماعت کر چکے ہو۔ مسعود نے کہا کہ کیا تم ہمیں یہ رائے دیتے ہو کہ ہم عبیداللہ کے لئے اپنے شہر سے عداوت کریں۔ حالانکہ ہم نے اس کے والد کے لئے جو کچھ کیا اس کے لئے نہ اس سے کوئی مکافات حاصل کی نہ شکریہ احسان۔ حارث نے جواب دیا کہ تم اگر اپنی بیعت کی وفاداری کر کے اس کو اس کے مامن پر پہنچا دو تو کوئی تم سے دشمنی نہ کریگا۔ کیا تم اس کو اپنے آپ آنے کے بعد اسے اپنے گھر سے نکالنا چاہتے ہو۔ مسعود نے ان سے داخل ہونے کو کہا اور وہ اس کے بھائی عبدالغافر بن عمرو کے مکان میں داخل ہو گئے۔ پھر مسعود نے اسی رات حارث اور اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر تمام بنو ازد کا چکر لگایا۔ اور کہا کہ ابن زیاد غائب ہو گیا ہے۔ ہم اس امر سے بے خوف نہیں ہو سکتے کہ اس کو ہمارے قبیلے میں تلاش کیا جائیگا۔ اس لئے تم مسلح ہو جاؤ۔ کیونکہ جب لوگوں نے ابن زیاد کو نہ پایا تو یہ رائے قائم کی ہے کہ وہ بنو ازد میں ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حارث نے مسعود سے کلام نہیں کیا بلکہ خود عبید اللہ کے حکم سے حارث کو ایک لاکھ کی رقم دے دی گئی۔ جس کو لے کر وہ عبید اللہ کی ہمراہی میں مسعود کی زوجہ ام بسطام بنت عمرو ابن حارث کے ہاں گیا۔ اور اس سے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ اس نے اجازت دی۔ حارث نے اس سے کہا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسا امر لے کر آیا ہوں۔ جو تم کو عرب کی عورتوں کی سردار بنا دے گا اور تم بہت جلد اس کے ذریعے سے دولتمند ہو جاؤ گی۔ پھر اُسے تمام واقعے کی خبر دی اور اس سے عبید اللہ کو مکان میں داخل کر لینے اور مسعود کے کپڑے پہنانے کی درخواست کی۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب مسعود آیا تو اس نے اپنی زوجہ کے سر کے بال پکڑ کر اُسے مارنا شروع کیا۔ عبید اللہ اور حارث اس کے مقابلے کے لئے چلے اور عبید اللہ نے کہا کہ اس نے مجھے پناہ دی ہے۔ یہ دیکھو میں تمہارے کپڑے پہنے ہوئے ہوں اور تمہارے ہاں کا کھانا میرے معدے میں ہے۔ حارث نے اس امر کی شہادت دی اور مسعود سے بہ تلطف پیش آیا۔ آخرکار مسعود راضی ہو گیا۔ عبید اللہ مسعود کے قتل تک اسی کے مکان میں مقیم رہا۔ پھر شام کو چلا گیا۔

عبید اللہ کے فقدان کے دوران میں اہل بصرہ کے ہاں کوئی امیر نہ تھا۔ ان کے آپس میں کسی شخص کو امیر بنانے کے متعلق اختلاف ہوا۔ آخر یہ قرار پایا کہ قیس ابن ہیثم السلمی اور نعمان بن سفیان الراسبی الحرمی کو اختیار دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں امیر بنائیں۔ قیس کی رائے بنو امیہ کے حق میں تھی اور نعمان کی رائے بنو ہاشم کے حق میں۔ لیکن نعمان نے قیس کو دھوکہ دینے کے لئے اُس سے کہا کہ اس کام کے لئے میں بنو اُمیہ کے فلاں شخص سے زیادہ حقدار کسی کو نہیں دیکھتا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ نعمان نے قیس کے سامنے عبد اللہ ابن اسود زہری کا نام لیا کیونکہ قیس کی خواہش اسی کی جانب تھی قیس نے یہ سنتے ہی کہہ دیا کہ میں اپنا اختیار تم کو دے چکا جسے تم پسند کرو میں نے بھی اُسے پسند کیا۔ پھر

دونوں باہر نکلکر لوگوں کے سامنے ہوئے اور قیس نے کہدیا کہ جسکو نعمان پسند کرے میں نے بھی اسے پسند کرلیا۔ ؎

عبداللہ ابن حارث کی ولایت بصرہ کا بیان

جب قیس اور نعمان کے آپس میں اتفاق ہوگیا اور قیس اس شخص کے امیر ہونے پر جس کو نعمان مقرر کریگا راضی ہوگیا۔ تو نعمان نے خود قیس کو اس اقرار کا گواہ بنالیا۔ اور قیس اور اور سب آدمیوں سے اس رضامندی کا عہد و پیمان لیا۔ پھر وہ عبداللہ بن اسود کے پاس گیا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ اس سے شرطیں لیں۔ لوگوں نے سمجھا کہ اس نے عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے۔ مگر اس کے بعد وہ عبداللہ کو چھوڑ کر عبداللہ ابن حارث ابن نوفل بن عبدالمطلب الملقب بہ ببہ کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بھی ویسا ہی کیا جیسا ابن اسود سے کیا تھا۔ پھر خدا کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلعم اور ان کے اہل بیت اور دیگر قرابت داران نبوی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اے لوگو! میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنے نبی کے برادران عمزادمیں سے کسی شخص کو جس کی ماں ہند بنت ابوسفیان ہے ناپسند نہ کروگے۔ امر ان ہی میں تھا اور وہ شخص تمھارا بھانجا ہے۔ یہ کہکر اس نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا کہ میں نے تمھارے لئے ان کو پسند کیا ہے۔ لوگوں نے پکار کر کہا کہ ہاں ہم راضی ہیں۔ پھر سب نے اس سے بیعت کی۔ اور اس کو ہمراہ لے جاکر دارالامارت میں مقیم کیا۔ یہ ۶۴ھ کی یکم جمادی الآخر کا واقعہ ہے۔ فرزدق نے اس کی بیعت کے متعلق یہ شعر کہا ہے (ترجمہ):-

"میں نے کئی آدمیوں سے بیعت کی ہے اور ان کے عہد کو پورا کیا ہے۔ اور میں نے ببہ سے بیعت کی اور مجھے اسمیں ندامت نہیں ہوئی۔"

ابن زیاد کے شام کی طرف فرار کا بیان

اس کے بعد ازد اور ربیعہ نے اس حلف کی تجدید کی جو ان کے اور جماعت کے مابین قائم ہوا تھا۔ ابن زیاد نے ان پر بہت سازرو مال خرچ کیا۔

تا آنکہ حلف پورا ہو گیا۔ اور انھوں نے آپس میں دو تحریریں لکھیں۔ جس میں سے ایک مسعود ابن عمرو کے پاس تھی۔ جب احنف نے سنا کہ ازدنے ربیعہ کو تجدید بیعت کے لئے بلوایا ہے تو کہا کہ اگر یہ لوگ خود ان کے پاس جائیں تو ہمیشہ انھیں کے زیر حکم رہیں گے۔ جب ان کے آپس میں اس طرح حلف ہو گیا تو انھوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ابن زیاد کو دارالامارت میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ وہ مسعود ابن عمرو کو اپنا سردار بنا کر روانہ ہو گئے۔ اور ابن زیاد سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ مسعود کے ہمراہ اپنے موالی کو گھوڑوں پر سوار کر کے بھیجدیا۔ اور ان کو یہ ہدایت کی کہ یہ لوگ جس امر خیر و شر کے متعلق جو کچھ گفتگو کریں تم فوراً مجھے اس کی اطلاع کرتے جانا۔ چنانچہ مسعود جس گلی کوچے میں داخل ہوتا یا جس قبیلے میں جاتا ابن زیاد کے غلام اس کو اس کی خبر پہنچا دیتے۔ علیٰ ہذا القیاس بنو ربیعہ بھی مالک ابن مسمع کو اپنا سرگروہ بنا کر روانہ ہوئے اور بنو مربد کے راستے کو روک لیا۔ پھر مسعود آیا اور مسجد میں داخل ہو کر منبر پر چڑھا۔ اس وقت عبداللہ ابن حارث دارالامارت میں تھا۔ اس سے کہا گیا کہ مسعود۔ اہل یمن اور بنی ربیعہ آئے ہیں اور لوگوں میں سخت شر و فساد پھیل جائیگا۔ اگر تم ان کے مابین صلح کرادو۔ اور بنو تمیم کو لے کر روانہ ہو جاؤ تو اچھا ہو۔ اس نے جواب دیا کہ خدا ان کا ستیاناس کرے۔ نہیں خدا کی قسم میں ان کی اصلاح کے لئے ہرگز اپنے آپ کو خراب نہ کرونگا۔ مسعود کے اصحاب میں سے ایک نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا۔ (ترجمہ):۔

"میں ببہ کی ایک شریف اور خوب صورت لڑکی سے اس کا نکاح کرونگی
جو اس کے سر میں کنگھی کیا کرے۔"

یہ بنو ازد کا قول ہے۔ مگر بنو مضر یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن حارث کی والدہ بچپن میں اس کو گدایا کرتی تھیں اور پیار سے یہ شعر دہرانی جاتی تھیں۔ غرض کہ مسعود منبر پر چڑھا اور مالک ابن مسمع بنو تمیم کے مکانات کی طرف روانہ ہوا اور بنو عدویہ کے محلے میں داخل ہو کر ان کے مکانوں میں آگ لگادی۔ کیونکہ اس کو اسوقت ہرات میں بنو حازم کا بنو ربیعہ سے روگردانی کرنے کا

واقعہ یاد تھا۔ بنو تمیم احنف کے پاس گئے اور کہا کہ اے ابو بحر بنو ربیعہ اور بنو ازد نے آپس میں حلف اٹھایا ہے اور رحبہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ احنف نے کہا کہ تم مسجد کے لئے ان سے زیادہ حق دار نہیں ہو۔ انھوں نے کہا کہ وہ لوگ گھر میں داخل ہو گئے ہیں۔ کہا کہ تم گھر کے لئے بھی ان سے زیادہ حق دار نہیں ہو۔ پھر اس کے پاس ایک عورت ایک مجمر لئے ہوئے آئی اور کہا کہ تم کیوں خواہ مخواہ ریاست کے پیچھے پڑے تم تو عورت ہو بخور لئے بیٹھو کہا کہ کوئی عورت تم سے زیادہ مجمر کی حقدار نہیں ہے احنف سے کسی کے حق میں اس سے زیادہ برا لفظ کبھی نہیں سنا گیا۔ پھر لوگ اس کے پاس گئے اور بیان کیا کہ ہم میں سے ایک عورت کی پازیب اتار لی گئی ہے۔ اب تمھارے راستے کی تمام زمینوں کو روک دیا ہے۔ اور مسجد کے دروازے پر جو جائے نشست ہے وہ بھی مقفل کر دی گئی ہے اور مالک ابن مسمع نے بنو عدویہ کے محلے میں آگ لگا دی ہے۔ احنف نے کہا کہ اس پر شہادت دو اس سے کمتر پر ان سے جنگ کرنا جائز نہ ہو گا۔ پھر لوگوں نے اس پر ان کے سامنے شہادت پیش کی احنف نے کہا کہ کیا عباد ابن حصین بھی آیا ہے کہا نہیں۔ (عباد ابن حصین کا شجرہ یہ ہے:۔ عباد بن حصین بن یزید بن عمرو بن ادس قبیلہ بنو عمرو بن تمیم اس پر اس نے پھر کہا کہ کیا عباد آیا ہے۔ کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ یہاں عبس ابن طلق ابن ربیعہ الصریمی جو بنو سعد بن زید مناۃ بن تمیم میں سے ہے موجود ہے یا نہیں۔ کہا ہاں ہے۔ احنف نے اس کو بلایا اور اپنے سر پر سے شملہ اتار کر ایک نیزے پر باندھا اور اس کو دیکر کہا کہ تم جاؤ۔ جب وہ چلا تو احنف نے کہا کہ یا اللہ اگر تو نے آج اسکو اوندھا (منہ کے بل) نہ گرا یعنی رسوا مت کر کیونکہ تو نے زمانہ ماضی میں کبھی اسکو رسوا نہیں کیا۔ لوگوں نے غل مچا کر کہا "زبرا کو ہیجان ہوا ہے" زبرا احنف کی ماں ہے۔ احنف کے عوض کنایتہً ماں کا نام لیا۔ عبس مسجد کی طرف گیا۔ ادھر اسکی روانگی کے بعد عباد وہاں پہنچا اور پوچھا کہ کیا انتظام کیا گیا ہے۔ اس سے کہا گیا کہ عبس لوگوں کو ساتھ لیکر مسجد کی طرف گیا ہے۔ یہ سنکر عباد یہ کہہ کر کہ میں عبس کے جھنڈے تلے کوچ نہ کرونگا۔ وہاں سے اپنے

گھر کی طرف چلا گیا۔ اس وقت اس کے ہمرکاب ساٹھ سوار تھے۔ غرض کہ جب عبس مسجد پہنچا تو بنو ازوے نے مسجد کے دروازوں پر لڑنا شروع کیا۔ اور مسعود منبر پر سے بیٹھے بیٹھے لوگوں کو بھڑکاتا رہا۔ غطفان ابن انیف التیمی لڑتا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ):۔

"ہاں اے بنو تمیم یاد رکھو کہ اگر مسعود یہاں فوت ہو گیا تو یہ بات مشہور ہو جائے گی۔ لہذا تم مقصود کو مضبوط پکڑے رہو"

یعنی وہ بھاگنے نہ پائے۔ پھر لوگ مسعود کے پاس گئے۔ اور اس کو منبر پر سے اتار کر قتل کر دیا۔ یہ ۶۴ھ کی یکم شوال کا واقعہ ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر اس کے ہمراہی بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اشیم بن شقیق ابن ثور بھی بھاگنے لگا۔ ایک شخص نے اس کے ایک نیزہ مارا۔ مگر وہ اس سے بچ کر نکل گیا۔ اس پر فرزدق نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):۔

"اگر اشیم ہمارے نیزوں سے سبقت نہ لے جاتا اور جس وقت کہ آگ روشن تھی وہ دروازے پر نہ پہنچتا تو وہ ضرور مسعود اور اس کے دیگر ہمراہیوں کے سے انجام کو پہنچتا۔ اور انتڑیاں۔ اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتے"

جب مسعود منبر پر چڑھا تو ابن زیاد کو اس کی خبر کی گئی۔ اس نے دار الامارت میں جانے کی تیاری کی۔ اتنے میں لوگوں نے اس کو خبر دی کہ مسعود قتل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر وہ سوار ہو کر شام کی طرف چلا گیا۔ اب رہا مالک ابن مسمع اس کا یہ انجام ہوا کہ بنو مضر کے چند آدمیوں نے جا کر اُسے اُسی کے گھر میں محصور کر کے آگ لگا دی۔ اور پھر ابن زیاد کو فرار ہوتے دیکھ کر اس کا تعاقب کیا وہ ابن زیاد کو نہ پا سکے۔ آخر انھوں نے ابن زیاد کا جو کچھ مال و متاع وغیرہ ہاتھ لگا سب لوٹ لیا۔ اس کے متعلق واقد ابن خلیفہ التیمی نے یہ شعر کہے ہیں۔ (ترجمہ)

"بہت سے ظالم اور شدید آدمی ہیں جس کے تاج اور بدن کا لباس و سامان ہمارے ملک میں داخل ہو چکا ہے ان میں سے عبید اللہ بھی ہے جبکہ ہم اسکے گھوڑے اور کپڑے چھینتے اور لوٹتے تھے۔ اور جس دن کہ ہمارے اور

اس کے گھوڑوں نے مقابلہ کیا تھا۔ اگر ابن زیاد کو اس کا بھاگ جانا بچا نہ لیتا۔

مسعود کے قتل اور ابن زیاد کی شام کی روانگی کے متعلق اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ابن زیاد نے مسعود ابن عمرو سے پناہ مانگی۔ مسعود نے پناہ دی پھر ابن زیاد شام کو روانہ ہوا۔ اور مسعود نے بنو ازد کے ایک سو آدمی اس کے ہمراہ کر دیئے۔ جو اس کے ساتھ شام پہنچے۔ اسی اثنا میں وہ ایک مرتبہ رات کے وقت سفر میں تھا کہ اس نے کہا کہ اب مجھ سے اونٹ پر سواری نہیں ہو سکتی۔ مجھے کوئی سم دار سواری دو۔ چنانچہ گدھے پر زین لگا کر اس کو دے دیا۔ اور وہ سوار ہو کر چلا۔ مگر دیر تک خاموش رہا۔ مسافر بن شریح کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر وہ سو رہا ہے تو میں اس کو جگا دوں۔ اس خیال سے میں نے اس سے پوچھا کیا آپ سو رہے ہیں؟ کہا نہیں میں یونہی اپنے آپ ہی باتیں کرتا ہوا جا رہا تھا۔ میں نے کہا کہ میں بتاؤں کہ آپ اپنے دل سے کیا باتیں کر رہے تھے۔ کہا ہاں بتاؤ کہ میں کیا سوچ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ یہ سوچ رہے تھے کہ کاش میں نے حسینؓ کو نہ قتل کرایا ہوتا۔

ابن زیاد نے کہا "اچھا اور کیا"

میں۔ آپ یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش میں نے جس جس کو قتل کیا اسے نہ قتل کیا ہوتا۔

ابن زیاد۔ پھر کیا کہا۔؟

میں۔ کاش میں قصر بیضا کی مرمت نہ کراتا۔

ابن زیاد۔ اور؟

میں۔ اور آپ یہ سوچ رہے تھے کہ کاش میں دہقانوں کو عامل نہ بناتا۔

ابن زیاد۔ ہاں پھر؟

میں۔ اور آپ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ کاش میں اس سے زیادہ سخی ہوتا جتنا کہ میں تھا۔

ابن زیاد۔ میرے امام حسینؓ کو قتل کرنے کا جواب تو یہ ہے کہ یزید نے اشارتاً یہ بات مجھے جتا دی تھی کہ میں انھیں قتل کر ڈالوں۔ ورنہ وہ مجھے قتل کر دیگا

ہیں نے ان ہی کے قتل کو اختیار کیا۔ قصر بیضاء میں نے عبداللہ ابن عثمان الثقفی سے خریدا تھا۔ یزید نے مجھے دس لاکھ کی رقم بھیجی تھی جسے میں نے اسی پر صرف کیا۔ اگر وہ بچ گیا تو میرے اہل و عیال کا ہو گا اور اگر فنا ہو گیا تو مجھے اس کا کوئی غم نہیں ہے۔ دہاقین کے عامل بنانے کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ کے اشارے سے فروخ امیر معاویہ سے ملا اور اس نے عراق کا خراج دس کروڑ بتایا۔ امیر معاویہ نے مجھے کہا کہ یا تو اس رقم کی ادائی کا اقرار و ضمانت کرو ورنہ اپنی خدمت سے علیحدہ ہو جاؤ گے۔ میں نے معزول ہونا پسند نہیں کیا۔ لیکن جب میں کسی عرب کو عامل بناتا تو خراج میں کمی واقع ہو جاتی۔ اگر میں اس کے قبیلے سے یا اسی سے تاوان اور جرمانہ طلب کرتا تو ان کے سینوں کو گویا دشمنی سے پر کر دیتا۔ لیکن اگر اسے چھوڑ دیتا تو گویا خدا کے مال کو چھوڑنا تھا۔ جس کے رتبے اور منزلت سے میں خوب واقف ہوں۔ لہٰذا میں نے دیکھا کہ تم سب میں دہاقین ہی ایسے ہیں کہ وہ خراج کے معاملے میں نہایت غور سے کام لیتے ہیں۔ امانت کو پورا کرتے ہیں۔ اور ان سے مطالبہ کرنا بھی آسان ہے۔ مگر باوجود اس کے بھی میں نے اس مال کا تم ہی لوگوں کو امین مقرر کیا تاکہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں۔ تم نے سخاوت کے متعلق جو کہا اس کے لئے میں بتاتا ہوں کہ میرے پاس روپیہ ہی نہ تھا کہ میں داد و دہش کرتا۔ اور یہ بات کہ میں نے جن کو مارا ان کو نہ مارتا تو سچ یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ خارجیوں کو قتل کرنے کے علاوہ میں نے اسلام لانے کے بعد کوئی ایسا کام ہی نہیں کیا جو میرے نزدیک اس سے زیادہ خدا کی قربت کا وسیلہ ہو۔ مگر خیر میں اب تم کو بتلاتا ہوں میں اس وقت اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ کاش میں اہل بصرہ سے جنگ کرتا۔ انھوں نے اپنی خوشی سے میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ میں اس خیال کا حریص بھی تھا۔ مگر بنو زیاد نے کہا کہ اگر تم نے ان سے جنگ کی اور وہ لوگ تم پر غالب آ گئے تو وہ ہم میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے۔

اور اگر اس وقت تم نے اُن سے کوئی تعارض نہ کیا تو ہمیں موقع ہے کہ ہم اپنے ننھیالی اور سسرالی رشتہ داروں کے پاس چھپ جائیں اور پھر تم ان پر حملہ کر دو۔ اور میں یہ کہہ رہا تھا کہ کاش میں قیدیوں کو نکال کر قتل کر دیتا۔ لیکن خیر اب یہ دونوں باتیں بھی نہیں ہو سکتیں۔ تو کاش میں شام ہی کو چلا جاتا۔ اور ایسے وقت جاتا کہ انھوں نے کسی بات کا تصفیہ کر کے اس کا عزم نہ کر لیا ہو۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے وقت میں شام پہنچا کہ وہاں کے باشندوں نے کسی چیز کا اہرام و انتظام نہ کیا تھا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اسکے پہنچنے تک وہ لوگ سب انتظام کر چکے تھے۔ مگر اس نے پہنچ کر انکا سب کیا دھرا بگاڑ دیا۔ ابن زیاد کے ہمراہ اسکے لڑکے بھی تھے۔ بصرے سے چلتے وقت اس نے مسعود کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ مگر بنو تمیم اور بنو قیس یہ کہتے تھے کہ ہم اس سے خوش نہیں ہیں۔ اور صرف اس شخص سے خوش ہونگے جس سے ہماری جماعت خوش ہو۔ مسعود نے کہا کہ وہ مجھے اپنا جانشین بنا گیا ہے۔ اور میں اس عہدے کو کبھی نہ چھوڑ دونگا۔ پھر وہ قصر کی طرف گیا اور اس میں داخل ہو گیا۔ بنو تمیم احنف کے پاس پہنچے۔ اور کہا کہ بنو ازد مسجد میں گھس گئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مسجد ان کے لئے بھی ہے اور تمھارے واسطے بھی۔ انھوں نے کہا کہ وہ لوگ قصر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور مسعود منبر پر چڑھا ہوا ہے۔ جب عبید اللہ شام کو روانہ ہوا تو خوارج نے برآمد ہو کر نہر اساورہ پر قیام کیا۔ لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ احنف نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ یہ شخص جو قصر امارت میں داخل ہو گیا ہے ہمارا اور تمھارا دونوں کا دشمن ہے۔ لہذا کوئی چیز تم کو اس سے باز نہ رکھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک گروہ آگے بڑھا۔ اور جس مسجد کے اندر مسعود بیٹھا ہوا لوگوں سے بیعت لے رہا تھا۔ اس میں داخل ہو گیا۔ ایک علج شخص نے (جو مسلم کہلاتا تھا۔ اور اہل فارس میں سے تھا۔ مگر بعد میں بصرے جا کر مسلمان اور خوارج کی جماعت میں داخل ہو گیا تھا) اس کے ایک تیر مارا۔ تیر مسعود کے دل پر بیٹھا اور اسے ہلاک کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کو خوارج نے قتل کیا ہے۔ یہ معلوم کر کے بنو ازد ان خوارج کی گوشمالی کے لئے نکلے۔

ان میں سے اکثر کو قتل کیا۔ بعض کو زخمی کیا۔ اور سب کو بصرے سے بھگا دیا۔
پھر بنو ازد سے یہ کہا گیا کہ مسعود کو بنو تمیم نے قتل کیا ہے۔ بنو ازد نے ان لوگوں کے پاس قاصد بھیجا اس نے وہاں پہنچ کر بنو تمیم سے یہی ذکر اذکار سنے تب بنو ازد جمع ہوئے مسعود ابن عمرو کے بھائی زیاد ابن عمرو کو اپنا سردار بنایا اور مالک بن مسمع بھی بنی ربیعہ کو لیکر ان کے ساتھ ہو گیا۔ ادھر بنو تمیم احنف کے پاس گئے اور کہا کہ لوگ کشت و خون کے لئے نکل چکے ہیں۔ مگر اس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ کیونکہ وہ فتنہ و فساد نہ چاہتا تھا۔ اس کے پاس ایک عورت مجمر لئے ہوئے آئی اور کہا کہ لواسے لئے بیٹھے رہو۔ یعنی یہ کہ تم خاصی عورت ہو۔ احنف کچھ شرما حضوری بنو تمیم اور بنو قیس مقیمین بصرہ کو لے کر چلا۔ دونوں جماعتوں کا مقابلہ ہوا۔ اور بہت سے آدمی مارے گئے۔ پھر بنو تمیم نے ان سے کہا کہ اے بنو ازد۔ اللہ اللہ کرو۔ بنو ازد ہم تمھیں اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ اپنا اور ہمارا خون نہ بہاؤ۔ اور وہ اہل اسلام ہیں جن کو تم پسند کرو۔ ہمارے خلاف بار ثبوت تم پر ہے۔ تو ہم میں سے کسی بہترین آدمی کا انتخاب کر کے اسے قتل کرو۔ لیکن اگر تم کو کوئی ثبوت یا دلیل نہ ملے تو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ نہ ہم نے قتل کیا۔ نہ ہم نے ایسا حکم دیا۔ اور نہ ہم مسعود کے قاتل سے واقف ہیں۔ اور اگر تم یہ بھی نہ چاہو تو ہم تمھارے سردار کے لئے ایک لاکھ درہم بطور خون بہا دینے کے لئے تیار ہیں۔ پھر احنف نے ان کے پاس جا کر کہے سنے کی عذر خواہی کی۔ عمر بن عبید اللہ ابن معمر اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام نے ان لوگوں کے درمیان سفارت کا کام انجام دیا۔ انھوں نے دس خون بہا طلب کئے۔ احنف نے منظور کیا۔ اور آخر کار فریقین میں اسی پر مصالحت ہو گئی۔ ؎

عبد اللہ ابن حارث بَبّہ کا یہ حال ہوا کہ وہ برابر نماز میں مسلمانوں کی امامت کرتا رہا۔ تا آنکہ عمر ابن عبید اللہ ابن معمر عبد اللہ ابن زبیر کی جانب سے امیر مقرر ہو کر آ گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ابن زبیر نے عمر کو بصرے کی امارت کا فرمان تقرر ایک خط میں لکھا تھا۔ اور وہ خط عمر کے پاس

اس وقت پہنچا جب کہ وہ عمرہ کے ارادے سے جا رہا تھا۔ عمر نے اپنے بھائی عبید اللہ کو امامت کرنے کا حکم لکھا۔ چنانچہ وہ عمر کی آمد تک امامت کرتا رہا۔ عمر چند ماہ تک امیر رہا۔ پھر حارث ابن عبد اللہ ابن ابی ربیعہ المخزومی اس کی معزولی کا حکم لے کر آیا۔ اور اس کی جگہ حارث قباع والی ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسعود کے قتل کے بعد عصبیت اور خوارج کے انتشار کی وجہ سے عبید اللہ بن حارث نے ببّہ کو اہل بصرہ سے معزول کر دیا۔ اہل بصرہ نے ابن زبیر کو لکھا۔ ابن زبیر نے انس ابن مالک کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے چالیس دن تک نماز پڑھائی۔ عبید اللہ بن حارث کہا کرتا تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ میں اپنے آپ کو بگاڑ کر لوگوں کی اصلاح کروں۔ وہ ایک متدین آدمی تھا۔ اس ہی کے زمانے میں نافع ابن الازرق بصرہ سے اہواز گیا۔

اہل کوفہ کا یہ حال ہوا کہ جب انھوں نے عبید اللہ ابن زیاد کے قاصدوں کو رد کر دیا۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ انھوں نے ابن زیاد کے قائم مقام عمرو بن حُریث کو اس کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ اب وہ اور تمام لوگ اس بات پر متفق ہوئے کہ تا وقتیکہ کسی ایک خلیفہ پر تمام لوگ اتفاق کریں ہم کسی کو اپنا امیر بنا لیں چنانچہ انھوں نے بالاتفاق عمر ابن سعد کو اپنا امیر مقرر کر لیا۔ اس پر بنو ہمدان کی عورتیں امام حسینؓ پر ویل بکا کرتی ہوئی آئیں۔ اور ان کے ساتھ ان کے مرد بھی تلواریں باندھے ہوئے آئے اور منبر کا طواف کرنے لگے۔ محمد ابن اشعث نے کہا کہ جو بات تم چاہتے تھے اس کے خلاف ہی ہوا۔ بنو کندہ عمر ابن سعد کے امر کے اس لئے موافق تھے کہ وہ لوگ عمر کی برادری سے تھے۔ غرض کہ وہ اس کے بعد عامر ابن مسعود ابن امیہ ابن خلف بن وہب بن حذافۃ الجمحی پر متفق ہوئے۔ عامر نے اہل کوفہ کے سامنے تقریر کی جس میں کہا کہ تمام اقوام کے پاس خورد و نوش کی اشیاء اور لذتیں ہوتی ہیں۔ تم بھی ان لذتوں کو ان کے مقامات میں تلاش کرو۔ اور جو کچھ حلال اور قابل تعریف ہے اُسے اختیار کرو۔ اپنی پیاس کو

پانی سے بجھاؤ اور میرے سامنے سے ان دیواروں کے پیچھے چھپ جاؤ۔ ابن ہمام نے اس پر یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ)

"اپنی نوشیدنی اشیاء پیو۔ اور بغیر کسی کے حسد کے ناز و نعم میں زندگی بسر کرو۔ پانی سے پیاس بجھاؤ اور ابن مسعود کی نافرمانی نہ کرو۔ امیر کو شرب خمر کی بہت خواہش ہے۔ تم مزے میں خوشی بخوشی شراب پیو۔ تمھیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ کون ہے جو شراب میں خالص پانی کے ملانے کو حرام بتلائے مجھے ابن مسعود کے قول سے تعجب ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ روات عرق انگور کو خم میں رکھنے کے بارے میں ہم پر سختی کرتے ہیں"۔

جب اہل کوفہ اس سے بیعت کر چکے اور ابن زبیر کو بھی اس کی اطلاع دے دی تو ابن زبیر نے بھی اس کو اس امارت پر مستقل طور سے مامور کر دیا۔ عامر کا لقب دحروجۃ* الجعل تھا۔ وہ پستہ قد آدمی تھا۔ یزید ابن معاویہ کی وفات کے بعد تین مہینے رہا۔ پھر ابن زبیر کی طرف سے عبداللہ ابن یزید الخطمی الانصاری اس کی امامت نماز کے لئے اور ابراہیم ابن محمد ابن طلیحہ والی خراج ہو کر آئے۔ ان کے علاوہ انھوں نے محمد ابن اشعث کو موصل پر حاکم بنایا۔ اور اس طرح ابن زبیر کے لئے کوفہ بصرہ۔ قبلہ۔ جزیرہ اور شام کے اہالی مجتمع ہو گئے۔ مگر اہل اردن نے عمر ابن عبیداللہ ابن معمر کو اپنا امیر قرار دیا۔ بصرے میں طاعون پھیل گیا۔ جس سے اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ مگر اسکا جنازہ اٹھانے کے لئے کوئی شخص نہ ملا۔ آخر کار اس نے چار قلیوں کو اس کام کے لئے اجرت پر مقرر کیا۔ اور انھوں ہی نے اس کا جنازہ اٹھایا۔

اہل رے کی مخالفت کا بیان

اس سال یزید کے انتقال کے بعد اہل رے نے مخالفت کی۔ ان کا سردار فرخان الرازی تھا یہ حالت دیکھکر عامر ابن مسعود امیر کوفہ نے محمد

* دحروجۃ کے معنے گنبد اور جعل گبریلے کیڑے کو کہتے ہیں۔

ابن عمیر بن عطارد ابن حاجب ابن زرارہ ابن عدس التمیمی کو اہل رے کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ اہل رے نے ان کا مقابلہ کیا اور بھگا دیا۔ پھر عامر نے ان کے مقابلے کے لیے عتاب ابن ورقاء الریاحی التمیمی کو بھیجا فریقین میں نہایت شدید جنگ ہوئی۔ فرخان قتل ہوا۔ اور مشرکین کو ہزیمت ہوئی۔ یہ محمد ابن عمیر حضرت علیؓ کے ہمراہ صفین میں کوفے کے بنو تمیم کے سرلشکر ہو کر لڑ چکے تھے۔ وہ اس واقعے کے بعد بھی زندہ رہے اور جب حجاج کوفے کا والی مقرر ہوا تو حجاج کی ولایت کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کوفے کو چھوڑ کر چلے گئے۔

مروان ابن حکم کی بیعت کا بیان

اس سال شام میں مروان ابن حکم سے بیعت کی گئی۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ جب لوگ ابن زبیر سے بیعت خلافت کر چکے تو انھوں نے عبید اللہ ابن زبیر کو مدینے پر اور عبدالرحمٰن ابن جحدم الفہری کو مصر پر والی بنا دیا اور بنو امیہ اور مروان ابن حکم کو شام کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اس وقت عبدالملک ابن مروان کی عمر اٹھائیس برس کی تھی۔ جب حصین ابن نمیر اور اس کے ہمراہی شام پہنچے تو مروان کو اپنے اور ابن زبیر کے تعلقات سے اطلاع دی اور ان کی اور بنو امیہ سے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم باہم ملے ہوئے نہیں ہو۔ لہذا قبل اس کے کہ تمہارا کچھ برا حال ہو تم کسی شخص کو اپنا امیر بنا لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک سخت اور گھمسان فتنہ واقع ہو۔ مروان کی یہ رائے تھی کہ وہ جا کر ابن زبیر سے بیعت کر لے۔ ابن زیاد کو مروان کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ عراق سے مروان کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے تمہارے اس ارادے سے شرم آتی ہے کہ تم بنو قریش کے سردار اور بزرگ ہو کر ابو خبیب سے بیعت کرتے ہو۔ ابن زبیر کو ابو خبیب اس لیے کہا گیا کہ وہ اپنے بیٹے خبیب کی وجہ سے ابو خبیب کی کنیت سے ملقّب تھے۔ مروان نے کہا کہ ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ غرض کہ بنو امیہ اور اس کے موالی اس سے آملے اور اہل یمن بھی جمع ہو گئے۔ پھر مروان ان سب کو لے کر دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہ برابر یہ کہتا

جاتا تھا کہ "ابھی کچھ نہیں گیا" وہ دمشق ایسے وقت میں پہنچا کہ وہاں کی باشندے ضحاک ابن قیس سے اس امر پر بیعت کر چکے تھے کہ وہ ان کو نماز پڑھایا کرے گا۔ اور تا آنکہ لوگ مجتمع ہو جائیں وہ ان کے امور کا انتظام کرے گا۔ ضحاک خفیہ طور پر ابن زبیر کے لیئے دعوت خلافت دیا کرتا تھا علی ہذا القیاس زفر ابن حارث الکلابی قنسرین میں اور نعمان ابن بشیر حمص میں ابن زبیر کیلئے بیعت کی دعوت دینے میں مصروف تھے۔ ان دنوں حسان ابن مالک ابن بجدل الکلبی جو معاویہ اور ان کے بیٹے یزید کی طرف سے فلسطین پر عامل تھا اور بنوامیہ کا طرف دار تھا اردن کی طرف روانہ ہوا اور روح ابن زنباع الجذامی کو اپنے پیچھے فلسطین پر مقرر کر گیا۔ مگر ناتل ابن قیس نے روح پر حملہ کیا اور اس کو فلسطین سے نکال کر ابن زبیر کے لیئے لوگوں سے بیعت لی۔ اس وقت حسان اردن میں بنوامیہ کے لیئے بیعت لے رہا تھا۔ چنانچہ اس نے اہل اردن سے کہا کہ تم لوگ ابن زبیر اور مقتولین حرہ کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ابن زبیر منافق ہے اور حرہ کے مقتولین سب کے سب دوزخی ہیں۔ کہا کہ تم یزید اور اپنے مقتولین حرہ کے متعلق کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ ہم شاہد ہیں کہ یزید حق پر تھا۔ اور ہمارے مقتولین جنتی ہیں۔ اس پر حسان نے کہا کہ اگر یزید اور اس کی جماعت اس دن حق پر تھی تو وہ آج بھی حق پر ہیں۔ اور اگر ابن زبیر اور ان کی جماعت اس دن باطل پر تھی تو وہ آج بھی ضرور باطل پر ہے۔ اہل اردن نے کہا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ ہم تم سے اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ ہم اس شخص سے جنگ کریں گے جو تمھاری مخالفت اور ابن زبیر کی اطاعت کرے۔ مگر تم بھی یہ شرط کرو کہ تم ہم کو ان دونوں لڑکوں (جن سے ان کا مطلب یزید کے دو بیٹوں عبداللہ اور خالد سے تھا) سے بچالو گے۔ کیونکہ ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ وہ لوگ ہمارے سامنے ایک بوڑھے آدمی کو پیش کریں اور ہم لڑکے پیش کریں۔ حسان نے ضحاک کو ایک خط لکھا جس میں بنوامیہ کے حق کو بہت بڑھا چڑھا کر ظاہر کیا۔ اور ان کے حسن عمل وغیرہ کی

تعریف اور ابن زبیر کی مذمت کی۔ اور یہ لکھا کہ ابن زبیر نے دو خلیفوں کی خلافت سے علیحدگی ظاہر کی ہے۔ اور یہ بھی تحریر کیا کہ یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سُنا دیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک اور خط لکھا اور اپنے قاصد مسمی باغضہ کو دے کر کہا کہ اگر ضحاک میرا یہ خط لوگوں کو سُنا دے تو خیر ورنہ تم یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سُنا دینا۔ اور بنوامیہ کو لکھا کہ وہ اس موقع پر موجود رہیں۔ باغضہ نے وہاں پہنچ کر ضحاک کے نام کا خط ضحاک اور بنوامیہ کا بنوامیہ کو دے دیا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو ضحاک منبر پر چڑھا اور باغضہ نے اس سے حسان کا خط سُنانے کے لئے کہا۔ اس نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ باغضہ نے پھر دوسری اور تیسری مرتبہ خط کے پڑھ کر سنانے کی تاکید کی مگر پھر یہی جواب ملا کہ بیٹھ جاؤ۔ تب تو باغضہ نے اپنے پاس کا خط نکالا اور لوگوں کو پڑھ کر سُنا دیا۔ اس پر ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان نے کہا کہ حسان سچ کہتا ہے اور ابن زبیر جھوٹے ہیں۔ اور ابن زبیر کو گالیاں بھی دیں۔ مگر ایک بیان یہ ہے کہ ولید معاویہ ابن یزید کے انتقال کے بعد انتقال کر چکا تھا۔ اس کے بعد یزید ابن ابی غمس الغسانی اور سفیان ابن ابرد الکلبی نے کھڑے ہو ہو کر حسان کو سچا بتایا۔ اور ابن زبیر کو سب وشتم کیا۔ پھر عمرو ابن یزید الحکمی کھڑا ہوا۔ اور اس نے حسان کو برا بھلا کہا اور ابن زبیر کی تعریف وتوصیف کی۔ ضحاک کے حکم سے ولید۔ یزید ابن ابی غمس اور سفیان کو قید کر دیا گیا۔ لوگوں میں ہلڑ مچ گیا اور بنو کلب یکبارگی عمرو ابن یزید الحکمی پر جھپٹ پڑے۔ اور اس کو زدوکوب کیا اور اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ یہ کیفیت دیکھ کے خالد ابن یزید منبر کی دو سیڑھیوں پر کھڑا ہوا اور لوگوں کو ٹھنڈا کیا۔ ضحاک نے منبر پر سے اتر کر لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور پھر قصر کی طرف چلا گیا۔ اُدھر بنو کلب نے سفیان کو۔ اور بنو غسّان نے یزید کو چھڑا لیا۔ اور خالد ابن یزید اور اس کا بھائی عبداللہ مع اپنے اخوال بنو کلب کے پہنچے۔ اور ولید ابن عتبہ کو رہائی دلائی۔ اہل شام اس دن کو یوم جیرون اول کہتے ہیں۔

اس کے بعد ضحاک مسجد کی طرف برآمد ہوا اور وہاں بیٹھ کر یزید ابن معاویہ

کا ذکر کیا اور اُسے سب وشتم کیا۔ یہ سن کر بنو کلب کے ایک جوان نے کھڑے ہو کر اس کو ایک لکڑی سے مارا۔ یہ دیکھ کر لوگ کھڑے ہو گئے۔ اور آپس میں لڑنے لگے۔ ان میں بنو قیس ابن زبیر اور ضحاک کے لیئے دعوت دیتے۔ اور ان کی مدد کے لئے بلاتے تھے۔ اور بنو کلب بنوامیہ اور پھر خالد ابن یزید (جوان کا بھانجا تھا) کی طرف بلاتے تھے۔ ضحاک دارالامارت میں چلا گیا اور دوسرے دن فجر کی نماز تک باہر نہ آیا۔ پھر اس نے بنوامیہ کو ایک خط لکھا جس میں ان سے معذرت چاہی اور لکھا کہ میں وہ بات نہیں کرنا چاہتا جو تم کو ناپسند ہو۔ اور ان کو بھی یہ حکم دیا کہ حسان کو لکھیں اور یہ کہ وہ خود بھی حسان کو لکھے گا کہ بنوامیہ کو دمشق سے اپنے ہمراہ لیتے ہوئے اردن سے جابیہ کو چلا جائے۔ اور جابیہ پہنچ کر بنوامیہ میں سے کسی سے بیعت کر لے۔ بنوامیہ اس پر راضی ہو گئے۔ اور انھوں نے حسان کو اس مضمون کا خط لکھدیا۔ اودھر بنوامیہ اور ضحاک دونوں جابیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ سن کر ثور بن معن السلمی ضحاک کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے ہم کو ابن زبیر کی طرف بلایا اور ہم نے اسی بنا پر آپ سے بیعت کر لی۔ اب آپ اس کلبی اعرابی کے پاس جا رہے ہیں۔ اور اس کے بھانجے ابن یزید کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ ضحاک نے کہا کہ آخر اب آپ کی کیا رائے ہے۔ اس نے کہا کہ رائے یہ ہے کہ جس بات کو ہم پوشیدہ رکھتے تھے اس کو آپ ظاہر کر دیں۔ اور ابن زبیر کے لئے دعوت دیں۔ چنانچہ ضحاک اپنے تمام ہمراہیوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اور مرج راہط میں اترا۔ دمشق تو اس کے ہاتھ میں تھا ہی۔ اُدھر بنوامیہ اور حسان جابیہ میں جمع ہوئے اور حسان نے چالیس دن تک ان کو نماز پڑھائی لوگ اس اثنا میں برابر آپس میں مشورہ کرتے رہے کہ کیا کیا جائے۔ مالک ابن ہبیرہ السکونی خالد ابن یزید کو چاہتا تھا اور حصین ابن نمیر مروان کی طرف مائل تھا۔ مالک نے حصین سے کہا کہ یہ بتلاؤ کہ بھلا ہم اس ذرا سے بچے (یعنی خالد ابن یزید) سے بیعت کر لیں جس کا باپ ہمارے سامنے کی پیدائش تھا۔ اور اس کے پاس بھی ہمارا اس درجہ قدر و منزلت تھی

کہ وہ ہم کو باقی عربوں سے بلند رکھتا تھا۔ حصین نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا کہ عرب تو ہمارے سامنے ایک معمر شخص کو پیش کریں اور ہم ایک بچے کو سامنے کریں۔ مالک نے کہا کہ اگر تم نے مروان کو خلیفہ بنا دیا تو یاد رکھو کہ وہ تمہارے چابک۔ تمہاری پاپوش کے تسمے اور جس درخت کے نیچے تم بیٹھے ہو اس کی وجہ سے تم سے حسد کرے گا۔ مروان ایک قبیلہ کا باپ اور ایک کا بھائی ہے۔ اگر تم نے اس سے بیعت کر لی تو تم ان قبائل کے غلام ہو جاؤ گے اس لئے بہتر ہے کہ تم اپنے بھانجے ہی کو اختیار کرو۔ حصین نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک قندیل آسمان سے لٹکی ہوئی ہے اور جو شخص کہ خلافت کا والی ہونے والا ہے وہ اس کو پکڑ رہا ہے۔ مگر سوائے مروان کے کوئی اس تک نہیں پہنچ سکا۔ قسم ہے خدا کی کہ ہم ضرور اسے خلیفہ بنائیں گے۔ روح ابن زنباع الجذامی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے لوگو تم عبداللہ ابن عمر کو ان کی صحبت اور اسلام میں ان کے رتبے کو یاد کرو۔ اور جس طرح کہ تم یاد کرتے ہو وہ ویسے ہی ہیں۔ مگر وہ ضعیف ہیں اور امت محمدیؐ کا والی و وارث ضعیف نہیں ہو سکتا۔ پھر تم ابن زبیر کا ذکر کرتے ہو۔ وہ جیسا کہ تم کہتے ہو حضرت رسولخدا کے حواری۔ اور ذات النطاقین کے بیٹے ہیں۔ مگر وہ منافق ہیں۔ انھوں نے یزید اور یزید کے بیٹے معاویہ دونوں کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ خوں ریزی کی اور مسلمانوں میں نفاق و شقاق پھیلا۔ اور امت محمدیؐ کا والی و صاحب کبھی منافق نہیں ہو سکتا۔ اب رہا مروان۔ بخدا اسلام میں کوئی شگاف ایسا نہیں ہوا جس کے جوڑنے اور بھرنے والوں میں یہ نہ رہا ہو۔ وہ وہی ہے جو جنگ جمل میں حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) سے لڑا تھا ہماری یہ رائے کہ اب لوگوں کو یہ کرنا چاہیئے کہ وہ بڑے یعنی مروان سے بیعت کریں اور چھوٹے (یعنی خالد ابن یزید) سے مشورہ لیں۔ چنانچہ ان سب کی یہی رائے ہوئی کہ پہلے مروان ابن حکم پھر خالد ابن یزید اور پھر خالد کے بعد عمرو ابن سعید سے بیعت کی جائے۔ اور شرط یہ قرار پائی کہ دمشق کی امارت عمرو کو اور حمص کی خالد ابن یزید کو دے دی جائے۔ چنانچہ

حسان نے خالد کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھانجے لوگوں نے تمہاری کم سنی کی وجہ تم سے بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے اور خدا کی قسم ہے کہ میں یہی چاہتا تھا کہ یہ امر سوائے تمہارے اور تمہارے اہل بیت کے اور کسی کو نہ ملے۔ اور میں مروان سے بھی صرف تم لوگوں کے لحاظ سے بیعت کرتا ہوں۔ خالد نے کہا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ آپ ہم سے عاجز آ گئے ہیں۔ کہا نہیں خدا کی قسم میں تم سے عاجز نہیں آیا۔ مگر خیر جو کچھ تمہاری رائے ہو اس کا تم کو اختیار ہے۔ غرض کہ اس کے بعد ان سب نے ۶۴ھ کی تیسری ذی قعدہ کو مروان سے بیعت کر لی۔ جب مروان سے بیعت کی گئی تو اس نے یہ اشعار کہے (ترجمہ)۔

"جب میں نے دیکھا کہ امر سخت ہوا جاتا ہے تو میں نے ان کے لئے قیدی اور کلب کو بھیج دیا۔ میں نے ہی بنی سکسک کو مقابلے کے لئے بھیجا جو زبردست اور اچھے لوگ ہیں اور بغیر مارے کسی بات کو نہیں مانتے۔ اور میں نے بنی قین کو بھیجا جو زرہ پہنکر سینے نکال کر اکڑتے ہوئے چلتے ہیں اور بنی تنوخ کو بھیجا جو بہت بلند اور سخت ہیں۔ وہ ملک کو سوائے زبردستی کے اور کسی طرح نہیں لیتے۔ اگر بنو قیس قریب آئیں تو اب کہدو کہ اب تم قریب نہ آؤ"۔

جنگ مرج راہط اور ضحاک اور نعمان ابن بشیر کے قتل کا بیان

جب لوگ مروان سے بیعت کر چکے تو مروان جابیہ سے روانہ ہو کر مرج راہط پہنچا۔ جہاں ضحاک ایک ہزار آدمیوں کو ہمراہ لئے ہوئے موجود تھا۔ ضحاک کی درخواست پر نعمان ابن بشیر نے جو عامل حمص تھا اسکو مدد دی اور اس غرض کے لئے شرجیل ابن ذی الکلاع روانہ کیا۔ علیٰ ہذا القیاس ضحاک نے زفر ابن حارث سے بھی امداد طلب کی۔ زفر نے بھی اہل قنسرین کو ضحاک کی مدد کے لئے بھیجا۔ اسی طرح ناتل نے اہل فلسطین کو کمک کے لئے روانہ کیا۔ اور یہ سب کے سب آکر ضحاک کے پاس جمع ہو گئے۔ ادھر بنو کلب بنو غسان بنو سکسک اور بنو سکون مروان کے گرد جمع ہوئے۔ مروان نے اپنے میمنہ پر عمرو ابن سعید کو اور میسرہ پر عبیداللہ ابن زیاد کو مقرر کیا۔ یزید ابن ابی النمس دمشق میں روپوش تھا۔ وہ جابیہ نہیں آیا۔ بلکہ دمشق پر غالب

ہو کر ضحاک ابن قیس کے عامل کو وہاں سے خارج کر کے خزائن اور بیت المال پر بھی قبضہ کر لیا۔ پھر مروان کے لئے بیعت لی۔ اور ان کو روپیہ اور آدمیوں اور اسلحہ سے مدد دی۔ یہ سب سے پہلی فتح تھی جو بنوامیہ کو حاصل ہوئی۔ ضحاک اور مروان بیس دن تک مرج راہط پر لڑتے رہے۔ جنگ نہایت شدید تھی۔ ضحاک وحیہ ابن عبداللہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اہل شام کے اسی عدد اشراف کا بھی خون ہوا۔ اہل شام بری طرح مارے گئے۔ اور قیس تو اس بری طرح مارے گئے کہ اس سے قبل وہ کبھی اس طرح مارے نہ گئے تھے۔ مقتولین میں ہانی ابن قبیصۃ النمیری تھا جو اپنی قوم کا سردار اور ضحاک کے ہمراہ ہو کر لڑ رہا تھا۔ اس کو وازع ابن ذوالتہ الکلبی نے قتل کیا۔ اس نے زخمی ہو کر گرتے گرتے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):۔

"او بدذات کے بچے۔ خدا کرے تو مرے ایسے آدمی کے لئے تیار رہ جو موت کو اچھا سمجھتا ہے اور مستقل مزاج ہے۔ مجھ میں رمق بھر بھی جان باقی نہ چھوڑ۔ میں صابر آدمی ہوں۔ حالانکہ تجھ سے کمزور آدمی پیچھے ہٹتے ہیں" یہ سن کر وازع نے پلٹ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

یہ جنگ ۶۵ھ کے محرم میں ہوئی تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ۶۴ھ کے آخر کا واقعہ ہے۔ مروان نے ضحاک کا سر دیکھا تو اس کو بہت رنج ہوا اور کہنے لگا۔ کہ اب میں بوڑھا ہو گیا۔ میری ہڈیاں گل گئیں۔ اور میں بالکل ایک گدھے کی طرح ہوں۔ کہ فوجوں کے دستے کے دستے لاتا ہوں۔ اور ان کو ایک دوسرے سے ہی بھڑا دیتا ہوں"۔

"مرج راہط سے بھاگ کر لوگ اپنے لشکروں سے جا ملے اہل حمص حمص میں آگئے نعمان بن بشیر اس کا عامل تھا۔ جب اس کو یہ خبر ملی تو وہ ایک رات اپنی زوجہ نائلہ بنت عمارۃ الکلبیہ۔ اپنے مال و اسباب اور اولاد سمیت وہاں سے فرار کر گیا۔ اور تمام رات اسی طرح حیران و سرگرداں پھرتا رہا۔ صبح کو اہل حمص نے اس کو تلاش کیا۔ چنانچہ عمرو ابن جلی الکلاعی اس کو پا گیا اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے اہل وعیال اور سر کو اپنے ہمراہ حمص لے آیا۔ ادھر سے اہل حمص کے

بنو کلب نے آ کر نائلہ اور اس کے بچوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر زفر ابن حارث الکلابی اس ہزیمت کا حال سن کر قنسرین سے بھاگا اور قرقیسیا پہنچا جہاں عیاض الحرشی عامل تھا (جس کو یزید نے اس مقام کا عامل بنایا تھا) اس نے درخواست کی مجھے صرف حمام میں جانے دو اپنی بیویوں کو طلاق اور غلاموں کو آزاد کرنے کی قسم کھا کر کہا کہ میں حمام سے نکلتے ہی یہاں نہیں ٹھیروں گا عیاض نے اسے شہر میں آنے کی اجازت دے دی۔ اس نے اندر جاتے ہی اس پر قبضہ جما لیا اور قلعہ بند ہو گیا۔ حمام میں گیا ہی نہیں اور اب بنی قیس اُس کے پاس اکٹھا ہو گئے اسی اثنا میں ناتل ابن قیس الجذامی بھی فلسطین سے فرار ہو کر مکے میں عبداللہ ابن زبیر سے جا ملا۔ اس کے اس فرار کے بعد مروان نے روح ابن زنباع کو فلسطین کا عامل مقرر کر دیا اور شام میں مستقل قبضہ جما کر وہاں اپنے عامل مقرر کئے۔

اس تمام واقعے کی ایک اور روایت اس طرح ہے:۔

عبیداللہ ابن زیاد بنو امیہ کے پاس تدمر گیا۔ اور مروان اس ارادے میں تھا کہ جا کر ابن زبیر سے بیعت کرے اور بنو امیہ کیلئے امان طلب کرے۔ مگر ابن زیاد نے اس کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اور اس سے اہل تدمر کو ساتھ لیکر ضحاک ابن قیس سے جنگ کرنے کو کہا۔ عمرو ابن سعید نے بھی اسکی رائے سے اتفاق کیا۔ اور یہی مشورہ دیا کہ مروان اس غرض سے خالد ابن یزید کی ماں سے نکاح کرے کہ خالد لوگوں کی نظروں سے گر جائے۔ چنانچہ مروان نے خالد کی والدہ فاختہ بنت ابی ہاشم ابن عتبہ سے نکاح کر لیا۔ پھر بنو امیہ نے جمع ہو کر اس سے بیعت کی اور اہل تدمر نے بھی بیعت کر لی۔ پھر وہ ایک لشکر عظیم لے کر ضحاک کے مقابلے کو نکلا۔ ضحاک نے بھی مقابلہ کیا۔ جنگ ہوئی ضحاک اور اس کے ہمراہیوں نے شکست کھائی۔ اور ضحاک قتل ہوئے۔ زفر ابن حارث قرقیسیا کو چلا گیا۔ بنو سلیم کے دونوں جوان اسکے ہمراہ تھے۔ مروان کے سپاہی اس کی طلب میں نکلے ان دونوں جوانوں نے زفر سے کہا۔ کہ تم اپنی جان بچا کر بھاگو ہم لڑیں گے۔ زفر انھیں چھوڑ کر چلا گیا وہ دونوں مارے گئے۔ اس کے متعلق زفر نے یہ

اشعار کہے۔ (ترجمہ):-

"اری تنگ بخت! ذرا مجھے میرے ہتھیار تو دکھا دے۔ لڑائی تو دن بدن بڑھتی ہی جاتی ہے۔ مجھے مروان کی طرف سے یہ اڑتی سی خبر ملی ہے کہ یادہ خون بہائے گا۔ یا میری زبان کاٹے گا۔ جب ہم نے اپنے معشوقوں یا عورتوں کے لئے عالیشان محل بنائے ہیں تو اب زندگی ہی سے اس کلفت شکست کو دور کرنا چاہئے اور بھاگ جانے کے لئے ہر طرف موقع ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں غفلت میں غائب ہو گیا ہوں۔ اور اگر میں تمہارے پاس آؤں تو میری آمد سے خوش بھی نہ ہونا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غلاظت کے ڈھیروں پر بھی روئیدگی پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ اس کے پتے کے نیچے شر نمایاں ہے۔ زمین پر ایسی ایسی غلاظت کے تودے باقی نہ رہیں گے۔ مگر نفوس کی ٹھیکریاں جیسی کی تیسی رہ جائیں گی۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ جنگ راہط نے حسان کے لئے ایک صاف ظاہر اور خبردار کر دینے والی شکست چھوڑ دی ہے۔ تو نے اس سے پہلے میری کوئی لغزش نہیں دیکھی۔ میرا فرار اور میرا اپنے ہمراہی کو وہاں چھوڑ دینا نہ دیکھا تھا۔ اس شام کو جب تک کہ میں اپنے ہمسروں کو بلاتا تھا۔ مگر میں نے سوائے اس کے اپنے مخالفین کو دیکھا اپنے موافقین کو کہیں نہ پایا۔ کیا میری ایک یوم معرکہ کی کوتاہی میرے تمام گذشتہ جنگوں کی حسن کارگذاری کو کالعدم کر دیگی۔ اب جبتک ایسی جنگ نہ ہو جائے جسمیں گھوڑے نیزوں سے کو نجیدہ ہو جائیں اور میں اپنی عورتوں کا کلبی عورتوں سے بدلہ نہ لے لوں صلح نہیں ہو سکتی۔ کاش میں جانتا کہ میری غارت گری جو میں قبیلۂ تنوخ اور ہطے دونوں قبیلوں پر کرونگا وہ مجھے اس جوش انتقام کی سوزش سے شفا دیگی"۔

جواس ابن قحطل نے اس کا جواب یوں دیا (ترجمہ اشعار):-

"مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ جنگ راہط نے زفر کیلئے ایک نہایت تلخ اور باقی رہنے والا مرض چھوڑ دیا ہے۔ جو اسکی پسلیوں میں جاگزیں ہو گیا ہے اور طبیب و معالج کو عاجز کر چکا ہے تو سلیم۔ عامر اور بیچارے بنی ذبیان کے مقتولین پر رونے والیوں کو رلا رہا ہے اور خود بھی انکی طرح روتا ہے۔ اس نے اسلحہ طلب کئے۔ مگر جب مقابلے میں قبیلۂ خباب کی

تلواریں اور دراز قامت تیز رو گھوڑے دیکھتے ہی اپنی جگہ ٹھٹک گیا۔ ان گھوڑوں پر وہ دلاور جوان سوار ہیں، کہ جب وہ لانبے لانبے نیزوں کی طرف بڑھتے ہیں تو شیر نیستاں ہو جاتے ہیں۔

عمرو ابن جلی الکلبی نے کہا (ترجمہ اشعار):۔

"زفر اپنے قبیلہ قیس کی ہلاکت پر گریاں ہوا۔ جو بہتے بہتے کبھی رکتے ہی نہیں، ہم جنگ راہط کے مقتولوں پر رلاتے ہیں جن کے گرد جنگلوں اور میدانوں کے گدھ اور الو گھومتے ہیں۔ کیا میدان راہط میں قبیلہ قیس کا کوئی حامی زندہ بچا ہے؟ جب کہ وہ بھاگے جا رہے تھے اور انکے مکانات لوٹے جا رہے تھے قبیلہ حرّان انھیں اس طرح رلا رہا ہے کہ انکے آنسو برابر جاری ہیں اور اب بنی نزار کو یہ امید بندھ گئی ہے کہ انکی عقلیں واپس آجائیں گی۔ اب یا تو تو غم سے مرجا اور یا ذلیل شکستہ ہو کر ایسی حسرت میں زندگی بسر کر جس کا بیدار کیا ہوا کبھی خواب نوشیں کا لطف نہیں اٹھاتا۔"

اور اسی قسم کے اور اشعار بھی تھے۔ ؎

{یزید ابن ابی الغمس میں سین مہملہ ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ یہ لفظ شین معجمہ سے ہے۔ یہ شخص اسلام سے مرتد ہو کر جبلہ ابن ایہم کے ساتھ روم کو چلا گیا تھا۔ بعد میں دوبارہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ہمراہ تھا اور عبدالملک بن مروان کے زمانے تک زندہ رہا۔}

مروان کی فتح مصر کا بیان

جب ضحاک اور اس کے ہمراہیوں کے قتل کے بعد ملک شام مروان کے لئے مستحکم ہو گیا تو اس نے مصر کا رستہ لیا اس وقت عبدالرحمن ابن جحدم القرشی وہاں کا والی تھا۔ اور ابن زبیر کی طرف سے بیعت کی دعوت دیا کرتا تھا۔ مروان کی آمد کی خبر سنکر وہ اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس کے مقابلے کیلئے نکلا۔ مروان نے اس کے عقب سے عمرو بن سعید کو روانہ کر دیا اور یہ مصر میں داخل ہو گیا۔ چنانچہ جب وہ مصر میں داخل ہوا تو ابن جحدم اسکی خبر سنکر واپس چلا گیا۔ لوگوں نے مروان سے بیعت کی اور وہ دمشق کو چلا گیا۔ لیکن اس کے

قریب پہنچ کے اُسے معلوم ہوا کہ ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا ہے۔ لہذا قبل اس کے کہ مصعب شام پہنچے اس نے عمرو ابن سعید کو اس کے مقابلے کے لئے بھیج دیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ جس میں مصعب اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے۔ حالانکہ وہ ایک دلیر اور شجاع آدمی تھا۔ اس کے بعد مروان دمشق کو واپس گیا۔ اور وہاں بالاستقلال رہنے لگا۔ حصین ابن نمیر اور مالک ابن ہبیرہ نے اپنے اور خالد ابن یزید کے لئے مروان سے یہ شرائط کی تھیں۔ چنانچہ جب وہ مستقل طور پر اپنے ملک میں جم گیا تو ایک دن مالک کی موجودگی میں انھوں نے کہا کہ بعض لوگ چند شرطوں کا دعوے کرتے ہیں۔ ان ہی میں ایک بہت عطر اور سرمہ لگانے والا ہے۔ اس سے اسکی مراد مالک سے تھی جو خوشبو استعمال کرتا اور سرمہ لگایا کرتا تھا۔ مالک نے کہا کہ ہاں وہ شرطیں جب پوری ہونگی جب تم تہامہ جاکر ہرنوں کے لئے تنگ باندھو گے۔ مروان نے کہا کہ ٹھیرو ابو سلیمان ٹھیرو ہم تو تم سے یوں ہی ہنسی کر رہے تھے۔ کہا۔ ہاں ٹھیک ہے۔

اہل خراسان کی مسلم ابن زیاد سے بیعت اور عبداللہ ابن خازم کے امر کا بیان

جب مسلم ابن زیاد کو خراسان میں یزید کی وفات کی خبر ملی تو اس نے اس خبر کو پوشیدہ رکھا۔ اس پر ابن عرادہ نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):-

"اے بادشاہ جس کا دروازہ بند ہے۔ بڑے بڑے امور پیش آرہے ہیں۔ حرہ اور کابل میں مقتولین پڑے ہیں۔ اور یزید کا بند دروازہ اور بھی بند ہوگیا ہے۔ اے بنو امیہ تمھارے آخری بادشاہ کا جسم حوارین میں پڑا ہوا ہے۔ اس کی موت نے آکر اُس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے تکئے کے پاس پیالہ رکھا ہوا ہے اور ایک تحریر دار مشکیزہ بہ رہا ہے۔ ایک کمان اس کی عورتوں پر رو رہی ہے جو کبھی بیٹھتی اور کبھی کھڑی ہوتی ہیں۔"

جب یہ اشعار پھیلنے لگے تو مسلم نے یزید ابن معاویہ اور اس کے بیٹے معاویہ ابن یزید کے انتقال کا بھی اظہار کیا۔ اور لوگوں کو دعوت دی کہ کسی

دوسرے خلیفہ کے انتخاب اور امر کے استقامت پذیر ہونے تک وہ خود اسی کے ہاتھ پر بیعت رضا کریں۔ چنانچہ لوگوں نے اس سے بیعت کی۔ مگر دو ہی ماہ کے بعد توڑ دی۔ حالانکہ وہ ان لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ اور بہت ہر دلعزیز تھا۔ بہرحال اپنے علیحدہ کئے جانے کے بعد اس نے مہلب ابن ابی صفرہ کو اپنا جانشین بنادیا۔ جب وہ وہاں سے سرخس گیا تو وہاں اس کو سلیمان بن مرثد ملا۔ جو بنو قیس ابن ثعلبہ بن ربیعہ سے ایک فرد تھا۔ اس نے کہا کہ شاید بنو نزار تم کو بہت تنگ اور کم مقدار آدمی معلوم ہوئے جو تم نے خراسان پر ایک یمنی کو اپنا جانشین بنادیا۔ یمنی سے اس کی مراد مہلب سے تھی۔ کیونکہ وہ قبیلۂ ازد سے تھا۔ جو یمن کا رہنے والا تھا۔ اس لئے سلم نے مہلب کو مرو الرود۔ فاریاب طالقان اور جورجان کا والی بنادیا۔ اور اس کی جگہ اوس ابن ثعلبہ بن زفر کو ہرات کا والی مقرر کیا۔ یہی شخص بصرے میں جو قصر تھا اُس کا مالک تھا۔

جب وہاں سے سلم نیشاپور گیا تو وہاں عبداللہ ابن خازم سے ملاقی ہوا۔ اس نے پوچھا کہ تم نے خراسان پر کس کو والی بنایا۔ مسلم نے بتلایا کہ فلاں کو۔ عبداللہ نے کہا کہ کیا تم کو مضر میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا تھا جس کو تم والی بناتے۔ بھلا تم نے خراسان کو بکر بن وائل اور یمن والوں میں کیوں بانٹ دیا لاؤ میرے واسطے وہاں کی تقرری کا حکمنامہ لکھ دو۔ چنانچہ مسلم نے اس کو خراسان کی ولایت پر تقرری کا عہد اور حکمنامہ لکھ دیا۔ اور ساتھ ہی ایک لاکھ درہم بھی دیئے۔ ابن خازم مرو کو روانہ ہوا۔ وہاں مہلب کو جب اس کی روانگی کی خبر ہوئی تو وہ بنو جشم ابن سعد بن زید مناۃ بن تمیم میں سے ایک شخص کو اپنا جانشین بنا کر فوراً مقابلے کے لئے چڑھ دوڑا۔ چنانچہ جب عبداللہ ابن خازم وہاں پہنچا تو اس جشمی شخص نے اس کو دست درازی سے باز رکھا۔ دونوں میں مڈ بھیڑ ہوئی۔ جشمی کی پیشانی میں ایک پتھر سے ایسی چوٹ لگی جو مہلک ثابت ہوئی اور وہ دو دن کے بعد مر گیا۔ ابن خازم وہاں سے سلیمان بن مرثد کے مقابلے کے لئے مرو الروذ گیا۔ جہاں چند دن سلیمان کی

لڑائی ہوئی جس میں وہ کام آیا۔ پھر ابن خازم نے عمرو ابن مرثد کا رخ کیا جو طالقان میں تھا۔ اس سے بھی خاصی جنگ ہوئی۔ وہ مقتول ہوا۔ اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے۔ اور آخر کار وہ سب ہرات جا کر ابن ثعلبہ سے مل گئے۔ ابن خازم وہاں سے مرو واپس آ گیا۔ وہاں جس قدر بکر ابن وائل کے افراد تھے وہ سب بھاگ کر ہرات چلے گئے۔ اُدھر سے سرحد خراسان سے بھی تمام بکری وہیں پہنچے اور سب نے یکجا جمع ہو کر اُس سے کہا کہ ہم تم سے اس شرط پر بیعت کرتے ہیں۔ کہ تم ابن خازم کے مقابلے کے لئے جاؤ۔ اور بنو مضر کو خراسان سے نکال باہر کرو۔ مگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ تب بنو صہیب نے (جو بنو جحدم کے موالی تھے) ان سے کہا کہ ہم کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ بنو مضر اور ہم ایک ہی شہر میں مقیم رہیں۔ انھوں نے مرثد کے دونوں بیٹوں سلیمان اور عمرو کو قتل کر دیا ہے۔ اگر آپ ہم سے اس شرط پر بیعت لیتے ہیں تو خیر ورنہ ہم آپ کے سوا کسی اور سے بیعت کر لیں گے۔ اس نے ان کی شرط منظور کر لی۔ وہاں سے ابن خازم یہ حالات سن کر اس کے مقابلے کے لئے نکلا اور اپنے اور ہرات کے درمیان ایک وادی میں پہنچ کر ٹھیر گیا۔ بنو بکر نے یہ رائے دی کہ ہرات سے باہر نکل کر اور خندق کھود کر ابن خازم سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ مگر اُس نے کہا کہ نہیں بہتر یہ ہے کہ ہم یہیں شہر کے اندر رہ کر جنگ کریں کیونکہ یہ ایک مضبوط شہر ہے۔ علاوہ اس کے ہم ابن خازم کے مقابلے میں بہت سی مدت صرف کر کے اُسے تھکا دیں گے۔ اور جو کچھ ہم اس سے مانگیں گے مل جائے گا۔ بنو بکر نے نہ مانا اور باہر نکل کر خندقیں کھود کر ابن خازم سے جنگ آزما ہوئے۔ وہ ان سے تقریباً ایک سال تک لڑتا رہا۔ ہلال الضبی نے ابن خازم سے کہا کہ آپ اپنے ہی بھائیوں اور بھتیجوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے ان کو مار کر اپنی مراد حاصل بھی کر لی۔ تب بھی آپ کو زندگی میں کوئی بھلائی تو نصیب نہ ہوگی۔ کاش کہ آپ بجائے اس کے ان کو کوئی ایسی چیز دے دیتے جس سے وہ لوگ خوش ہو جاتے اور آپ کسی طرح اس امر کو صلاحیت پر لا سکتے۔

ابن خازم نے کہا کہ خدا کی قسم اگر ہم ان کی خاطر خراسان سے نکل بھی جائیں۔ تب بھی وہ خوش نہ ہونگے۔ ہلال نے کہا کہ بخدا نہ میں آپ کے ساتھ لڑوں گا۔ اور نہ کوئی اور آپ کا ساتھ دیگا۔ جب تک کہ آپ میری بات نہ مان لیں اور ان لوگوں سے اعتذار نہ کرلیں۔ ابن خازم نے کہا اچھا تم میری جانب سے ان کی طرف قاصد بن کر جاؤ اور ان کو راضی کرلو۔ چنانچہ ہلال الضبی اوس ابن ثعلبہ کے پاس گیا اور اس کو خدا کی قسم اور بنو نزار کی قرابت کا واسطہ دے کر اس کی دوستی اور محبت کے حفظ کی تاکید کی۔ اس نے کہا کہ کیا تم بنو صہیب سے ملے۔ کہا نہیں۔ کہا تم ان سے ملو۔ ہلال وہاں سے نکلا ان کے رؤسا کی ایک جماعت سے ملا اور ان کو اپنے آنے کی غرض و غائت سے مطلع کیا۔ انھوں نے پوچھا کہ تم بنو صہیب سے ملے یا نہیں۔ ہلال نے کہا کہ تم لوگ بنو صہیب کو بہت کچھ سمجھتے ہو۔ چنانچہ آخر کار وہ بنو صہیب کے پاس گیا۔ اور ان سے گفتگو کی۔ انھوں نے کہا کہ اگر تم قاصد نہ ہوتے تو ہم ضرور تم کو مار ڈالتے۔ ہلال نے پوچھا کہ آخر تم لوگ کسی بات پر راضی بھی ہوگے یا نہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم دو میں سے ایک بات پر راضی ہیں۔ یا تو تم خراسان سے نکل جاؤ یا اگر رہتے ہو تو ہم کو اپنے تمام اسلحہ۔ گھوڑے اور سونا چاندی سب کچھ دے دو۔ وہ ابن خازم کے پاس گیا اور کہا کہ کہئے آپ کے پاس کیا ہے۔ اس نے سب کچھ بتلا دیا۔ اور کہا کہ جب سے خدا نے مضر میں سے اپنے نبی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث کیا ہے تب ہی سے وہ اپنے رب سے ناراض ہیں۔

غرض کہ ابن خازم نے ان لوگوں سے لڑنا شروع کیا۔ ایک دن اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب ہماری اقامت کو یہاں بہت مدت ہوگئی ہے۔ پھر ان سے پکار کر کہا کہ اے بنو ربیعہ! کیا تم تمام خراسان میں صرف اپنی خندقوں پر قناعت کرتے ہو۔ اس سے ان کی رگ حمیت اور زیادہ پھڑک اٹھی اور انھوں نے جنگ کا نعرہ مارا۔ مگر اوس ابن ثعلبہ نے ان کو خروج سے روک دیا۔ اور کہا کہ تم اب تک جسطرح لڑ رہے تھے اسی طرح لڑے جاؤ۔

لیکن انھوں نے نہ مانا۔ ابن خازم نے اپنے اصحاب سے کہا کہ خبردار آج کا دن تمھارے ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ جو کوئی غالب ہوگا بادشاہت اُسی کی ہوگی۔ جب تم گھوڑوں کو دیکھو تو ان کے نتھنوں میں نیزے مارو۔ چنانچہ وہ کچھ عرصے تک لڑتے رہے اور آخر کار بکر بن وائل کو ہزیمت ہوئی وہ بھاگ کر اپنی خندقوں تک پہنچ گئے۔ اور اسی بھگدڑ میں دہنے بائیں منتشر ہوگئے اور بہت سے آدمی خندق میں گر پڑے۔ لڑائی نہایت شدید تھی۔ اوس ابن ثعلبہ سجستان کو فرار کر گیا۔ اور وہیں یا اس کے قریب ہی انتقال کیا۔ اس دن معرکے میں بنو بکر ابن وائل کے آٹھ ہزار آدمی تہ تیغ ہوئے۔ ابن خازم کو ہرات پر غلبہ حاصل ہوگیا۔ اور ہرات پر اپنے بیٹے محمد کو مقرر کر کے شماس ابن دثار العطاردی کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور بکیر ابن وشاح الثقفی کو صاحب الشرطہ بنا کر ابن خازم خود مرو کو واپس آگیا۔ ﷺ

ابھی ابن خازم ہرات ہی میں تھا کہ ترکوں نے قصر اسغاد پر جس میں بنو ازد کے آدمی پناگزیں تھے حملہ کیا۔ ترکوں نے ان کا محاصرہ کیا۔ بنو ازد نے ابن خازم کے پاس پیغام بھیجا۔ اس نے زہیر ابن حیان کو بنو تمیم کے ہمراہ بنو ازد کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ اور زہیر سے کہا کہ خبردار ترکوں کو کہیں ٹھکانا نہ دینا۔ جوں ہی ان کو دیکھنا فوراً حملہ کر دینا۔ چنانچہ زہیر ایک سرد دن میں ترکوں کے پاس پہنچا۔ اور ان کو دیکھتے ہی حملہ کر دیا۔ ترک بھاگ کھڑے ہوئے زہیر کے آدمیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور بہت رات گئے واپس ہوئے۔ نیزہ پکڑے پکڑے ان کا ہاتھ سردی سے نیزے ہی پر اکڑ کر رہ گیا تھا۔ ان کے ہمراہیوں نے چربی گرم کر کر کے ان کے ہاتھ پر رکھی اس پر تیل کی مالش کی اور ان کے لئے ہاتھ تاپنے کے واسطے آگ جلائی۔ تب جا کر ان کا ہاتھ پھر اپنی اصلی حالت پر آیا۔ اس کے بعد وہ ہرات کو واپس چلا گیا۔ اس کے متعلق ثابت قطنہ نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):۔

میری جان بنو تمیم کے شہسواروں پر قربان ہو کہ انھوں نے ایک

تنگ مقام پر قصر باہلی کے قریب جنگ کی۔ جب کہ میں دیکھ رہا تھا کہ میرے حمایت و حفاظت کرنے والے نہیں رہے ہے۔ اور میں اپنے نیزے کے ٹوٹ جانے کے بعد اپنی تیغ جوہر دار سے ان لوگوں پر اس شدت اور جوش سے حملہ کرتا تھا جیسے کہ شراب پینے والے جامہائے شراب پر۔ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی مدد نہ ہوتی اور اگر میں بادشاہ سردار کے سر پر حملہ نہ کرتا (تو نہیں معلوم کیا ہوتا) جبکہ بنو دثار کی عورتیں پنڈلیاں کھولے ہوئے ترکوں کے سامنے جا رہی تھیں۔"

توابین کے امر کا بیان

کہتے ہیں جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے اور ابن زیاد نخیلہ کی چھاؤنی سے واپس ہو کر کوفے میں داخل ہوا تو شیعہ اس سے ملے اور اس کو لعنت ملامت اور نادم کرنے لگے اور آپس میں یہ رائے ہوئی کہ تم نے ان کو بلا کر بے یار و مددگار چھوڑ دیا تم نے یہ سخت غلطی کی۔ حالانکہ وہ تمہارے بلائے ہوئے آئے تھے اور اہل کوفہ کے پاس لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اور ان کی یہ رائے ہوئی کہ ان کے اس عار اور گناہ کو کوئی چیز نہیں دھو سکتی سوا اس کے کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے جنھوں نے حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں شرکت کی ہے۔ چنانچہ وہ سب مل کر رؤسائے شیعہ میں سے پانچ شخصوں کے پاس گئے۔ یعنی سلیمان ابن صرد الخزاعی (جو صحابہ میں سے تھے) مسیب ابن نجبۃ الفزاری (جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہیوں میں سے تھے) عبداللہ ابن سعد ابن نفیل الازدی۔ عبداللہ ابن وال التیمی (جو بنو بکر ابن وائل کی شاخ تیم میں سے تھے) اور رفاعہ ابن شداد البجلی۔ یہ سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہترین اصحاب میں سے تھے۔ غرض کہ وہ سب سلیمان ابن صرد الخزاعی کے مکان میں جمع ہوئے۔ سب سے پہلے مسیب ابن نجبہ نے تقریر کی اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ ہم کو طول عمر اور انواع و اقسام کے

فتنوں کے تعرض سے آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ ہم کو اپنے رب کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ ہمیں وہ ان لوگوں میں سے نہ بنائے جن سے وہ فردائے قیامت میں یہ فرمائے گا کہ "اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ" کیونکہ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا ہے کہ "عمر وہ چیز ہے جو خدائے تعالیٰ نے آدمی کو ساٹھ سال کے لئے ایک عذر کے موقع کے طور پر عنایت فرمائی ہے" اور ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس مدت کو نہ پہنچ گیا ہو۔ حالانکہ ہم سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ ہم اپنا تزکیۂ نفس کریں گے۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کے نواسے کے تمام معرکوں میں ہم کو جھوٹا ہی پایا۔ حالانکہ اس سے قبل ہمارے پاس اس کی کتابیں اور اس کے رسول آچکے تھے۔ امام حسینؓ نے ہم کو عذر کا موقع دیا۔ اور ہم سے بار بار اور علانیہ طور پر اپنے لئے نصرت و امداد طلب کی مگر ہم نے ان سے اپنی جانیں دینے میں بخل کیا۔ تا آنکہ وہ ہمارے ہی پہلوؤں کے قریب شہید ہوئے۔ نہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے ان کی مدد کی۔ نہ ان کی طرف سے ہم اپنی زبانوں سے جدل و مباحثے میں شریک ہوئے۔ نہ ہم نے ان کو اپنے اموال سے تقویت دی نہ اپنے خاندانوں اور قبیلوں سے ان کے لئے امداد طلب کی۔ اب بتاؤ کہ ہم اپنے رب اور اپنے نبی سے ملتے وقت کیا عذر پیش کریں گے۔ حال یہ ہے کہ ہم میں اس کے حبیبؐ کی اولاد و ذریات اور نسل قتل ہوئی۔ خدا کی قسم سوائے اس کے عذر کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ تم امام مرحوم کے قاتلوں کو قتل کرو اور یا اسی دھن میں مر جاؤ۔ ممکن ہے کہ ایسا کرنے سے ہمارا رب ہم سے خوش ہو جائے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ میں خدا سے ملنے کے بعد اس کی سزا اور عقوبت سے بے خوف نہیں ہوں۔ اے لوگو اپنے میں سے کسی شخص کو اپنا والی بنا لو۔ کیونکہ تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تمہارا ایک امیر ہو۔ جس کی زیر سایہ تم رہ سکو۔ اور ایک جھنڈا ہو جس کے گرد تم جمع ہو سکو"۔

اس کے بعد رفاعہ ابن شداد نے کھڑے ہو کر کہا کہ "امابعد۔ خدا نے آپ (یعنی مسیب) کو درست ترین قول کی طرف ہدایت کی ہے۔

اور آپ کا فاسقین سے جہاد کرنے اور اس زبردست گناہ سے توبہ کرنے کی دعوت دینا نہایت صحیح ہے۔ آپ کی بات ضرور قابل سماعت اور آپ کا قول قابل قبول ہے۔ آپ کی رائے سے ہم کو بھی اتفاق ہے کہ ہم کسی کو اپنا امیر بنالیں جس کے زیر سایہ ہم پناہ لیں اور جس کے جھنڈے تلے جمع ہوں۔ اگر آپ ہی وہ امیر ہو جائیں تو ہم میں پسندیدہ۔ ہمارے خیر خواہ اور ہماری جماعت میں محبوب ہوں گے۔ یا نہیں تو اگر آپ کی اور ہمارے دیگر اصحاب کی رائے ہو تو ہم شیخ الشیعہ صاحب رسول اللہ صلعم اور صاحب سبقت و قدامت یعنی سلیمان ابن صرد الخزاعی کو اپنا امیر قرار دے لیں جو اپنی دلیری اور دین میں قابل تعریف اور اپنے ارادے اور استقلال میں نہایت معتبر ہیں۔"

پھر عبداللہ ابن سعد نے بھی ایسی ہی تقریر کی۔ اور دونوں نے مسیب اور سلیمان کی تعریف و توصیف کی۔ مسیب نے کہا کہ ہاں تم دونوں ٹھیک کہتے ہو۔ لہذا سلیمان ابن صرد کو امیر بنالو۔

بعد ازاں سلیمان ابن صرد نے خدائے وحدہ کی حمد کے بعد تقریر میں کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ بات ہماری بہتری کے لئے ہی نہ ہو کہ ہم کو اس زمانے میں پیدا کیا گیا جس میں زندگی تلخ ہے۔ بڑی مصیبت کا سامنا ہے اور ہماری جماعت کے صاحبان فضل بھی جور و ظلم میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہم گردنیں اٹھا اٹھا کر اپنے نبی صلعم کے اہل بیت کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کو امداد کی امیدیں دلاتے تھے۔ اور یہاں آنے پر آمادہ کرتے تھے۔ مگر جب وہ آگئے تو ہم سست پڑ گئے۔ عاجز ہو گئے۔ ہماری عقلیں گم ہو گئیں اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ تاآنکہ ہمارے نبی کی اولاد۔ ان کے بہترین آدمی اور ان کے گوشت و پوست کے ٹکڑے ہماری آنکھوں کے سامنے قتل ہو گئے۔ امام مظلوم نے باآواز بلند استغاثہ کیا اور نصرت طلب کی مگر ان کی طرف التفات نہ کیا گیا۔ بلکہ فاسقین نے ان کو اپنے تیروں کی آماجگاہ اور اپنے نیزوں کا نشانہ بنایا۔ یہاں تک کہ انھوں نے

ان پر تیر چلائے۔ گھوڑے دوڑائے۔ اور ان کو قتل کر دیا۔ تمہارا رب اب تم سے ناخوش ہو گیا ہے۔ تم اپنے بیوی بچوں کے پاس واپس نہ جاؤ جب تک کہ خدا راضی نہ ہو جائے۔ اور خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ وہ کبھی اس سے کم میں راضی ہو گا۔ کہ تم امام مظلوم کے قتل کا بدلہ لو۔ خبردار موت سے نہ ڈرو جب کبھی کوئی اس سے ڈرا ہے وہ ضرور ذلیل و خوار ہوا ہے۔ بلکہ تم بنو اسرائیل کی طرح ہو جاؤ جب کہ ان کے نبی علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ "اے لوگو! تم نے گوسالہ کو خدا بنا کر اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ تم اپنے خدائے خالق سے توبہ کرو۔ اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالو" اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔ سوار ہو ہو کر دوڑے۔ گردنیں اٹھا اٹھا کر وقت کے منتظر رہنے لگے۔ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ اس گناہ عظیم سے بچنے کے لئے سوائے قتل کے اور کوئی ذریعہ نہیں۔ تم بتلاؤ کہ اگر تم کو ویسے ہی کام کے لئے طلب کیا جائے جس کے لئے وہ مدعو کئے گئے تھے تو تم کیا کرو گے۔ ہاں۔ اپنی تلواروں کو تیز اور نیزے کو تیار رکھو۔ گھوڑوں وغیرہ سے خوب مضبوط اور مسلح ہو کر تیار ہو جاؤ۔ تا آنکہ تم کو دعوت دی جائے۔ اور طلب کیا جائے۔ خالد ابن سعد ابن نفیل نے کہا میرا تو یہ حال ہے کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میری خودکشی سے میرا رب مجھ سے راضی ہو جائیگا تو میں ضرور اپنے آپ کو قتل کر لونگا۔ اور میں یہاں کے تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ ماسوا میرے۔ اسلحہ کے جن سے میں اپنے دشمن سے جنگ کرونگا باقی سب کچھ مسلمانوں کے لئے صدقہ ہے۔ جس سے میں ان کو فاسقین سے جنگ آزمائی کے لئے تقویت دونگا۔ ابو معتمر بن حبس ابن ربیعہ الکنانی نے بھی ایسی ہی تقریر کی۔

سلیمان نے کہا کہ آپ میں سے جو جو جس بات کا ارادہ کریں یہی کافی ہے۔ اب چاہیئے کہ آپ عبداللہ ابن وال التیمی کو بلالیں اور جب جو کچھ کہ آپ دینا چاہتے ہیں ان کے پاس جمع ہو جائیگا۔ تو ہم ان کو آپکے دوستوں اور غرباء کی طرف روانہ کر دیں گے۔ پھر سلیمان ابن صرد نے

سعد ابن حذیفہؓ ابن یمان کو اپنے اس عزم کی اطلاع دی اور اُس سے اور مدائن کے شیعوں کو مساعدت کے لئے طلب کیا۔ سعد ابن حذیفہؓ نے انکا یہ مراسلہ مدائن کے شیعوں کو پڑھ کر سنایا۔ اُن سب نے دعوت قبول کی۔ اور سلیمانؓ ابن صرد کو لکھ بھیجا کہ ہم آپ کی طرف آرہے ہیں۔ اور مساعدت کریں گے۔ سلیمان نے ایک اور خط مثنیٰ ابن مسخربہ العبدی کے نام بصرہ بھیجا جس کا مضمون وہی تھا جو سعد ابن حذیفہ کے خط کا تھا۔ مثنیٰ نے یہ جواب دیا کہ ہم شیعہ ہیں۔ آپ کے عزم پر ہم نے خدا کا شکر کیا۔ اور انشاء اللہ ہم آپکی مرقومہ غرض کے لئے آپ کے پاس آئیں گے۔ پھر اس خط کے نیچے یہ اشعار لکھے۔ (ترجمہ):-

"دیکھو! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں تمہارے پاس جھنڈا اہلاتا ہوا آپہنچا ہوں ہاں دشمنوں کو خبر دے دو کہ ایسے گھوڑے جو نہایت درشت۔ تیز رفتار۔ طویل پشت۔ قوی ہیکل۔ صاحب ہمت۔ مسلسل چلنے والے۔ لگام کو چبانے والے اور مضبوط ہیں۔ ایسے ایسے جوانوں کو لئے ہوئے آرہے ہیں جن کے قلوب میں خوف کو جگہ نہیں ملتی اور جو جنگ کی آگ کو بھڑکانے والے اور نہ تھکنے والے ہیں۔ جو معتبر ہیں جن کی کوششیں صرف خدا کے لئے ہیں۔ جو تلوار کے دھنی اور بے عیب ہیں"۔

ان لوگوں نے سب سے پہلے اپنے امر کا آغاز امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۶۱ھ میں کیا تھا اور برابر آلات حرب کے جمع کرنے اور خفیہ طور پر امام حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے لوگوں کو دعوت دینے میں مشغول رہے تھے۔ اور لوگ ان کی دعوت کو قبول بھی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۶۴ھ میں یزید بن معاویہ نے انتقال کیا۔ اس کی وفات کے بعد سلیمان ابن صرد کے اصحاب نے اس سے جا کر کہا کہ یہ طاغیہ مرگیا ہے۔ اور ان لوگوں کا امر ضعیف ہوگیا ہے اب اگر تم چاہو تو ہم یکبارگی عمرو ابن حریث پر حملہ کریں (یہ عمرو ابن حریث ابن زیاد کی جانب سے کوفہ کا والی تھا) اور امام حسینؓ کے خون کا بدلہ طلب کریں۔ ان کے

قاتلین کا پیچھا کریں اور لوگوں کو ان اہل بیت کی طرف بلائیں جن پر اوروں کو ترجیح دی گئی ہے اور جن کے حقوق غصب کر لئے گئے ہیں۔ سلیمانؓ ابن صردؓ نے کہا کہ ابھی جلد بازی نہ کرو۔ جو کچھ تم نے کہا میں نے اس پر غور کیا ہے اور میری یہ رائے ہے کہ امام حسینؓ کے قاتل کوفہ کے اشراف اور عرب کے شہسوار ہیں۔ اور وہی لوگ ہیں جن سے ان کے خون کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور جب ان کو تمہارے ارادوں سے آگاہی ہو جائیگی تو وہ تم پر سب سے زیادہ سختیاں کریں گے۔ پھر میں نے اس امر پر بھی غور کیا کہ تم میں سے کون کون میرا پیرو ہو گا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر انھوں نے خروج بھی کیا تب بھی وہ بدلہ نہ لے سکے اور اپنے نفوس کو تسلی نہ دے سکے۔ حالانکہ وہ اپنے دشمن کے دشمن جانی تھے۔ بلکہ کرنا یہ چاہئے کہ تم اپنے داعیوں کو ہر جگہ پھیلا دو۔ اور اپنے امر کی طرف لوگوں کو دعوت دو۔ چنانچہ انھوں نے یہی کیا اور یزید کی وفات کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کی اس دعوت کو قبول بھی کیا۔

اہل کوفہ نے عمرو ابن حریث کو اپنے ہاں سے خارج کر دیا اور ابن زبیر سے بیعت کر لی۔ اس اثنا میں سلیمان اور ان کے اصحاب برابر اپنی دعوت دیتے رہے۔ جب یزید کو انتقال کئے ہوئے چھ مہینے کا عرصہ گذر گیا تو رمضان کے نصف میں مختار ابن ابی عبید کوفہ آیا۔ اور عبداللہ ابن یزید الانصاری رمضان کے ختم ہونے سے آٹھ دن قبل ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کا امیر اور ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ خراج کوفہ کے والی مقرر ہو کر کوفہ پہنچے۔ مختار نے لوگوں کو امام حسینؓ کے قاتلین سے جنگ آزما ہونے کی دعوت دینی شروع کی اور کہا کہ میں مہدی یعنی محمد ابن الحنیفہ کی طرف سے وزیر اور امین ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ چنانچہ شیعوں کی ایک جماعت اس کی طرف راجع ہوئی۔ مختار کہا کرتا تھا کہ سلیمان یہ چاہتا ہے کہ وہ خروج کر کے خود کو اور اپنے ساتھیوں کو قتل کرا دے۔ وہ لوگوں کو لے کر سختی سے جنگ کرنا نہیں جانتا۔ عبداللہ ابن یزید کو معلوم ہوا کہ انہی دنوں میں کوفہ میں

اس پر حملہ ہونے والا ہے۔ اس سے کہا گیا کہ مختار کو قید کر دے اور گو قید نہ کرنے کے انجام بد سے بھی متنبہ کر دیا گیا۔ مگر اس نے کہا کہ اگر وہ لوگ ہم سے لڑے تو ہم بھی لڑیں گے اور اگر انھوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم بھی ان کا مطالبہ نہ کریں گے۔ یہ لوگ امام حسینؓ کے خون کا مطالبہ کرتے ہیں۔ خدا ان پر رحم فرمائے۔ وہ امن میں ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ ظاہرہ طور پر نکلیں تاکہ اس شخص کا مقابلہ کر سکیں جس نے امام حسینؓ سے قتال کیا تھا۔ اگر وہ (یعنی ابن زیاد) ان کی طرف آیا تو میں ان کا مددگار ہونگا۔ یہی ابن زیاد امام حسینؓ اور تمہارے اخیار و امثال کا قاتل ہے اور اب تمہاری طرف متوجہ ہوا ہے۔ وہ لوگ اس سے جسر منبج سے ایک رات کے فاصلے پر ہیں۔ لہذا اس سے جنگ کرنا اور اس کی طرف جانے میں جلدی کرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم اپنی دلیری کا اظہار اپنے آپس میں کرو۔ اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو اور اپنے دشمن کے مقابلے کے وقت تک ضعیف ہو جاؤ۔ اس کی یہی خواہش ہے اور وہ تمہارے مقابلے میں خدا کی تمام مخلوق سے زیادہ تمہارا دشمن ہو کر آرہا ہے۔ اس نے اور اس کے باپ نے سات برس تک تم پر حکمرانی کی اور وہ دونوں اہل عفاف و دین کے قتل سے کبھی باز نہیں رہے۔ وہ وہی شخص ہے جس کی طرف سے تم آئے ہو اور وہ وہی ہے جس نے اس کو قتل کیا ہے کہ جس کے خون کا تم مطالبہ کرتے ہو۔ اب وہ تمہاری طرف آرہا ہے۔ تم اپنی قوت و شوکت سے اس کا مقابلہ کرو۔ اور اپنی قوت و شوکت کے ساتھ اس سے زور آزمائی کرو۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ مروان نے ابن زیاد کو جزیرے کی طرف روانہ کیا تھا۔ اور وہ وہاں سے فارغ ہو کر عراق کی طرف روانہ ہوا ہے۔

جب عبداللہ ابن یزید یہ سب کچھ کہہ چکا تو ابراہیم بن محمد ابن طلحہ نے کہا کہ "اے لوگو! کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نرم مزاج کی باتوں میں آجاؤ۔ اور تلوار اور جنگ سے بے خبر ہو جاؤ۔ خدا کی قسم اگر کسی حملہ آور نے ہم پر حملہ کیا تو ہم اُسے ضرور قتل کریں گے۔ اور اگر ہم کو یقین ہو گیا کہ بعض آدمی

ہمارے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو ہم باپ کو بیٹے کے لئے بیٹے کو باپ کے لئے۔ دوست کو دوست کے لئے اور شناسا کو شناسا کے لئے پکڑیں گے تا آنکہ وہ حق کا مطیع اور اطاعت کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔ مسیب بن نجبہ نے یکبارگی اُٹھ کر اس کی تقریر کو بیچ ہی میں روک دیا اور کہا کہ "اے ابن الساکنین! کیا تو ہم کو اپنی تلوار اور اپنے حملے سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم تو اس سے زیادہ ذلیل ہے۔ ہم تجھے اس لئے ملامت نہیں کرتے ہیں تو ہم سے بغض رکھتا ہے۔ کیونکہ ہم تیرے باپ اور دا کو قتل کر چکے ہیں۔ اور اے امیر آپ نے البتہ نہایت درست بات کہی ہے۔" ابراہیم نے کہا "ہاں خدا کی قسم تو ضرور قتل کیا جائے گا۔ اور یہ شخص (یعنی عبداللہ ابن یزید) تو بلاشبہ ایک کمزور آدمی ہے" عبداللہ ابن وال نے کہا کہ تم کو ہمارے اور ہمارے امیر میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ تم ہم پر امیر نہیں ہو بلکہ صرف اس جزئے کے امیر ہو اور تم کو چاہئے کہ صرف خراج ہی سے غرض رکھو۔ اور رہا یہ امر کہ تم اس امت کی معاملات میں فساد برپا کرنا چاہتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تمہارے باپ اور دادا بھی ایسا ہی کر چکے ہیں۔ اور آخر ان دونوں پر مصیبت پڑی تھی۔ اس کو ابراہیم کے ہمراہیوں نے گالیاں دینی شروع کیں۔ اس پر آپس میں گالی گلوچ ہوئی۔ امیر منبر پر سے اُتر آیا۔ اور ابراہیم نے اس کو یہ دھمکی دی کہ میں ابن زبیر کو شکائت لکھونگا۔ عبداللہ نے اس کے مکان پر جا کر اس سے معذرت چاہی اور اس نے معذرت قبول کی۔ ✤

اس کے بعد سلیمان کے اصحاب ظاہر طور پر اسلحہ خریدنے اور تیاری کرنے لگے۔ ✤

خوارج کے عبداللہ ابن زبیر سے مفارقت کرنے اور ان کی انجام کا بیان

اس سال وہ خوارج جو مکے چلے گئے تھے عبداللہ ابن زبیر سے جدا ہو گئے۔ حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہو کر اہل شام کے خلاف جنگ کر چکے تھے۔

ان کی مخالفت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب ابو بلال کی موت کے بعد ابن زیاد نے ان پر سختی کرنی شروع کی تو وہ لوگ آپس میں جمع ہو کر اس کا تذکرہ کرنے لگے۔ نافع ابن ازرق نے ان سے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے تم پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے۔ تم پر جہاد فرض کیا ہے اور تمھارے لئے حجت قائم کی ہے۔ اہل ظلم نے تمھارے لئے اپنی تلواروں کو سونت لیا ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اس شخص کے پاس چلیں جس نے مکہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اگر وہ ہماری رائے سے متفق ہو تو ہم اس کے ساتھ ہو کر جہاد کریں اور اگر خلاف ہو تو ہم اسی خانۂ کعبہ سے نکال دیں۔ اس وقت شامی فوج ابن زبیر کی طرف روانہ ہو چکی تھی۔ اُدھر سے خوارج بھی روانہ ہو کر ابن زبیر کے پاس پہنچے۔ وہ ان کے ورود سے خوش ہوئے۔ اور ان کے بغیر سوال و دریافت یہ بتلا دیا کہ وہ ان کی رائے سے متفق ہیں۔ لہٰذا خوارج نے ان کے ہمراہ اہل شام سے جنگ کی۔ اسنتے میں یزید ابن معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اہل شام واپس چلے گئے۔

اس کے بعد خوارج پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ کل تم نے جو کچھ کیا وہ رائے مناسب نہیں۔ کیونکہ تم ایک شخص سے مل کر جنگ کر رہے ہو۔ تمھیں کیا معلوم ہے کہ وہ تمھاری رائے کے خلاف ہو۔ ابھی کل ہی تو وہ اور اس کا باپ ہم سے لڑ رہے تھے اور "یا ثارات عثمان" کہہ کہہ کر پکار رہے تھے۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے عثمانؓ کی متعلق سوال کرو۔ اگر وہ ان سے برائت ظاہر کرے تو وہ تمھارا دوست ہے، اور اگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو وہ تمھارا دشمن ہے"۔

چنانچہ خوارج ابن زبیر کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا۔ انھوں نے اپنے ارد گرد دیکھا تو اپنے اصحاب کو قلیل تعداد میں پایا۔ اور خوارج سے کہا کہ آپ لوگ میرے پاس ایسے وقت میں آئے ہیں کہ میں اُٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ آپ رات بھر اور مجھے آرام کر لینے دیں بعد میں میں آپ کو بتلا دونگا۔ خوارج واپس چلے گئے۔ ابن زبیر نے اپنے اصحاب کو پیغام بھیجا

اوران کو مسلح کر کے اپنے گرد جمع کر لیا۔ جب خوارج دوبارہ ان کے پاس آئے تو ان کے اصحاب ان کے گرد جمع تھے اور ان کے سر پر اور ان کے ہاتھوں میں گرز تھے یہ دیکھ کر ابن ازرق نے اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ شخص تمہارے خلاف ارادہ رکھتا ہے۔ پھر نافع ابن ازرق اور عبیدہ ابن ہلال ابن زبیر کے پاس گئے۔ اور عبیدہ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ "اَمَّا بَعْدُ: خدائے تعالےٰ نے حضرت محمدؐ کو مبعوث کیا۔ جو لوگوں کو خدا کی عبادت کرنے اور اخلاص رکھنے کی دعوت دیتے تھے۔ انھوں نے دعوت دی اور مسلمانوں نے قبول کی۔ پھر انھوں نے ان کو کتاب اللہ پر چلایا تاآنکہ خدا نے ان کو اٹھا لیا۔ لوگوں نے ابو بکرؓ کو خلیفہ بنا لیا اور انھوں نے حضرت عمرؓ کو۔ دونوں نے کتاب اللہ اور سنت نبوی پر عمل کیا۔ پھر لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنایا۔ انھوں نے اپنوں کو محفوظ کیا۔ قرابتداروں کو اوروں پر ترجیح دی۔ دولت مندوں کو عامل مقرر کیا ارتکاب محارم پر سزا نہ دی۔ کتاب اللہ کے احکام پر عمل نہ کیا اور جس نے جرم کے خلاف دادرسی چاہی اسے مارا۔ رسول اللہ کے طرید (یعنی مدینہ سے نکالے ہوئے) کو پناہ دی۔ سابق الاسلام صحابیوں کو زدوکوب کیا۔ اور خدائے تعالےٰ کے محاصل دوصولات کو جو اس نے لوگوں کو دی تھیں خود لے کر قریش کے فاسقین اور عرب کے بیوقوفوں میں تقسیم کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جماعت نے ان پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا۔ ہم ان لوگوں کے دوست ہیں اور ابن عفان اور ان کے دوستوں سے بری ہیں اب اے ابن زبیر یہ بتلاؤ کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو"! انھوں نے جواب دیا کہ "تم نے جو کچھ رسول اللہؐ کے متعلق بیان کیا میں نے سمجھ لیا۔ وہ تمہارے ذکر اور وصف سے بھی بالا ہیں۔ تم نے جو کچھ ابو بکرؓ اور عمرؓ کے متعلق کہا وہ بھی میں سمجھ گیا۔ اور تمہارا قول مناسب اور صحیح ہے"! پھر تم نے جو کچھ حضرت عثمانؓ کے متعلق کہا ہے میں اسے بھی بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ حق یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ خدائے تعالےٰ کی تمام مخلوقات میں کوئی حضرت عثمانؓ ابن عفان

اور ان کے امر کو بہ نسبت میرے زیادہ سمجھتا اور جانتا ہے۔ جس وقت ان پر مصیبت نازل ہوئی۔ اور لوگوں نے ان کا عتاب اپنے اوپر لیا ہے میں ان کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ہر ممکن پہلو سے ان کو خوش کرنا چاہا تھا۔ پھر لوگ ان کے پاس ایک خط لائے جس کو وہ سمجھتے تھے کہ انھیں کا لکھا ہوا ہے اور جس میں انھوں نے بعض لوگوں کے قتل کا حکم لکھا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے یہ تحریر ہرگز نہیں لکھی۔ اگر تم چاہو تو اس پر کوئی دلیل لے آؤ۔ اور اگر تم نہیں لانا چاہتے تو میں ہی قسم کھانے کو تیار ہوں۔"

اور قسم ہے خدا کی کہ نہ وہ لوگ کسی طرح کی دلیل اپنے قول کے ثبوت میں لائے اور نہ ان سے حلف طلب کیا بلکہ ایک دم سے ان پر جھپٹ پڑے اور آخر ان کو شہید کر دیا۔ علاوہ اس کے میں نے وہ بھی سنا کہ تم نے ان پر کیا عیب لگایا ہے۔ صورت معاملہ یوں نہیں ہے۔ بلکہ حضرت عثمانؓ ہر امر خیر کے اہل تھے اور میں آپ لوگوں کے اور دیگر حضار کے سامنے شہادت دیتا ہوں کہ میں حضرت ابن عفان کا دوست اور ان کے اعداء کا دشمن ہوں۔ اور خدا بھی تم سے بری ہے۔"

اس کے بعد نافع ابن ازرق الحنظلی۔ عبد اللہ بن صفار السعدی۔ عبداللہ بن اباض۔ حنظلہ بن بیہس۔ اور بنو ماحوز یعنی عبد اللہ۔ عبید اللہ اور زبیر (جو بنو سلیط ابن یربوع میں سے تھے) جو سب کے سب بنو تمیم میں سے تھے بصرے گئے۔ اُدھر ابو طالوت (جو بکر ابن وائل میں سے تھا) ابو فدیک عبد اللہ ابن ثور بن قیس بن ثعلبہ اور عطیہ بن اسود الیشکری یمامہ پہنچے اور ابو طالوت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوئے۔ بعد ازاں انھوں نے ابو طالوت کو ترک کر کے نجدہ بن عامر الحنفی کو اپنا امیر قرار دیا۔

نافع اور اس کے ساتھیوں کی یہ کیفیت ہے کہ وہ سب بصرے گئے اور ابو بلال کی رائے پر عامل رہے۔ انھوں نے آپس میں جمع ہو کر جہاد کی فضیلت پر گفتگو کی

جسوقت لوگوں نے ابن زیاد پر حملہ کیا نافع نے تین سو ۳۰۰ ہمراہیوں کے ساتھ خروج کیا۔ خارجیوں نے جیل خانے کا دروازہ توڑ ڈالا اور خروج کر دیا۔ اس وقت لوگ بنی ازد ربیعہ اور تمیم کی خانہ جنگی میں ایسے مصروف تھے کہ وہ خوارج کی طرف توجہ ہی نہ کر سکے۔ آخر کار اہل بصرہ نے عبداللہ بن الحارث کی امارت پر صلح کی اب انھیں محض خوارج سے نبٹنے کا موقع ملا اور انھوں نے خوارج کو ڈرا کر وہاں سے بھگا دیا۔ نافع شوال ۶۴ھ میں اہواز چلا گیا پھر ان میں سے جو بصرے میں باقی رہ گئے تھے وہ بھی ابن ازرق سے جا ملے البتہ وہ لوگ شامل نہیں ہوئے جو اسی دن خروج کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ ایسے آدمیوں میں عبداللہ ابن صفار۔ عبداللہ ابن اباض۔ اور دیگر اشخاص جو انکے ہم رائے تھے شامل تھے۔ نافع غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ جو خوارج گھروں میں بیٹھے رہ گئے ہیں اور جہاد میں شامل نہیں ہوئے ان میں سے کسی کو والی جہاد بنانا درست نہیں ہے اور یہ کہ جو جو اس (نافع) سے اس طرح علیحدہ رہ گئے ہیں۔ ان کے لئے نجات نہیں ہے۔ اس نے اپنے اصحاب سے اپنا یہ خیال بیان کر دیا۔ اور ایسے مخالفین جہاد سے الگ تھلگ ہو جانے کی درخواست کی بلکہ یہ بھی کہا کہ نہ ایسے آدمیوں کے ہاں ان کا نکاح کرنا نہ ان کے ہاں کے ذبائح کو کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ نہ ان کی شہادت کا قبول کرنا اور نہ ان سے علم دین کا اخذ کرنا جائز ہے۔ اور نہ ان کا وارث بنانا حلال ہے۔ بلکہ یہاں تک رائے دی کہ بچوں کو قتل کر دینا اور ان سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ اور یہ کہ وہ مسلمان کفار عرب کی طرح فی الحقیقت کفار ہیں۔ کہ ان سے سوائے اسلام اور کفر کے اور کچھ قبول نہیں کیا گیا۔ اس کی اس تقریر اور رائے سے ان میں سے بعض نے اتفاق کیا۔ اور بعض نے اختلاف۔ مؤخر الذکر میں نجدہ ابن عامر بھی شامل تھا۔ اور اس لئے وہ یمامہ چلا گیا۔ وہاں کے خوارج نے اس کی اطاعت کی اور ابو طالوت کو چھوڑ دیا۔ نافع ابن ازرق نے عبداللہ ابن صفار اور عبداللہ ابن اباض اور ان کے ہمراہیوں کو اپنے پیش کردہ خیال کی طرف دعوت دیتے ہوئے ایک خط لکھا۔ ابن صفار نے وہ خط تو پڑھ لیا۔ مگر تفرقہ اور

اختلاف کے خوف سے اپنے اصحاب کو نہیں سنایا - مگر ابن اباض نے وہ خط اس کے ہاتھ سے لیکر پڑھا اور کہا کہ خدا اسے غارت کرے۔ کیا خوب رائے قائم کی ہے۔ نافع ضرور سچا ہوتا بشرطیکہ لوگ مشرک ہوتے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی رائے باقی سب سے زیادہ درست اور صحیح تھی اور مشرکین کے بارے میں ان کی سیرت وخصلت بھی اوروں کی سی تھی۔ مگر اپنے قول میں وہ ضرور جھوٹا ہے - لوگ شرک سے ضرور بری ہیں - گو کہ وہ نعم اور احکام میں کفار ہیں۔ اور ہمارے لئے سوائے ان کے خونوں کے اور کچھ حلال نہیں ہے۔ باقی سب کچھ حرام ہے" ابن صفار نے کہا "خدا تم سے بیزار ہو۔ تم نے کوتاہی کی۔ اور خدا ابن ازرق سے بھی بیزار ہو کہ اس نے غلو کیا" ابن اباض نے جواب دیا کہ "نہیں خدا تم سے اور اس سے ہی بیزار ہو" غرض کہ لوگ متفرق ہو گئے - اور ابن ازرق کی شان وشوکت شدید اور جماعت کثیر ہوتی گئی - وہ اہواز میں خراج وصول کرنے اور اس سے تقویت حاصل کرنے کے لئے ٹھیرا رہا۔ پھر بصرے گیا اور جسر کے قریب تک پہنچ گیا - اور عبداللہ بن حارث نے مسلم ابن عُبَیس ابن کریز بن ربیعہ کو (جو اہل بصرہ میں سے تھا) اس کی طرف بھیجا۔

مختار کے ورود کوفہ کا بیان

جب ساباط میں امام حسنؓ بن علیؓ کے نیزہ مار اگیا اور وہ ابیض المدائن لائے گئے اس وقت مختار نے ان کے معاملے میں جو بے اعتنائی برتی اس کی وجہ سے شیعہ اسے گالیاں دیتے تھے اور عیب دھرتے تھے۔ ہوتے ہوتے امام حسینؓ کا زمانہ آگیا۔ جن دنوں انھوں نے مسلم ابن عقیل کو کوفے بھیجا تھا۔ مختار لفغا نام ایک گاؤں میں تھا۔ ظہر کے وقت مختار کو یہ خبر ملی کہ ابن عقیل ظاہر ہوئے ہیں اور یہ کہ (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے) ان کا یہ خروج کسی میعاد کے مطابق نہیں ہے۔ مختار اپنے موالیوں کو لے کر کوفے چلا گیا۔

اور مغرب کے بعد باب الفیل تک پہنچ گیا۔ عبیداللہ ابن زیاد نے عمرو ابن حریث کو ایک جھنڈا دے کر مسجد میں بٹھا رکھا تھا۔ مختار وہاں پہنچ کر ٹھٹھک گیا۔ اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ عمرو کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے بلایا اور امان دی۔ چنانچہ مختار اس کے پاس گیا۔ دوسرے دن عمارہ ابن ولید ابن عقبہ نے عبیداللہ کو اس کا حال کہہ سنایا۔ عبیداللہ نے اور ملاقات کرنے والوں کے علاوہ اس کو بھی بلا بھیجا۔ اور جب وہ حاضر ہوا تو اس سے سوال کیا کہ "کیا تم وہی شخص ہو جو ابن عقیل کے لئے جماعتیں لے کر آیا ہے؟" عمرو نے کہا کہ "نہیں میں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ میں تو یہاں آکر عمرو کے جھنڈے کے تلے مقیم ہوں" چنانچہ عمرو نے اس امر کی شہادت دی۔ مگر عبیداللہ نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ مارا جس سے اس کی آنکھ کا ایک پردہ الٹ گیا۔ اور کہا کہ اگر عمرو کی شہادت نہ ہوتی تو میں تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ پھر اس نے امام حسینؓ کی شہادت تک مختار کو محبوس رکھا۔ مختار نے عبداللہؓ ابن عمرؓ ابن خطاب کے پاس پیغام بھیجا اور یہ درخواست کی کہ اس کی سفارش کریں۔ کیونکہ ابن عمرؓ نے مختار کی بہن صفیہ بنت ابی عبید سے نکاح کر لیا تھا۔ چنانچہ ابن عمرؓ نے یزید کے پاس اس کی سفارش کی۔ یزید نے عبیداللہ کو حکم لکھ بھیجا کہ مختار کو چھوڑ دیا جائے۔ عبیداللہ نے اسے چھوڑ دیا۔ مگر یہ حکم دیا کہ وہ تین دن سے زیادہ وہاں مقیم نہ رہے۔

اس حکم کے مطابق مختار وہاں سے حجاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ واقصہ کے اُس طرف اس کو ابن عرق ملا جس نے سلام کیا اور اس سے اس کی آنکھ کا حال دریافت کیا۔ مختار نے کہا کہ ایک زانیہ کے بچے نے اس پر قمچی ماری ہے۔ جس سے اس کا یہ حال ہو گیا ہے جو تم دیکھتے ہو۔ پھر کہا کہ مجھے خدا ہی مارے جو اس کی انگلیاں اور ایک ایک جوڑ کو چورا چورا نہ کر دوں۔ اسکے بعد مختار نے اس سے ابن زبیر کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ وہ آج کل خانہ کعبہ میں پناہ گزیں ہیں۔ اور پوشیدہ طور پر بیعت لیا کرتے ہیں۔ اگر ان کا دبدبہ اور زیادہ ہو جائے اور ان کی جماعت بھی بڑھ جائے

تو وہ ظاہر ہو کر کام کریں گے۔ مختار نے کہا کہ آج کل تو وہی عربوں کے جواں مرد آدمی ہیں۔ اور اگر وہ میری رائے پر عمل کریں تو میں ان کو لوگوں کے امر میں کافی مدد دے سکتا ہوں۔ فتنے کا بادل گرج رہا ہے۔ اور فساد کی بجلیاں چمک رہی ہیں۔ اور انھوں نے پیغام دیا ہے۔ تو جب کبھی تم یہ سنو کہ میں کسی مقام میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ظاہر ہوا ہوں۔ اور شہید مظلوم۔ مقتول طف سید المسلمین۔ ابن بنت رسول (اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) اور ابن سید یعنی امام حسینؑ ابن علیؓ کے خون کا بدلا طلب کرتا ہوں۔ تو یاد رکھو کہ خدا کی قسم میں ان کے قتل کی وجہ سے اتنے ہی آدمیوں کا خون کرونگا جتنے یحییٰ ابن ذکریا کے خون کے بدلے میں قتل ہوئے تھے" یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دیا اور ابن عرق اس کے اس قول سے تعجب کرتا رہ گیا۔ ابن عرق کہتے ہیں کہ بخدا میں نے وہی کچھ دیکھ لیا جو کچھ اس نے کہا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ حجاج ابن یوسف سے اس کا تذکرہ کیا تھا تو وہ ہنس کر کہنے لگا۔ کہ سبحان اللہ۔ وہ کیسا بڑا دین دار۔ لڑائی کی آگ بھڑکانے والا ہے اور دشمنوں سے لڑنے والا ہے"

غرض مختار وہاں سے ابن زبیر کے پاس پہنچا۔ مگر ابن زبیر نے اس سے اپنا امر پوشیدہ رکھا۔ اور اس سے علیحدہ رہ کر ایک سال اس سے غائب رہے۔ پھر ابن زبیر نے اس کے متعلق دریافت کیا تو کہا گیا کہ وہ طائف میں ہے۔ اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ صاحب غضب اور جبارین کو تباہ کرنے والا ہے۔ یہ سن کر ابن زبیر بولے کہ خدا اس سے سمجھے یہ اُسے کیا ہو گیا ہے وہ ایک کذاب راہب مزاج شخص کا پیرو ہو گیا ہے۔ اگر اللہ نے جبارین کو ہلاک کیا تو سب سے پہلے مختار ہلاک ہو گا" ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے۔ کہ مختار مسجد میں داخل ہوا۔ اور طواف کر کے دو رکعت نماز پڑھ کے بیٹھ گیا۔ اس کے شناسا وغیرہ اس کے پاس گئے اور بات چیت کرنے لگے۔ مگر ابن زبیر نہیں گئے۔ ابن زبیر نے عباس ابن سہل ابن مسعر کو اس پر مقرر کیا۔ چنانچہ عباس مختار کے پاس گیا۔ اور مزاج پرسی کے بعد کہنے لگا کہ یہ عجیب بات ہے

کہ آپ جیسا شخص ایک ایسے شخص کے پاس سے غائب رہے۔ جن کے پاس قریش۔ انصار اور ثقیف کے لوگ جمع ہوں۔ اور کوئی قبیلہ ایسا نہ رہا ہو جس کے نمائندے نے آکر ان سے بیعت نہ کر لی ہو۔ مختار نے کہا کہ میں پارسال ان کے پاس آیا تھا۔ مگر انھوں نے مجھ سے اپنا حال چھپایا۔ اور جب وہ میری طرف سے بے پرواہو گئے تو میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ ان کو دکھادوں کہ مجھے بھی ان کی کچھ پرواہ نہیں۔ عباس نے کہا کہ اچھا آپ آج رات کو ان سے ایسے وقت ملیئے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ مختار نے قبول کیا۔ اور عشاء کی نماز کے بعد وہ ابن زبیر کے پاس گیا۔ اور کہا کہ میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ بغیر میرے کوئی کام نہ کریں۔ اور یہ کہ میں آپ کے پاس سب سے پہلے داخل ہوں اور جب آپ ظاہر ہوں تو آپ اپنے بہترین کاموں میں مجھ سے مدد لیں۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلعم) پر بیعت لیتا ہوں۔ مختار نے جواب دیا کہ اس پر تو میرے بدتریں غلام بھی آپ سے بیعت کر لیں گے۔ خدا کی قسم میں آپ سے ان شرطوں کے سوا ہرگز بیعت نہ کرونگا۔ ابن زبیر نے اس سے بیعت لے لی۔

مختار ابن زبیر ہی کے پاس رہا۔ ان کے ہمراہ حصین ابن نمیر سے جنگ کی جس میں اس نے شجاعت کی داد دی اور سختی سے لڑا۔ اور ہمیشہ اہل شام کا سخت دشمن رہا۔ جب یزید ابن معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اہل عراق نے ابن زبیر سے بیعت کر لی۔ تو وہ ابن زبیر کے پاس پانچ مہینے اور مقیم رہا۔ اور جب یہ دیکھا کہ ابن زبیر اس سے کسی کام میں مدد نہیں لیتے تو اس نے یہ کام کرنا شروع کیا کہ اہل کوفہ میں سے جو شخص ابن زبیر کے پاس آتا اس سے لوگوں کا حال دریافت کرتا۔ چنانچہ ہانی ابن جبۃ الوداعی نے اس کو بتلایا کہ اہل کوفہ ابن زبیر کی اطاعت پر جمے ہوئے ہیں۔ مگر یہ ایک جماعت ان میں ایسی بھی ہے جو اگر کوئی شخص ان کی رائے کے مطابق ان کو جمع کرے تو وہ چند ہی دنوں میں تمام روئے زمین کو فتح کر سکتا ہے۔ مختار نے کہا کہ میں

ابواسحاق ہوں۔ خدا کی قسم میں ان کے لیئے مناسب آدمی ہوں۔ اگر میں ان کو حق پر جمع کروں۔ اور ان کے ذریعے سے شہسواران باطل سے لڑوں اور ہر جبار و سرکش شخص کو ہلاک کر دوں۔ اور یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور سیدھا کوفے کی طرف روانہ ہو گیا۔

جمعہ کے دن مختار نہر حیرہ پر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے غسل کیا اور لباس بدل کر پھر سوار ہو گیا۔ راہ میں سکون کی مسجد اور کندہ کی عیدگاہ کے پاس سے گذرا۔ وہ جس جس مجلس میں سے گذرتا تھا وہاں کے لوگوں کو سلام کرتا اور یہ کہتا تھا کہ "تم کو نصرت اور کشادگی مبارک ہو۔ جو کچھ تم چاہتے ہو وہی تم کو مل گیا ہے" بنو بداء میں سے گذرتے ہوئے اس کو عبیدہ ابن عمرو البدی (جو بنو کندہ میں سے تھا) ملا۔ اس نے اس کو سلام کیا۔ اور کہا کہ نصرت اور کشادگی تم کو مبارک ہو۔ تم ابو عمرو ہو اور بہت اچھی رائے رکھتے ہو۔ خدائے تعالےٰ تمہارے کسی گناہ کو لگائے نہیں رکھیگا۔ بلکہ بخش دے گا۔ اور ڈھانپ دے گا" یہ عبیدہ نہایت دلاور اور بہت عمدہ شاعر تھا۔ اور تشیع اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں نہایت شدت اور غلو رکھتا تھا۔ مگر اس کو شراب سے صبر نہ تھا۔ عبیدہ نے کہا کہ خدا تم کو بھی اچھی اچھی خوش خبریاں سنائے۔ کیا تم ہمارے لیئے واپس آؤ گے۔ کہا ہاں مجھ سے آج رات کو ملو۔ پھر وہ وہاں سے بنو ہند کی طرف گیا۔ جہاں اس کو اسمٰعیل ابن کثیر ملا۔ مختار نے اس سے مرحبا اور سلام کے بعد کہا کہ تم مع اپنے بھائیوں کے مجھ سے آج رات کو ملو۔ میں تمہارے لیئے وہ چیز لایا ہوں۔ جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اس کے بعد وہ بنو ہمدان کے ایک حلقے میں سے گذرا اور کہا کہ میں تمہارے لیئے ایک ایسی چیز لایا ہوں۔ جس سے تم خوش ہو گے۔ اور وہاں سے مسجد کو گیا۔ جہاں اس کے پاس آدمی جمع ہو گئے۔ اس نے ایک ستون کے پاس جا کر نماز ادا کی۔ پھر جب اذان ہوئی تو اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد جمعہ اور عصر کے درمیان ایک مرتبہ نماز پڑھ کر اپنے مکان کو چلا گیا۔ شیعہ اس کے پاس آنے جانے لگے۔ اسمٰعیل ابن کثیر اس کے

بھائی اور عبیدہ بن عمرو بھی آئے۔ مختار نے ان سے سلیمان ابن صرد کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے بتلایا اور کہا کہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سُن کر اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور پھر کہا کہ وصی کے بیٹے مہدی نے مجھ کو تمھارے پاس امین۔ وزیر۔ شیخ اور امیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے۔ کہ ملحدین کو قتل کروں۔ اہل بیت کے خونوں کا بدلہ لوں اور ضعفاء کو ظلم وستم سے بچاؤں۔ لہذا تم لوگوں کو چاہئے کہ تم خدا کی تمام مخلوقات سے پہلے اس دعوت کو قبول کرو۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور بیعت کرلی پھر مختار نے ان شیعوں کی طرف جو سلیمان ابن صرد کے گرد جمع تھے یہی پیغام بھیجا اور ان سے ایسی ہی باتیں کہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ سلیمان بن صرد کو نہ جنگ کرنی آتی ہے اور نہ امور کا تجربہ ہے۔ وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم کو یہاں سے نکال کر تم کو بھی قتل کروادیں اور خود بھی مقتول ہوں۔ میں یہ نہیں چاہتا بلکہ میں ایک مثال پر عمل کر رہا ہوں۔ جو میرے سامنے پیش کردی گئی ہے۔ اور ایک امر کے مطابق چل رہا ہوں میں اس حکم کی تعمیل کرونگا جو تمھارے دلی نے مجھے دیا ہے۔ تمھارے دشمن کو قتل کرونگا۔ اور تمھارے دلوں کو شفا دوں گا۔ میری بات سنو۔ میری اطاعت کرو۔ اور پھر منتشر ہوجاؤ۔ اور اسی قبیل کی اور باتیں کیں۔ جس سے شیعوں کا ایک گروہ اس کی طرف مائل ہوگیا۔ وہ اس کے پاس آنے جانے اور اس کی عظمت و توقیر کرنے لگا۔ مگر اکابر شیعہ اب بھی سلیمان کے ساتھ تھے اور کسی اور کو اس کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ مختار کیلئے اس وقت سلیمان سب سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ اور ادھر مختار برابر یہ دیکھ رہا تھا کہ سلیمان کے امر کا آخر کیا انجام ہوتا ہے۔ جب سلیمان جزیرے کی طرف گیا تو عمر ابن سعید شبث ابن ربعی اور زید ابن حارث ابن رویم نے عبداللہ بن یزید الخطمی اور ابراہیم بن محمد ابن طلحہ سے کہا کہ مختار تمھارا سلیمان سے زیادہ دشمن ہے۔ سلیمان تو تمھارے دشمن ہی سے جنگ کرنے کو نکلا تھا۔ مگر مختار خود تمیر تمھارے شہر ہی کے اندر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اُسے گرفتار کرکے قید کردو تاکہ لوگ راہ راست پر آجائیں"۔ چنانچہ

انھوں نے مختار کو یکبارگی جا پکڑا۔ مختار نے ان کو دیکھ کر کہا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم تمھارے ہاتھ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ نے عبداللہ سے کہا کہ اسے پکڑ لو۔ اور ننگے پاؤں ہی لے چلو۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ میں ایک ایسے شخص کے ساتھ یہ سلوک نہ کروں گا جس نے ہمارے برخلاف کسی قسم کا غدر ظاہر نہیں کیا ہے۔ ہم نے تو اسے صرف گمان پر قید کیا ہے۔ ابراہیم بولا کہ اچھا ہٹو۔ تمھارے ہاتھ سے یہ کام ہو چکا۔ اے ابو عبید کے بیٹے یہ تمھارے متعلق ہم کیا سن رہے ہیں۔ مختار نے کہا کہ تمھیں میرے متعلق غلط خبریں ملی ہیں۔ اور میں تمھارے باپ اور دادا جیسوں کے دل کی کھوٹ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ تاہم اس کے بعد اس کو قید خانے لے گئے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اس کو پا بجولاں کر کے لے گئے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ایسے نہیں لے گئے۔ مختار قید خانے میں کہا کرتا تھا کہ دو قسم ہے خالق بحار کی قسم ہے نخل و اشجار کی قسم ہے میدان و قفار کی قسم ہے ملائکۂ ابرار کی اور برگزیدگان اخیار کی کہ میں ہر جبار کو بجلدار نیزے اور جوہر دار تلوار سے اپنے اعیان و انصار کی ایک جماعت کو لے کر قتل کر دوں گا جو اغمار اور اشرار کی طرح نہیں ہیں۔ تا آنکہ میں دین کا ستون قائم کر دوں۔ مسلمانوں کے شگاف کو دور کر دوں۔ مومنین کے دلوں کو چنگا کر دوں اور انبیا کا بدلہ لے لوں۔ دنیا کا زوال میرے لئے کچھ بڑی بات نہیں ہے۔ اور نہ میں موت سے گھبراتا ہوں۔ خواہ وہ کبھی آجائے۔

مختار کے ورود کوفہ اور اس کے اسباب کے متعلق ایک اور روایت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ مختار نے ابن زبیر سے انکے پاس رہنے کے زمانے میں کہا کہ میں ایک ایسی قوم کو جانتا ہوں اگر ان کو کوئی ایسا آدمی مل جائے جو آئندہ امور و واقعات کو سمجھتا اور جانتا ہو۔ تو میں ان لوگوں میں سے آپ کے لئے ایک قوم تیار کر سکتا ہوں جس کے ذریعے سے آپ اہل شام سے لڑ سکتے ہیں۔ ابن زبیر نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ کہا کہ وہ کوفے کے شیعان علی رضؓ ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو تم وہی شخص ہو جاؤ۔ اور

اسی بنا پر اس کو کوفے بھیجدیا۔ مختار اس کے ایک محلے میں جا کر اترا اور امام حسین رضؓ کے مصائب کا ذکر کر کر کے رونے لگا۔ شیعہ اس سے ملنے اور رفتہ رفتہ محبت کرنے لگے۔ پھر وہ اس کو کوفے کے وسط میں لے گئے۔ اور اس کے پاس بہت سے شیعہ آئے۔ جب اس طرح اس کے امر کو تقویت حاصل ہو گئی۔ تو وہ ابن مطیع کی طرف روانہ ہو گیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں ان کی طرف سے عامل مدینہ ان کا بھائی عبیدہ ابن زبیر تھا۔ اور کوفے پر عبداللہ ابن یزید الخطمی حکمران تھا۔ جہاں کا محکمۂ قضا ہشام ابن ہبیرہ کے ماتحت تھا۔ علیٰ ہذا القیاس بصرے میں عمر ابن عبیداللہ ابن عمر التیمی اور خراسان میں عبیداللہ ابن خازم عامل تھے۔

اس سال شداد ابن اوس بن ثابت نے انتقال کیا۔ وہ حسان ابن ثابت کے بھتیجے تھے۔

اس سال مسور بن مخرمہ نے مکے میں اسی دن انتقال کیا جس دن کہ یزید بن معاویہ کے وفات کی خبر وہاں پہنچی۔ اس کی موت کا سبب یہ ہوا کہ اس کے چہرے میں ایک طرف کو منجنیق سے پھینکے ہوئے پتھر کا ایک ریزہ گر گیا۔ جس سے وہ بیمار ہو گیا اور چند روز مبتلاء مرض رہ کر انتقال کر گیا۔

اسی سال ابو برزۃ الاشہلی نے خراسان میں انتقال کیا۔ اور ایک بیان کے مطابق ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان بھی فوت ہوا۔

یزید کے زمانے میں (اور بقول بعض ۷۵ھ میں) ابو ثعلبہ الخشنی نے انتقال کیا۔ یہ صحابہ میں سے تھے۔ اس ہی کے ایام میں عائذؓ بن عمرو المزنی نے بصرے میں وفات پائی۔ وہ بیعت رضوان میں شریک تھے۔

ابن زیاد کے زمانے میں قیسؓ ابن خرشہ صحابی نے کوفے میں وفات پائی۔ ابن زیاد کے ساتھ ان کی موت کی خبر عجیب ہے کیونکہ وہ ہمیشہ حق بات

کہنے والے آدمی تھے۔ اس کے ایام میں نوفل ابن معاویہ ابن عمرو الدئلی۔ ابو خیثمہؓ انصاری (جو جنگ احد میں شریک تھے اور جنگ تبوک میں شہرت حاصل کر چکے تھے) اور عتبانؓ ابن مالک (جو جنگ بدر میں شریک تھے) فوت ہو گئے۔

۶۵ھ کے واقعات

توابین کے کوچ اور ان کے قتل کا بیان

جب ۶۵ھ میں سلیمان بن صرد الخزاعی نے خروج کا ارادہ کیا تو اپنے ہمراہیوں کے رؤسا کو بلایا اور ان کے پاس گئے۔ پھر ربیع الآخر کا چاند دیکھتے ہی وہ اپنے بڑے بڑے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ جنھوں نے اسی رات کو خروج کرنے کا وعدہ کیا تھا ان سے کہا گیا کہ مختار تمہارے پاس آنے سے لوگوں کو روک رہا ہے اور دو ہزار اس کے ساتھ ہو گئے ہیں اس نے کہا پھر بھی دس ہزار باقی رہے۔ نخیلہ پہنچکر انھوں نے لوگوں میں گشت کیا۔ مگر اس کو ان کی تعداد سے خوشی نہ ہوئی۔ اور اس لئے انھوں نے حکیم ابن منقذ الکندی اور ولید بن عصیر الکنانی کو بھیجا جس نے کوفے میں "اے حسینؓ کا بدلہ لینے والو آؤ" کہہ کر پکارنا شروع کیا۔ یہ دونوں خدا تعالیٰ کے تمام مخلوق میں سب سے پہلے اشخاص تھے جنھوں نے اس طرح امام حسینؓ کے بدلہ لینے والوں کو پکارنا شروع کیا۔ اور جمع کیا۔ دوسرے دن سلیمان نے دیکھا تو ان کے پاس اتنے ہی آدمی جمع ہو چکے تھے جتنے ان کی فوج میں تھے۔ پھر اپنے دفتر میں دیکھا تو سولہ ہزار آدمی ایسے نکلے جو ان سے بیعت کر چکے تھے۔ یہ دیکھ کر انھوں نے کہا کہ سبحان اللہ سولہ ہزار آدمیوں میں سے صرف ہمارے پاس چار ہزار آدمی آئے ہیں۔ کیا یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔ کیا یہ لوگ اللہ کو اور اپنے عہود و مواثیق کو یاد نہیں کرتے۔ انھوں نے نخیلہ میں تین دن قیام کیا اور جو جوان سے علیحدہ ہو گئے تھے ان کو بلاتے رہے۔ چنانچہ تقریباً ایک ہزار آدمی ان سے آملے۔ مسیب ابن نخبہ نے کھڑے ہو کر

کہا کہ "خدا آپ پر رحم کرے۔ ایسی بد دلی کے ساتھ آنے والے آپکے لئے فائدہ مند نہیں ہیں" آپکے ساتھ ہو کر صرف وہی لڑیں گے جو اپنی خالص نیت سے آپکے ساتھ ہوئے ہیں۔ آپ کسی کا انتظار نہ کیجئے بلکہ اپنے کام میں برابر کوشش کئے جائیے۔ سلیمان نے کہا کہ "تمھاری رائے بالکل درست ہے" یہ کہہ کر انھوں نے خود کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں کو یوں مخاطب کیا۔

"اے لوگو! تم میں سے جو اس لئے نکلا ہے کہ اس سے اس کو صرف ذات خدا اور قیامت کی بہتری مطلوب ہے۔ وہ ہم میں سے ہے اور ہم اس کے ساتھ ہیں۔ زندگی اور موت میں خدا کی اس پر رحمت ہو۔ لیکن جو دنیا کے ارادے سے چلا ہے خدا کی قسم ہم سوائے خوشنودیٔ رب کے کسی قسم کی غنیمت کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ ہمارے پاس نہ سونا ہے اور نہ چاندی۔ جو کچھ ہے وہ یہی تلواریں ہیں جو ہمارے کندھے پر رکھی ہوئی ہیں۔ اور صرف اتنا توشہ ہے جو ضرورت کو پورا کر دے۔ تو جو شخص ایسی نیت رکھتا ہو وہ ہمارا ساتھ نہ دے۔"

اس کے جواب میں ان کے ہمراہیوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا کہ "ہم دنیا نہیں طلب کرتے اور اس لئے نہیں نکلے۔ ہم توبہ کی طلب میں نکلے ہیں۔ اور رسول اللہ کے نواسے کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔"

جب سلیمان نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن سعد ابن نفیل نے ان سے کہا کہ "میری رائے ہے۔ اگر وہ درست ہے تو گویا اللہ نے مجھے یہ بات سمجھائی اور اگر نادرست ہے تو وہ صرف میری ہی طرف سے ہے۔ ہم امام حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے نکلے ہیں انکے تمام قاتلین کوفے میں ہیں۔ ان میں سے عمر ابن سعد ہے اور دیگر رؤسا اور باع و قبائل ہیں تو پھر یہ بتلائیے کہ ہم یہاں سے کہاں جا رہے ہیں اور دشمنوں کو کیوں چھوڑے جا رہے ہیں۔ سلیمان کے تمام اصحاب نے سن کر کہا کہ یہ رائے نہایت اہم ہے۔ سلیمان نے کہا کہ مگر میری یہ رائے نہیں ہے وہ شخص کہ جس نے ان کو شہید کیا ہے اور افواج کو آراستہ کر کر کے ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا ہے۔ اور جس نے ان سے کہدیا کہ میں صرف اس صورت میں امان دے سکتا ہوں کہ وہ بے چون وچرا اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیں تاکہ میں ان کے ساتھ جو چاہوں کروں وہ یہی فاسق ابن فاسق عبیداللہ ابن زیاد ہے۔ تم خدا کی برکت کیساتھ اُس کے

مقابلے کو جاؤ اگر اللہ نے ان پر ہمیں غلبہ دے دیا تو اُن کے بعد اور لوگوں کا سمجھ لینا ہمارے لئے بالکل آسان ہو جائیگا نیز پھر خود تمھارے شہر والے بغیر لڑے بھڑے تمھارے مطیع و منقاد ہو جائیں گے۔ اور وہ خود دیکھ کر امام حسینؓ کے قتل میں شریک ہونے والوں کو تلاش کر کے قتل کر دیں گے۔ اور تم کو دھوکا نہ دیں گے۔ اور اگر تم شہادت طلب کرو تو تم کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ تم محلین سے لڑ رہے ہو۔ خدا کے پاس نیکیوں کے لئے جزائے خیر ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم سوائے محلین کے کسی اور کے لئے اپنے مساعی کو صرف کرو۔ اگر تم اپنے ہی اہل شہر سے لڑے تو تم میں ہر ایک شخص یہ پائے گا کہ اس نے اپنے ہی باپ بھائی اور دوست کو قتل کیا ہے اور یہ کہ کوئی نہ کوئی شخص خود اس کے قتل کے درپے ہو گیا ہے۔ لہذا تم اللہ سے خیر و برکت طلب کرو اور چل پڑو۔

اُدھر جب عبداللہ ابن یزید اور ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ کو ابن صرد کے خروج کا حال معلوم ہوا تو وہ اشراف کوفہ کو لے کر سلیمان ابن صرد کے پاس گئے۔ مگر سلیمان کے خوف سے وہ لوگ ان کے ہمراہ نہیں گئے جو امام حسینؓ کے خون میں شریک تھے۔ ان دنوں عمر ابن سعد سلیمان ابن صرد کے اصحاب کے خوف سے قصر امارت میں شب باشی کرتا تھا۔ الغرض جب وہ دونوں سلیمان کے پاس پہنچے تو عبداللہ ابن یزید نے ان سے کہا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ اس سے خیانت کرتا ہے نہ اسے دھوکا دیتا ہے۔ آپ لوگ ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے اہل شہر اور سب سے زیادہ عزیز اہل شہر ہیں۔ لہذا آپ لوگ ہمیں خود ہی تکلیف نہ پہنچائیے اور اپنے خروج سے ہماری جماعت کو کم نہ کیجئے۔ بلکہ جب تک کہ ہم بھی تیار نہ ہو جائیں یہیں ہمارے ساتھ ٹھیرے رہیئے۔ تاکہ جب ہمارا دشمن ہمارے مقابلے کے لئے آئے تو ہم سب مل کر اس پر حملہ کر سکیں اور لڑ سکیں انھوں نے جوخی کا خراج سلیمان اور ان کے ساتھیوں کیلئے وقف کر دیا بشرطیکہ وہ رک جائیں۔ ابراہیم ابن محمد نے اسی قسم کی باتیں کیں مگر سلیمان نے کہا کہ

آپ دونوں صاحبوں نے خالصتہً خیر خواہی اور نہایت محنت وکوشش سے ہم کو مشورہ دیا ہے۔ ہم اللہ کے ساتھ ہیں۔ اسی کے لئے ہیں اور اسی سے ہدایت کا ارادہ طلب رکھتے ہیں۔ مگر ہماری یہی رائے ہے کہ ہم ضرور یہاں سے کوچ کریں۔ عبد اللہ نے کہا کہ اچھا آپ کم از کم اتنا اور ٹھہریئے کہ ہم بھی تیار ہو جائیں اور آپ لوگوں کے ساتھ ایک لشکر جرار بھیج سکیں تاکہ آپ ایک کثیر فوج کے ساتھ اپنے دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ ان سب کو خبر مل چکی تھی کہ عبید اللہ ابن زیاد شام سے ایک زبردست فوج ہمراہ لئے مقابلے کو آرہا ہے۔ اس لئے سلیمان وہاں نہ ٹھیر سکے بلکہ ۶۵ھ کی پانچویں ربیع الآخر کی شام کو روانہ ہو کر اہواز پہنچ گئے بہت سے لوگ اس کے ساتھ نہ آئے پیچھے رہ گئے اس نے کہا میں بھی نہیں چاہتا کہ وہ تمھارے ساتھ ہو کر پھر عین موقع پر پیچھے ہٹ جائیں۔ بالفرض وہ تمھارے ساتھ آتے بھی تو تم پر وبال ہی ثابت ہوتے چونکہ اللہ تمھیں پراگندہ نہیں کرنا چاہتا اس لئے اس نے انھیں روک دیا۔ اور تمھیں کو یہ فضیلت عطا فرمائی۔"

اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو کر امام حسینؓ کی قبر تک گئے۔ اور وہاں پہنچ کر سب نے مل کر ایک چیخ ماری۔ اور اس روز سے زیادہ ماتم وہاں کبھی نہیں دیکھا گیا۔ انھوں نے امام حسینؓ کے لئے دعائے رحم کی اور ان کے پاس کھڑے ہو کر انکو بے یار و مددگار چھوڑ دینے اور ان کی حمایت میں جنگ ترک کر دینے سے توبہ کی۔ اور ایکدن اور ایک رات تک اسی طرح روتے۔ گریہ وزاری کرتے۔ اور ان پر اور ان کے اصحاب پر دعائے رحم کرتے رہے ان کی قبر کے پاس وہ جو کچھ کہتے تھے اس میں سے یہ بھی تھا کہ "الٰہی! حسینؓ شہید ابن شہید مہدی ابن مہدی صدیق ابن صدیق پر رحم کر۔ الٰہی! ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہم ان ہی کے دین اور راستے پر ہیں۔ انکے قاتلین کے اعداء اور ان کے محبین کے دوست ہیں۔ الٰہی! ہم نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو بے یار چھوڑ دیا تھا تو ہمارے گذشتہ گناہوں کو بخش دے

ہماری توبہ قبول کر۔ اور حسینؓ اور ان کے اصحاب شہداء وصدیقین پر رحمت بھیج۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہم انہی کے دین پر ہیں۔ اور اسی پر قائم ہیں۔ جس کے لئے وہ شہید کئے گئے۔ اور اگر تو ہماری خطاؤں کو نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم نقصان اٹھائیں گے۔" ان کی قبر کو دیکھ کر ان کا کینہ اور جوش انتقام اور بھی بڑھ جاتا تھا۔ اس کے بعد ان میں ہر شخص ان کی قبر سے وداع ہو ہو کر چلنے لگا۔ اس سے اس مقام پر اس قدر مجمع ہو گیا کہ حجراسود پر بھی نہیں ہوتا۔ وہ وہاں سے روانہ ہو کر انبار کی طرف چلے۔

عبداللہ ابن یزید نے ان کو ایک خط لکھا جس میں یہ مضمون تھا:۔

"اے ہمارے لوگو! اپنے دشمن کی اطاعت نہ کرو۔ تم اپنے شہر کے بہترین آدمی ہو۔ جب تمہارا دشمن تم پر حملہ آور ہوگا تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ تم اپنے شہر کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہو۔ اس سے تمہارے دشمنوں کو تمہارے باقی ماندہ آدمیوں کو بھی طمع ہو جائے گی۔ اے لوگو! اگر وہ تم پر غالب آ گئے۔ تو یا تو وہ تم کو سنگسار کر دینگے یا اپنی ملت میں ملا دیں گے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ تم کبھی بھی فلاح نہ پاؤ گے۔ اے لوگو! ہمارے اور تمہارے ہاتھ ایک ہی ہیں۔ اور ہمارا اور تمہارا دشمن بھی ایک ہی ہے۔ اگر ہم اپنے دشمن کے مقابلے میں آپس میں مجتمع اور متحد ہونگے تو اس پر غالب بھی آ سکیں گے۔ اور اگر ہم میں اختلاف ہو گیا تو ہمارے دبدبے میں ضعف آ جائے گا۔ اے ہمارے لوگو! میری اس خیر خواہی اور نصیحت کو جھوٹ نہ سمجھو۔ میری مخالفت نہ کرو۔ اور جب میرا یہ خط تمہارے سامنے پڑھا جائے تو واپس آ جاؤ۔ والسلام"

اس خط کو پڑھ کر سلیمان اور ان کے اصحاب نے کہا کہ یہ خط ہمارے پاس اب آیا ہے کہ ہم اس شہر میں پہنچ گئے ہیں۔ اور جب کہ ہم نے اپنے نفوس کو جہاد کے لئے تیار کر دیا ہے۔ اب کہ ہم اپنے دشمن کی سرزمین کے قریب ہیں، اس پر کاربند ہونا درست نہیں۔

سلیمان نے اس خط کے جواب میں عبداللہ کا شکریہ ادا کیا۔ اس کی

تعریف کی اور لکھا کہ "وہ لوگ اسی میں خوش ہیں کہ انھوں نے اپنی جانوں کو اپنے خدا کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ اور وہ اپنے سخت گناہ سے توبہ کرکے خدا کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور اسی پر توکل کرتے ہوئے قضاء الٰہی پر رضامند ہیں۔" جب یہ خط عبداللہ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ "یہ لوگ خود موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ تم لوگ ان کے متعلق سب سے پہلی خبر یہی سنو گے کہ وہ قتل ہو گئے۔ خدا کی قسم وہ سب کے سب نہایت مکرم اور مسلمان ہو کر قتل ہوں گے۔"

القصہ وہ لوگ برابر کوچ کرتے ہوئے اسی ترتیب اور انداز سے قرقیسیا پہنچ گئے۔ جہاں زفر ابن حارث الکلابی ان سے قلعہ گزین ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ اور ان سے آکر نہیں ملا۔ سلیمان نے مسیب بن نجبہ کو اس کے پاس بھیجا کہ شہر کی فصیل کے باہر وہ ان کے لئے بازار لگا دے۔ مسیب نے قرقیسیا کے دروازے تک پہنچ کر اس سے اپنا تعارف کرایا۔ اور زفر کے پاس جانیکی اجازت طلب کی۔ ہذیل ابن زفر اپنے باپ زفر کے پاس گیا۔ اور کہا کہ ایک حسین الہیئت شخص ہے جس کا نام مسیب ابن نجبہ ہے وہ آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اس کے باپ نے کہا کہ بیٹا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے۔ یہ مُضر حمراء کا شہسوار ہے۔ ان کے کل اشراف کی تعداد دس ہے۔ اور یہ ان میں سے ایک ہے۔ اور یہ ایک عابد اور دین دار شخص ہے۔ اسے اندر آنے دو۔ چنانچہ اس کو اندر آنے کی اجازت دی گئی جب وہ اندر گیا تو زفر نے اس کو اپنے پاس بٹھلایا۔ اور مزاج پرسی کی۔ مسیب نے اپنا حال کہا اور اپنے ارادے سے اس کو مطلع کیا۔ زفر نے کہا کہ ہم نے شہر کے دروازے کو صرف اس لئے بند کیا ہے کہ ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم ہم سے لڑنے آئے ہو یا کسی اور سے۔ ہم کسی شخص سے عاجز و کمزور نہیں ہیں۔ اور تم سے جنگ کرنی بھی نہیں چاہتے کیونکہ ہم کو تمھاری صلاحیت مزاج اور حسن سیرت کی خبر ملی ہے پھر اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ انکے لئے حصار شہر سے باہر بازار لگوا دے۔ اس نے مسیب کو

ایک ہزار درہم اور ایک گھوڑا بھی دیا۔ مگر مسیب نے روپیہ واپس کر دیا۔ اور گھوڑا یہ کہکر لے لیا کہ شاید میرا گھوڑا لنگڑا ہو جائے تو مجھے اس کی ضرورت پڑے گی۔ زفر نے ان لوگوں کے پاس بہت سی روٹیاں اور چارہ اور آٹا بھیج دیا جس سے لوگ بازار جانے کی زحمت سے بچ گئے۔ البتہ یہ ہوا کہ کوئی کوئی چابک یا کپڑا خریدنے کے لئے بازار گیا۔ دوسرے دن صبح کو وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ زفر ان کی مشایعت کے لئے گیا اور سلیمان سے کہا کہ رقہ سے پانچ امراء یعنی حصین ابن نمیر۔ شرحبیل ابن ذی الکلاع۔ ادہم ابن محرز۔ جبلہ ابن عبداللہ الخثعمی اور عبیداللہ ابن زیاد اس قدر کثیر التعداد آدمی اپنے ہمراہ لے کر گئے ہیں جیسے کانٹے اور درخت اگر تم لوگ چاہو تو ہمارے شہر میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا کرنے سے ہمارے اور تمھارے ہاتھ ایک ہو جائیں گے۔ اور ہم سب مل کر اپنے دشمن سے لڑ سکیں گے۔ سلیمان نے کہا کہ خود ہمارے ہی اہل شہر نے ہم سے یہ کہا تھا۔ مگر ہم نے ان سے بھی ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ زفر نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو تم لوگ جلد جلد ان کے مقابلے کے لئے عین وردہ تک جاؤ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے چشمہ آتا ہے شہر کو اپنے پیچھے رکھنا اسطرح منڈی۔ پانی اور تمام ضروریات زندگی تمھارے ہاتھ میں ہونگی اسکے علاوہ میرے اور تمھارے درمیان کوئی رکاوٹ بھی حائل نہیں ہے۔ اس طرح تم اس سے بالکل بیخطر ہو جاؤ گے۔ اب تم لوگ اپنی منزلیں طے کرو۔ خدا کی قسم میں نے تم سے زیادہ کریم النفس اور کوئی جماعت نہیں دیکھی۔ مجھے امید ہے کہ تم لوگ ان پر سبقت لے جاؤ گے۔ لیکن اگر تم ان سے لڑو تو یہ خیال رکھنا کہ میدان میں کھڑے ہو کر ان سے تیر اور نیزے سے نہ لڑو۔ کیونکہ وہ لوگ تم سے زیادہ ہیں۔ اور مجھے خوف ہے کہ وہ تم کو گھیر لیں گے۔ اور تم مقابلے کی تاب نہ لا سکو گے۔ پھر وہ تم کو پچھاڑ دیں گے اور تمھارے قدم نہ جم سکیں گے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تمھارے پاس پیادے نہیں اور ان کے پاس پیادے اور سوار دونوں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی حفاظت و حمایت کر لیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہو گا کہ تم اپنی فوج کے جرگے اور دستے

بنا کر ان کا مقابلہ کرو۔ ان دستوں کو ان کے میسرہ اور میمنہ کے مابین پھیلا دو۔ اور ہر ایک دستے کے ساتھ ایک اور دستہ اس کے پہلو میں رکھو تاکہ اگر ایک دستے پر حملہ کیا جائے تو دوسرا کوچ کرتا ہوا آگے بڑھے۔ اور ان کو بچالے۔ جب کوئی دستہ چاہے تو آگے بڑھ جائے اور جب چاہے پیچھے ہٹ آئے۔ اگر تم لوگ ایک ہی صف میں ہو اور پیادے تم پر حملہ کریں۔ تم اپنی صف سے ڈھکیل دیئے جاؤ۔ صف ٹوٹ جائے تو لازمی طور پر تمھیں شکست ہوجائیگی۔ یہ کہکر زفر نے ان کو رخصت کر دیا۔ اور ان کے لئے دعا کی۔ اور ان کی تعریف و توصیف کی۔

سلیمان ابن صرد اور ان کے آدمی برابر منزلیں مارتے چلے جاتے تھے۔ آخر عین وردہ پہنچ کر رک گئے۔ اور پانچ دن تک انتظار کرتے رہے۔ ادھر اہل شام اپنی فوجوں کو لئے چلے آتے تھے۔ جب وہ عین الوردہ سے صرف ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر رہ گئے تو سلیمان نے کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں کے سامنے آخرت کا ذکر کیا۔ ان کو اسکی ترغیب دلائی۔ اور کہا کہ اب تمھارے پاس تمھارا وہ دشمن پہنچا چاہتا ہے۔ جس کے لئے تم مارا مار چل کر آئے ہو۔ جب تم اپنے دشمن کا مقابلہ کرو تو خوب لڑنا اور جم کر لڑنا۔ کیونکہ اللہ صبر و استقلال والوں کے ساتھ ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص ان کی طرف اپنی پشت نہ پھیر دے مگر اس کے لئے وہ پھر پلٹ کر ان سے جنگ کریگا یا وہ کسی گروہ کے پاس جگہ پکڑنیوالا ہوگا۔ کسی بھاگنے والیکو قتل نہ کرنا اور کسی زخمی پر وار نہ کرنا۔ اپنے اہل دعوت میں سے کسی اسیر کو نہ مارنا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ تمھاری قید میں آکر خود تم سے لڑے۔ حضرت علیؓ کی اہل دعوت کے متعلق یہی عادت تھی۔ اگر میں قتل ہو جاؤں۔ تو مسیب ابن نخبہ لوگوں کے امیر ہوں گے۔ اور اگر وہ قتل ہوگئے تو عبداللہ ابن سعد ابن نفیل اور اگر وہ بھی مارے گئے تو عبداللہ ابن وال۔ وہ بھی کام آئے تو رفاعہ ابن شداد خدا اس شخص پر رحم کرے جو خدا سے وعدہ کرکے اسے پورا کرے۔ پھر انھوں نے مسیب کو چار سو سوار دے کر

کہا کہ تم جاؤ اور جونہی انکی فوج کے پہلے حصے کو دیکھو اس پر حملہ کر دو۔ اور اگر تمھاری رائے ہو تو ٹھیرو ورنہ واپس آ جاؤ۔ مگر یہ خیال رہے کہ ایسا نہ ہو۔ کہ تم اپنے ہمراہیوں سے الگ ہو جاؤ یا کسی اور کو آئے روانہ کر دو۔ جب تک کہ تم ایسا کرنے کو ضروری خیال نہ کرو"۔

مسیب ایک رات اور دن سفر کرنے کے بعد صبح کو ایک جگہ ٹھیرا جب خوب دن نکل آیا تو اس نے اپنے ہمراہیوں کو مختلف جماعات میں بھیجا۔ تاکہ جو شخص ان کو مل جائے اُسے لے آئیں۔ وہ ایک اعرابی کو پکڑ کر لائے۔ مسیب نے اس سے قریب ترین فوج کے متعلق سوال کیا۔ تو اس نے کہا کہ ان کا قریب ترین لشکر شرجبیل کا ہے۔ جو تم سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ شرجبیل اور حصین میں اختلاف ہو گیا ہے۔ حصین کا دعوٰے ہے کہ وہ سرخیل ہے مگر شرجبیل انکار کرتا ہے۔ اور اب وہ ابن زیاد کے حکم کے منتظر ہیں۔ یہ سن کر مسیب اور اس کے ہمراہی نہایت سرعت کے ساتھ روانہ ہوئے اور ابھی وہ لوگ بے خبر ہی تھے کہ یہ ان کے سر پر پہنچ گئے اور ان کی فوج کے ایک جانب پر حملہ کر کے ان کو ہزیمت دی مسیب نے ان کے آدمیوں پر اس طرح حملہ کیا۔ کہ بہت سے مجروح ہوئے۔ اور ان کے بہت سے چوپائے بھی لے لئے۔ شامی اپنے خیموں کو چھوڑ کر بھاگے۔ مسیب کے ہمراہیوں نے جو کچھ چاہا لوٹا۔ پھر وہ ان تمام اموال غنیمت سے لدے پھندے سلیمان کے پاس واپس گئے۔ ادھر ابن زیاد کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس نے حصین ابن نمیر کو سرعت کے ساتھ روانہ کیا۔ اور وہ بارہ ہزار آدمیوں کو لئے ہوئے آپہنچا۔ سلیمان کے اصحاب ماہ جمادی الاولیٰ کے اختتام سے چار دن قبل اس کے مقابلے کیلئے نکلے۔ انکے میمنہ پر عبداللہ ابن سعد میسرہ پر مسیب ابن نخبہ اور قلب پر خود سلیمان تھے۔ حصین نے اپنے میمنہ پر جبلہ ابن عبداللہ کو اور میسرہ پر ربیعہ بن مخارق الغنوی کو مقرر کیا۔ جب طرفین ایک دوسرے کے اور قریب آئے تو اہل شام نے متفق ہو کر اصحاب سلیمان کو عبدالملک ابن مروان سے بیعت کرنے کو کہا۔ مگر اصحاب سلیمان نے

ان کو عبدالملک سے خلع کرنے کی دعوت دی۔ اور کہا کہ عبیداللہ ابن زیاد کو ان کے حوالے کیا جائے۔ جس کے عوض میں وہ عراق سے عبداللہ ابن زبیر کے اصحاب کو نکال دیں گے۔ اور پھر امر خلافت کو اہل بیت نبوی کی طرف منتقل کیا جائے۔ مگر دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کی شرائط کو منظور نہ کیا۔ اور سلیمان کے میمنہ نے حصین کے میسرہ اور میسرہ نے اس کے میمنہ پر دھاوا کر دیا۔ اور خود سلیمان نے قلب پر دھاوا کیا۔ اہل شام ہزیمت کھا کر اپنے معسکر کو بھاگے اور اصحاب سلیمان برابر جیت ہی رہے تھے کہ رات آ پہنچی۔

صبح ہوئی تو ابن ذی الکلاع آٹھ ہزار آدمیوں کی فوج لئے ہوئے جن کو عبیداللہ ابن زیاد نے کمک کے لئے بھیجا تھا حصین کے پاس آ پہنچا۔ سلیمان کے ہمراہی بھی برآمد ہوئے اور تمام دن اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ اور سوائے نماز کے اور کوئی چیز ان کے مابین حائل نہیں ہوئی۔ شام کے وقت فریقین جدا ہو گئے۔ دونوں میں مجروحین کی تعداد کثیر ہو چکی تھی قصہ گویوں نے سلیمان کی فوج میں چکر لگا کر انھیں جنگ میں ثابت قدم رہنے کی ترغیب و تحریص دی دوسری صبح کو ادہم ابن محرز الباہلی عبیداللہ ابن زیاد کے پاس سے تقریباً دس ہزار آدمی لیکر اہل شام کی مدد کو پہنچ گیا۔ اور جمعہ کے دن بھی چاشت کے وقت تک نہایت سخت جنگ ہوتی رہی۔ پھر اہل شام نے تعداد کثیر میں ان پر ہر طرف سے یورش شروع کی سلیمان دیکھ رہے تھے کہ انکے ہمراہیوں پر کیا کچھ مصیبت پڑ رہی ہے۔ اس لئے انھوں نے نیچے اتر کر پکارا کہ اے اللہ کے بندو! تم میں سے جو صبح سویرے اپنے رب کے پاس جانا چاہتا ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ میری طرف آئے۔ اور یہ کہکر اپنی تلوار کا میان توڑ ڈالا۔ اس سے ان کے پاس بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ اور وہ بھی اپنی اپنی میان توڑ کر سلیمان کے ساتھ چلے۔ اور اہل شام سے لڑنے لگے۔ چنانچہ انھوں نے بہت سے شامیوں کو قتل اور اکثر کو زخمی کیا۔ حصین نے انکا استقلال اور دلیری دیکھ اپنے پیادوں کو بھیجا

کہ جوان پر تیر برسانے لگے۔ اس کے سواروں اور پیادوں نے اصحاب سلیمان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ سلیمان شہید ہوئے (رحمہ اللہ) ان کو یزید بن حصین نے تیر کا نشانہ بنایا وہ گر گئے پھر اٹھ کر حملہ آور ہوئے۔ مگر پھر گر گئے۔ ؛

سلیمان کے قتل ہونے کے بعد جھنڈا مسیب ابن نخبہ نے اٹھا لیا۔ سلیمان کے لئے دعائے رحم کی اور پھر آگے بڑھ کر لڑنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد واپس آ گئے پھر حملہ کیا۔ انھوں نے کئی بار ایسا ہی کیا اور آخر کار کئی آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گئے (رضی اللہ عنہ) ؛

مسیب کے قتل پر عبداللہ ابن سعد ابن نفیل نے جھنڈا اٹھا لیا۔ دونوں مرحومین کے لئے رحمت کی دعا کی۔ اور یہ آیت پڑھی۔ "فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا" ان کے ازدی ہمراہیوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اسی اثناء میں کہ وہ جنگ میں مصروف تھے سعد ابن حذیفہ رضی کی طرف سے تین سوار آئے جنھوں نے آکر کہا کہ ہم لوگ اہل مدائن کے ایک سو ستر آدمیوں کے ساتھ آرہے ہیں۔ اور مثنیٰ ابن مخربۃ العبدی تین سو بصریوں کے ہمراہ آرہے ہیں۔ لوگ یہ سنکر خوش ہو گئے۔ مگر عبداللہ ابن سعد نے کہا کہ اے کاش کہ وہ ہمارے زندہ رہنے تک آجاتے۔ جب پیام بروں نے اپنے مقتول بھائیوں کے انبار دیکھے۔ تو سخت رنجیدہ ہوئے۔ اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ کہہ کر ان ہی کے ساتھ جنگ میں شامل ہو گئے۔ عبداللہ ابن سعد ابن نفیل کو ربیعہ ابن مخارق کے بھتیجے نے شہید کر ڈالا۔ خالد ابن سعد ابن نفیل نے اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ کیا اور ایک اور شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ مگر قاتل کے ہمراہیوں نے یکبارگی حملہ کر کے اپنی کثرت تعداد کے زور سے اسے چھڑا لیا۔ اور خالد کو قتل کر دیا۔ ؛

اب چونکہ جھنڈے کے پاس کوئی شخص نہ تھا۔ اس لئے وہ یوں ہی پڑا رہ گیا۔ لوگوں نے عبداللہ ابن وال کو پکارا معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ ایک گروہ کو لئے ہوئے الگ ہی جنگ میں مصروف ہیں۔ رفاعہ ابن شداد نے حملہ کیا۔ اہل شام کی صف منتشر ہو گئی۔ انھوں نے بڑھ کر جھنڈا اٹھا لیا۔

اور دیر تک لڑتے رہے۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تم میں سے جو ایسی زندگی چاہتا ہے جس کے بعد موت نہیں۔ ایسی راحت جس کے بعد تکلیف کا نام نہیں۔ اور ایسا سرور جس کے بعد غم نہیں۔ اُسے چاہیئے کہ ان محلین کے ساتھ جنگ کر کے اللہ تعالےٰ کی قربت حاصل کر کے جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ عصر کے وقت کا واقعہ ہے۔ پھر انھوں نے اور ان کے اصحاب نے حملہ کیا۔ کئی آدمیوں کو قتل کیا اور غنیم کو مار کر ہٹا دیا۔ اہل شام نے ہر طرف سے ان کا نرغہ کر کے دھاوا کیا اور مارتے مارتے پھر اسی مقام پر پہنچا دیا جہاں وہ پہلے تھے۔ اور وہ ایسی جگہ تھے جہاں صرف ایک ہی طرف سے جا سکتے تھے۔ شام کے وقت ادہم ابن محرز الباہلی نے اہل شام کی سرگردگی اختیار کر لی۔ ابن محرز لڑتے لڑتے ابن وال کے سامنے پہنچا تو مؤخر الذکر یہ آیت پڑھ رہے تھے "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا" ابن محرز کو یہ سن کر غصہ آیا۔ اور اس نے ابن وال پر حملہ کر کے ہاتھ توڑ دیا۔ اور پیچھے ہٹ کر کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم یہ چاہتے ہو کہ تم بھی اپنے اہل کے پاس پہنچ جاؤ۔ ابن وال نے کہا کہ تمھارا خیال نہایت ہی نامعقول ہے۔ خدا کی قسم میں بھی نہیں چاہتا کہ تمھارا ہاتھ اپنی جگہ پر رہے مگر یہ کہ مجھ کو میرے ہاتھ کا دگنا اجر ملے تاکہ تمھارا بوجھ اور میرا اجر اور بھی زیادہ ہو جائے۔ اس قول سے محرز کا غصہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اور اس نے ان پر نیزے کا وار کر کے ان کو قتل کر دیا۔ مگر ابن وال بھی قتل ہوتے ہوتے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ ابن وال عابد اور فقیہ آدمی تھے۔

جب ابن وال بھی قتل ہو گئے تو لوگ رفاعہ ابن شداد البجلی کے پاس گئے اور کہا کہ اب آپ کو جھنڈا لینا چاہیئے۔ انھوں نے کہا کہ "اب ہم کو واپس چلنا چاہیئے ممکن ہے کہ خدا ہم کو پھر ان لوگوں کی مصیبت کے دن دوبارہ جمع کر دے"۔ عبداللہ ابن عوف ابن احمر نے کہا کہ خدا کی قسم ہم ہلاک ہو جاویں گے اگر ہم یہاں سے ٹلے تو وہ لوگ ہمارے کندھے پر سوار ہو جائیں گے اور ابھی ہم ایک فرسنگ بھی نہ پہنچے ہوں گے کہ ہمارا ایک ایک آدمی ہلاک

ہو جائے گا۔ اور اگر ہم میں سے کوئی بچ بھی رہا تو عرب اسے پکڑ لیں گے۔ اور اس کے ذریعہ سے ان لوگوں کے ہاں تقرب حاصل کریں گے۔ اور وہ بھی سختی سے مارا جائے گا۔ یہ دیکھو آفتاب غروب ہونے والا ہے۔ ہم اس وقت اپنے گھوڑوں پر سوار جنگ کریں گے اور جب اندھیرا ہو جائے گا تو شروع رات میں سوار ہو کر چلتے رہیں گے۔ اور آہستہ آہستہ چلیں گے ہم میں سے ہر شخص اپنے دوسرے ساتھی اور زخمی کو اٹھا لیگا۔ اور دیکھ لیں گے کہ ہم واپسی کے لئے کون راستہ اختیار کریں۔ رفاعہ نے کہا کہ تمھاری رائے بالکل درست ہے۔ یہ کہکر انھوں نے جھنڈا اٹھایا اور نہایت شدت سے لڑنا شروع کیا۔ اہل شام کا ارادہ یہ تھا کہ ان کو رات ہونے سے پہلے پہلے ہی ہلاک کر کے رکھدیں۔ مگر اہل کوفہ کی شدت مقابلہ کی وجہ سے وہ اسمیں کامیاب نہ ہو سکے۔ عبداللہ ابن عزیز الکنانی آگے بڑھ کر اہل شام سے لڑنے لگے۔ ان کا صغیر سن بیٹا محمد بھی ان کے ہمراہ تھا۔ انھوں نے اہل شام میں جو بنو کنانہ تھے انکو آواز دی اور اپنے بیٹے کو انکے حوالے کر دیا تا کہ وہ اسے کوفے پہنچا دیں۔ اہل شام نے ان کو پناہ دی مگر انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور لڑتے لڑتے مارے گئے۔ شام کے وقت کرب ابن یزید الحمیری اپنے ایک سو آدمیوں کو لیکر آگے بڑھے اور بڑے شد و مد سے لڑنے لگے۔ ابن ذی الکلاع الحمیری نے ان کے اور ان کے تمام اصحاب کیلیئے امان پیش کی۔ مگر انھوں نے کہا کہ ہم دنیا میں بالکل امان میں تھے۔ اب تو ہم صرف آخرت کی امان کی تلاش میں نکلے ہیں۔ غرض کہ وہ سب اہل شام سے لڑتے لڑتے مارے گئے۔ بعد ازاں صخر بن ہلال المزنی بنو مزنیہ کے تیس آدمیوں کو لے کر آگے بڑھے۔ اور وہ سب بھی لڑتے لڑتے کام آئے۔

جب شام ہو گئی تو اہل شام اپنی چھاؤنی کی طرف گئے۔ رفاعہ نے دیکھنا شروع کیا۔ کہ جس جس شخص کا گھوڑا اس کی ران کے نیچے مر گیا ہو یا زخمی ہو گیا ہو۔ اس شخص کو دوسرے آدمی کے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ سب کچھ کر کے اپنے تمام آدمیوں کو ہمراہ لیکر اسی رات وہاں سے واپس روانہ ہو گئے۔

صبح کو حصین نے ان سے مقابلے کے لئے جانا چاہا۔ مگر ان کو نہ پا کر ان کے تعاقب کے لئے کسی کو روانہ نہ کیا۔ اہل کوفہ قرقیسیا آئے۔ زفر نے انھیں اقامت کی دعوت دی۔ یہ تین دن ٹھہرے۔ زفر نے ان کی میزبانی کی۔ انھیں زاد راہ دیا۔ اور پھر وہ کوفے روانہ ہو گئے۔

بعد میں سعد ابن حذیفہ بن یمان اہل مدائن کو لے کر میدان جنگ کی طرف چلے۔ مگر ہیت میں اپنے آدمیوں کی شکست کی خبر سن کر واپس چلے گئے۔ راستے میں ان کو مثنیٰ ابن مخرمۃ العبدی ملے جو اہل بصرہ کو لئے آ رہے تھے۔ سعد نے ان کو حال سنایا۔ دونوں اپنے ہمراہیوں سمیت رفاعہ کے آنے تک وہاں ٹھہرے رہے۔ انھوں نے رفاعہ کا استقبال کیا۔ اور ایک دوسرے سے مل مل کر روئے۔ سب وہاں ایک دن اور ایک رات اور مقیم رہے۔ پھر متفرق ہو گئے۔ اور ہر ایک گروہ اپنے اپنے شہر کو چلا گیا۔

جب رفاعہ کوفے پہنچے تو مختار قید میں تھا۔ اس نے رفاعہ کو یہ خط لکھا:۔

"اَمَّا بَعْدُ۔ مرحبا ہے ان لوگوں کیلئے کہ ان کی واپسی کے فعل کے لئے خدا اجر عظیم دیتا ہے۔ اور جن کے قتل ہونے سے بھی وہ ان سے راضی ہوتا ہے۔ قسم ہے رب کعبہ کی کہ تم میں سے کوئی چلنے والا ایک قدم بھی نہیں چلا اور زمین بلند پر نہیں چڑھا۔ مگر یہ کہ اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے دنیا سے زیادہ ثواب ہے۔ سلیمان پر جو فرض تھا وہ وہ ادا کر گئے۔ خدا نے ان کو اٹھا لیا اور ان کی روح کو دیگر انبیاء وصدیقین وشہداء کی ارواح کے ساتھ رکھا۔ اب تمھارا کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جس سے تم مدد لے سکو۔ مگر میں امیر مامور اور امین مامون ہوں۔ میں جبارین کو قتل کرنیوالا اور دین کے اعداء سے بدلہ لینے والا ہوں۔ اور یہاں مقید ہوں۔ تم تیار ہو جاؤ اور دل کو تیار کر دو۔ آیندہ کے لئے خوش خبری سے خوش ہو جاؤ۔ میں تم کو کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ طلب دم اہل بیتؑ۔ ضعفاء کی جانب سے مدافعت۔ اور محلین سے جہاد کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ والسلام!"

سلیمان اور ان کے ہمراہیوں کا قتل ماہ ربیع الآخر میں ہوا

تھا۔ عبدالملک ابن مروان سلیمان کے قتل اور ان کے اصحاب کی ہزیمت کی خبر سن کر منبر پر چڑھا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ "خدا نے اہلِ عراق کے سروں پر سے فتنے کے دو وصد و وھنے والے اور گمراہی کے سرگروہ یعنی سلیمان ابن صرد کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہاں اب تلوار مسیب کے سر کو پارہ پارہ کر چکی ہے۔ اللہ ان کے دو بڑے بڑے گمراہ اور گمراہ کرنے والے سروں یعنی عبداللہ ابن سعد الازدی اور عبداللہ ابن وال کو بھی قتل کر چکا ہے۔"

ان لوگوں کے قتل کے بعد عبدالملک ابن مروان کی حکومت میں کوئی خلل انداز باقی نہیں رہا۔ مگر یہ امر قابل بحث ہے کیونکہ اس وقت اس کا باپ زندہ تھا۔ اس بارے میں اعشیٰ ہمدانی نے ذیل کے اشعار کہے ہیں جو ان دنوں پوشیدہ رکھے جاتے تھے۔ (ترجمہ):-

"اے ام غالب! تیرا خیال میرے پاس آیا۔ پس اے میری دور افتادہ محبوبہ! تیرے لئے ہماری طرف سے دعائے سلامتی ہے۔ میں ہمیشہ درد و کرب میں مبتلا رہا ہوں۔ اور ہمیشہ ان کا قصد کرتا رہا ہوں۔ مگر تیرے فراق سے برابر مصیبت ہی میں پھنسا رہا۔ لیکن میں نہ بھولونگا پر نہ بھولوں گا تیرے چاشت کے وقت سفید خوبصورت اور جو بن والیوں کے میرے پاس لانے کو۔ وہ معشوقہ ہمارے سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔ اور وہ نازک اندام لاغر جسم۔ لطیف پہلو اور بھری بھری پنڈلیوں والی تھی۔ وہ اپنے حسن میں لاثانی تھی۔ اور چاشت کے وقت آفتاب کے مانند تھی جو بادلوں میں سے چمک رہا ہو۔ اور جب اسے بادل چھپا دے تو اس کی طرف ایک ابر ظاہر ہو اور باقی تمام حصہ پوشیدہ رہے۔ میرے لئے یہی جدائی۔ یہی سوز محبت اور یہی آرزوئیں ہیں۔ اور وہی معشوق مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے مگر وہ پھر میرے روبرو نہ ہوئی۔ خدا نہ کرے کہ شباب اور اس کا اور اس کی محبت کا ذکر دور ہو۔ جو صفائی میں برسنے اور بہنے والے بادلوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ اور خدا کرے کہ تیرا وہ عتاب بڑھتا ہی رہے جو تو محض ملاعبت میں

اپنے قریبی دوست کے ساتھ کرتی تھی۔ میں اگرچہ ان کو بھولنے والا نہیں ہوں اس چھپے ہوئے شریف النفس اور کریم النسب چہرے کو ضرور ہی یاد کروں گا۔ اس نے صداقت کے ساتھ خدا کی طرف وسیلہ پیدا کیا اور تقوائے الٰہی ہی ایک کمانے والے کی بہترین کمائی ہو سکتی ہے وہ دنیا سے الگ ہو گیا۔ پھر اس سے ملوث نہیں ہوا۔ اور خدائے رفیع المراتب سے توبہ کی۔ وہ دنیا سے ایسا الگ ہوا۔ اس نے کہدیا کہ میں نے اسے پھینک دیا اور پھر زندگی بھر اس کی طرف واپس نہ آؤں گا۔ میں اس شئے کا خواہشمند نہیں ہوں جس کے فقدان کو لوگ نہیں چاہتے اور جس کے لیئے جدوجہد کرنے والے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس نے اس کو مقام توبہ کی طرف ابن زیاد کے مقابلے کے لئے فوجوں کے ساتھ بھیجا۔ اور ایسے آدمیوں کو بھیجا جو اہل تقویٰ تھے۔ صاحب عقل و ہوش تھے۔ سخت جگر۔ دلیر۔ سردار اور شریف تھے۔ وہ ابن طلحہ کی رائے کو حسبتہً للہ ترک کرتے ہوئے گئے۔ انھوں نے پھسلانے والے امیر کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ وہ روانہ ہوئے اور انکی یہ حالت تھی کہ ان میں بعض تقویٰ کی تلاش میں تھے اور بعض تائب ہو گئے تھے۔ وہ مقام عین الوردہ میں ایک فوج سے مقابل ہوئے جو ان پر تیر برسا رہی تھی۔ مگر انھوں نے اپنے دشمنوں کو شمشیرہائے برندہ سے کاٹ کر رکھ دیا۔ کبھی وہ تیز یمنی نیزوں سے لڑتے تھے جو ہاتھوں کو توڑ دیتے تھے۔ اور کبھی شریف۔ مضبوط اور سخت جسم گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ آزما ہوتے تھے۔ اس کے بعد ان کے مقابلے کے لئے شام سے ایک اور جماعت آئی۔ جو سمندر کی طرح ہر طرف سے بڑھتی چلی آتی تھی۔ مگر کچھ ہی عرصے کے بعد ان کے سردار ہلاک ہو گئے۔ اور سوائے چند آدمیوں کے اور کوئی نہ بچا۔ اہل صبر معرکے میں اس حال میں کشتہ پڑے رہے کہ بادصبا اور چوبائی ہوائیں ان پر خاک اڑاتی تھیں۔ رئیس خزاعی ایسی پچھاڑ کھا کر گر گیا کہ گویا اس نے کبھی جنگ کی ہی نہ تھی۔ علی ہذا القیاس بنو شمخ کا سردار اور اپنی قوم کا شہسوار شنوآۃ دو دستہہائے فوج کا راہبر تیمی اور عمر ابن بشر۔ ولید۔ خالد۔ زید ابن بکر۔ حلبس ابن غالب اور ہمدان کا وہ تلوار یہ جو ہر ایک سامنے

آنے والے کو کاٹ کر رکھ دیتا تھا۔ اور جب حملہ کرتا تھا تو کوئی رد نہ کر سکتا تھا۔ اور وہ جو نیک کمائی والا تھا۔ اور ہر قبیلے کے سردار اور تمام بڑے اشراف مارے گئے۔ انھوں نے تلوار کی ایسی ضرب لگائی جس سے ایکبارگی کھوپڑیاں چرتی ہوئی چلی جاتی تھیں۔ اور اپنے تیکھے نیزوں کے واروں کے سوائے اور کچھ کیا ہی نہیں۔ اور وہ سعید بھی مارا گیا کہ جس روز بنی عامر پر کوئی مصیبت آتی۔ اس شیر سے زیادہ شجاع ہے جو یکبارگی اپنی کچھار سے جست کر کے حملہ کرتا ہے۔ پس اے عراقی فوج اور اے اس کے اہل! خدا تم کو ہر دھواں دھار برسنے والے بادل کے پانی سے سیراب کر دے۔ خدا کرے کہ ہمارے شہسوار اور ہمارے وہ سپاہی جو جوان عورتوں کی پنڈلیوں کے کھلنے وقت ان کی حمایت کرتے تھے دور نہ ہوں۔ اور وہ بھی قتل نہیں ہوئے جبتک کہ انھوں نے محلین کے سرداروں کی ایک ایسی جماعت سے جو طلوع ہونیوالے آفتابوں کی طرح درخشاں تھی اپنا بدلہ نہ لے لیا"۔

یہ بھی کہا جاتا ہے سلیمان اور ان کے ہمراہی ماہ ربیع الآخر میں قتل ہوئے۔

{ان اشعار میں خزاعی سے مراد سلیمان ابن صرد الخزاعی۔ بنو شمخ کے سردار سے مسیب ابن نخبہ الفزاری۔ شہسوار شنوأۃ سے عبداللہ ابن سعد ابن نفیل الازدی (یعنی از دشنوأۃ) تیمی سے عبداللہ ابن وال التیمی (جو تیم لات ابن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل سے تھا) اور ولید ابن عصیر الکنانی۔ خالد سے خالد ابن سعد ابن نفیل (یعنے عبداللہ کا بھائی) ہے}

۔ {نخبہ میں نون۔ جیم اور بائے موحدہ ہے اور ہر ایک پر زبر ہے۔}

عبدالملک ابن مروان اور عبدالعزیز ابن مروان کی ولایت اور بیعت کا بیان

اس سال مروان ابن حکم نے حکم دیا کہ اس کے دو بیٹوں عبدالملک ابن مروان اور

عبدالعزیز کے لئے بیعت کی جائے اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب عمرو ابن سعید بن العاص مصعب بن زبیر کو شکست دیکر جسے ان کے بھائی عبداللہ نے فلسطین کی طرف بھیجا تھا مروان کے پاس واپس آیا۔ اور واپس ہوکے مروان کے پاس آیا۔ جو اسوقت شام اور مصر پر غلبہ حاصل کرکے دمشق میں مقیم تھا۔ تو مروان کو یہ معلوم ہوا کہ عمرو یہ کہتا ہے کہ مروان کے بعد میں ہی والی امر ہونگا۔ مروان نے حسان ابن ثابت ابن مجدل کو بلاکر کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کے لئے بیعت لوں۔ مروان اسے عمرو کے ارادے سے جسکی اطلاع اسے ملی تھی آگاہ کیا اس نے کہا عمرو کی جانب سے آپ بے فکر رہیں۔ میں اس کے لئے کافی ہوں چنانچہ جب شام کے وقت لوگ مروان کے پاس جمع ہو گئے تو حسان نے کھڑے ہوکر کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ مختلف طرح کی آرزوئیں کرتے ہیں۔ لہٰذا تم سب کھڑے ہوکر عبدالملک اور اس کے بعد عبدالعزیز سے بیعت کرو۔ اس پر ان سب نے ایک ایک کرکے ان سے بیعت کرلی۔

ابن زیاد اور جیش کی بعثت کا بیان

اس سال مروان نے دو طرف مہمات بھیجیں۔ ایک کو عبیداللہ ابن زیاد کی سرکردگی میں جزیرے اور قرقیسیا میں زفر ابن حارث سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور کہا کہ جس علاقے کو تم فتح کرو گے تم ہی اس کے عامل مقرر کئے جاتے ہو۔ جزیرے سے فارغ ہوکر عراق جانا اور اسے ابن الزبیر کی گرفت سے چھڑا لینا۔ مگر ابھی وہ جزیرے ہی میں تھا۔ کہ اس کو مروان کے مرنے کی خبر ملی۔ بعد میں عبدالملک ابن مروان کی طرف سے اس کو ایک خط ملا۔ جس میں اس نے اس کو ان ہی تمام علاقوں پر عامل بنا دیا تھا۔ جن پر اس کے باپ نے اسے مقرر کیا تھا۔ اور ابن زیاد کو عراق کی طرف جانے کے لئے برانگیختہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور مہم جیش ابن دلجہ القینی کی سرکردگی میں مدینے کو روانہ کی۔ جیش اپنے ہمراہیوں کو لیکر روانہ ہوا اور مدینہ پہنچا جہاں جابر ابن اسود ابن عوف یعنی عبدالرحمٰن ابن عوف کے بھتیجے ابن زبیر کی طرف سے عامل تھے۔ جابر اس کو دیکھکر فرار کر گئے۔ پھر حارث ابن ابی ربیعہ یعنے عمرو

ابن ربیعہ کے بھائی نے بصرے سے (جہاں وہ ابن زبیر کی جانب سے حکمران تھا) حنیف ابن نخف التیمی کی سربراہی میں حبیش سے جنگ کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی حبیش اس کی آمد کی اطلاع پاکر مدینے سے اس کے مقابلے کیلئے روانہ ہوا۔ ادھر عبداللہ ابن زبیر نے عبداللہ بن سہل بن سعد الساعدی کو مدینے کا امیر بنا کر بھیجا اور ہدایت کی کہ وہ اس وقت تک حبیش کا تعاقب کرتا رہے جب تک کہ حنیف کے ماتحت آنے والا اہل بصرہ کا لشکر اس سے مل جائے۔ چنانچہ عباس اس کا تعاقب کرتا ہوا مقام ربذہ میں حبیش سے دوچار ہوا حبیش سے جنگ ہوئی۔ اور یزید بن ہاہ بن سہم نے ایک تیر مار کر اس کو ہلاک کر دیا۔ اس دن اس کے ہمراہ یوسف ابن حکم اور یوسف کا بیٹا حجاج بھی تھا جو ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی جنمیں پانچ سو آدمی مدینے میں پناہ گزیں ہوئے۔ عباس ابن سہل نے کہا کہ میرا حکم مانو۔ انھوں نے قبول کیا۔ عباس نے ان سب کو قتل کر دیا۔ اور حبیش کے ساتھ لڑنے والے ہزیمت خوردہ آدمی شام کو واپس چلے گئے۔ یزید ابن سنان مدینے میں داخل ہوتے وقت سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ مگر لوگوں نے اس پر اسقدر خوشبوئیں ڈالیں اور کپڑوں کو چھوا کہ وہ سیاہ ہو گئے۔

مروان ابن حکم کی موت اور اسکے بیٹے عبدالملک کی خلافت کا بیان

اس سال ماہ رمضان میں مروان نے انتقال کیا۔ اس کی موت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب معاویہ ابن یزید کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ حسان ابن بجدل کا یہ ارادہ تھا کہ معاویہ ابن یزید کے بعد امر خلافت اس کے بھائی خالد ابن یزید کے ہاتھ میں دے دے۔ یہ خالد صغیر السن تھا اور حسان اس کے باپ یزید کا ماموں تھا۔ حسان نے مروان ابن ابن حکم سے بیعت کی اور اس کا بھی یہی ارادہ تھا کہ اس کے بعد امر خالد کو دے دیا جائے۔ جب اس نے اور اہل شام نے بیعت کی تو مروان سے کہا گیا کہ تم خالد کی ماں سے نکاح کر لو۔ تاکہ خالد کی تصغیر و تحقیر ہو جائے۔ اور وہ

خلافت طلب نہ کرے۔ خالد کی ماں بنت ابی ہاشم بن عتبہ تھی۔ غرض کہ مروان نے اس سے نکاح کر لیا۔ ایک دن خالد مروان کے پاس گیا۔ اس وقت مروان کے پاس آدمی جمع تھے۔ اور وہ خود دونوں صفوں کے درمیان ٹہل رہا تھا۔ مروان نے کہا خدا کی قسم تم احمق ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اے ابن رطبہ۔ تم اسکے ساتھ یہ سلوک اس لیئے کرتے ہو کہ اُسے اہل شام کی نظروں سے گرا دو۔ اس کے بعد خالد نے واپس جا کر اپنی ماں کو تمام حال کی خبر دی۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ خبردار تمھاری اس بات کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ میں تمھاری طرف سے اس کا بدلہ لے لونگی۔ مروان خالد کی ماں کے پاس گیا تو اس سے پوچھا کہ خالد نے تم سے میری نسبت کچھ کہا تھا۔ ماں نے جواب دیا نہیں بلکہ وہ تمھاری بڑی تعظیم کرتا ہے۔ پھر وہ تمھارے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔ مروان نے اس کی اس بات کو درست تسلیم کر لیا۔ چند دن کے بعد مروان اس کے پاس سو رہا تھا کہ اس نے مروان کے منہ پر اس زور سے اُس کی گردن تکیہ سے دبا کے مار ڈالا۔ اس طرح دمشق میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کی عمر تریسٹھ برس کی تھی۔ عبد الملک نے ام خالد کے قتل کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ "خلقت میں یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ ایک عورت نے تمھارے باپ کو قتل کر دیا" یہ سن کر اس نے اُسے چھوڑ دیا۔

مروان کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے عبد الملک نے شام میں حکومت کو سنبھالا اور اس کا دوسرا بیٹا عبد العزیز مصر میں اپنے بھائی عبد الملک کے حکم کے مطابق حکومت کرتا تھا۔ عبد الملک سقوا نسا تھا اور لوگ اس وجہ سے اُسے عیب ناک بتلاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس کے پاس چند اشراف جمع ہوئے۔ اس نے عبید اللہ ابن زیاد ابن ظبیان البکری سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اپنے باپ سے مشابہ نہیں ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں خدا کی قسم میں اپنے باپ سے ویسا ہی مشابہ ہوں جیسا ایک پانی دوسرے پانی سے اور فرات فرات سے۔ لیکن اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ایک ایسے آدمی کا نام بتلاؤں جس سے ارحام نے خیر خواہی نہ کی۔ وہ مکمل ہو کر پیدا

نہیں ہوا اور اپنے اخوان و اعمام سے مشابہ نہیں''۔ کہا وہ کون ہے؟ کہا کہ وہ سوید ابن منجوف ہے۔ جب عبید اللہ اور سوید وہاں سے چلے تو سوید نے عبید اللہ سے کہا کہ مجھے اس کے سامنے تمہاری گفتگو پسند نہیں آئی۔ عبید اللہ نے کہا اور مجھے بھی تمہارا مجھ پر شبہ کرنا اور خاموش رہنا پسند نہیں آیا۔

مروان ابن الحکم کے حالات اور نسب کا بیان

وہ مروان ابن الحکم بن ابی العاص ابن امیہ ابن عبد شمس ہے۔ اس کی ماں آمنہ بنت علقمہ بن صفوان بن امیہ ہے۔ جو بنو کنانہ میں سے ہیں۔ اس کی پیدائش سنہ ۲ ھ میں ہوئی۔ اس کے والد نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا۔ رسول خدا صلعم نے اس کو طائف کی طرف جلا وطن کر دیا تھا کیونکہ اس کی تلاش و تفتیش کی جا رہی تھی۔ ایک دن رسول اللہ صلعم نے اس کو دیکھا کہ وہ اس طرح چل رہا تھا کہ جیسے پاؤں میں کچھ چبھ جاتا ہے۔ اور اس چال سے آں حضرت کی نقل اتارنا مقصود تھا۔ آں حضرت نے فرمایا کہ ایسے ہی ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنی موت تک اسی طرح لنگڑا تا رہا۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکرؓ سے اس کی سفارش کی کہ اس کو واپس بلا لیا جائے کیونکہ وہ ان کا چچا تھا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ نے منظور نہیں کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا تو اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ تو حضرت عثمانؓ نے پھر ان سے سفارش کی۔ مگر انھوں نے بھی نہ مانا۔ آخر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود ہی خلیفہ ہوئے تو اس کو طائف سے واپس بلا لیا۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ حکم ابن ابی العاص کو وہاں سے واپس بلا لیا جائیگا۔ مگر یہ بات ایسی تھی جس کی صداقت کے لوگ منکر تھے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت ہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اور خود انھوں نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اس پر اس کی اولاد پر لعنت کے متعلق کثیر التعداد احادیث ہیں۔ جن کو حافظ نے نقل کیا ہے۔ مگر ان کی سند وں میں کلام ہے۔

مروان پست قد۔ سرخ رنگ اور کوتاہ گردن آدمی تھا۔ اس کی کنیت ابوالحکم اور ابوعبدالملک تھی۔ اس نے ایک ہی دن میں ایک سو غلاموں کو آزاد کیا تھا۔ وہ کئی بار معاویہ کی طرف سے والی رہ چکا تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب کہیں کا والی بنایا جاتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب و شتم کرنے میں مبالغہ کیا کرتا تھا۔ اور جب وہ معزول ہو جاتا اور سعید ابن العاص اس کی جگہ مقرر ہوتے تو وہ اس حرکت سے باز آ جاتے۔ محمد ابن علی الباقر سے اس کے اور سعید کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ مروان ہمارے لئے پوشیدہ طور پر بہتر تھا اور سعید علانیہ طور پر۔ صحیح میں مروان سے ایک حدیث بھی مروی ہے۔ حضرات حسنؓ و حسین رضی اللہ عنہما اس کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ مگر کبھی اپنی نماز کو بعد میں دہراتے نہیں تھے۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے عید کی نماز میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھا۔

جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے عبدالملک ابن مروان سے اس کی موت کے دن ہی بیعت کر لی گئی۔ اس کو اور اس کی اولاد کو بنوزرقاء کہا جاتا تھا۔ اور صرف وہ لوگ اس نام کو استعمال کیا کرتے تھے جو مذمت اور عیب جوئی کرنا چاہتے تھے۔ زرقاء بنت موہب مروان بن حکم کی دادی تھی۔ اور یہ ذوات الرایات سے تھی جس سے بنا رکے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ ان کو اس نام سے یاد کر کے عیب لگایا کرتے تھے۔ شائد زرقاء کی یہ کیفیت اس ابوالعاص ابن امیہ یعنی حکم کے والد سے نکاح ہونے کے قبل ہو۔ کیونکہ وہ اشراف قریش میں سے تھا اور اس قسم کا فعل اس عورت سے نہیں ہو سکتا جو اس کی زوجہ یا اس کے پاس رہتی ہو۔ واللہ اعلم۔

نافع ابن ازرق کے قتل کا بیان

اس سال نافع ابن ازرق کی شوکت میں بہت ترقی ہوئی۔ وہ وہی شخص ہے جس کی طرف خوارج کی جماعت ازارقہ منسوب ہے۔ نافع کی

قوت کا سبب یہ ہوا کہ اہل بصرہ مسعود ابن عمر کے قتل کے سبب سے ادھر مشغول اور آپس میں مختلف تھے نافع کے پاس ایک کثیر جماعت جمع ہوگئی۔ اور وہ اُسے ہمراہ لے کر جسر تک آیا۔ عبداللہ ابن حارث نے مسلم ابن عبیس بن کریز بن ربیعہ کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ مسلم نافع کے مقابلے کے لئے نکلا۔ اور اس کو سرزمین بصرہ سے باہر نکال دیا تا آنکہ وہ سرزمین اہواز مقام دولات تک پہنچا۔ دونوں میں اس مقام پر جنگ ہوئی۔ مسلم ابن عبیس نے اپنے میمنہ پر حجاج ابن باب الحمیری کو۔ میسرہ پر حارثہ ابن بدر الغدانی کو مقرر کیا۔ ادھر ابن ازرق نے اپنے میمنہ پر عبیدہ ابن ہلال کو اور میسرہ پر زبیر ابن ماحوز التمیمی کو افسر بنایا۔ جنگ نہایت شدید ہوئی جس میں اہل بصرہ کا امیر مسلم ابن عبیس بھی قتل ہوا۔ اور خوارج کا سردار نافع ابن ازرق بھی کام آیا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الآخر کا ہے۔ بعد ازاں اہل بصرہ نے حجاج بن باب الحمیری کو اور خوارج نے عبداللہ ابن ماحوز التمیمی کو اپنا اپنا سردار بنایا۔ پھر جنگ ہوئی جس میں عبداللہ اور حجاج دونوں قتل ہوئے۔ پھر اہل بصرہ نے ربیعہ ابن احرم کو اور خوارج نے عبیداللہ ابن ماحوز التمیمی کو اپنا اپنا امیر لشکر بنایا۔ فریقین پھر پلٹے جنگ ہوئی اور شام تک ہوتی رہی۔ آخر میں فریقین ایک دوسرے سے کراہیت کرنے لگے اور ایک دوسرے سے لڑتے لڑتے اُکتا گئے۔ اسی اثناء میں وہ اس طرح آپس میں ملتے اور الگ ہوتے تھے کہ خوارج ایک دستہ فوج لائے جو اس وقت تک تازہ دم تھا اور جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا۔ اس دستے نے بنو عبدالقیس کے گوشے کی طرف سے لوگوں پر حملہ کیا۔ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور امیر بصرہ ربیعہ قتل ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس دغفل بن حنظلۃ الشیبانی نسّاب بھی کام آگیا۔ اور جھنڈا حارثہ ابن زید کے ہاتھ آیا۔ وہ کچھ عرصے تک لڑتا رہا۔ لوگ اس کے پاس سے ہٹ گئے اور وہ برابر اہل بصرہ کی جماعت لئے ہوئے اور ان کی حمایت کرتا رہا۔ پھر وہ وہاں سے روانہ ہو کر اہواز پہنچے اور وہیں مقیم ہوگئے۔ یہ امر اہل بصرہ کو معلوم ہوگیا۔ اور وہ بہت خوفزدہ ہوگئے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے

حارث بن ابی ربیعہ کو بھیجا اور عبداللہ ابن حارث کو معزول کر دیا۔ اس کے بعد خوارج بصرے کی طرف چلے۔

مہلب کی خوارج سے جنگ کا بیان

جب خوارج بصرے کے قریب پہنچے تو وہاں کے باشندے احنف بن قیس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آپ ہمارے امیر جنگ ہو کر ان سے جنگ کریں۔ اس نے مہلب ابن ابی صفرہ کو امیر مقرر کرنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ وہ ان کی شجاعت، صواب رائے۔ اور واقفیتِ حرب سے آگاہ تھا۔ وہ ابن زبیر کی طرف سے آئے تھے۔ اور انھوں نے انھیں والی خراسان مقرر کیا تھا۔ غرض کہ احنف نے کہا کہ اس امر کے لیئے مہلب سے زیادہ اور کوئی شخص موزوں نہیں۔ اشراف بصرہ نے مہلب سے اس بارے میں گفتگو کی۔ مگر انھوں نے امارت کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ پھر حارث ابن ربیعہ نے ان سے سفارش کی تو انھوں نے والی خراسان ہونے کی وجہ سے عذر کیا۔ اس پر حارث اور اہل بصرہ نے ابن زبیر کا خط اس کے سامنے رکھ دیا جس میں ابن زبیر نے ان کو خوارج سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔ مہلب نے اس خط کو پڑھ کر کہا کہ خدا کی قسم میں کبھی خوارج کے مقابلے کے لیئے نہ جاؤنگا جب تک کہ تم ان تمام چیزوں کو میرے حوالے نہ کر دو جن پر میں غالب آگیا ہوں۔ اور جب تک کہ مجھے بیت المال سے اتنا روپیہ نہ دیدو جو میری اور میرے ہمراہیوں کی خوراک کے لیئے کافی ہو۔ انھوں نے ان کے تمام ان شرائط کو منظور کر لیا۔ بلکہ اس مضمون کی ایک دستاویز لکھ کر ان کے حوالے کی۔ انھوں نے ابن زبیر کو اس مضمون کا خط بھی لکھ کر روانہ کر دیا۔ جنھوں نے اُسے قبول کیا اور اسی کے مطابق احکام صادر کیئے۔ مہلب نے اہل بصرہ میں سے بارہ ہزار مشہور و معروف اور دلیر و شجاع آدمی چن لیئے جن میں محمد ابن واسع۔ عبداللہ ابن ریاح الانصاری۔ معاویہ ابن قرۃ المزنی اور ابو عمران الجونی بھی شامل تھے۔ مہلب خوارج کے مقابلے کے لیئے روانہ ہوئے

جو اس وقت جسر اصغر کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ مہلب نے اپنے سرداران قوم اور اشراف کو لے کر لڑنا شروع کیا۔ اور خوارج کو جسر سے ہٹا دیا۔ اس وقت خوارج سوائے اس کے اور کچھ نہ کر سکے کہ اندر داخل ہو کر جسر اکبر کی طرف روانہ ہوں۔ چنانچہ جب مہلب اپنے سواروں اور پیادوں کو لے کر ان کی طرف بڑھے اور خوارج نے ان کو آتے دیکھا تو وہ جسر اکبر کی طرف چل دیئے۔؂

جب حارث ابن زید کو مہلب کی جنگ ازارقہ کے لیئے امیر بنائے جانے کی اطلاع ملی۔ تو اس نے اپنے ساتھ کے آدمیوں سے کہا کہ اب تم جو کچھ چاہو کھاؤ پیو۔ اور جہاں چاہو پھرو۔ جاؤ۔ وہ پھر اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر بصرہ چلا۔ مگر حارثہ ابن ابی ربیعہ نے اُسے مہلب کے پاس بھیج دیا۔ حارثہ ایک کشتی میں بیٹھ کر دریائے دجیل میں بصرے کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بنو تمیم کا ایک آدمی ہتھیار لگائے ہوئے خوارج سے بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا اور پکار کر اس سے استغاثہ کیا۔ حارثہ نے اپنی کشتی دریا کے ساحل کے پاس لگادی۔ وہ تمیمی کشتی میں اس زور سے کودا کہ وہ اپنے تمام سواروں سمیت تہ نشین ہو گئی۔ اور وہ سب غرق ہو گئے۔؂

الغرض مہلب وہاں سے روانہ ہو کر خوارج کے پاس جا پہنچا۔ جو دریائے تیرلے پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ لوگ اس کے سامنے سے ہٹ کر اہواز چلے گئے۔ مہلب نے ان کے لشکر کے پیچھے جاسوسوں کو روانہ کیا۔ تاکہ ان کی خبریں بہم پہنچائیں۔ جب ان کو (مہلب کو) خبر مل گئی تو وہ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ اور اپنے بھائی معارک ابن ابو صفرہ کو دریائے تیرلے پر اپنی جگہ قائم کر گئے۔ اہواز پہنچ کر مہلب کے بیٹے مغیرہ ابن مہلب ابن ابی صفرہ کے ماتحت ان کے مقدمۃ الجیش نے خوارج سے جنگ کی۔ اس کے ہمراہی حملہ کر کے واپس آگئے۔ خوارج اس کے اس استقلال جنگ کو دیکھ کر اہواز سے مناذر چلے گئے۔ جب مہلب ان کے قریب پہنچے تو خوارج نے اپنی جماعت سے ابی صفرہ کے ایک غلام واقد کی ماتحت ایک جماعت کو دریائے تیرلے کی طرف روانہ کر دیا۔

جہاں معارک تھا۔ خوارج نے معارک کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ جب مہلب کو یہ خبر ملی تو اس نے اپنے بیٹے مغیرہ کو تیرے کی طرف بھیجا۔ اس نے وہاں پہنچ کر معارک کو سولی سے اُتارا اور دفن کیا۔ لوگوں کو تسکین دی اور اس مقام پر ایک جماعت کو مقرر کر کے خود اپنے والد کے پاس چلا گیا۔ جو اس وقت سولاف میں مقیم تھا۔ مہلب نہایت محتاط آدمی تھا۔ وہ ہمیشہ خندق میں اترتا تھا۔ اپنی فوج کو آراستہ اور تیار رکھتا تھا اور خود ہی طلایہ کی خدمت انجام دیتا تھا۔ جب اس نے سولاف میں خوارج کو جنگ کے لیئے بلایا تو وہ بھی اس کے سامنے ڈٹ گئے۔ اور نہایت سختی سے لڑے۔ دونوں فریق صبر و استقلال سے کام لیتے تھے۔ آخر خوارج نے مہلب اور اس کے ہمراہیوں پر جان توڑ کر حملہ کیا۔ جس سے مہلب کو ہزیمت ہوئی۔ اور اس کے کئی آدمی مارے گئے۔ مہلب نے ثابت قدمی سے کام لیا۔ اور اس کے بیٹے مغیرہ نے معرکہ آرائی کی داد دی اور نام پیدا کیا۔ مہلب نے اپنے ہمراہیوں کو پکارا۔ وہ واپس آ گئے اور ان کے ساتھ تقریباً چار ہزار آدمی اور بھی آئے۔ دوسرے دن مہلب نے اپنے باقی ماندہ آدمیوں کو ساتھ لے کر جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس کے ساتھیوں نے اپنے ضعف اور کثرت مجروحین کی بنا پر اس کو روکا۔ چنانچہ اس نے جنگ نہیں کی پھر مہلب وہاں سے روانہ ہوا۔ اور دجیل کو قطع کرتا ہوا۔ عاقول جا کر ٹھیرا۔ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ صرف ایک ہی طرف سے اس پر حملہ ہو سکتا تھا۔ اسی جنگ سولاف کے متعلق ابن قیس الرقیات نے یہ اشعار کہے ہیں۔ (ترجمہ) :۔

"آل مینہ سے ایک رات کی آنے والی طارقہ نے آ کر دروازے پر دستک دی کہ وہ ناز و انداز کی معشوقہ و عاشقہ ہے۔ وہ اکڑ اکڑ کر چلتی تھی سرزمین میرے اور اس کے درمیان واقع تھی۔ اور ازارقہ سولاف کی نگہبانی کر رہے تھے۔ جب ہم متفرق ہوئے تو ایک حروری اور بے دین جماعت نے ہمارا مقابلہ کیا۔ اس نے دونوں لشکروں کو ہماری طرف پھیر دیا اور اس نے ان کے ملنے سے پہلے ہمارے پاس رات بسر کی"

اسی بارے میں کسی خارجی نے یہ شعر کہا ہے (ترجمہ) :۔

(۱) گویا ہم نے جنگ سولاف میں ان کے بہت سے آدمیوں کو قیدی اور مقتول چھوڑا جن کا ٹھکانا جہنم ہے۔

اور بھی بہت سے شعراء نے اس واقعے کے متعلق اشعار کہے ہیں۔ القصہ مہلب عاقول پہنچ کر تین دن ٹھیرا۔ اور پھر خوارج کی طرف چلا۔ جو سلائے اور سلبرے میں تھے۔ مہلب وہاں پہنچ کے ان کے قریب ہی ٹھیر گیا۔ اکثر وہ ایسے کام کیا کرتا تھا جن کا وہ لوگوں کے سامنے اس غرض سے ذکر کیا کرتا تھا کہ ان میں لڑنے کے لیئے جوش پیدا ہو جائے۔ مگر بعد میں لوگ اس کے اس قول کا نشان تک بھی نہ پاتے تھے۔ بعض لوگ مہلب کو کذاب کہتے ہیں۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ ہر حال میں کذاب تھا۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ وہ صرف دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیئے ایسا کرتا تھا۔ مہلب نے خوارج کے قریب خیمہ زن ہو کر خندق کھودا۔ اسلحہ تیار کیئے۔ جا سوسوں، نگہبانوں اور لوگوں کو ان کے جھنڈوں اور جا ہائے قیام پر مستعدی سے جما دیا۔ اور خندق کی راہوں کو مضبوط کر دیا۔ جب کبھی خوارج ان پر شب خون کرنے اور دھوکا دینے کا ارادہ کرتے تو وہ اُسے ہر مرتبہ ایک کار سخت ہی پاتے اور واپس چلے جاتے۔ اس طرح خوارج کو کبھی کسی ایسے شخص سے سابقہ نہیں پڑا جو ان کا مہلب سے زیادہ دشمن ہوتا۔ اس کے بعد خوارج نے ایک رات عبیدہ ابن ہلال اور زبیر بن ماحوز کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ جا کر مہلب کے آدمیوں پر رات ہی کے وقت چھاپہ ماریں۔ انھوں نے جا کر لوگوں کے دہنے بائیں غل مچایا مگر ان کو پہلے سے مستعد پایا۔ آخر ان کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ دوسری صبح کو مہلب خوب ساز و سامان کے ساتھ نکلا اور ازد و تمیم کو میمنہ پر اور بکر بن وائل اور عبد القیس کو میسرہ کی طرف اور اہل عالیہ کو قلب میں رکھا۔ اُدھر سے خوارج بھی اپنے میمنہ پر عبیدہ بن ہلال الیشکری اور میسرہ پر زبیر ابن ماحوز کو مقرر کر کے مقابلے کو نکلے۔ اہل بصرہ کے مقابلے میں انکا ساز و یراق اور گھوڑے

اچھے تھے اس لئے کہ انھوں نے کرمان سے اہواز تک کے درمیانی علاقہ کو جنگل سے صاف کر کے سیراب کر کے آباد کر لیا تھا۔ الغرض فریقین آمنے سامنے آئے۔ اور نہایت شدت سے لڑائی ہونے لگی۔ تمام دن دونوں فریق داد شجاعت دیتے رہے۔ انجام کار خوارج نے ایک سخت حملہ کیا۔ جس سے لوگ حواس باختہ ہوکر بھاگے۔ کوئی کسی کی پروا نہ کرتا تھا کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ ہوتے ہوتے ہزیمت کی خبر بصرہ تک پہنچ گئی۔ اور وہاں کے باشندوں کو قید و گرفتاری کا خوف دامن گیر ہو گیا۔ مہلب وہاں سے بسرعت روانہ ہوکر منہزمین سے پہلے ہی ایک بلند مقام پر پہنچ گیا۔ اور پکار کر کہا کہ اے اللہ کے بندو۔ میرے پاس آؤ۔ چنانچہ اس کے پاس تین ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ جن میں سے اکثر اس کی قوم ازد کے تھے۔ مہلب ان کو اور ان کے سامان کو دیکھکر خوش ہوا۔ پھر ان کے سامنے ایک تقریر کی۔ ان کو جنگ کرنے پر برانگیختہ کیا۔ فتح و نصرت کا وعدہ کیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک شخص دس دس عدد پتھر اپنے ہاتھ میں لے لے۔ پھر کہا کہ اب تم ہمارے ساتھ ان لوگوں کے لشکر کی طرف چلو۔ کیونکہ وہ لوگ اس وقت بالکل بے خوف ہیں۔ اور ان کے سواروں کے اور بھائی بندوں کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ ابھی ان کے سوار ان کے پاس واپس نہ آسکیں گے کہ تم وہاں پہنچ کر ان کی فوج کو کاٹ کر رکھ دوگے۔ اور ان کے سردار کو قتل کر دوگے۔ لوگوں نے قبول کیا۔ مہلب ان کو لے کر خوارج کی طرف پلٹا۔ اور جب تک کہ اس نے پہنچ کر ان پر دھاوا نہیں کیا ان کو مہلب کی آمد کی خبر نہیں ہوئی۔ عبداللہ ابن ماحوز اور دیگر خوارج نے ان کا مقابلہ شروع کیا۔ مہلب کے ہمراہیوں نے ان پر سنگ باری کر کے پیس ڈالا۔ پھر نیزہ بازی اور شمشیر زنی شروع کی۔ کچھ عرصے کی جنگ کے بعد عبداللہ ابن ماحوز اور اس کے بہت سے ہمراہی قتل ہو گئے۔ اور مہلب نے ان کی فوج کو خوب لوٹا۔ جو خارجی اہل بصرہ کے تعاقب میں گئے تھے واپس پلٹے۔ مہلب نے ان کی گوشمالی کے لئے سوار اور پیادے مقرر کر رکھے تھے۔ جنھوں نے ان کو قرار واقعی سزا دی اور

قتل کر دیا۔ جو باقی بچے وہ ذلیل و خوار اور مغلوب ہو کر واپس ہوئے۔ اس کے بعد وہ لوگ کرمان اور اصبہان کی طرف چلے گئے۔ کسی خارجی نے اصحاب مہلب کی سنگ باری کے متعلق کہا ہے۔ (ترجمہ):۔

"وہ ہمارے مقابلے میں ہم کو قتل کرنے کے لئے پتھرلے کر آیا۔ تجھ پر خدا کی مار ہو۔ کیا کبھی برابر والے بھی پتھر سے مرتے ہیں"؟۔

مہلب ان سے فارغ ہو کر اسی مقام پر ٹھہرا رہا۔ تا آنکہ مصعب ابن زبیر امیر بصرہ ہو کر آگیا۔ اور حارث ابن ربیعہ معزول ہوا۔ اسی جنگ کے متعلق صلتان العبدی کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر):۔

"سلے اور سلبرے میں ان جوان مردوں کے مقامات شکست ہیں۔ جو کریم النسب مقتول ہیں اور جن کے گالوں کے لئے کسی قسم کا سہارا بھی نصیب نہیں ہوا"

عبد اللہ ابن ماحوز کے قتل کے بعد خوارج نے زبیر ابن ماحوز کو اپنا امیر بنا لیا۔ ادھر مہلب نے حارث ابن ربیعہ کو اپنی فتح کی اطلاع دی۔ حارث نے وہ خط ابن زبیر کے پاس مکہ بھیج دیا۔ تاکہ وہ اسے وہاں کے لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنا دیں۔ حارث نے مہلب کو یہ خط لکھا:۔

"اَمَّا بَعْدُ۔ مجھے آپ کا وہ خط ملا جس میں آپ خدا کی مدد اور مسلمانوں کی فتح کا ذکر کرتے ہیں۔ پس اے برادر ازد۔ آپ کو دنیا کی شرافت و عزت اور آخرت کا ثواب اور اس کی فضیلت مبارک ہو"۔

مہلب اس خط کو پڑھ کر ہنس پڑا اور کہا کہ "کیا وہ مجھے سوائے اس کے کہ میں ازد کا بھائی بند ہوں اور کسی طرح نہیں جانتے۔ وہ ایک سخت اجڈ اعرابی ہے"۔

کہتے ہیں کہ مسلم سے پہلے عثمان ابن عبید اللہ ابن معمر نے خوارج اور نافع ابن ازرق سے جنگ کی تھی۔ عثمان قتل ہوا تھا اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے تھے۔ مگر خوارج میں سے بھی ایک خلق کثیر تہ تیغ ہوئی تھی۔ بعد میں ان کے مقابلے کے لئے بصرے سے حارثہ بن زید العبدانی روانہ ہوا۔ مگر خوارج کو دیکھ سمجھ گیا کہ وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکیگا۔ اس لئے اس نے اپنے ہمراہیوں سے

کہا کہ کھاؤ پیو۔ جہاں چاہو پھرو۔ جہاں چاہو جاؤ۔ اس کے بعد مسلم ابن عبیس روانہ ہوا کہتے ہیں کہ جب مہلب نے خوارج کو بصرے سے اہواز کی طرف بھگا دیا تو باقی تمام سال وہ علاقۂ دجلہ ہی میں خراج وصول کرتا۔ اور اپنے ہمراہیوں کے لئے سامان خوراک وغیرہ بہم پہنچاتا رہا۔ پھر بصرے سے اس کے اہل مدد بھی آپہنچے جس سے اس کے ہمراہیوں کی تعداد تیس ہزار ہوگئی۔ اس لحاظ سے خوارج کی ہزیمت ۶۶ھ میں واقع ہوئی۔ ؎

نجدہ ابن عامر الحنفی کا بیان

اس کا نام نجدہ بن عامر ابن عبداللہ بن ساد بن مفرج الحنفی ہے۔ وہ پہلے ابن ازرق کے ساتھ تھا۔ مگر بعد میں اس کی اس نو مذہبی کی وجہ سے جس کا ذکر ہو چکا ہے اس سے علیحدہ ہو گیا۔ اور تہامہ پہنچ کر ابو طالوت کو اپنے پاس بلایا۔ اور حضارم جا کر اسے خوب لوٹا وہ مقام بنو حنفیہ کا تھا۔ مگر معاویہ ابن ابو سفیان نے اسے ان سے لے کر وہاں غلام آباد کر دئیے تھے جن کی کل تعداد مع بچوں اور عورتوں کے چار ہزار تھی۔ نجدہ نے ۶۵ھ میں اسے لوٹ کر اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اس کی جماعت کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی۔ اس کے بعد بحرین سے (اور بقول بعض بصرے سے) ایک قافلہ نکلا۔ جو کچھ مال و اسباب لئے ہوئے ابن زبیر کے پاس جا رہا تھا۔ نجدہ نے اسے راستے میں روک دیا۔ اور اس سے تمام مال و اسباب لے کر حضارم میں ابو طالوت کے پاس چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اس سب کو اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور کہا کہ اس مال کو اپنے آپس میں تقسیم کر لو۔ ان غلاموں کو واپس کر دو۔ اور ان سے اپنی زمین کے جوتنے بونے کا کام لو۔ کیونکہ اسی میں زیادہ نفع ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے مال و اسباب کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ اور یہ کہہ کر کہ "ہمارے لئے ابو طالوت سے نجدہ بہتر ہے" ابو طالوت کو امارت سے علیحدہ کر دیا۔ اور نجدہ سے بیعت کر لی۔ بعد میں ابو طالوت نے بھی اس سے بیعت کر لی۔ یہ ۶۶ھ کا واقعہ ہے۔ جب کہ نجدہ کی عمر (۳۰) سال کی تھی۔ ؎

پھر نجدہ بنو کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی طرف گیا۔ ذوالمجاز میں مقابلہ ہوا۔ نجدہ نے ان کو شکست دی۔ اور بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ فرہ بن ہبیرۃ القشیری کے دو بیٹے کلاب اور عطیف خوب جم کر لڑے۔ اور لڑتے لڑتے مارے گئے قیس بن وقاد الجدی شکست کھا کر بھاگا۔ اس کے علاتی بھائی معاویہ نے اسے جا لیا۔ اور کہا تم مجھے اپنے پیچھے بٹھا لو مگر اس نے نہ مانا۔ ؏

نجدہ یمامہ کی طرف واپس چلا گیا۔ اور وہاں اس کی ہمراہیوں کی تعداد میں اضافہ ہو کر تین ہزار تک پہنچ گئی۔ پھر ۶۷ھ میں وہ بحرین گیا بنو ازد نے کہا کہ ہم کو اپنے والیوں کے مقابلے میں نجدہ زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ وہ جور و ستم کو برا سمجھتا ہے اور ہمارے والی اسے روا رکھتے ہیں۔ اس بنا پر انھوں نے نجدہ سے مصالحت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر بنو عبدالقیس اور بنو ازد کے علاوہ دیگر اہل بحرین نے باہم ہو کے نجدہ سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پر بعض اہل ازد نے کہا کہ بہ نسبت ہمارے نجدہ تم سے قریب تر ہے۔ کیونکہ تم سب کے سب بنو ربیعہ میں سے ہو۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم اس سے جنگ نہ کرو۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نجدہ کو نہیں چھوڑیں گے۔ کیونکہ وہ حروری ہے اور بے دین ہے۔ کہ وہ ہم میں اپنے احکام نافذ کرے۔ غرضیکہ قطیف میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بنو عبدالقیس کو شکست ہوئی ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ اور اہل قطیف میں سے نجدہ نے جس جس کو ہو سکا قید کر لیا۔ ایک شاعر کہتا ہے (ترجمہ):۔

"میں نے جنگ قطیف کے دن عبدالقیس کو نصیحت کی مگر جب قبول ہی نہ ہو تو نصیحت سے کیا فائدہ؟"

نجدہ قطیف میں ٹھہر گیا۔ اور اپنے بیٹے مطرح کو ایک جماعت دے کر بنو عبدالقیس کی شکست خوردہ جماعت کی طرف روانہ کیا۔ ثویر میں لڑائی ہوئی جس میں مطرح ابن نجدہ اور اس کے ہمراہیوں کی ایک جماعت کام آئی۔ اس کے بعد نجدہ نے مقام خط کی طرف ایک فوج بھیجی جس کو اہل خط پر

فتح حاصل ہوئی۔ اور نجدہ بحرین ہی میں رکا رہا۔ ؎

جب مصعب بن زبیر ۶۹ھ میں بصرے پہنچا تو عبداللہ ابن عمر واللیثی الاعور کو چودہ ہزار آدمی دے کر نجدہ کی طرف روانہ کیا۔ ابن عمیر کہنے لگا نجدہ ٹھہرے کیونکہ ہم بھاگنے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ عبداللہ وہاں سے روانہ ہوا۔ اس وقت نجدہ قطیف میں تھا۔ نجدہ نے غفلت کی حالت میں ابن عمیر کو آ لیا۔ دونوں ایک طول وطویل جنگ کے بعد علیحدہ ہوئے۔ صبح کو ابن عمیر اپنی فوج کے مقتول و مجروح آدمیوں کی تعداد دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ نجدہ نے اس پر دوبارہ حملہ کیا۔ ابن عمیر کے آدمی نہ ٹھہر سکے۔ اور پیٹھ دکھلا گئے۔ نجدہ نے ان پر رحم نہیں کیا۔ ان کی چھاؤنی کو جو کچھ اس کے ہاتھ آیا لوٹ لیا۔ اسی میں کئی لونڈیاں بھی ان کے ہاتھ آئیں۔ جس میں ابن عمیر کی ایک ام دلد لونڈی بھی تھی۔ نجدہ نے اس سے دریافت کیا کہ اسے اس کے آقا ابن عمیر کے پاس بھیج دیا جائے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے ایسے شخص کے پاس واپس جانے کی ضرورت نہیں۔ جس نے مجھے مصیبت اور تکلیف میں چھوڑ دیا ہو۔ ؎

نجدہ نے ابن عمیر کو شکست دینے کے بعد عمان کی طرف بھی ایک فوج بھیجی جس پر عطیہ ابن اسود الحنفی کو سپاہ سالار مقرر کیا۔ ان دونوں عمان پر عباد ابن عبداللہ نے قبضہ کر رکھا تھا۔ وہ خود بہت بوڑھا آدمی تھا اس کے دونوں بیٹے سعید و سلیمان کشتیوں کی آمدنی سے عشر وصول کر لیتے تھے۔ اور مختلف مقامات سے خراج وصول کر کے لاتے تھے۔ جب عطیہ ان کے مقابلے کیلئے آیا اور وہ اس سے لڑے۔ عباد مارا گیا آخر کار عطیہ ان بلاد پر غالب آیا۔ پھر وہ چند ماہ وہاں ٹھہر کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور ایک شخص کو جس کی کنیت ابوالقاسم تھی اپنی جگہ وہاں مقرر کر گیا۔ مگر عباد کے بیٹوں سعید اور سلیمان اور اہل عمان نے ابوالقاسم کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد عطیہ اور نجدہ میں ناچاقی ہو گئی جس کو ہم انشاء اللہ آگے چلکر بیان کرینگے۔ چنانچہ وہ عمان کو واپس گیا۔ مگر چونکہ اس پر غلبہ نہ کر سکا۔ اس لئے سمندر کے راستے سے کرمان چلا گیا۔ جہاں پہنچ کر اس نے درہم بنائے۔ جن کا

نام "عطویہ" رکھا۔ وہ کرمان ہی میں مقیم ہو گیا۔ مہلب نے اس کی سرکوبی کے لئے ایک فوج بھیجی۔ اور وہ وہاں سے بھاگ کر پہلے سجستان اور پھر سندھ چلا گیا۔ مہلب کے سواروں نے اس کو قندابیل میں جا پکڑا۔ اور قتل کر دیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو خوارج نے قتل کیا۔

بعد ازاں نجدہ نے ابن عمیر کی شکست کے بعد چند آدمیوں کو اہل بادیہ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ ان سے صدقہ وصول کر لائیں۔ ان کے آدمیوں نے کاظمہ میں بنو تمیم سے جنگ کی اہل طویلع نے بنو تمیم کی مدد کی اور ایک خارجی کو قتل کر دیا۔ نجدہ نے اہل طویلع کی سرزنش کے لئے چند آدمی روانہ کئے۔ جنھوں نے ان پر حملہ کیا۔ تیس سے کچھ زیادہ آدمی قتل کئے۔ اور چند کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد انھوں نے لوگوں سے صدقہ ادا کرنے کو کہا اور وصول کر لیا۔ پھر نجدہ ایک چھوٹا سا لشکر لے کر صنعاء گیا جہاں کے باشندوں نے اس سے بیعت کر لی۔ کیونکہ ان کو یہ بھی شک ہوا کہ ابھی نجدہ کے پیچھے اور بھی بڑا سا لشکر چلا آ رہا ہے لیکن جب انھوں نے اس کی مدد کے لئے کسی کو آتے ہوئے نہ پایا تو اس سے بیعت کر لینے پر نادم ہوئے۔ نجدہ کو ان کے اس خیال سے اطلاع ہوئی تو کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمھاری بیعت کو معاف کر دوں اور تمھارے لئے اس کو حلال سمجھتا ہوا تم سے جنگ کروں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی بیعت چھوڑنا نہیں چاہتے جو لوگ اس کی بیعت کے مخالف تھے اپنے آدمی بھیج کر ان سے بھی اس نے صدقات وصول کر لئے۔ پھر نجدہ نے ابو فدیک کو حضر موت روانہ کیا جہاں سے اس نے ان کے باشندوں سے بھی صدقہ وصول کر لیا۔

نجدہ نے ۶۸ھ میں (اور بقول بعض ۶۹ھ میں) آٹھ سو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ حج کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے ہمراہی حاجیوں کی تعداد دو ہزار چھ سو تھی۔ اس نے ابن زبیر سے اس شرط پر صلح کی کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائے اور ان ہی کے ساتھ رہے اور یہ کہ ایک دوسرے سے تعارض نہ کریں۔ حج کے بعد نجدہ مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مدینہ نے اس سے جنگ کرنے کی تیاری کی۔ اور عبداللہ ابن عمرؓ بھی تلوار باندھ کر

تیار ہو گئے۔ نجدہ نخل تک پہنچا تھا کہ اس کو ابن عمرؓ کے ہتیار باندھنے کی خبر ملی۔ جسے سن کر وہ طائف لوٹ گیا۔ وہاں پہنچکر عبد اللہ ابن عمرو بن عثمان کی ایک بیٹی پر قبضہ کر لیا جو اپنے شوہر کے پاس تھی۔ نجدہ کے بعض ہمراہیوں نے کہا کہ وہ اسے خاص اپنے لئے رکھنا چاہتا ہے۔ لہذا انھوں نے بطور آزمائش کے اس سے اس لڑکی کے فروخت کر دینے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے اپنے حصے کو علیحدہ ہی رکھا ہے۔ اور وہ شریف اور آزاد عورت ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ مجھ سے اس کا نکاح کر دیجئے۔ کہا کہ وہ بالغہ ہے اور اپنی آپ مالکہ ہے۔ میں اس سے اجازت طلب کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اسی وقت اپنی مجلس سے اٹھ کر اس کے پاس گیا اور واپس آکر کہا کہ میں نے اس سے اجازت طلب کی۔ مگر وہ نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ عبد الملک یا عبد اللہ ابن زبیر نے نجدہ کو لکھا تھا کہ اگر اس (عورت) کے بارے میں تم نے کوئی ناشائستہ حرکت کی تو میں تمھارے علاقہ کو اس طرح پائمال و برباد کر دونگا کہ اس میں بنی بکر کا شخص نظر نہ آئیگا۔ نجدہ نے ابن عمرؓ سے چند امور کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے لکھا کہ "ابن عباس سے دریافت کرو" چنانچہ ان سے دریافت کیا گیا۔ ابن عباس اور اس کے جو سوال و جواب ہوئے ہیں وہ مشہور ہیں۔

جب نجدہ طائف سے روانہ ہوا تو عاصم ابن عروہ ابن مسعود الثقفی نے اس کے پاس جا کر اپنی قوم کی طرف سے اس سے بیعت کر لی۔ اور نجدہ طائف میں داخل نہیں ہوا۔

جب حجاج ابن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے طائف گیا تو اس نے عاصم سے کہا کہ "اے دو رخے! کیا تو نے نجدہ سے بیعت کر لی ہے؟" کہا ہاں خدا کی قسم سچ ہے۔ بلکہ میں دس رخا آدمی ہوں میں نے نجدہ سے بیعت رضا کر کے اسے اپنی قوم اور شہر سے نکال دیا۔ نجدہ نے حاروق کو (جو ایک فسادی شخص تھا) طائف۔ تبالہ اور سراۃ پر اور سعد الطلائع کو نجران کے قرب و جوار کے علاقوں پر عامل مقرر کیا اور خود بحرین کو واپس جا کر اہل حرمین کے لئے وہاں سے اور یمامہ سے سامان آذوقہ و خوراک کو بند کر دیا۔ اس پر

ابن عباس نے اس کو لکھا کہ جب ثمامہ ابن اثال مسلمان ہو گئے تھے اور انھوں نے اہل مکہ کے لئے۔ جو مشرک تھے خوراک کا سامان بند کر دیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ تحریر فرمایا تھا کہ "اہل مکہ بھی اللہ کے بندے ہیں۔ ان کی خوراک کو بند نہ کرو" چنانچہ ثمامہ نے پھر جاری کر دی۔ تم نے ہماری خوراک بند کر دی ہے۔ حالانکہ ہم مسلمان ہیں" اس پر نجدہ نے خوراک کا راستہ کھولدیا۔ نجدہ کے عمال مختلف اطراف میں کام کرتے تھے۔ تا آنکہ ان میں اور نجدہ میں اختلاف واقع ہو گیا اور لوگوں نے اس میں طمع کرنی شروع کی۔ حاروق کا یہ حال ہوا کہ اسے طائف میں تلاش کیا گیا۔ وہ فرار ہو گیا۔ لیکن ابھی ایک گھاٹی میں ہی تھا کہ اسے وہاں چند آدمی ملے۔ جنھوں نے اسے پتھر مار مار کر قتل کر دیا۔

نجدہ سے اختلاف ہونے اس کے قتل اور ابو فدیک کی ولایت کا بیان

ان واقعات کے بعد نجدہ اور اس کے اصحاب میں اختلاف ہو گیا۔ جس کے چند اسباب تھے جن سے وہ نجدہ سے ناخوش ہو گئے تھے۔ چنانچہ اُن اسباب میں سے ایک یہ تھا کہ ابو سنان حی بن وائل نے نجدہ سے کہا کہ جن لوگوں نے تقیہ کر کے آپ کی دعوت قبول کی ہے ان سب کو قتل کر دیجئے۔ اس پر نجدہ نے ابو سنان کو گالیاں دیں۔ اور ابو سنان نے نجدہ کو قتل کرنے کی ٹھان لی۔ نجدہ نے اس سے پوچھا کیا خدا نے کسی شخص کو علم غیب دیا ہے۔ کہا نہیں۔ کہا کہ تو ہم پر واجب ہے کہ ہم صرف حالات ظاہری کے مطابق حکم لگایا کریں۔ اس پر ابو سنان پھر نجدہ کے پاس واپس چلا گیا۔ دوسرا سبب یہ ہوا۔ کہ عطیہ ابن اسود نجدہ کے خلاف ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ نجدہ نے دو فوجیں روانہ کیں۔ ایک سمندر کی طرف اور ایک خشکی کی طرف۔ اور بحری فوج کو بری فوج سے زیادہ مال و متاع دیا۔ عطیہ نے اس سے منازعہ کیا۔ اور اس قدر جھگڑا کہ نجدہ کو غصہ آ گیا اور اس نے عطیہ کو گالیاں دیں جس سے عطیہ اس سے ناخوش ہو گیا۔ اور لوگوں کو اس کے برخلاف جمع کیا۔

نجدہ سے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ شراب پیتا ہے - اس نے کہا کہ وہ شخص اپنے دشمنوں پر بہت سخت ہے۔ اور اس طرح تو رسول اللہ صلعم نے مشرکین سے بھی امداد طلب کی ہے۔ عبد الملک نے نجدہ کو خط لکھ کر اپنی اطاعت کرنے کے لئے کہا اور وعدہ کیا کہ اس کے عوض میں اس کو یمامہ کا عامل بنا دے گا۔ اور جو کچھ اس نے لوٹا ہے اور جتنے آدمیوں کو قتل کیا ہے اس سب کو بخشدے گا۔ عطیہ نے نجدہ کو اس پر طعنہ دیا اور کہا کہ عبد الملک نے یہ اس لئے لکھا ہے کہ اس کو نجدہ کے مذہب کی کمزوری معلوم ہوئی۔ اس کے بعد عطیہ نجدہ سے جدا ہو کر عمان چلا گیا۔ اس اختلاف کا ایک اور باعث یہ بھی ہوا کہ چند آدمیوں نے نجدہ سے علیحدگی اختیار کر کے اس سے مطالبہ کیا کہ تم اپنا جانشین کسی کو بنا دو۔ نجدہ نے قسم کھائی کہ اب واپس نہ جاؤں گا۔ پھر وہ لوگ نادم ہوئے کہ انھوں نے نجدہ سے اپنا جانشین مقرر کرنیکا کیوں مطالبہ کیا۔ وہ علیحدہ ہو گئے اور اس کے خلاف طرح طرح کی باتیں نکالیں نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے اکثر ہمراہی اس سے منحرف ہو کے جدا ہو گئے۔ اور ابو فدیک عبد اللہ ابن ثور کو (جو بنو قیس بن ثعلبہ میں تھا) اپنا والی اور امیر بنا لیا۔ نجدہ روپوش ہو گیا۔ ابو فدیک نے اس کے تعاقب میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو روانہ کیا۔ اور کہا کہ اگر تم اس پر غالب آجاؤ تو اسے میرے پاس پکڑ لانا۔ لوگوں نے ابو فدیک سے کہا کہ اگر آپ نے نجدہ کو قتل نہ کر دیا تو لوگ آپ سے بھی علیحدہ ہو جائیں گے۔ اس لئے ابو فدیک نے نجدہ کی تلاش میں بہت سرگرمی کی۔ نجدہ ہجر کے ایک گاؤں میں روپوش تھا جن کے ہاں وہ چھپا ہوا تھا ان کے پاس ایک لونڈی تھی جس کے پاس اس قبیلے کا ایک چرواہا اس کے شوہر کی غیر حاضری میں آیا جایا کرتا تھا۔ اس لونڈی نے نجدہ سے کچھ خوشبو لی۔ اس شخص نے اس خوشبو کا حال دریافت کیا۔ لونڈی نے سب کچھ بتلا دیا۔ اس مرد نے جا کر ابو فدیک کو نجدہ کی اطلاع کر دی۔ ابو فدیک کے ہمراہیوں نے نجدہ کو طلب کیا۔ نجدہ ان سے خائف ہو کر اپنے بنو تمیم کے اخوان کے ہاں روپوش ہو گیا۔ پھر اس نے عبد الملک کے پاس جانے کا

قصد کیا۔ اور اپنی بیوی کو اطلاع دینے کے لئے اپنے گھر گیا۔ ابو فدیک کے آدمیوں کو اس کی خبر ہوگئی۔ اور وہ اس کی گرفتاری کے لئے چلے۔ ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر نجدہ کو ان کے آمد کی خبر دے دی۔ جسے سن کر وہ ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے نکلا۔ اس شخص نے اپنا گھوڑا پیش کیا اور اس سے اتر کر کہا کہ میرے گھوڑے کو کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ آپ اس پر سوار ہوجائیں شاید کہ آپ اس کے ذریعے سے جاں بر ہو سکیں۔ اس نے کہا کہ میں زندگی نہیں چاہتا۔ بلکہ میں یہاں شہید ہونے کے لئے آیا ہوں۔ کیونکہ شہادت کے لئے اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں۔ ابو فدیک کے آدمیوں نے اس کو ہر طرف گھیر کر قتل کر دیا۔ نجدہ یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ شعر):-

"اگر ہمارا کوئی غلام بھی ہم پر کسی مصیبت کو لے آئے تو ہم صبر کرتے ہیں کیونکہ اشراف بمنزلہ ستونوں کے ہوتے ہیں"

نجدہ کے قتل کے بعد ابو فدیک کے چند ہمراہی ناخوش اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر مسلم ابن جبیر نے ابو فدیک پر حملہ کیا۔ مسلم نے ابو فدیک پر ایک چھری سے بارہ وار کئے۔ مسلم قتل کر دیا گیا۔ اور ابو فدیک کو اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔ جہاں وہ صحت یاب ہو گیا۔

مصعب کے مدینے پر عامل مقرر ہونے کا بیان

اس سال ابن زبیر نے مدینے سے اپنے بھائی عبیدؓ ابن زبیر کو معزول کیا اور اپنے ایک اور بھائی مصعب ابن زبیر کو مقرر کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ عبیدؓ نے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ "کیا تم نے دیکھا کہ خدا نے ایک قوم سے اس کی اونٹنی کے بارے میں کیا سلوک کیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی" اس وجہ سے انکا نام مقوم الناقہ ہو گیا عبداللہ ابن زبیر کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے عبیدؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ مصعب کو مقرر کیا۔

ابن زبیر کی بنائے کعبہ کا بیان

جب یزید کے زمانے میں اہل شام نے ابن زبیر سے جنگ کرنے کے

دوران میں خانہ کعبہ کو جلا دیا تو ابن زبیر نے اس کو اہل شام کی شناعت ظاہر کرنے کی غرض سے اسی طرح چھوڑ دیا تھا۔ جب یزید کے انتقال سے ابن زبیر کا امر مستقل ہو گیا تو انھوں نے کعبہ کو از سر نو بنانا شروع کیا۔ کیونکہ خانۂ کعبہ کی دیواریں منجنیق کے پتھروں کی ضرب سے جھک گئی تھیں۔ اس لیے پہلے ان کے حکم سے اُسے گرا کر زمین کے برابر کر دیا گیا۔ انھوں نے حجر اسود کو اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ لوگ بنیادوں کے پیچھے سے طواف کرتے رہے۔ پھر انھوں نے اس کے گرد دیوار قائم کر کے حجر اسود کو اس کے اندر رکھ دیا۔ اس بارے میں انھوں نے یہ دلیل پیش کی کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ اگر تمھاری قوم کے پھر کفر اختیار کر لینے کا خوف نہ ہوتا تو میں خانۂ کعبہ کو پھر حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر قائم کر دیتا اور اس میں حجر اسود کی زیادتی کر دیتا۔ اس لئے ابن زبیر نے اُسے کھودا تو ایک سخت بنیاد پائی۔ کارکنوں نے اس پتھر کو ہلایا جس میں سے ایک چمک پیدا ہوئی۔ ابن زبیر نے کہا کہ اسے اسی کی بنیادوں پر قائم کر دو۔ انھوں نے خانۂ کعبہ کے دو دروازے بنائے کہ لوگ ایک میں سے داخل ہوں اور دوسرے میں سے باہر چلے جائیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر ۶۴ھ میں ہوئی۔

ابن خازم اور بنو تمیم کی جنگ کا بیان

اس سال خراسان میں ابن خازم السلمی اور بنو تمیم میں جنگ ہوئی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ بنو تمیم میں کے جو افراد خراسان میں رہتے تھے انھوں نے بنو ربیعہ کے خلاف ابن خازم کی مدد کی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ جب خراسان میں ابن خازم کا راستہ صاف ہو گیا۔ تو اس نے بنو تمیم پر ظلم و ستم کرنا شروع کیا۔ اس سے قبل وہ اپنے بیٹے کو والئ ہرات بنا چکا تھا۔ اور بکیر ابن وشاح کو صاحب الشرطہ بنا کر شماس بن دثار العطاردی کو اس کے ساتھ کر دیا تھا۔ محمدؔ کی ماں بنو تمیم میں سے تھی۔ جب ابن خازم نے بنو تمیم پر ظلم کرنا شروع کیا تو وہ اس کے بیٹے محمد کے پاس ہرات گئے۔ ابن خازم نے محمد کو اور شماس

اور بکیر کو حکم لکھا کہ بنو تمیم کو ہرات میں نہ داخل ہونے دیا جائے۔شماس تو بنو تمیم کے ساتھ ہو گیا۔مگر بکیر نے ان کو روکا۔تاہم بنو تمیم ہرات میں اقامت پذیر ہو گئے۔بکیر نے شماس کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے تم کو تیس ہزار درہم دیئے ہیں۔تم بنو تمیم میں سے ہر شخص کو ایک ایک ہزار دے دو۔بشرطیکہ وہ یہاں سے چلے جائیں۔مگر بنو تمیم نے لینے سے انکار کر دیا۔اور محمد کی گرفتاری کے لئے وہیں ٹھیرے رہے۔ایک مرتبہ محمد شکار کے لئے باہر گیا تو بنو تمیم نے اس کو گرفتار کر کے خوب سختی سے باندھ دیا۔اور پھر لوگ پانی پی پی کر جب جب پیشاب آتا اسی پر پیشاب کرتے رہے۔شماس نے بنو تمیم سے کہا کہ اب جب تم نے اس کا یہ حال کر دیا ہے تو اُسے اپنے ان دو آدمیوں کے بدلے میں قتل بھی کر ڈالو جن کو اس نے چابک مارتے مارتے مار ڈالا تھا۔واقعہ یہ تھا کہ محمد نے بنو تمیم کے دو آدمیوں کو چابک مارتے مارتے جان سے مار ڈالا تھا۔غرض کہ بنو تمیم اُٹھے اور قتل کرنے کے لئے محمد کے پاس گئے۔مگر حیان بن مشبجۃ الصنبی نے ان کو ایسا کرنے سے روکا۔اور اپنے آپ کو محمدؒ پر گرا دیا لیکن بنو تمیم نے نہ مانا۔اور آخر محمدؒ کو قتل ہی کر دیا۔ابن خازم نے اس وجہ سے حیان کا شکریہ ادا کیا۔اور بنو تمیم کے جن افراد کو قتل کیا ان میں حیان شامل نہ تھا۔محمدؒ کے قتل میں جن لوگوں نے ہاتھ رنگے تھے ان میں سے ایک کا نام عجلہ اور دوسرے کا کسیب تھا۔ابن خازم نے (نام سن کر) کہا کہ کسیب نے اپنی قوم کے لئے بُرا اکتساب کیا ہے اور عجلہ نے اپنی قوم کے لئے نتیجہ بد پیدا کرنے میں عجلت کی ہے۔؎

بنو تمیم وہاں سے مرو کو چلے گئے۔اور حریش بن ہلال القریعی کو اپنا امیر بنا لیا۔ان میں سے اکثر نے متفقہ طور پر ابن خازم سے جنگ کرنے کی تجویز کی۔چنانچہ حریش ابن ہلال دو سال تک ابن خازم سے برسر پیکار رہا۔آخر جب جنگ نے بہت طول کھینچا تو حریش نے نکل کر ابن خازم کو پکار کر کہا کہ اب ہم میں جنگ نے بہت طول پکڑ لیا ہے۔آخر میری اور تمہاری قوم کس بات پر لڑ رہی ہے؟ بہتر ہے کہ تم باہر نکل کر مجھ سے لڑو۔ہم میں سے

جو شخص دوسرے کو قتل کر دے وہی زمین کا مالک ہو جائے۔ ابن خازم نے کہا کہ تم انصاف کی بات کہتے ہو۔ چنانچہ دونوں دیر تک آپس میں شمشیر زنی اور ایک دوسرے پر سانڈوں کی طرح دھاوا کرتے رہے۔ اور کوئی بھی کسی پر غالب نہ آسکا۔ جب ابن خازم کچھ غافل ہوا تو حریش نے اس کے سر پر وار کیا جس سے اس کی پشمینہ کی ٹوپی اس کے چہرے پر گر پڑی اور حریش کی رکاب ٹوٹ گئی۔ اور تلوار اچٹ کر الگ جا پڑی۔ ابن خازم اپنے گھوڑے کی گردن سے چسٹ کر اپنے ہمراہیوں کی طرف واپس چلا گیا۔ دوسرے دن پھر جنگ ہوئی۔ اس دن کی چھوٹ کے بعد وہ لوگ کئی دن تک اسی طرح لڑتے رہے۔ آخر جب دونوں فریق جنگ سے تنگ آ گئے تو وہ تین ٹکڑے ہو کر ایک طرف کو چلے گئے ایک فریق بحیر ابن ورقاء کے ساتھ نیشاپور کو گیا۔ ایک فریق کسی اور جانب کو نکل گیا۔ اور ایک جماعت جس میں حریش بھی شامل تھا مرورود کی طرف روانہ ہو گئی۔ ابن خازم نے ملحمہ نام کے ایک گاؤں تک اس کا تعاقب کیا۔ حریش کے پاس اس وقت صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے باقی سب چلے گئے تھے اور خراب وخستہ حال میں تھے۔

جب ابن خازم اس کے پاس پہنچا تو حریش اپنے ہمراہیوں کو لے کر نکلا۔ ابن خازم کے ایک غلام نے حریش پر حملہ کیا۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو حریش نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ میری تلوار اس کے اسلحہ کے مقابلہ میں کام نہیں کرتی۔ تم مجھے کوئی لکڑی دے دو۔ اس نے اس کو عناب کی ایک لکڑی دے دی۔ حریش نے اسی سے اس غلام پر حملہ کیا۔ جس سے وہ ایندھن کی لکڑی کی طرح گر پڑا۔ پھر حریش نے ابن خازم سے کہا کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ میں ملک تو تمہارے لئے خالی کر چکا۔ ابن خازم نے کہا کہ تم پھر واپس آجاؤ گے۔ کہا کہ نہیں میں واپس نہ آؤنگا۔ چنانچہ ان دونوں میں اسی شرط پر مصالحت ہو گئی کہ حریش خراسان سے نکل جائے۔ اور پھر ابن خازم سے جنگ کے لئے واپس نہ آئے۔

ابن خازم نے اس کو چالیس ہزار (۹) دیا۔ حریش نے اس کے لئے

قصر کا دروازہ کھول دیا۔ اور ابن خازم اس میں داخل ہو گیا۔ اور حریش کے قرض کے ادا کر دینے کا ذمہ لیا۔ پھر دونوں دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے ابن خازم کے سر کے زخم پر سے روئی کا ایک گالہ نیچے گر پڑا۔ حریش نے اُسے اُٹھا کر پھر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ ابن خازم نے اس سے کہا کہ تمہارا آج کا چھونا اس دن کے چھونے سے زیادہ نرم ہے۔ حریش نے جواب دیا کہ میں خدا سے اور تم سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر اس دن میری رکاب نہ ٹوٹ گئی ہوتی تو تلوار یقیناً تمہارے سر میں گھس جاتی۔ اسی بارے میں حریش نے یہ شعر کہے ہیں: (ترجمہ) :-

"ردینی نیزوں کے اُٹھانے اور رات بھر سفر کرنے نے میری بازو کی ہڈی کو اس کی جگہ سے ہلا دیا۔ دو سال تک میں جس مقام میں سوتا تھا۔ اس حالت میں ہوتا تھا کہ پتھر کے اوپر میرا ہاتھ میرے سر کے نیچے بطور تکیہ کے رکھا رہتا تھا۔ آنکھیں میری تلوار اور سر کے بالوں کو ایک مضبوط اور نرینہ گھوڑے کی طرح پاتی تھیں۔"

متعدد حوادث کا بیان

اس سال بصرہ میں وبائے طاعون پھیلی۔ ان دنوں اس پر عبیداللہ بن معمر حکمران تھا۔ اس طاعون سے ایک خلق کثیر ہلاک ہو گئی۔ عبیداللہ کی والدہ کا بھی اسی میں انتقال ہو گیا۔ اس کے جنازے کو اُٹھانے کے لئے کوئی شخص نہ ملا۔ آخر کار اجرت دے کر جنازہ اُٹھایا گیا۔ ❊

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ جب کہ مصعب مدینہ میں۔ ابن مطیع کوفہ میں۔ حارث ابن ربیعہ المخزومی بصرہ میں اور عبداللہ ابن خازم خراسان میں حکمران تھے۔ ❊

اسی سال عبداللہ ابن عمرو بن عاص السہمی نے انتقال کیا۔ آخری عمر میں وہ نابینا ہو گئے تھے اور مصر میں انتقال کر گئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ انکا انتقال ۶۸ھ میں ہوا۔ ❊

۶۶ھ کے واقعات

مختار کے کوفے پر حملہ کرنے کا بیان

اس سال ماہ ربیع الاول کی چودھویں کو مختار نے کوفے پر حملہ کیا اور عبداللہ ابن زبیر کے عامل عبداللہ بن مطیع کو وہاں سے نکال دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ سلیمان ابن صرد کے قتل کے بعد ان کے باقی ماندہ ہمراہی کوفے چلے گئے تھے۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر مختار کو قید خانے ہی میں پایا۔ کیونکہ اس کو عبداللہ ابن یزید الخطمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے قید کر دیا تھا جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے مختار نے ان لوگوں کو قید خانے سے ایک خط لکھا۔ جس میں اس نے ان لوگوں کی تعریف کی۔ ان کو کامیابی کی امید دلائی۔ اور بتایا کہ وہ (مختار) ہی وہ شخص ہے جس کو حضرت محمد ابن علی المعروف بہ ابن الحنفیہ نے بدلا لینے کا حکم دیا ہے۔ اس کے اس خط کو رفاعۃ ابن شداد مثنی ابن مخربہ العبدی۔ سعد بن حذیفہ بن یمان۔ یزید بن انس۔ احمر بن شمیط الاحمسی، عبداللہ بن شداد البجلی اور عبداللہ بن کامل نے پڑھا۔ اور سب نے ابن کامل کو یہ کہنے کے لئے مختار کے پاس بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ رہنے کو تیار ہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم آکر تم کو قید سے چھڑا لیں۔ ابن کامل اس کے پاس گیا۔ اور یہ پیغام پہنچا دیا۔ مختار یہ سن کر بہت خوش ہوا اور ان لوگوں کو کہلا بھیجا کہ میں آج کل ہی میں یہاں سے نکلنے والا ہوں۔ واقعہ یہ تھا کہ مختار نے ابن عمرؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا تھا کہ میں مظلوم ہوں۔ اور مقید ہوں۔ اور ان سے عبداللہ ابن یزید اور ابراہیم بن محمد ابن طلحہ کے پاس سفارش کرنے کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ ابن عمرؓ نے ان دونوں کو لکھ دیا اور انھوں نے ان کی سفارش قبول کی۔ مختار کو قید سے نکال دیا اس کے لئے ضمانت لی اور یہ حلف لیا کہ اس کے بعد مختار ان سے مکر و بغاوت نہ کریگا۔ اور جب تک اس کی حکومت ہے اس پر حملہ نہ کرے گا۔ اور یہ کہ اگر مختار نے ایسا کیا تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ خانۂ کعبہ کے پاس جا کر ایک ہزار اونٹ ذبح کرے اور

اپنے تمام غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کر دے مختار قید سے رہا ہو کر اپنے گھر جا رہا اور اپنے ایک معتبر دوست سے کہا کہ ان کو خدا کی مار وہ لوگ کیسے احمق ہیں کہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے وفا کرونگا۔ میں نے جو خدا کی قسم کھائی ہے اس کا تو یہ مطلب ہے کہ میں جب قسم کھا چکا تو میں نے سوچا کہ اس کو پورا کرنے سے اس کا توڑنا اور ان لوگوں سے الگ رہنے کے بجائے ان پر حملہ کرنا بہتر ہے۔ اب رہا اونٹوں کا قربان کرنا اور اپنے غلاموں کو آزاد کرنا سو وہ میرے لئے تھوکنے سے زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا کام پورا ہو جائے۔ پھر خواہ میرے پاس کبھی ایک بھی غلام نہ رہے۔ پھر اس کے پاس شیعہ آنے جانے لگے۔ اور اس کی رضامندی پر متفق ہو گئے۔ پ

مختار کے اصحاب کی تعداد روز بروز بڑھتی رہی اور اس کا امر زیادہ قوی ہوتا گیا تا آنکہ ابن زبیر نے عبداللہ بن یزید الخطمی اور ابراہیم ابن محمد بن طلحہ کو معزول کر کے عبداللہ ابن مطیع کو ان کی جگہ عامل کوفہ مقرر کیا۔ کوفہ جاتے ہوئے اس کو راستے میں بحیر ابن سنان الحمیری ملا۔ جس نے اس سے کہا کہ تم آج رات کو سفر نہ کرو کیونکہ آج چاند منزل ناطح میں ہے۔ ابن مطیع نے کہا ہم سوائے نطح (یعنی جنگ اور شر انگیزی) کے اور چاہتے ہی کیا ہیں۔ چنانچہ یہی اتفاق ہوا کہ اس کی حسب مراد کوفہ پہنچ کر نطح سے ہی واسطہ پڑا۔ گویا مصیبت اس کی زبان کے ساتھ ہی تھی۔ وہ بہادر آدمی تھا۔ ابراہیم مدینہ گیا اور یہ کہہ کر خراج کم کر دیا کہ یہ فتنہ ہے۔ ابن زبیر نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ ؛

ابن مطیع ماہ رمضان کے اختتام سے پانچ روز قبل کوفہ پہنچا اور اپنے شرطہ پر ایاس ابن ابی مضارب العجلی کو مقرر کر کے حسن سیرت اختیار کرنے اور شک کرنے والوں پر سختی کا حکم دیا۔ کوفہ پہنچ کر اس نے منبر پر بیٹھ کر ایک تقریر کی جس میں کہا کہ:۔ اَمَّا بَعْدُ۔ امیر المومنین نے مجھ کو تمہارے شہر اور حدود کا حاکم بنا کر بھیجا ہے اور مجھے تمہارے اموال کو جمع کرنے اور یہ کہ بغیر تمہاری مرضی کے تمہارے اخراجات سے زائد خراج میں یہاں سے کہیں اور نہ منتقل کر دوں۔ اور یہ فرمایا ہے کہ میں حضرت عمرؓ ابن الخطاب کی اس وصیت پر جو انھوں نے وفات

کے وقت فرمائی تھی۔ اور حضرت عثمانؓ کی سیرت پر عمل کروں گا۔ تم کو چاہیئے کہ خدا سے ڈرو۔ استقامت پکڑو۔ آپس میں اختلاف نہ کرو۔ اور اپنے سفہاء کے ہاتھوں کو روک دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اپنے ہی نفسوں کو ملامت کرنا۔ کیونکہ خدا کی قسم میں سقیم و سرکش کو سخت سزا دونگا۔ اور کمینہ اور شک کرنے والوں کی کجی کو سیدھا کر دونگا۔ یہ سن کر سائب ابن مالک الاشعری نے اٹھ کر کہا کہ آپ کے ہماری عرضی کے مطابق ہمارے محاصل کے باقی ماندہ حصے کو جمع کر کے اور لے جانے کی رائے کا یہ جواب ہے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم اس بات سے راضی نہیں کہ آپ اس باقی ماندہ مال کو ہمارے ہاں سے لے جائیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس سب کو ہم ہی پر تقسیم کر دیں۔ اور آپ ہم سے صرف حضرت علیؓ ہی کی سیرت کے مطابق عمل کریں۔ جو اپنی اسی سیرت کے ساتھ ہمارے ہاں آئے اور اسی پر ان کا انتقال ہوا۔ نہ ہمیں اپنے محاصل و نفوس کے لئے حضرت عثمانؓ کی سیرت کی ضرورت ہے نہ حضرت عمرؓ کی گو کہ وہ ہمارے لئے باقی دونوں سیرتوں سے زیادہ آسان ہو۔ اور وہ سب کے ساتھ بھلائی ہی کیا کرتے تھے۔ یزید ابن انس نے کہا کہ سائب سچ کہتے ہیں اور اچھی بات کہتے ہیں۔ ابن مطیع نے جواب دیا کہ جس سیرت اور طریق کو تم پسند کرو ہم اسی پر چلیں گے۔ اور یہ کہہ کر وہ منبر پر سے اتر آیا۔ ایاس بن مضارب ابن مطیع کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا کہ سائب ابن مالک مختار کے سر برآوردہ آدمیوں میں سے ہے۔ آپ مختار کو بلا بھیجئے اور جب وہ آجائے تو اسے قید کر دیجئے تاوقتیکہ لوگوں کی حالت درست ہو کیونکہ اس کا امر اب مجتمع ہو گیا ہے۔ اور بس وہ شہر پر حملہ کیا ہی چاہتا ہے۔ ابن مطیع نے زائدہ ابن قدامہ اور حسین ابن عبداللہ البرسمی کو ہمدان سے مختار کے پاس بھیجا اور ان دونوں نے اس سے جا کر کہا کہ تم کو امیر نے یاد کیا ہے چلو۔ مختار نے چلنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ زائدہ نے یہ آیت پڑھی:۔ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ۔ اسے سن کر مختار نے کپڑے اتار کر ڈال دیئے۔ اور کہا کہ مجھے کمبل اڑھا دو۔ مجھے بخار سا معلوم ہوتا ہے اور سخت سردی لگ رہی ہے۔ آپ دونوں امیر کے پاس جائیے

اور میرا حال سنا دیجئے۔چنانچہ وہ دونوں امیر کے پاس واپس گئے اور ان کو مختار کا حال کہہ سنایا۔ابن مطیع نے مختار کو چھوڑ دیا۔

اس کے بعد مختار اپنے ہمراہیوں کے پاس گیا اور ان کو مکانوں میں اپنے گرد جمع کر کے ماہ محرم میں کوفہ پر دھاوا کرنے کا ارادہ کیا۔بنو شیام (جو بنو ہمدان کا ایک قبیلہ تھا) میں سے عبدالرحمٰن بن شریح نام ایک شخص آیا جو ایک شریف النسب آدمی تھا اور اس نے سعید ابن منقذ الثوری۔سعر بن ابو سعر الحنفی۔اسود بن جراد الکندی اور قدامہ بن مالک الجشمی سے ملکر کہا کہ مختار کا یہ ارادہ ہے کہ ہمیں لے کر شہر پر خروج کرے۔مگر ہمیں یہ معلوم نہیں ہے آیا اس کو ابن حنفیہ نے بھیجا بھی ہے یا نہیں۔آؤ ہم سب ملکر حضرت ابن حنفیہ کے پاس چلیں اور ان کو خبر دیں کہ مختار ہم سے کیا کہتا ہے۔اگر وہ ہم کو مختار کے اتباع کی اجازت دیں تو ہم اس کا اتباع کریں۔اور اگر وہ ہمیں ایسا کرنے سے منع کریں تو باز رہ جائیں۔خدا کی قسم ہمیں یہ نہیں چاہیئے کہ ہم دنیا کی کسی چیز کو اپنے دین کی سلامتی پر مرجح سمجھیں۔ان سب نے کہا کہ تم درست کہتے ہو۔

اسی قرار داد کے مطابق وہ سب مل کر حضرت ابن حنفیہ کے پاس پہنچے۔انھوں نے ان سے لوگوں کا حال پوچھا تو انھوں نے ان کو لوگوں کے حال اور ان کے اشغال و افکار کی خبر دی۔پھر مختار کے حال اور اس کی دعوت کا ذکر کیا اور ان سے مختار کی پیروی کی اجازت طلب کی۔جب وہ لوگ کلام کر چکے تو حضرت ابن حنفیہ نے خدائے تعالےٰ کی حمد وثنا کرنے کے بعد کہا کہ تم لوگ جس شخص کا ذکر کرتے ہو کہ وہ تم کو ہم لوگوں کے خونوں کے بدلہ لینے کے لئے دعوت دیتا ہے اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ میں خود یہ چاہتا ہوں کہ اگر خدا کو منظور ہو تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس شخص کے ذریعہ سے چاہے ہم کو ہمارے عدو کے خلاف مدد دے۔اور اگر نہ چاہتا تو کہہ دیتا کہ ایسا نہ کرو۔یہ جواب پا کر وہ سب وہاں سے واپس روانہ ہو گئے۔وہاں بہت سے شیعہ جو ان کی روانگی وغیرہ کی کیفیت سے واقف تھے ان کی واپسی کے انتظار میں تھے۔اور خود مختار کو یہ امر شاق گذر رہا تھا۔اور اس کو اندیشہ تھا کہ مبادا وہ لوگ

اگر کچھ ایسی بات کہہ دیں کہ جس کی وجہ سے شیعہ اس کو چھوڑ کر چل دیں۔ جب وہ لوگ وہاں سے کوفے واپس پہنچے تو اپنے اپنے مکانوں کو جانے سے پہلے وہ سب مختار کے پاس گئے۔ مختار نے کہا کہو کیا خبر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کے دلوں میں فتنہ وشک پیدا ہو گیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو تمھارے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ مختار نے کہا کہ اللہ اکبر! میرے پاس شیعوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ جو جو شیعہ اس سے قریب تھے سب جمع ہو گئے۔ اور مختار نے ان سے کہا کہ چند صاحبوں کی رائے ہوئی کہ میں جس امر کی دعوت دیتا ہوں اس کی تصدیق کریں چنانچہ انھوں نے امام مہدی سے جا کر اس امر کے متعلق سوال کیا جو میں آپ کے پاس لے کر آیا ہوں۔ انھوں نے ان صاحبوں کو بتلا دیا کہ میں ان کا وزیر مددگار اور سفیر ہوں۔ اور انھوں نے آپ کو حکم دیا ہے کہ محلین سے جنگ کرنے اور آپ کے نبی (صلعم) کے برگزیدہ اہل بیت کے خوں کا بدلہ طلب کرنے کے بارے میں آپ میری پیروی کریں۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن شریح نے کھڑے ہو کر اپنا حال اور سفر کی کیفیت سُنائی۔ اور یہ بتلایا کہ ابن حنفیہ نے اس کو مختار کی مدد کرنے اور اس کا ہاتھ بٹانے کا حکم دیا ہے۔ پھر کہا کہ چاہیئے کہ جو یہاں موجود ہیں۔ وہ غائب کو یہ خبر پہنچا دیں۔ اب تم سب مستعد اور تیار ہو جاؤ۔ اس کے بعد اس کے دیگر اصحاب میں سے اور بھی کئی نے کھڑے ہو کر اسی قسم کی تقریریں کیں۔ اس طرح اس کے پاس شیعہ جمع ہونے شروع ہوئے۔ جن میں شعبی اور اس کا باپ شراحیل بھی شامل تھے۔

جب اس نے تیاری مکمل کر لی تو خروج کا حکم دے دیا۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ اشراف کوفہ نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ وہ ابن مطیع کے ساتھ ہو کر تم سے لڑیں۔ لیکن اگر ابراہیم ابن الاشتر نے ہماری دعوت کو قبول کر لیا۔ تو ان کے سبب سے ہم کو اپنے دشمن کے مقابلے میں اور بھی زیادہ قوی ہو جانے کی امید ہے۔ کیونکہ وہ ایک نوجوان سردار ہیں۔ اور شریف النفس شخص کے بیٹے ہیں۔ اور ان کا قبیلہ بھی معزز اور

کثیر التعداد ہے۔ مختار نے ان سے کہا کہ تم لوگ ان کے پاس جاؤ۔ اور انھیں دعوت دو کہ ہمارے ساتھ شریک ہوں۔ چنانچہ وہ شعبی کو ہمراہ لے کر ان کے پاس گئے۔ ان سے اپنا حال بیان کیا۔ مدد کی درخواست کی اور ان کے والد کو حضرت علیؓ (کرم اللہ وجہہ) اور ان کے اہل بیت سے جو محبت اور تعلق تھا اس کا بھی ذکر کیا۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں امام حسینؓ اور ان کے اہل بیت کے خون کا بدلہ طلب کرنے میں آپ کا ساتھ دونگا۔ مگر اس شرط پر آپ مجھے ہی اپنا والی امر بنائیں۔ انھوں نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ آپ اس کے اہل ضرور ہیں۔ لیکن ایسا کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔ چونکہ مختار مہدی کی طرف سے ہماری طرف آچکا ہے۔ اور وہی اس جنگ و قتال پر مامور ہوا ہے اور ہمیں اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سُن کر ابراہیم خاموش ہو گئے۔ اور کچھ جواب نہیں دیا۔ وہ لوگ وہاں سے واپس آئے اور مختار کو قصہ سنایا۔ مختار تین دن کے توقف کے بعد اپنے دس بارہ اصحاب کو لے کر ابراہیم کی طرف روانہ ہو گیا جن میں شعبی اور اس کا باپ بھی شامل تھے۔ یہ سب مل کر ابراہیم کے پاس اندر گئے۔ ابراہیم نے کچھ مسندیں ان کے پاس پھینک دیں۔ جن پر وہ سب بیٹھ گئے۔ اور مختار ان کے ہی پاس فرش پر بیٹھا۔ پھر مختار نے ابراہیم سے کہا کہ دیکھئے کہ مہدی محمد ابن علیؓ امیر المومنین (جو خدا کے انبیاء اور رسل کے بعد آج اہل زمین میں بہترین شخص ہیں) اور اس شخص کے صاحبزادے ہیں جو آج سے قبل اہل زمین کا بہترین آدمی تھا) کا یہ خط ہے اور وہ آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہماری مدد کریں۔ اور ہمارا ہاتھ بٹائیں شعبی کہتا ہے کہ وہ خط میرے پاس تھا۔ اور جب اس کا کلام ختم ہو گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ وہ خط ان کو دے دو۔ غرض کہ شعبی نے وہ خط ابراہیم کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور انھوں نے اُسے پڑھا۔ اس میں تحریر تھا:۔ "من جانب محمد المہدی بنام ابراہیم بن مالک الاشتر۔ سلامٌ علیک۔ میں تمھارے پاس اس خدا کی حمد بجا لاتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اَمَّا بَعدُ۔ میں نے تم لوگوں کے پاس اپنا وہ وزیر اور امین بھیجا ہے جس کو میں نے اپنے لئے منتخب کیا ہے اور میں نے اُسے حکم دیا ہے کہ وہ میرے دشمن سے جنگ کرے اور میرے اہل بیت کے خون کا بدلہ لے۔ تم خود بھی اس کے

ساتھ جاؤ۔ اور اپنے قبیلے اور دیگر مطیعین کو بھی لے جاؤ۔ اور اگر تم نے میری مدد کی اور میری دعوت کو قبول کیا تو اس سے تم کو میرے نزدیک فضیلت حاصل ہو گی۔ اور میں نے گھوڑوں کی باگیں۔ تمام لشکر غازی۔ ہر شہر۔ ہر منبر اور کوفہ و شام کے دور ترین شہروں کے درمیان کی تمام حدود و ملک جس پر تم غلبہ حاصل کر لو تمھارے ہی لئے وقف کیں۔ جب وہ اس خط کو پڑھ چکے تو انھوں نے کہا کہ ابن حنفیہ نے اب سے پہلے مجھے بارہا خط لکھے ہیں۔ اور میں نے بھی ان کو خطوط لکھے ہیں۔ مگر انھوں نے ہمیشہ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام ہی لکھا ہے یہ اب کیا ہو گیا؟ مختار نے کہا کہ وہ زمانہ اور تھا اور یہ اور ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ خط ان کا ہی ہے؟۔ اس پر مختار کے ہمراہیوں میں سے ایک جماعت کی جماعت نے جس میں زید ابن النس۔ احمر بن شمیط۔ عبداللہ بن کامل اور ماسوا شعبی کے اس کی تمام جماعت تھی اس امر کی شہادت دی۔ جب یہ شہادت پیش ہو چکی تو ابراہیم صدر فرش سے ہٹ گئے اور مختار کو اس پر بٹھا کر اس سے بیعت کی۔ اس کے بعد وہ سب ان کے پاس سے چلے گئے۔ تب ابراہیم نے شعبی سے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اور لوگوں کے ساتھ نہ تم نے شہادت دی نہ تمھارے والد نے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان لوگوں نے سچی شہادت دی ہے۔ شعبی نے کہا کہ یہ لوگ سرداران قراء۔ شیوخ شہر اور شہسواران عرب ہیں۔ ایسے شخص سوائے حق اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ شعبی نے ان سب کے نام لکھ کر ابراہیم کے پاس چھوڑ دیئے۔ پھر ابراہیم نے اپنے قبیلے اور دوسرے اطاعت والوں کو بلایا۔ اور وہ اکثر شام کے وقت مختار کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ اور سب ملکر اپنے امور کی تدبیر اور انتظام پر غور کیا کرتے تھے۔ آخر ان کی رائے اس پر مجتمع ہوئی کہ وہ ۶۶ھ کی ۱۴ ربیع الاول کو جمعرات کی رات کو خروج کریں۔ جب وہ رات قریب آ گئی تو ابراہیم نے مغرب کے وقت اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر وہ خود اور اپنے اصحاب کو مسلح کر کے مختار کے پاس جانے کو نکلے۔

اس اثناء میں ایاس بن مضارب نے عبداللہ بن مطیع سے جا کر کہا

کہ مختار آج کل ہی میں کسی رات کو آپ کے خلاف خروج کرنے والا ہے۔ ہیں نے اپنے بیٹے کو کناسہ کو بھیجا ہے۔ اگر آپ کوفے کے ہر بڑے بڑے محلے کی طرف اپنے اہل اطاعت کی ایک ایک جماعت کو بھیج دیں تو مختار اور اس کے اصحاب ڈر کر آپ کے خلاف خروج کرنے سے رک جائیں گے۔ چنانچہ ابن مطیع نے عبدالرحمٰن بن سعد ابن قیس الہمدانی کو سبیع کی طرف روانہ کیا اور ان سے کہا کہ تم میرے لئے اپنے آدمیوں کے انتظام کے ذمہ دار ہو جاؤ۔ اور کوئی نئی بات پیدا نہ ہونے دو۔ پھر کعب بن ابی کعب الخثعمی کو بشر، زجر بن قیس الجعفی کو کندہ، عبدالرحمٰن بن مخنف کو صائدین شمر بن ذی الجوشن کو سالم اور یزید بن رویم کو مراد کی طرف بھیجا اور ہر ایک کو یہ نصیحت کی کہ اسکی جانب سے کوئی نہ آنے پائے۔ علیٰ ہذا القیاس شبث بن ربعی کو سنجہ کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ جب تم لوگوں کی آواز سنو توان کی طرف جاؤ۔

یہ سب لوگ دوشنبہ کے دن ان محلوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ابراہیم بن اشتر سہ شنبہ کی رات کو مختار کے پاس جانے والے تھے اور اس ارادے سے چلے۔ ان کو یہ خبر مل چکی تھی کہ ہمارے محلے میں لوگ بھرے ہوئے ہیں اور یہ کہ ایاس ابن مضارب نے اپنے تمام اہل شرط کے ساتھ بازار و قصر کو گھیر لیا ہے۔ اس لئے انھوں نے اپنے تقریباً سو ہمراہیوں کو ساتھ لیا جنھوں نے زرہوں کے اوپر قبائیں پہن لی تھیں۔ ان کے ہمراہیوں نے ان سے کہا کہ راستے سے ایک طرف ہٹ کر چلئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں ضرور بازار کے وسط ہی میں سے قصر کے پاس سے ہو کر جاؤنگا۔ میں اپنے دشمنوں کو مرعوب کر دونگا اور دکھا دونگا کہ وہ ہمارے مقابلے میں ذلیل و کمزور ہیں۔ چنانچہ وہ باب الفیل سے ہوتے ہوئے عمرو بن حریث کے مکان کے پاس سے گذرے۔ راستے میں انکو ایاس بن مضارب معہ اپنے اہل شرطہ کے ہتھیار لگائے ہوئے تیار ملا۔ ایاس نے کہا کہ تم کون ہو؟ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں ہوں ابراہیم ابن اشتر۔ ایاس نے پوچھا کہ تمھارے ساتھ یہ جماعت کیسی ہے؟ اور تم کیا چاہتے ہو؟ جب تک تم کو پکڑ کر میں امیر کے پاس نہ لے چلوں میں تم کو

نہ چھوڑونگا۔ ابراہیم نے کہا کہ اچھا ہمارا راستہ چھوڑ دو۔ ایاس نے جواب دیا کہ میں نہیں چھوڑونگا۔ ایاس ابن مضارب کے ہمراہ بنو ہمدان کا ایک شخص تھا جس کو ابو قطن کہا کرتے تھے۔ وہ ابن اشتر کا دوست تھا۔ اور ان کی بہت تعظیم کیا کرتا تھا۔ ابن اشتر نے اس سے کہا کہ اے ابو قطن میرے پاس آؤ۔ ابو قطن ان کے پاس گیا اور اس خیال میں تھا کہ شاید ابراہیم ایاس کے پاس اپنی سفارش کرنے کے لئے بلاتے ہیں جب وہ شخص ابراہیم کے قریب آیا تو اس نے اس کا نیزہ چھین کر ایاس کی ہنسلی میں ایک ایسا کاری وار کیا کہ وہ گر پڑا۔ پھر ابراہیم نے اپنی قوم کے ایک شخص کو حکم دیا جس نے ایاس کا سر کاٹ لیا۔ یہ کیفیت دیکھکر ایاس کے تمام ساتھی منتشر ہو کر ابن مطیع کے پاس چلے گئے۔ اور اس نے ایاس کی جگہ اس کے بیٹے راشد ابن ایاس کو سردار شرطہ مقرر کر کے بھیجا۔ اور راشد کی جگہ سوید بن عبدالرحمٰن المنقری (یعنی قعقاع بن سوید کے باپ) کو کناسہ کی طرف روانہ کیا۔

ابراہیم ابن اشتر مختار کے پاس چلے گئے۔ اور کہا کہ آپ ہم سے کل رات کو یہاں سے چلنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اب حالت ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے آج ہی رات کو خروج کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ یہ کہکر انھوں نے مختار کو تمام حال سنایا۔ مختار ایاس کے قتل کی خبر سنکر خوش ہوا۔ اور کہا کہ ان شاءاللہ یہ پہلی فتح ہے۔ پھر سعید ابن منقذ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم جاؤ اور تیروں اور لکڑیوں کی مشعلیں بنا کر بلند کرو۔ اور اے عبداللہ ابن شداد جاؤ اور پکار کر کہو کہ "اے فتحمند و" اور اے ابو سفیان بن لیلے اور قدامہ بن مالک تم دونوں بھی جاؤ اور بلند آواز سے پکارو "اے حسین کا بدلہ لینے والو" پھر مختار نے بھی ہتھیار لگائے۔ اور ابراہیم نے اس سے کہا کہ ان محلوں میں جو لوگ مقرر ہوئے ہیں وہ ہمارے آدمیوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ اگر میں اپنے ہمراہیوں سمیت اپنی قوم میں جاؤں اور ان لوگوں کو بلاؤں جنھوں نے ہماری دعوت کو قبول کر لیا ہے اور پھر انھیں لیکر کوفے کے اطراف چلا جاؤں۔ اور ہماری قوم کے مقررہ الفاظ کیساتھ لوگوں کو دعوت دیں تو جو لوگ خروج کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں وہ ضرور ہم سے آملیں گے۔ پھر جو آپ کے پاس آتا جائے اسکو اپنے پہلے ہمراہیوں میں شامل کرتے جائیے۔ اگر وہ لوگ آپکے مقابلے میں

جلدی کریں۔ تو ان کے آپ تک پہنچنے تک میں آپ کے پاس پہنچ جاؤنگا۔ مختار نے کہا کہ آپ جلد روانہ ہو جائیے۔ مگر آپ ہرگز ان کے امیر کے پاس پہنچکر جنگ نہ شروع کر دیجئے گا۔ اور سوائے اس صورت کے کہ کوئی شخص خود ہی آپ سے لڑنے میں ابتدا کرے جہاں تک ہو سکے کسی سے جنگ نہ کیجئے۔ چنانچہ ابراہیم ان سب کو لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس پہنچے اور جن جن اشخاص نے ان کی دعوت کو قبول کیا تھا وہ سب ان کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ ابراہیم ان سب کو لئے ہوئے تمام رات شہر کے راستوں میں گھومتے رہے۔ مگر ان تمام جگہوں سے بچ بچ کر گذرتے تھے جن میں ابن مطیع نے اپنے امراء کو مقرر کر دیا تھا۔ جب ابراہیم مسجد مسکون پہنچے تو ان کے پاس زجر بن قیس الجعفی کی ایک جماعت پہنچی جن پر کوئی سردار نہ تھا۔ ابراہیم نے ان پر حملہ کیا۔ اور بھگاتے بھگاتے بنو کندہ کے محلے میں پہنچا دیا۔ اور ساتھ ہی یہ کہتے جاتے تھے کہ "یا اللہ تو جانتا ہے کہ ہم تیرے نبی کے اہل بیت کے لئے غضبناک ہو رہے ہیں۔ اور ان کی طرف سے بدلہ لے رہے ہیں۔ ہمیں ان لوگوں پر فتح دے" پھر ابراہیم وہاں سے ان کو ہزیمت دیکر واپس آئے۔ اور محلہ اثیر میں جاکر اپنے مقررہ الفاظ میں آواز دی۔ اور توقف کیا۔ ادھر سے سوید ابن عبدالرحمن المنقری اس امید سے آگے بڑھا کہ ابراہیم کو قتل کر کے ابن مطیع کے ہاں اس کا مرتبہ بلند ہو جائے۔ ابراہیم نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "اے خدا کے فوجیو آگے بڑھو۔ تم بہ نسبت ان فاسقوں کے جنھوں نے تمہارے نبی کے اہل بیت کے خونوں سے اپنے ہاتھ رنگے ہیں فتح کے زیادہ حقدار ہو" ابراہیم کے ہمراہی آگے بڑھے اور ابراہیم نے سوید کے آدمیوں پر حملہ کر کے انھیں صحراء کی طرف نکالدیا۔ وہ لوگ اسطرح بھاگے کہ ایک دوسرے پر چڑھے جاتے تھے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرتے جاتے تھے۔ ابراہیم نے ان کا تعاقب جاری رکھا اور انھیں کناسہ میں داخل کر کے چھوڑا۔ ابراہیم سے ان کے اصحاب نے کہا کہ ان کا تعاقب کئے جائیے۔ اور ان پر جو رعب طاری ہو گیا ہے اسے غنیمت سمجھیئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہم اپنے امیر کے پاس چلے جائیں گے۔ تاکہ خدا ان کی وحشت کو

ہماری وجہ سے دور کرے۔ اور ان کو ہماری فتح کا حال معلوم ہو کر ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی قوت میں اضافہ ہو جائے۔ گو کہ مجھے یہ بھی اندیشہ ضرور ہے کہ اس وقت تک وہ لوگ ان کے مقابلے کے لیئے پہنچ گئے ہونگے۔ غرض کہ ابراہیم وہاں سے روانہ ہو کر مختار کے دروازے پر پہنچ گئے۔ جہاں انھوں نے بلند آواز بن سنین اور آدمیوں کو جنگ کرتے ہوئے پایا۔ کیونکہ سنجہ سے شبث ابن ربعی آپہنچا تھا اور مختار نے یزید ابن انس اور حجار بن بحر العجلی کے مقابلے کے لیئے احمر بن شمیط کو کھڑا کیا تھا۔ فریقین جنگ میں مشغول تھے کہ ابراہیم قصر کی طرف سے آنکلے۔ حجاز اور اس کے ہمراہی ابراہیم کو اپنے پیچھے سے آتا سن کر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی نہایت تنگی سے منتشر ہو گئے۔ ادھر قیس بن طہفۃ النہدی جو مختار کے اصحاب میں سے تھا تقریباً ایک سو آدمیوں کو لیئے ہوئے آیا اور شبث ابن ربعی پر حملہ آور ہوا۔ جو یزید بن انس سے مصروف پیکار تھے۔ انھوں نے راستہ دے دیا اور وہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

شبث ابن ربعی نے ابن مطیع کے پاس جا کر کہا کہ آپ ان تمام محلوں کے امرا اور باقی آدمیوں کو جمع کر کے ان لوگوں کے مقابلے میں نکل کر ان سے جنگ کیجیئے کیونکہ ان کا امر اب قوی ہو گیا ہے۔ مختار خروج کر چکا ہے اور اس کا امر مجتمع ہو گیا ہے۔" جب مختار کو اس کے اس قول کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے ہمراہیوں کی ایک جماعت لے کر روانہ ہوا۔ اور دیر ہند کے پیچھے جا کر سنجہ میں ٹھہر گیا۔ ادھر سے ابو عثمان النہدی نے نکل کر بنو شاکر میں جو اپنے گھروں کے اندر جمع تھے اور کعب الخثعمی کے قرب کی وجہ سے وہاں سے نکلتے ہوئے ڈرتے تھے (کیونکہ کعب نے ان کے تمام راستوں کو روک رکھا تھا) بہ آواز بلند پکار کر کہا کہ "اے حسین رضی کا بدلہ لینے والو۔ اے میرے بھائی بندو۔ اے ہدایت یافتہ قبیلو۔ اہل بیت محمد صلعم کا امیں اور ان کا وزیر جنگ کے لیئے نکلا ہے۔ اس وقت دیر ہند میں ہے اور اس نے مجھے تمہارے پاس دعوت دینے اور خوش خبری سنانے کے لیئے بھیجا ہے۔ خدا تم پر رحمت نازل کرے آؤ۔ باہر آؤ۔" چنانچہ وہ لوگ باہر نکلے اور آپس میں ایک دوسرے کو ان الفاظ سے پکارتے جاتے تھے کہ "اے حسین رضی کا

بدلہ لینے والو" وہ لوگ کعب سے لڑے۔آخر کعب کو راستہ چھوڑ کر ہٹنا پڑا۔ اور بنو شاکر وہاں سے روانہ ہو کر مختار کے پاس جا کر مقیم ہو گئے۔عبداللہ ابن قتادہ بھی قریب دو سو آدمیوں کے اپنے ہمراہ لے کر نکلا۔اور مختار کے پاس جا کر ٹھہرا۔کعب اس کے سامنے آگیا تھا۔اور جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ بھی اس ہی کے ہم قوم ہیں تو ان کو راستہ دے دیا۔علیٰ ہذا القیاس شبام بھی (جو بنو ہمدان کا ایک قبیلہ تھا) رات کے آخری حصے میں روانہ ہوا۔عبدالرحمٰن ابن سعید ہمدانی کو ان کی روانگی کی خبر ہوئی تو اس نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تم لوگ مختار کے پاس جا رہے ہو تو خبردار محلہ سبیع میں سے نہ گذرنا۔غرض کہ وہ لوگ بھی مختار سے جا ملے۔اور اس طرح مختار کے پاس بارہ ہزار آدمیوں میں کے تین ہزار آٹھ سو آدمی ایسے پہنچ گئے جنھوں نے اس سے بیعت کی تھی۔سب وقت فجر سے قبل ہی اس کے پاس جمع ہو گئے۔اور صبح ہونے تک وہ اپنی فوج کی ترتیب و آراستگی سے فارغ ہو چکا تھا۔ابھی اندھیرا ہی تھا کہ اس نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ادا کی۔ابن مطیع نے تمام محلوں کے رہنے والوں کو حکم دیا کہ سب مسجد کو آئیں۔ اور راشد ابن ایاس کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ جو رات کے وقت مسجد میں نہ آئے گا اس کا خون مباح ہو گا۔چنانچہ سب لوگ جمع ہو گئے۔اور ابن مطیع نے شبث بن ربعی کو تقریباً تین ہزار آدمی دے کر مختار کی طرف روانہ کیا اور راشد ابن ایاس کو بھی چار ہزار شرطہ کے جوان دے کر بھیج دیا شبث ابھی مختار کی طرف جا ہی رہا تھا کہ مختار کو اس کی آمد کی اطلاع ہو گئی۔وہ اسی وقت نماز فجر سے فارغ ہوا تھا۔پھر اس نے ایک آدمی کو بھیجا جو جا کر شبث کی خبر لایا۔اسی وقت سعر ابن ابی سعر الحنفی بھی جو مختار کے اصحاب میں سے تھا مختار کے پاس پہنچ گیا۔کیونکہ وہ اس سے پہلے کسی طرح نہ آسکتا تھا۔اس نے راشد ابن ایاس کو راستے میں دیکھا اور مختار کو اس کے آنے کی بھی اطلاع دی۔یہ سن کر مختار نے ابراہیم بن اشتر کو سات سو (اور بقول بعض چھ سو سوار اور چھ سو پیادے) دے کر راشد کے اور نعیم ابن ہبیرہ (یعنی مصقلہ بن ہبیرہ کے بھائی) کو تین سو سوار اور چھ سو پیادوں کے ہمراہ شبث ابن ربعی اور اس کے ہمراہیوں سے جنگ کرنے کے لیئے روانہ کیا۔اور دونوں کو

حکم دیا کہ جنگ کے شروع کرنے میں جلدی کریں اور اپنے دشمن کی زد میں نہ آئیں کیونکہ دشمن کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔

ابراہیم تو راشد کی طرف گئے۔ اور مختار نو سو آدمیوں کو لئے ہوئے شبث بن ربعی کی مسجد کے مقام پر یزید بن انس کے پاس پہنچا۔ نعیم بھی جنگ آزمائی کے لئے شبث کی طرف چلا اور وہاں پہنچ کر سخت جنگ کی نعیم نے سعر ابن ابو سعر کو تو سواروں پر مقرر کیا اور خود پیادوں کو لے کر پیدل چلنے لگا۔ جنگ ہوتے ہوتے صبح ہو گئی۔ آفتاب نکل آیا۔ اور دھوپ ہر طرف پھیل گئی۔ شبث کے ہمراہی منہزم ہو کر بھاگے اور اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے۔ شبث نے انکو پکارا اور جنگ کے لئے برانگیختہ کیا۔ اس پر ان میں سے چند آدمی واپس آئے۔ اور نعیم کے ہمراہیوں پر حملہ آور ہوئے۔ جو اس وقت تک متفرق ہو گئے تھے۔ انھوں نے نعیم کے ساتھیوں کو بھگا دیا مگر نعیم ثابت قدمی سے لڑتا رہا۔ سعر ابن ابو سعر اور اس کے چند ہمراہی بھی گرفتار ہو گئے۔ ان میں سے جو جو عرب تھے وہ چھوڑ دئے گئے۔ اور موالی قتل کر دئیے گئے۔

پھر شبث نے وہاں سے کوچ کیا اور مختار کو جا گھیرا جو نعیم کے قتل کی وجہ سے سست ہو گیا تھا۔ ادھر ابن مطیع نے یزید بن حارث بن رویم کو دو ہزار آدمی دے کر بھیجا۔ اور اس نے جا کر تمام راستوں کے ناکے روک لئے۔ مختار نے یزید ابن انس کو اپنے سواروں کا سردار مقرر کر دیا اور خود پیادوں کو لے کر برآمد ہوا۔ شبث کے سواروں نے اس پر حملہ کیا۔ مگر اس کے آدمی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور یزید نے ان سے کہا کہ شیعو تم لوگ قتل کئے جاتے تھے تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے تھے۔ تمھاری آنکھیں پھوڑی جاتی تھیں۔ اور تم کو درختوں کے تنوں پر لٹکایا جاتا تھا۔ اور صرف اس لئے کہ تم کو اپنے نبیؐ کے اہل بیت سے محبت ہے اور پھر وہ بھی ایسی حالت میں کہ تم لوگ اپنے گھروں ہی میں رہتے تھے۔ اور اپنے دشمن کی اطاعت کرتے تھے۔ پھر یہ تبلاؤ کہ تم لوگ ان کو کیا سمجھتے ہو۔ جو آج تمھارے مقابلے کے لئے نکلے ہیں۔ خدا کی قسم وہ تمھاری کسی آنکھ کو بغیر پھوڑے نہ چھوڑیں گے۔ اور تم کو اچھی طرح قتل کریں گے

اور یاد رکھو کہ تم اپنی اولاد و ازواج اور اپنے اموال کے بارے میں ایسی ایسی حرکتیں دیکھو گے کہ جس سے موت اچھی ہے۔ خدا کی قسم تم کو سوائے صدق و صبر و دست نیزہ زنی اور سخت شمشیر زنی کے اور کوئی چیز نجات نہیں دلا سکتی۔ چنانچہ انھوں نے حملے کی تیاری کی اور اپنے امر کی درستی کے منتظر رہے اور اپنے گھوڑوں پر جم جم کر لڑنے لگے۔

ادھر ابراہیم ابن اشتر کی راشد سے مڈبھیڑ ہوئی تو انھوں نے یہ دیکھ کر کہ اس کے ساتھ چار ہزار آدمی ہیں اپنے آدمیوں سے کہا کہ خبردار ان لوگوں کی تعداد کی کثرت سے ہول زدہ نہ ہو جانا۔ خدا کی قسم اکثر اوقات دس کے لئے ایک آدمی بھی بھاری ہو جاتا ہے۔ اور اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔ خزیمہ بن مضر بھی سواروں کو ہمراہ لئے ہوئے ان کی مدد کو آپہنچا۔ مگر گھوڑے پر سے اتر کر پیدل چلنے لگا۔ ابراہیم نے اپنے علم بردار سے کہا کہ اپنے جھنڈے کو لے کر آگے بڑھو۔ اُن لوگوں کے پاس جاؤ۔ غرض کہ لوگ خوب جان توڑ کر لڑے اور خزیمہ بن نصر العبسی نے حملہ کر کے راشد کو قتل کر دیا۔ اور پکارا کہ قسم ہے خدائے کعبہ کی کہ میں نے راشد کو قتل کر دیا۔ اس سے راشد کے ہمراہی بھاگ گئے اور ابراہیم اور خزیمہ راشد کے قتل کے بعد اپنے اپنے آدمیوں کو ساتھ لیکر مختار کے پاس چلے گئے اور ایک مخبر کو راشد کے قتل کی خوش خبری سنانے کے لئے مختار کے پاس بھیجا۔ مختار اور اس کے اصحاب نے سنتے ہی تکبیر کہی۔ ان کے دل قوی ہو گئے اور ابن مطیع کے ساتھ والے سب سست پڑ گئے۔

پھر ابن مطیع نے حسان بن قائد بن بکر العبسی کو تقریباً دو ہزار آدمیوں کا ایک لشکر کثیر دے کر روانہ کیا۔ ابراہیم نے ان کو روکا تا کہ وہ ابن مطیع کی اس فوج سے جو سبخہ میں مقیم تھی ملنے نہ پائیں۔ ابراہیم بھی ان کی طرف بڑھے مگر وہ لوگ بغیر جنگ کئے منہزم ہو گئے۔ حسان اپنے ہمراہیوں کی حفاظت کے لئے پیچھے ہٹ گیا۔ خزیمہ نے اس پر حملہ کیا۔ مگر پہچان کر کہا کہ "حسان اگر تم سے مجھے قرابت نہ ہوتی تو میں تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ اب جان بچا کر بھاگو"۔ اس کا گھوڑا اچھل گیا۔ اور وہ گر پڑا۔ لوگ جلد جلد اس کی طرف

بڑھے اور وہ کچھ عرصے تک ان کا مقابلہ کرتا رہا پھر خزیمہ نے اس سے کہا کہ میں نے تم کو امان دی اب اپنی جان کے درپے نہ ہو۔ یہ کہہ کر لوگوں کو اس کے پاس سے ہٹا دیا اور ابراہیم سے کہا کہ میرے چچازاد بھائی ہیں۔ اور میں نے ان کو امان دی ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ تم نے اچھا کیا۔ پھر اپنا گھوڑا منگا کر حسان کو اس پر سوار کرایا اور کہا کہ اب تم اپنے اہل و عیال کی طرف چلے جاؤ۔ ☆

بعد ازاں ابراہیم مختار کے پاس گیا۔ حالانکہ شبث بن ربعی اس کو گھیرے ہوئے تھا۔ راستے میں ان کو یزید ابن حارث ملا جو سبخہ کے قریب کے محلوں کو روکے ہوئے کھڑا تھا۔ وہ اس غرض سے ابراہیم کی طرف بڑھا کہ ان کو شبث اور اس کے ہمراہیوں سے ہٹا دے۔ ابراہیم نے اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کو خزیمہ ابن نصر کے ساتھ ادھر بھیج دیا۔ اور خود مختار کی طرف چل پڑے۔ شبث کے ساتھ بھی اس کے آدمی موجود تھے۔ ان کے قریب پہنچ کر ابراہیم نے شبث پر حملہ کیا۔ یزید ابن انس بھی حملہ آور ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شبث معہ اپنے ہمراہیوں کے کوفے کے مکانات کی طرف بھاگا۔ اُدھر خزیمہ ابن نصر نے یزید بن حارث پر دھاوا کیا اور بھگا دیا۔ وہ لوگ محلوں کے ناکوں پر اور مکانوں کے اوپر جمع ہو گئے مختار آگے بڑھا۔ لیکن اس کے محلوں کے پاس پہنچنے پر تیر اندازوں نے ان پر تیر برسا برسا کر ان کو اس راستے سے کوفے میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ☆

لوگ سبخہ سے ہزیمت کھا کر ابن مطیع کے پاس واپس چلے گئے۔ ابن مطیع کو راشد کے قتل کی خبر ملی تو وہ غش کھا کر گر پڑا۔ عمرو ابن حجاج نے کہا کہ گرے کیوں پڑتے ہو۔ ذرا باہر نکلو اور لوگوں کو اپنے دشمن کے خلاف جمع کرو۔ آدمی بہت ہیں اور سوائے اس جماعت کے جو تمہارے مقابلے کے لئے نکلی ہے باقی سب آدمی تمہارے ہی ساتھ ہیں۔ خدا ان لوگوں کو ضرور ذلیل و خوار کریگا۔ میں سب سے پہلے جنگ کے لئے نکلتا ہوں۔ تم چند آدمیوں کو میرے ساتھ بھیجو اور کچھ کسی اور کے ساتھ۔ یہ سن کر ابن مطیع باہر نکلا۔ اور لوگوں میں کھڑے ہو کر ان کو ہزیمت کھانے پر زجر و توبیخ کی اور مختار کے خلاف خروج کرنے کی تاکید کی۔ ☆

جب مختار نے دیکھا کہ یزید ابن حارث نے اس کو کوفے میں داخل ہونے

سے روک دیا ہے تو وہ بنو مزینہ احمس اور بارق کے مکانات کی طرف چلا۔ ان سب کے مکانات ایک دوسرے سے علیحدہ تھے۔ ان لوگوں نے مختار کے ہمراہیوں کو پانی پلایا۔ مگر کیونکہ خود مختار روزے سے تھا اس لیئے اس نے پانی نہیں پیا۔ احمر ابن شمیط نے ابن کامل سے دریافت کیا کہ کیا مختار روزے سے ہے۔ کہا ہاں۔ کہا کہ یہ اگر اس وقت روزہ افطار کرے تو اس کے لیئے قوت کی بات ہوگی۔ ابن کامل نے کہا کہ وہ **معصوم** ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ انھیں کیا کرنا چاہیئے۔ احمر نے کہا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ میں خدا سے اپنے اس گناہ کی بخشش چاہتا ہوں۔ مختار نے کہا کہ یہ مقام جنگ کے لیئے نہایت موزوں ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ خدا نے ان لوگوں کو ہزیمت دی۔ اور ان کے دل مرعوب ہو گئے ہیں۔ آپ ہمیں لے کر چلیئے۔ خدا کی قسم قصر تک کوئی شخص مانع نہ ہوگا۔ مختار نے تمام سن رسیدہ اور ضعیف آدمیوں اور ان کے اسباب وغیرہ کو وہیں چھوڑا۔ اور ابو عثمان النہدی کو ان کا سردار بنا دیا۔ اور ابراہیم اس کے آگے آگے چلے۔ ادھر ابن مطیع نے ابن حجاج کو دو ہزار آدمی کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ معلوم کر کے مختار نے ابراہیم کو پیغام بھیجا کہ اُسے گھیر لو اور ٹھیرو مت۔ چنانچہ ابراہیم نے اس کو گھیر لیا۔ اور وہیں ٹھیر گئے۔ مزید براں مختار نے یزید بن انس کو بھی ابن حجاج کو روک رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ یزید اُدھر کو روانہ ہوگیا۔ پھر مختار یزید کے پیچھے پیچھے گیا۔ اور مصلائے خالد ابن عبداللہ کے مقام پر ٹھیر گیا۔ اتنے میں ابراہیم کناسہ کی جانب سے کوفے میں داخل ہونے کے لیئے روانہ ہو گئے۔ شمر ابن ذی الجوشن دو ہزار آدمیوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لیئے آیا۔ مختار نے سعید ابن منقذ الہمدانی کو اس کے مقابلے کے لیئے بھیجا۔ سعید نے اس کا مقابلہ کیا اور ابراہیم کو آگے بڑھنے کے لیئے کہلا بھیجا۔ چنانچہ ابراہیم آگے بڑھے۔ شبث کے محلے پر پہنچ کر ان کو نوفل بن مساحق سے سابقہ پڑا۔ جو دو ہزار آدمی لیئے ہوئے کھڑا تھا۔ ایک روایت ہے کہ اس کے ساتھ دو نہیں بلکہ پانچ ہزار آدمی تھے اور یہی صحیح بھی ہے کیونکہ ابن مطیع کے حکم سے منادی کرنے والے نے منادی کی تھی کہ سب لوگ ابن مساحق سے مل جائیں۔ ابن مطیع خود نکل کر کناسہ میں جا ٹھیرا۔ اور شبث

ابن ربعی کو قصر پر مقرر کر گیا۔ ابراہیم ابن اشتر نے ابن مطیع کے قریب پہنچکر اپنے ہمراہیوں کو نیچے اتر کر لڑنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ خبردار تم کسی کے یہ کہنے سے خوف زدہ نہ ہو جانا کہ شبث آ گیا اور عتیبہ بن نہاس کا خاندان آ گیا۔ اور اشعث اور یزید بن حارث اور فلاں فلاں گھرانے کے لوگ آ گئے"۔ غرض کہ انھوں نے اہل کوفہ کے تمام خاندانوں کا ذکر اس طرح پر کر دیا۔ پھر کہا کہ یاد رکھو کہ یہ لوگ ننگی تلواریں دیکھ کر اس طرح ابن مطیع کو چھوڑ کر بھاگیں گے جیسے بکریاں بھیڑیے سے بھاگتی ہیں۔ ان کے ہمراہیوں نے یہی کیا۔ ابن اشتر نے بھی اپنی قبا دجس کے نیچے وہ زرہ پہنے ہوئے تھے) کے دامن کو اٹھا کر پیٹی میں کھونس لیا۔ اور حملہ کیا۔ وہ لوگ ان کے حملے کی تاب نہ لا سکے اور ایک دوسرے کو کچلتے ہوئے بھاگے اور راستوں کے ناکوں پر جمع ہو گئے۔ اُدھر ابن اشتر نے بڑھ کر ابن مساحق کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور اسے مارنے کے لئے اپنی تلوار اٹھاتی ہی تھی کہ اس نے کہا کہ اے ابن اشتر کیا مجھ میں اور تم میں دوستی ہو گی یا تم مجھ سے فرور خون کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔ یہ سنکر انھوں نے اس کی جاں بخشی اور کہا کہ اس کو یاد رکھنا چنانچہ ابن مساحق ابراہیم ابن اشتر کی اس مہربانی کو یاد کیا کرتا تھا غرض کہ انھوں نے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے کناسہ میں داخل ہو کر بازار اور مسجد کا راستہ لیا۔ اور ابن مطیع کو عمرو بن حریث کے سوا باقی تمام شرفا سمیت گھیر لیا۔ کیونکہ وہ اپنے گھر چلا گیا تھا۔ اور وہاں سے جنگل کو نکل گیا تھا۔ پھر مختار بھی پہنچ گیا۔ وہ خود بازار میں ایک جگہ ٹھہر گیا۔ اور قصر کے محاصرے کے لئے ابراہیم ابن اشتر کو مقرر کیا۔ اور یزید ابن انس۔ احمر بن شمیط کو ان کے ساتھ کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے تین دن تک محاصرہ جاری رکھا۔ اور جب محاصرے میں بہت شدت ہونے لگی تو شبث نے ابن مطیع سے کہا کہ اب آپ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خیر منائیے۔ خدا کی قسم نہ آپ ان کو بچا سکتے ہیں اور نہ وہ آپ کو۔ ابن مطیع نے کہا کہ تم لوگ مجھے کوئی تدبیر بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ شبث نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے اور ہمارے سب کے لئے امان طلب کر لیں۔ اور باہر نکل چلیں۔ نہ آپ خود کو ہلاکت میں ڈالئے اور نہ اپنے آدمیوں کو۔ ابن مطیع نے جواب دیا کہ مجھے

اس شخص سے امان مانگتے ہوئے نفرت ہوتی ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ حجاز اور بصرہ امیر المومنین کے ہاتھ میں ہے۔ اور سب کچھ درستی کے ساتھ چل رہا ہے۔ شبث نے کہا کہ اگر یہی ہے تو آپ اس طرح نکل جائیے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ اور کوفے میں اپنے کسی معتبر شخص کے ہاں رہ جائیے پھر وہاں سے کسی طرح اپنے آقا و مالک کے پاس چلے جائیے گا۔ شبث کے علاوہ عبدالرحمٰن بن سعید۔ اسماء بن خارجہ۔ ابن مخنف اور دیگر اشراف نے بھی یہی رائے دی۔ ابن مطیع شام تک ٹھہرا رہا۔ پھر ان سب سے کہا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ تمہارے اراذل اور کمینوں میں سے ہیں۔ اور یہ تمہارے اشراف اور اہل فضل اب بھی مطیع و فرماں بردار ہیں۔ میں اپنے آقا کے پاس جا کر اس امر کی اطلاع ان کو کر دوں گا۔ اور تمہاری اطاعت کیشی اور جہاد سے بھی ان کو مطلع کر دوں گا۔ تا آنکہ خدا کا امر پھر غالب ہو۔ ان سب نے اس کی بہت تعریف و توصیف کی اور ابن مطیع وہاں سے روانہ ہو کر ابو موسیٰ کے مکان میں جا ٹھہرا۔ اس کی روانگی کے بعد ابن اشتر قصر کے پاس ٹھہرے۔ ابن مطیع کے اصحاب نے دروازہ کھول دیا اور کہا کہ اے ابن اشتر ہم امان چاہتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم امان میں ہو۔ اس کے بعد ان سب نے نکل کر مختار سے بیعت کر لی۔

مختار قصر میں داخل ہو گیا اور وہیں رات بسر کی۔ صبح کو اشراف کوفہ اس سے مسجد اور قصر کے دروازے پر ملاقی ہوئے۔ مختار بھی باہر نکلا۔ اور منبر پر چڑھ کر کہا کہ:۔

"تمام تر تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے دوست سے نصرت اور اپنے دشمن سے خسران کا وعدہ کیا ہے۔ اور اس بارے میں آخر دہر تک کے لئے ایک وعدہ معقول اور قضاء مقضیٰ قائم کر دی ہے۔ اور مفتری ناکام ہوا ہے۔ اے لوگو۔ ہمارا جھنڈا بلند اور ہماری غایت وسیع ہے۔ ہم سے کہا گیا کہ اپنا جھنڈا بلند کرو اور اپنی غرض اور غایت کو جاری کرو۔ ہرگز نہ رکو۔ ہم نے اپنے داعی کی دعوت اور اس کے قول کو سنا اور قبول کیا۔

کتنے مرد اور عورتیں اس ہنگامے میں مرنے والوں کی موت کی خبر دے رہی ہیں جنھوں نے احسان کے بعد سرکشی کی۔ پشت پھیر لی۔ نافرمانی کی اپنے عہد کو جھٹلا دیا اور پھر گئے۔ ہاں اے لوگو آؤ اور بیعت ہدایت کرو۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان کو ایک مضبوط چھت بنایا ہے۔ اور زمین میں راستے بنائے ہیں کہ تم نے حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کی بیعت کی بعد پھر کبھی اس سے بہتر بیعت نہ کی ہوگی''۔

یہ کہکر وہ منبر پر سے اتر آیا۔ پھر اشراف کوفہ نے اس کے پاس جاکر اس سے کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ اہل بیت کے خونوں کا بدلہ طلب کرنے۔ محلین سے جہاد کرنے۔ ضعفاء سے دفع شر کرنے۔ اپنے لڑنے والوں سے لڑنے اور صلح کرنے والوں سے صلح کرنے پر بیعت کی۔ ان بیعت کرنے والوں میں منذر بن حسان اور اس کا بیٹا حسان بھی شامل تھے۔ جب وہ دونوں وہاں سے بیعت کر کے نکلے۔ تو راستے میں منقذ ثوری سے سامنا ہوا۔ جس کے ہمراہ شیعوں کی ایک جماعت تھی۔ ان لوگوں نے ان دونوں کو دیکھتے ہی کہا کہ بخدا یہ دونوں ظالموں کے سرداروں میں سے ہیں۔ اور منذر اور اس کے بیٹے حسان دونوں کو قتل کر دیا۔ سعید نے ان کو ایسا کرنے سے روکا۔ اور کہا کہ جب تک مختار کا حکم وصول نہ ہو ایسا نہ کرو۔ مگر وہ باز نہ آئے اور قتل کر دیا۔ مختار نے یہ واقعہ سنا تو کراہیت کا اظہار کیا۔ ؕ

اس کے بعد مختار لوگوں کو امید دلاتا اور اشراف کوفہ سے دوستی طلب کرتا اور ان سے حسن سلوک کرتا رہا۔ اس سے کہا گیا کہ ابن مطیع ابو موسیٰ کے مکان میں ہے۔ وہ سن کر خاموش ہو گیا۔ مگر شام کو ایک لاکھ درہم ابن مطیع کے پاس بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اس سے اپنا انتظام کرو۔ مجھے معلوم ہے جہاں تم اقامت گزیں ہو۔ اور میں جانتا ہوں کہ تم کو بے زری نے شہر چھوڑنے سے روکا ہے۔ ان دونوں میں دوستی تھی۔ ؕ

مختار نے بیت المال میں نوے لاکھ کی رقم پائی۔ جس میں سے اس نے اپنے ان پانچ سو تین ہمراہیوں کو جو ابن مطیع کے محاصرۂ قصر کے دوران میں لڑے تھے پانچ پانچ سو درہم اور ان چھ ہزار آدمیوں کو جو قصر کے محاصرے کے بعد

ایک رات اور تین دن تک اس کے ساتھ رہے تھے۔ دو دو سو درہم فی کس تقسیم کر دئیے اور اشراف کو اپنا ہم نشین بنایا۔ اس نے اپنے شرط پر عبداللہ ابن کامل الشاکری کو اور اپنے محافظ دستے پر کیسان ابو عمرہ کو مقرر کیا۔ ان دنوں مختار اشراف کوفہ سے باتوں میں مشغول تھا۔ اور ابو عمرہ اس کے پاس کھڑا تھا کہ اس کے موالی ہمراہیوں میں سے ایک نے ابو عمرہ سے کہا کہ اے ابو اسحاق۔ تم دیکھتے ہو کہ وہ اسوقت عرب سے مخاطب ہیں اور اس لئے ہماری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ مختار نے اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ ابو عمرہ نے بتایا۔ مختار نے کہا کہ ان سے کہہ دو کہ تم اس بات سے گراں خاطر نہ ہو۔ تم مجھ میں سے ہو اور میں تم میں سے ہوں پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد یہ آیت پڑھی کہ "اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ"۔ یہ سن کر ان موالی میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ خدا کی قسم بس یہ سمجھو کہ تم (یعنی رؤساء) مارے ہی گئے تھے"۔

مختار نے سب سے پہلے اشتر کے بھائی عبداللہ ابن حارث کا جھنڈا ارمینیہ پر نصب کیا۔ پھر محمد بن عمر بن عطارد کو آذر بائیجان۔ عبدالرحمن بن سعید ابن قیس کو موصل۔ اسحاق بن مسعود کو مدائن اور سرزمین جوخی۔ قدامہ بن ابی عیسیٰ ابن زمعہ نصری حلیف ثقیف کو بہقباذ اعلیٰ اور محمد بن کعب بن قرظہ کو بہقباذ اوسط پر مقرر کیا۔ سعد بن حذیفہ بن یمان کو حلوان روانہ کیا اور کردوں سے جنگ کرنے اور راستوں کے صاف کرنے کا حکم دیا۔

ابن زبیر نے محمد ابن اشعث بن قیس کو حاکم موصل مقرر کیا تھا۔ جب امر حکومت مختار کے قبضۂ تصرف میں آیا اور اس نے عبدالرحمن ابن سعید کو موصل کا والی بنا دیا محمد وہاں سے تکریت چلا گیا۔ اور دیکھتا رہا کہ حالات کا کیا رنگ ہے۔ بعد ازاں اس نے مختار کے پاس جا کر اس سے بیعت کر لی۔

جب مختار اپنے تمام ارادوں سے فارغ ہو گیا۔ تو اس نے لوگوں کے مجمع میں اجلاس کرنا۔ اور ان کے امور کا فیصلہ کرنا شروع کیا۔ پھر ایک مرتبہ کہا کہ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اس کی وجہ سے عہدۂ قضاء سے دست بردار ہوتا ہوں۔ چنانچہ اس نے شریح کو مقرر کیا کہ لوگوں کے معاملات فیصلہ کیا کرے۔ مگر شریح نے

لوگوں کے خوف سے مریض ہونے کا بہانہ کیا۔ کیونکہ سب یہ کہا کرتے تھے کہ وہ عثمانی ہے۔ اور اس نے حجر ابن عدی کے خلاف شہادت دی ہے۔ اور یہ کہ اس نے ہانی ابن عروۃ تک پیغام نہیں پہنچایا تھا۔ اور حضرت علی (کرم اللہ وجہہٗ) نے اس کو عہدۂ قضا سے برطرف کر دیا تھا۔ شریح یہ سب باتیں سن کر بیماری کا بہانہ کر کے بیٹھ رہا۔ اور مختار نے اس کی جگہ عبداللہ ابن عتبہ بن مسعود کو مقرر کر دیا۔ مگر جب عبداللہ بھی بیمار ہو گیا تو اس کے بجائے عبداللہ بن مالک الطائی کو مقرر کیا۔

مختار کے امام حسینؓ کے قاتلوں کو قتل کرنے کا بیان

اس سال مختار نے اُن اہل کوفہ پر گرفت شروع کی جو امام حسینؓ کے قاتلوں میں شامل تھے۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جب مروان ابن حکم مستقل طور پر شام میں جم گیا تو اس نے دو لشکر روانہ کئے۔ ایک حبیش ابن دلجہ القینی کے ماتحت حجاز کی طرف جس کا مآل اور حبیش کے قتل کی کیفیت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور دوسرا عبیداللہ بن زیاد کے ماتحت عراق کی جانب ہم ابن زیاد اور توابین کا حال بھی بیان کر چکے ہیں۔ اس نے ہر وہ چیز جس پر ابن زیاد قابض ہو جائے۔ ابن زیاد ہی کو بطور انعام دی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا تھا کہ کوفہ پر تین مرتبہ لوٹ مار کی جائے۔ چنانچہ ابن زیاد جزیرے ہی میں رہ گیا۔ جہاں بنو قیس عیلان اور زفر ابن حارث رہا کرتے تھے اور ابن زبیر کے مطیع تھے۔ عبیداللہ بن زیاد متواتر ایک سال تک بجائے عراق جانے کے ان ہی کے پیچھے پڑا رہا۔ اتنے میں مروان کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا جس نے ابن زیاد کو اپنے باپ کے قائم کئے ہوئے عہدے ہی پر رہنے دیا۔ اور اُسے جد و جہد کرنے کی ہدایت کی۔ جب ابن زیاد کی زفر اور بنو قیس عیلانیوں کے سامنے کچھ پیش نہ گئی تو وہ موصل کی طرف چلا گیا۔ مختار کے عامل عبدالرحمٰن ابن سعید نے مختار کو موصل میں اس کی آمد کی خبر لکھی اور لکھا کہ میں اس سے ہٹ کر تکریت کو آ گیا ہوں۔ اس پر مختار نے یزید بن انس الاسدی کو بلا کر حکم دیا کہ تم موصل کی طرف جاؤ اور وہاں سے قریب ترین مقام پر جا کر ٹھیرو میں یہاں سے تمھاری کمک کے لیئے اور فوجیں روانہ کرونگا۔ یزید نے کہا کہ آپ مجھے

تین ہزار آدمی منتخب کر لینے دیں۔ اور مجھے خود ہی کسی طرف جانے دیں۔ پھر اگر مجھے مدد کی ضرورت ہوئی تو آپ کو لکھ کر مدد منگالونگا۔ مختار نے قبول کیا۔ اور یزید تین ہزار منتخب آدمی لیکر کوفہ سے روانہ ہوگیا۔ مختار اُس کے ساتھ ہی چلا۔ اور لوگ بھی مشایعت کے لیئے ہمراہ ہوگئے۔ بالآخر مختار نے اُسے رخصت کرتے وقت کہا کہ "دیکھو جب تم دشمن سے آمنے سامنے ہو تو اس سے مناظرہ نہ کرو۔ اور موقع ملے تو اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔ تم ہر روز اپنی خبر دیتے رہنا اور مدد کی ضرورت ہو تو مجھے لکھنا میں مدد کرونگا۔ ورنہ میں سمجھونگا کہ اپنی قوت و طاقت اور دشمن کو مرعوب کر لینے کی وجہ سے تم نے مجھ سے مدد نہیں مانگی۔ پھر لوگوں نے اس کے لیئے اور اس نے ان سب کے لئے سلامتی کی دعا مانگی۔ اور کہا کہ "خدا سے میرے لیئے شہادت کی دعا کرو۔ خدا کی قسم اگر مجھے فتح نصیب نہ ہوئی تو شہادت ضرور ملے گی" پھر مختار نے عبدالرحمٰن بن سعید کو لکھا کہ تم اپنے ملک کو چھوڑ دو اور اُسے یزید کے حوالے کر دو۔

غرض کہ یزید پہلے مدائن اور پھر موصل جانے کے لیئے سرزمین جوخی اور راذانات کی طرف چلا گیا۔ اور مقام باقلی میں جاکر مقیم ہوا۔ جب ابن زیاد کو اس کی آمد کی خبر ہوئی۔ تو اس نے کہا کہ میں بھی ایک ایک ہزار کے مقابلے میں دو دو ہزار آدمی بھیجونگا۔ چنانچہ اس نے ربیعہ بن مخارق الغنوی اور عبداللہ ابن جملہ الخثعمی کو تین تین ہزار آدمی دے کر روانہ کیا۔ ربیعہ۔ عبداللہ کی روانگی سے ایک دن قبل روانہ ہو کر یزید ابن انس کے مقابلے کے لیئے باقلی پہنچا۔ یزید ابن انس گو نہایت مریض تھا مگر ایسی حالت میں ایک گدھے پر سوار ہو کر نکلا۔ کہ اُسے آدمی تھامے ہوئے تھے۔ یزید نے اپنے ہمراہیوں کو تیار کیا۔ ان کو آراستہ اور جنگ پر برانگیختہ کیا۔ اور کہا کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں تو ورقاء ابن عازب الاسدی تمھارا امیر ہوگا۔ اگر وہ بھی ہلاک ہو جائے تو عبداللہ بن ضمرہ العذری اور اگر وہ بھی فوت ہو جائے تو سعر بن ابی سعر الحنفی تم پر امیر ہوگا۔ اس نے اپنے میمنہ پر عبداللہ کو میسرہ پر سعر کو اور سواروں پر ورقاء کو مقرر کیا۔ خود اتر پڑا اور اُسے لوگوں کے درمیان ایک تخت پر بٹھلا دیا گیا۔ اس نے کہا کہ "چاہے تم اپنے امیر کی طرف سے لڑو چاہے بھاگ جاؤ" وہ برابر لوگوں کو مختلف کام کئے جانے کا حکم دیتا جاتا تھا اور کبھی غش کھاتا اور کبھی

ہوش میں آجاتا تھا۔ فریقین نے عرفہ کے دن علی الصباح جنگ شروع کر دی۔ اور چاشت کے وقت تک لڑائی نے خوب زور پکڑ لیا۔ اہل شام کو ہزیمت ہوئی۔ اُس کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا گیا۔ پھر یزید کے ہمراہی ربیعہ ابن مخارق کی طرف دوڑ پڑے جس کے آدمی اُسے چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے تھے اور وہ اتر کر انھیں پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ دوا اے والیاں حق میں ابن مخارق ہوں! اور تم اس وقت بھگوڑے غلاموں۔ اسلام کو ترک کرنے اور اس سے خارج ہو جانے والوں سے لڑ رہے ہو" اس پر ایک جماعت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہو کر جان توڑ کر لڑنے لگی۔ تاہم آخر کار اہل شام منہزم ہوئے اور ربیعہ بن مخارق عبداللہ بن ورقاء الاسدی اور عبداللہ بن ضمرہ العذری کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ منہزمین کچھ ہی دیر چلے ہوں گے کہ ان کو عبداللہ بن جملہ تین ہزار آدمیوں کے ہمراہ مل گیا۔ وہ لوگ عبداللہ کے ساتھ واپس ہو گئے اور پھر آ کر یزید کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ رات بھر تو حفاظت کرتے رہے۔ دوسری صبح کو عید الضحیٰ کے دن وہ لوگ جنگ کے لئے برآمد ہوئے اور نہایت شدت سے لڑے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر لڑنا شروع کیا۔ بالآخر اہل شام کو ہزیمت ہوئی۔ اور ابن جملہ کے ساتھ صرف ایک جماعت رہ گئی۔ جو سختی سے لڑنے لگی۔ عبداللہ بن قراد الخثعمی نے اس پر حملہ کیا اور قتل کر دیا۔ پھر اہل کوفہ نے لشکر کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ ان کو خوب جی کھول کر قتل کیا۔ اور تین سو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ جن کو یزید بن انس نے خود دم توڑتے وقت قتل کرنے کا حکم دیا۔ ان سب کو قتل کیا گیا۔ اور اس کے بعد ہی یزید نے بھی شام کے وقت کے قریب انتقال کیا اس کے ساتھی اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر اُسے لے گئے اور اس کے ہمراہیوں نے اُسے دفن کر دیا۔ اس نے ورقاء ابن عازب الاسدی کو اپنے بعد امیر مقرر کیا تھا۔ اسی نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ پھر اپنے اصحاب سے کہا کہ اب تمھاری کیا رائے ہے؟۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن زیاد اسی ہزار آدمی لے کر تمھارے مقابلے کے لئے آتا ہے۔ میں بھی تم سا ہی ایک آدمی ہوں۔ اب مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہئے۔ کیونکہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس حالت میں اہل شام کا مقابلہ کر سکیں گے۔ کہ یزید کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور ہم میں سے بعض آدمی چلے جا چکے ہیں۔ اگر آج ہم اپنی جانیں لے کر بھاگ جائیں تو وہ لوگ یہ کہیں گے

کہ ہم اپنے امیر کی موت کی وجہ سے واپس چلے گئے۔ حالانکہ وہ ہم سے خوف زدہ تھے۔ اور اگر ہم نے ان کا مقابلہ کیا تو ہم خطرے میں ہوں گے۔ پھر اگر ہمیں انھوں نے شکست دی تو ان کو ہماری ہزیمت کل کچھ نفع نہ دے گی۔ لوگوں نے کہاکہ آپ کی رائے درست ہے۔ اس کے بعد وہ سب وہاں سے چلے گئے مختار کو اس امر کی اطلاع ہوئی لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ یزید قتل ہو گیا ہے۔ کیونکہ ان کو اس امر کا یقین نہ تھا کہ اس نے اپنی موت سے انتقال کیا ہے۔ مختار نے ابراہیم ابن اشتر کو بلا کر سات ہزار سواروں کا امیر بنا دیا۔ اور ان سے خفیہ طور پر کہا کہ تم یزید بن انس کی فوج کو دیکھو تو اس پر امارت اختیار کر لینا ان کو واپس لے جاؤ۔ تا آنکہ ابن زیاد اور اس کے آدمیوں سے تمہارا مقابلہ ہو۔ اور تم ان سے جنگ کرو۔ ابراہیم نے مقام حمام اعین میں اپنی فوج جمع کی اور روانہ ہوئے۔ روانگی کے بعد اشراف کوفہ شبث بن ربعی کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ واللہ مختار بغیر ہماری رضامندی کے ہم پر حکومت کرتا ہے۔ اس نے موالی کے لئے تکلیف اٹھائی۔ ان کو سواریوں پر سوار کیا اور ہمارا مال ان کو دے دیا۔ شبث جوان کا سردار تھا جس نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں پائے تھے۔ اس نے ان سب سے کہا کہ تم مجھے ذرا اس کے پاس ہو آنے دو۔ چنانچہ اس نے مختار کے پاس پہنچ کر ان کے تمام پیش کردہ امور کو ایک ایک کرکے بیان کیا۔ وہ جس جس بات کو پیش کرتا جاتا تھا۔ مختار بھی یہی جواب دیتا جاتا تھا کہ ہاں مجھے منظور ہے۔ اس طرح مختار نے ان کی تمام خواہشیں پوری کر دیں۔ پھر شبث نے موالی اور ان کے مال کی شرکت کا ذکر کیا۔ جس کے جواب میں مختار نے کہا کہ اگر میں تمہارے موالی کو چھوڑ دوں۔ اور تمہارا مال صرف تمہارے ہی لئے وقف کر دوں تو کیا تم میرے ساتھ ہو کر بنو امیہ اور ابن زبیر سے لڑو گے؟۔ اور تم میرا اطمینان کرنے کے لئے جس طرح میں تم سے خدا کی قسم دے کر عدہ طلب کروں وعدہ کرو گے؟۔ شبث نے کہا میں جا کر اپنے اصحاب سے بیان کرتا ہوں۔ وہ جو کچھ کہیں گے آکر آپ سے کہہ دوں گا۔ شبث اپنے اصحاب میں گیا اور پھر واپس نہ آیا۔ ان سب کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ مختار سے جنگ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ شبث بن ربعی۔ محمد ابن اشعث۔ عبد الرحمن

ابن سعید بن قیس اور شمر سب مل کر عبد الرحمٰن بن مخنف الازدی کے پاس گئے۔
اور انہیں بھی اپنے ساتھ شامل ہونے کو کہا اس نے کہا کہ اگر تم میری بات مانو تو
بہتر یہ ہے کہ اس کا مقابلہ نہ کرو۔ انھوں نے پوچھا کیوں؟۔ کہا کہ اس لیئے کہ مجھے
خوف ہے کہ تم میں تفرقہ اور اختلاف ہو جائے گا۔ اس شخص کے ساتھ تمہارے
فلاں فلاں اشخاص بہادر اور شہسوار بھی موجود ہیں۔ اور تمہارے غلام اور موالی
بھی اسی کی طرف ہیں۔ ان لوگوں کے آپس میں کامل اتفاق اور یگانگت ہے۔ اور
تمہارے موالی کا یہ حال ہے کہ ان کو تمہارے دشمنوں سے بھی زیادہ تم سے عداوت
ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ تم سے عربی شجاعت اور عجمی عداوت کے ساتھ لڑیں گے۔
حالانکہ اگر تم کچھ اور عرصہ انتظار کرو تو تم ان کے لیئے کافی ہو سکتے ہو۔ کیونکہ اہل شام
اور اہل بصرہ آپہنچینگے۔ بلکہ تمہاری بھی ضرورت نہیں ہے وہ خود ہی ان کے لیئے
کافی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم تم کو خدا کا واسطہ دلاتے ہیں کہ ہماری مخالفت نہ کرو۔
اور ہماری رائے اور اجماع میں فساد پیدا نہ کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میں بھی تم میں
سے ہی ہوں جب چاہو خروج کرو۔ چنانچہ ابراہیم ابن اشتر کی روانگی کے بعد انھوں
نے مختار پر دھاوا کیا۔ اور ہر قبیلے کا رئیس اپنے اپنے قبیلے کو لے کر برآمد ہوا۔ جب
مختار نے ان کے خروج کا حال سنا تو اس نے ایک قاصد ابراہیم ابن اشتر کے پاس بھیجا
جو نہایت تیزی سے اس کے پاس ساباط پہنچا۔ اور نہایت سرعت کے ساتھ واپس
چلنے کو کہا۔ پھر مختار نے ان لوگوں کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔
جو کچھ تم کہو میں کرنے کو تیار ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہم سے الگ
ہو جاؤ۔ کیونکہ تم یہ کہتے ہو کہ تم کو حضرت ابن حنفیہ نے بھیجا ہے حالانکہ انھوں نے
نہیں بھیجا۔ مختار نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو اپنی طرف سے ان کے پاس ایک وفد
بھیجو۔ اور ادھر سے میں بھی ایک وفد بھیجتا ہوں پھر تم انتظار کرو تا آنکہ حقیقت
معلوم ہو جائے۔ اصل میں مختار کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح ان سے گفتگو کرتے کرتے
ان کا وقت ٹال دے اور ابراہیم ابن اشتر آپہنچیں۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں سے
کہہ دیا کہ ان کی کوئی کسی طرح مزاحمت نہ کرے۔ حالانکہ اہل کوفہ نے ہر طرف سے
ان کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ اور ان کے پاس ہر چیز تھوڑی تھوڑی پہنچتی تھی۔ تاہم

عبداللہ ابن سبیع میدان میں برآمد ہوا۔ بنو شاکر نے اس سے نہایت سختی سے جنگ کی۔ عقبہ ابن طارق الجشمی بھی اس سے آملا۔ اور عرصے تک اس کے ساتھ ہوکر لڑتا رہا یہاں تک کہ آخرکار اس نے ان کو مار کر ہٹا دیا۔ پھر عقبہ شمر کے پاس چلا گیا۔ جہاں بنو قیس عیلان بھی قبیلۂ سلول کے ساتھ موجود تھے۔ علیٰ ہذا القیاس عبداللہ ابن سبیع بنو سبیع کو لیئے ہوئے اہل یمن کے ہاں مقیم ہوا۔

مختار کا قاصد اسی دن شام کو ابن اشتر کے پاس پہنچ گیا۔ اور ابن اشتر راتوں رات سفر کرتے رہے۔ دن بھر سفر کیا اور شام کو وہ اور ان کے تمام جانور آرام کے خیال سے ٹھیر گئے۔ رات پھر سفر کیا اور دوسرے دن عصر کے وقت مختار کے پاس جا پہنچے۔ رات بھر مسجد میں قیام کیا۔ اس تمام دوران میں ان کے تمام بڑے بڑے طاقتور آدمی ان کے ساتھ رہے۔ جب اہل یمن بنو سبیع کے قبیلے میں جمع ہوئے تو نماز کے وقت اہل یمن میں سے ہر ایک شخص نے ایک دوسرے کے تقدم کو ناگوار سمجھا۔ اس پر عبدالرحمٰن ابن مخنف الازدی نے کہا کہ سب سے پہلا اختلاف تم لوگوں میں یہی ہے۔ اب تم لوگوں کو یہ چاہیئے کہ متفق ہوکر رضامندی کے ساتھ سید القرّاء رفاعہ بن شداد البجلی کو امامت کے لیئے مقدم کرو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اور جنگ کے آغاز تک برابر وہی نماز پڑھاتے رہے۔

مختار نے بازار میں اپنی فوجوں کو آراستہ کیا جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ تھی۔ پھر ابن اشتر اس کے حکم سے بنو مضر کی طرف گئے۔ جن کے سردار شبث ابن ربعی اور محمد ابن عمیر بن عطارد تھے جو کناسہ میں مقیم تھے۔ مختار کو اس سے خوف ہوا کہ وہ ابراہیم ابن اشتر کو اہل یمن کے مقابلے کے لیئے بھیجے۔ کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ان کو اپنی قوم سمجھ کر ان سے اچھی طرح جنگ نہ کر سکیں۔ لہٰذا مختار خود قبیلۂ سبیع کی طرف اہل یمن کے مقابلے کے لیئے گیا۔ اور عمرو بن سعید کے مکان کے پاس ٹھیر کر احمر ابن شمیط البجلی اور عبداللہ بن کامل الشاکری کو اپنے آگے آگے روانہ کیا اور دونوں کو حکم دیا کہ جس راستے کا انھوں نے ذکر کیا تھا دونوں اسی راستے پر چلیں۔ اور خفیہ طور پر یہ بھی بتلا دیا کہ بنو شبام نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ وہ بھی ان لوگوں کے

پیچھے سے حملہ کرنے والے ہیں۔ الغرض وہ دونوں مختار کے حکم کے مطابق سفر کرتے کرتے اہل یمن تک پہنچ گئے۔ فریقین میں ایسی سخت جنگ ہوئی کہ لوگوں نے شاید ہی کبھی ویسی جنگ دیکھی ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احمر بن شمیط اور ابن کامل کے ہمراہی ہزیمت کھا کر مختار کے پاس پہنچے۔ مختار نے حال دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ہم کو ہزیمت ہوئی ہے۔ مگر احمر بن شمیط وہیں مقیم ہے۔ اور اس کے ساتھ کچھ آدمی بھی ہیں۔ لیکن ابن کامل کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ابن کامل کیا کر رہا ہے۔ مختار ان کو اپنے ہمراہ لے کر قوم کی طرف چلا۔ اور ابو عبد اللہ الجدلی کے مکان پر پہنچ کر ٹھیر گیا۔ پھر اس نے عبد اللہ بن قراد الخثعمی کو چار سو آدمی دے کر ابن کامل کی مدد کو روانہ کیا اور کہا کہ اگر وہ ہلاک ہو جائے تو تم اس کی جگہ پر شکن ہو جانا۔ بلکہ اگر وہ زندہ بھی ہو تو بھی تم لوگوں سے لڑو اور اپنے ہمراہیوں میں سے تین سو آدمی وہیں اس کے پاس چھوڑ دو۔ اور باقی ایک سو کو لے کر حمام قطن کے راستے سے قبیلۂ سبیع کو چلے جاؤ۔ عبد اللہ ابن قراد نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ابن کامل اپنی ایک جماعت کو جو نہایت استقلال کے ساتھ اس کا ساتھ دے رہی تھی اپنے ہمراہ لئے جنگ میں مصروف ہے۔ ابن قراد نے اپنے دو تین سو آدمی اس کے پاس چھوڑ دیئے۔ اور باقی ایک سو کو لے کر بنو عبد القیس کی مسجد پہنچا۔ اور اپنے اصحاب سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ مختار خود باہر آئے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ آج میری قوم کے اشراف ہلاک ہو جائیں خدا کی قسم مجھے یہ پسند ہے کہ میں خود مارا جاؤں مگر یہ پسند نہیں کہ وہ لوگ میری آنکھوں کے آگے ہلاک ہوں۔ خیر پھر بھی تم ذرا ٹھیرے رہو۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ بنو شبام ان لوگوں کے بعد حملہ آور ہونے والے ہیں۔ شاید وہ پہنچ کر ہم کو اس علت سے بچالیں اس کے ساتھیوں نے قبول کیا۔ چنانچہ ابن قراد نے وہیں مسجد عبد القیس میں رات بسر کی۔

مختار نے مالک بن عمر النہدی (جو ایک شجاع آدمی تھا) اور عبد اللہ ابن شریک النہدی کو چار سو آدمیوں کی معیت میں احمر بن شمیط کی طرف بھیجا۔ وہ وہاں ایسے وقت میں پہنچا کہ لوگوں نے احمر کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ چنانچہ فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔

ابن اشتر نے یہ کیا کہ وہ بنو مضر کی طرف گئے اور وہاں شبث بن ربعی سے مقابلہ کرتے وقت کہا کہ اے کم بختو۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ بنو مضر کو میرے ہی ہاتھوں مصیبت پہنچے۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور ان سے لڑنے لگے۔ ابن اشتر نے ان کو ہزیمت دی۔ جنگ میں حسان بن فائد العبسی زخمی ہو گیا۔ اُسے اُٹھا کر اس کے گھر بھیج دیا گیا۔ جہاں پہنچ کر اس کا انتقال ہو گیا۔ مختار نے بنو مضر کی ہزیمت کی خوش خبری سن کر احمر بن شمیط اور ابن کامل کے پاس بھی یہ خوش خبری پہنچا دی جس سے ان کو تقویت ہوئی۔ اُدھر سے بنو شبام بھی آکر جمع ہو گئے۔ انھوں نے ابو القلوص کو اپنا سردار مقرر کیا کہ وہ سب مل کر اہل یمن پر پیچھے سے حملہ کریں۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر تم اپنی کوششوں کو مضر و ربیعہ پر صرف کر دو تو بہت بہتر ہو گا۔ مگر ابو القلوص خاموش رہا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ خدائے تعالٰی کا قول ہے کہ جو کفار تمھارا مقابلہ کریں ان سے جنگ کرو۔ غرض کہ وہ لوگ اس کے ہمراہ اہل یمن کی طرف بڑھے۔ بنو سبیع کے قبیلے میں پہنچ کر ان کے محلے کے سرے پر اعسر الشاکری ملا جس کو انھوں نے قتل کر دیا۔ اور قبیلے میں پکار کر کہا کہ اے حسینؓ کا بدلہ لینے والو۔ آؤ۔" اس آواز کو یزید بن عمیر بن ذی مران الہمدانی نے سنا تو اس نے بھی پکار کر کہا کہ "اے عثمان کے بدلہ لینے والو۔ آؤ۔" رفاعہ بن شداد نے کہا کہ ہم کو عثمان سے کیا تعلق ہے۔ میں ایسے لوگوں کے ساتھ ہو کر نہیں لڑونگا جو عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں۔ اس پر اس کی قوم کے چند افراد نے اس سے کہا کہ تم ہم کو یہاں تک لائے اور ہم نے تمھاری اطاعت کی اور جب ہم نے دیکھا کہ ہماری قوم پر تلوار چلا چاہتی ہے تو تم نے کہا کہ ان کو یہیں چھوڑ کر چلے جاؤ۔ یہ سن کر رفاعہ یہ شعر پڑھتے ہوئے ان کی طرف پھرا (ترجمہ):۔

"میں ابن شداد ہوں اور علی کے دین پر ہوں۔ میں عثمان ابن اروی کا دوست نہیں ہوں۔ میں آج بے فکر ہو کر آتش جنگ میں چلنے والوں کے ساتھ جلونگا۔"

آخر اس نے لڑنا شروع کیا اور قتل ہوا۔ وہ مختار کے ساتھ تھا۔ مگر جب اُسے مختار کی دروغ بافی معلوم ہوئی تو اس نے اس کو قتل کرنا چاہا۔ مگر اس کا قول ہے

کہ رسول اللہ صلعم کے اس قول نے اُسے روک دیا کہ جس شخص کو کسی نے خون معاف کر کے اپنا امین بنالیا ہو اور وہ شخص اُسے قتل کر دے تو میں اس سے بری ہوں اس جنگ کے دن وہ اہل کوفہ کے ہمراہ ہو کر لڑا۔ جب اس نے یزید ابن عُمر کو "عثمان کا بدلہ لینے والو" کہتے ہوئے سنا تو وہ ان کے ہاں سے واپس آگیا۔ اور مختار کی طرف سے لڑتا ہوا۔ مارا گیا۔ یزید بن عمر بن ذی مران اور نعمان بن صہبان الجرمی بھی قتل ہوئے۔ موخر الذکر ایک دیندار شخص تھا۔ علی ہذا القیاس فرات ابن زحر بن قیس مارا گیا۔ اس کا باپ زحر مجروح ہوا اور عبداللہ بن سعید بن قیس اور عمر بن مخنف بھی جنگ میں کام آئے۔ عبدالرحمن بن مخنف لڑتے لڑتے مجروح ہوا۔ لوگ اس کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر لے گئے۔ مگر اس کو خبر نہیں ہوئی۔ اس کے ارد گرد بنو ازد کے آدمی بھی جنگ کرتے رہے۔ الغرض اہل یمن کو سخت شکست ہوئی۔ وادعین کے مکانوں میں سے پانچ سو آدمیوں کو گرفتار کر کے پابجولاں مختار کے پاس بھیج دیا گیا۔ مختار نے ان کو حاضر کرنے اور اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ دیکھو کہ ان میں سے امام حسینؓ کے قتل میں کون کون شریک تھا اور مجھے بتاؤ۔ چنانچہ مختار نے ان میں سے ان سب کو قتل کر دیا جو امام حسینؓ کے قتل میں شامل تھے جن کی تعداد (۲۴۸) تھی۔ پھر اس کے ہمراہیوں نے ان سب کو قتل کرنا شروع کیا جو ان کو اذیت دیتے تھے۔ مگر جب مختار نے یہ سنا تو اس نے باقی تمام قیدیوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا اور ان سب سے وعدہ لے لیا کہ نہ وہ لوگ اس کے دشمنوں سے ملیں گے اور نہ اس کے یا اس کے ہمراہیوں کے خلاف جنگ کریں گے۔ پھر مختار کے منادی نے منادی کر دی کہ سوائے ان لوگوں کے جو آل محمدؐ کے خون بہانے میں شریک تھے باقی ہر وہ شخص جو اپنے مکان کا دروازہ بند کرے امان میں ہے۔ عمرو بن حجاج الزبیدی نے جو امام حسینؓ کے قتل کے وقت کے موجودین میں سے تھا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واقصہ کا راستہ لیا۔ اور قیامت تک کے لیے مفقود الخبر ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے مختار کے آدمیوں نے اُسے ایسے حال میں کہ وہ پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر زمین پر گر پڑا تھا جا پکڑا اور قتل کر کے اس کا سر اٹھا لے گئے تھے۔

فرات بن زحر بن قیس کے قتل کی خبر سن کر عائشہ بنت خلیفہ بن عبداللہ الجعفیہ نے (جو امام حسینؓ کی زوجہ تھیں) مختار کے پاس اس کو دفن کرنے کی اجازت طلب کرنے کے لیئے پیغام بھیجا۔ مختار نے اجازت دی اور عائشہ نے اُسے دفن کر دیا۔ مختار نے زربی نام ایک غلام کو شمر بن ذی الجوشن کی تلاش میں بھیجا۔ شمر کے ساتھ اس کے ہمراہی بھی تھے۔ جب وہ لوگ زربی کے قریب پہنچے تو شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ شاید وہ میری طرف ہی آنا چاہتا ہے۔ وہ سب اس کے پاس سے ہٹ گئے۔ اور زربی اس کی طرف گیا۔ شمر نے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔ اور شام کے وقت ساتیدما میں جا ٹھیرا۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے کلتانیہ نام گاؤں میں ٹھیرا جو دریا کے کنارے پہاڑ کی طرف واقع ہے۔ اس گاؤں کے باشندوں کے پاس پیغام بھیجا اور ان میں سے ایک کافر کو پکڑ کر مارا اور کہا کہ میرا یہ خط مصعب ابن زبیر کے پاس لے جا۔ وہ کافر اس خط کو لے کر گاؤں میں داخل ہوا۔ جہاں ابو عمرہ صاحب مختار مقیم تھا جسے مختار نے اس غرض سے اس گاؤں کو بھیجا تھا کہ وہ اس گاؤں کو مختار اور اہل بصرہ کے درمیان ایک سلاح خانہ بنادے۔ راستے میں وہ کافر اسی گاؤں کے ایک اور کافر سے ملا اور اُسنے شمر کی بدسلوکی کی شکایت کی ابھی وہ اس سے بات کر ہی رہا تھا کہ ایک شخص جس کا نام عبدالرحمٰن ابن ابو کنود تھا اور ابو عمرہ کے دوستوں میں سے تھا ان کے پاس سے گذرا اور اس نے وہ خط دیکھا اور اس کا شمر کی طرف سے مصعب ابن زبیر کے نام ہونا معلوم کر کے اس کافر سے پوچھا کہ شمر کہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے اور شمر کے درمیان صرف تین فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ اس پر وہ سب مل کر اس کی طرف چلے۔

شمر سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ کاش تم ہمیں اس گاؤں سے لے چلتے ہمیں اس سے خوف ہوتا ہے۔ شمر نے کہا یہ سب اسی کذاب کے خوف کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم میں یہاں تین دن تک ہرگز نہیں رہونگا۔ خدا نے ان کے دلوں کو ہمارے رعب سے پر کر دیا ہے۔ اور وہ سو رہے ہیں۔ جب ان لوگوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں تو انھوں نے سوچا کہ یہ چھوٹی

آواز ہے۔ مگر جب وہ آواز اور بھی شدید ہو گئی تو شمر کے ہمراہی مقابلے کے خیال سے کھڑے ہونے کے لئے چلے۔ دیکھا تو پہاڑیں سے سوار چلے آتے ہیں۔ یہ دیکھ کر آنے والوں نے تکبیر کہی اور خیموں کو گھیر لیا۔ شمر کے ساتھی اپنے گھوڑوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ شمر ایک چادر اوڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ مگر چونکہ اس کو برص کا مرض تھا اس لئے اس کے برص کی سفیدی چادر کے اوپر سے بھی ظاہر ہوتی تھی اور وہ نیزے چلا رہا تھا۔ آنے والوں نے نہ تو اُسے لباس پہننے دیا اور نہ ہتھیار لگانے دیئے۔ اس کے ساتھی اس سے جدا ہو ہی چکے تھے۔ انھوں نے دور پہنچ کر تکبیر کہی آواز سنی اور کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "خبیث مارا گیا!" اُسے اسی ابن ابی کنود نے قتل کیا جس نے اس کافر کے پاس وہ خط دیکھا تھا پھر اس کی لاش کو کتوں کے لئے پھینک دیا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ پہلے وہ ہم سے نیزے سے لڑتا رہا پھر اُسے پھینک کر تلوار اٹھالی اور اس سے لڑتا رہا اور میں نے اُسے اس دوران میں یہ شعر بطور رجز پڑھتے ہوئے سنا۔ (ترجمہ):۔

"تم نے کچھار کے ایک دلیر جنگجو شیر کو برانگیختہ کیا ہے۔ جو مضبوط اور توانا ہے اور کندھے توڑتا ہے۔ وہ کسی دشمن کے مقابلے میں عاجز اور کمزور ہو کر سوتا نہیں۔ بلکہ لڑتا اور لڑاتا رہتا ہے۔ ان کو تلوار کی ضرب سے جدا کرتا اور اپنے نیزے کو سیراب کرتا ہے"۔

مختار قبیلہ سبیع سے قصر کو واپس آیا تو اس کے ساتھ سراقہ بن مرداس البارقی تھا اس نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):۔

"اے مضر کے بہترین شخص اور اے سواروں اور لشکروں کے ساتھ مقیم ہونے والے بہترین بزرگ اور تلبیہ۔ تحیہ اور سجدہ کرنے والوں کے بہترین فرد۔ آج مجھ پر رحم کر!!!"

مختار نے اُسے قید خانے بھیج دیا۔ جب اُسے دوسرے دن بلایا تو وہ یہ اشعار پڑھتا ہوا حاضر ہوا۔ (ترجمہ):۔

"ہاں! اخبر دار! ابو اسحٰق کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم عربدہ جوئی کے لئے نکلے تھے۔ ہم خروج کے وقت ضعفاء کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے اور خوب اکڑ اکڑ کر چلتے تھے۔

مگر ہم کو ان کی طرف تلواروں اور نیزوں کی زبردست جنگ سے سابقہ پڑا اور ہم واپس چلے گئے۔ تم ہر روز اپنے دشمنوں پر ایسے دستوں کے ذریعے سے فتحیاب ہوتے ہو جو امام حسینؓ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔ بعینہٖ جس طرح کہ حضرت محمدؐ (صلعم) ایام بدر و شعب و حنین میں فتحمند ہوتے تھے۔ تم بادشاہ ہو ہم سے درگذر کرو۔ کیونکہ اگر ہم بادشاہ ہوتے تو حکومت میں ضرور جور و ستم برپا کرتے۔ میری توبہ قبول کرو۔ کیونکہ میں اس بات کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ میں نے دین کو خالص کر دیا ہے۔"

راوی کا بیان ہے کہ جب وہ مختار کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ "خدا امیر کا بھلا کرے۔ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان فرشتے سفید گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑ رہے تھے۔" مختار نے اس سے کہا کہ "تم منبر پر چڑھ کر لوگوں کو اس امر کی اطلاع کر دو۔ چنانچہ اس نے منبر پر چڑھ کر سب کو اس سے آگاہ کر دیا۔ اور جب وہ نیچے اترا تو مختار نے اس سے تخلیے میں کہا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ بلکہ تمہارا کچھ اور ہی ارادہ تھا جو میں سمجھ گیا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں تم کو قتل نہ کروں۔ اب تم یہاں سے جہاں چاہے چلے جاؤ۔ مگر میرے ہمراہیوں میں فساد برپا نہ کرنا۔ چنانچہ سراقہ بصرے کی طرف نکل گیا۔ اور وہاں پہنچ کر مصعب کے پاس مقیم ہوا۔ اور یہ شعر کہے۔ (ترجمہ):۔

"ہاں! ذرا ابو اسحٰق کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں نے یک رنگ سفید اور سیاہ گھوڑے دیکھے تھے۔ میں نے تمہاری وحی سے کفر کیا اور اپنی موت کے لئے تم سے نہ لڑنے کی منت مان لی۔ میں اپنی آنکھ کو وہ کچھ دکھلاتا ہوں جو انھوں نے نہیں دیکھا۔ اور ہم دونوں بیہودہ اور خرافات باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔"

اسی دن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس الہمدانی بھی مارا گیا تھا مسعر ابن ابو مسعر۔ ابو زبیر الشبامی (جو شبام بنو ہمدان میں سے تھا) اور ایک اور شخص نے اس کو قتل کرنے کا ادعا کیا۔ ابن عبدالرحمٰن نے ابو زبیر الشبامی سے پوچھا کہ کیا تم نے میرے باپ عبدالرحمٰن کو قتل کیا ہے جو اپنی قوم کے

سردار تھے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ "لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ" اس جنگ میں اس کے سات سو اسی آدمی کام آئے۔ اس دن اہل یمن میں سے اکثر آدمی قتل ہوئے۔ یہ جنگ ۶۶ھ میں ماہ ذی الحجہ کے اختتام سے چھ دن قبل واقع ہوئی تھی۔ کو اشراف شہر وہاں سے روانہ ہو کر بصرے چلے گئے اور امام حسینؓ کے قاتلین کے مقابلے کے لئے مختار اکیلا رہ گیا۔ مختار نے کہا کہ ہمارا یہ مذہب نہیں ہے کہ ہم امام حسینؓ کے قاتلین کو زندہ چھوڑیں۔ میں آل محمد صلعم کا بہت ہی بڑا یار و ناصر ہونگا۔ اگر میں دنیا میں رہوں اور پھر بھی کذاب کہلاؤں۔ جیسا کہ لوگ مجھے کہتے ہیں میں ان کے خلاف خدا سے مدد چاہتا ہوں۔ مجھے ان کے نام بتاؤ۔ اور پھر تم خود ان کا تعاقب کرو۔ اور جب تک ان کو قتل نہ کر لو۔ دم نہ لو میرے لئے کھانا پینا زہر ہے جب تک کہ میں زمین کو ان کے وجود سے پاک نہ کر لوں۔"

چنانچہ اس کو عبداللہ بن اسید الجہنی۔ مالک ابن بشیر البدری۔ حمل ابن مالک المحاربی کے نام بتائے گئے۔ اس نے ان سب کو قادسیہ سے اپنے پاس بلایا۔ اور انھیں دیکھتے ہی کہا کہ اے خدا اور رسول کے دشمنو۔ حسینؓ ابن علیؓ کہاں ہیں؟۔ ان کو میرے پاس لاؤ۔ تم نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے جس کے متعلق تم کو حکم دیا گیا تھا کہ تم اس پر درود و سلام بھیجنا۔ انھوں نے کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے۔ ہم کو مجبور کر کے بھیجا گیا تھا۔ آپ ہم پر احسان کیجئے اور رحم کیجئے۔ مختار نے کہا کہ تم نے اپنے نبی (صلعم) کے نواسے پر کیوں نہ رحم کیا؟۔ کیوں نہیں ان پر رحم کیا؟۔ اور انھیں پانی کیوں نہ دیا؟۔ بدری امام حسینؓ کی ٹوپی پر قابض تھا مختار کے حکم سے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا گیا۔ اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ پھر باقی سب کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے زیاد بن مالک الصبعی عمران ابن خالد القشیری۔ عبدالرحمن بن ابی خشارہ البجلی اور عبداللہ بن قیس الخولانی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ سب حاضر ہوئے تو ان سے کہا کہ اے صالحین کے قتل کرنے والو۔ اور اے سید شباب اہل الجنہ کے قاتلو۔ آج اللہ نے تم سے بدلہ لیا ہے۔ تم کو بڑے منحوس دن میں ورس ملا تھا" واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے

وہ ورس لوٹا تھا جو امام حسینؓ کے پاس تھا) - یہ کہہ کر ان سب کو بھی مختار کے حکم سے قتل کر دیا گیا - بعد ازاں صلعنت کے بیٹے عبداللہ و عبدالرحمٰن اور اعشی الہمدانی کے برادر عم زاد عبداللہ بن وھب بن عمرو الہمدانی کو بھی حاضر کر کے مختار کے حکم پر قتل کیا گیا - علیٰ ہذا القیاس عثمان ابن خالد بن اسید الدہمانی الجہنی - اور ابو اسماء بشر بن شمیط القابضی کو بھی بلایا گیا - اور ان کی گردنیں ماری گئیں - اور ان کو آگ میں جلا دیا گیا - پھر انھوں نے خولی بن یزید الاصبحی کو پکڑنے کے لئے آدمی بھیجے - وہ روپوش ہو گیا - مختار کے آدمی اس کو ڈھونڈتے ہوئے اس کے مکان پر پہنچے - اس کی زوجہ (جس کا نام عیوف تھا اور جو اُسی وقت سے اس کی دشمن ہو گئی تھی جب وہ امام حسینؓ کا سر مبارک لے کر گھر پہنچا تھا) نے ان سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو - انھوں نے کہا کہ تمھارا شوہر کہاں ہے؟ - اس نے منہ سے تو یہ کہا کہ میں نہیں جانتی - مگر ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں ہے - وہ سب ادھر گئے - اور وہاں اُسے پایا - اس وقت اس کے سر پر ایک زنبیل رکھی ہوئی تھی - انھوں نے اُسے وہاں سے نکال کر اس کے مکان کے ایک طرف کو لے جا کر قتل کر دیا اور پھر جلا دیا -

عمر بن سعد اور ان دیگر اشخاص کے قتل کا بیان جو امام حسین کے قتل کے وقت موجود تھے

ایک دن مختار نے اپنے اصحاب سے کہا کہ کل میں ایک شخص کو قتل کرونگا جو بڑے پاؤں والا - گڑی ہوئی آنکھوں والا - اور گھنی بھوؤں والا ہے - اور جس کے قتل سے مومنین اور ملائکہ مقربین خوش ہونگے - اس وقت ہیثم ابن اسود النخعی بھی موجود تھا - وہ سمجھ گیا کہ مختار کی مراد عمر ابن سعد سے ہے - ہیثم اپنے گھر گیا اور وہاں سے اپنے بیٹے عریان کو عمر کے پاس اس امر کی اطلاع دینے کے لئے بھیجا - جب عریان نے عمر سے یہ امر بیان کیا تو اس نے کہا کہ خدا تمھارے باپ کو جزائے خیر دے - مگر مختار اپنے عہود و مواثیق کے بعد مجھے

کس طرح قتل کر سکتا ہے؟۔ واقعہ یہ تھا کہ عبداللہ بن جعدہ ابن ہبیرہ حضرت علیؓ کے قرابت دار ہونے کی وجہ سے مختار کے ہاں معزز و مکرم آدمی تھا۔ عمر ابن سعد نے اس سے کہا کہ مختار سے میرے لئے امان طلب کر دو۔ اس نے مختار سے عمر کی سفارش کر دی اور مختار نے جواب میں امان لکھ دی۔ اور یہ شرط بھی کی کہ میں حدث نہ کرونگا۔ (یعنی اس وعدے کو نہ توڑونگا) حالانکہ حدث سے اس کی مراد بیت الخلاء میں داخل ہونے سے تھی۔ غرض کہ عریان کی واپسی پر عمر بن سعد گھر سے باہر نکل کر حمام گیا۔ جہاں اس نے اپنے ایک غلام کو اپنی امان اور اپنی تمام کیفیت سنائی۔ غلام نے کہا کہ اور آپ نے جو کچھ بھی کیا ہے اس سے بڑھ کر بھی کوئی شکست عہد ہو سکتی ہے؟۔ آپ اپنے اہل و عیال اور قافلے کو چھوڑ چھاڑ کر یہاں آگئے۔ اب آپ واپس چلے جائیے۔ اور اپنی جان سے دشمنی نہ کیجئے" اس پر وہ وہاں سے واپس چلا گیا۔ اُدھر اس نے مختار کے پاس جاکر اس کی خلاصی کی اطلاع دی۔ مختار نے کہا کہ نہیں اس کی گردن میں ایک زنجیر ہے جو اُسے پھر واپس لے آئیگی۔ دوسری صبح کو مختار نے ابو عمرہ کو اس کے پاس بھیجا جس نے اس سے جاکر کہا کہ چلو امیر نے یاد کیا ہے۔ عمر اُٹھا۔ مگر چلتے ہوئے اپنے جُبے میں اٹک کر گرا۔ ابو عمرہ نے وار کیا اور قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیج دیا۔ مختار نے عمر بن سعد کے بیٹے حفص سے جو اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا پوچھا تم پہچانتے ہو کہ یہ کون ہے؟۔ اس نے کہا ہاں۔ مگر اب ان کے بعد زندگی میں اور کوئی لطف نہیں۔ یہ سن کر مختار نے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ بھی قتل ہوا۔ مختار نے کہا یہ حسینؓ کے بدلے میں اور یہ علی بن حسینؓ کے بدلے میں ہے۔ حالانکہ یہ دونوں ان دونوں کے برابر نہیں ہیں۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے بدلے میں بنو قریش کے ایک تہائی آدمیوں کو بھی قتل کر دوں تو وہ سب مل کر ان کے ایک پور کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ مختار اُسے قتل کرنے کے لئے اس قدر جوش و خروش میں اس وجہ سے آیا ہوا تھا کہ یزید بن شراحیل الانصاری محمدؒ ابن الحنفیہ کے پاس گیا۔ اور سلام و پیام کے بعد ان سے باتیں کرنے لگا۔ اثنائے گفتگو میں مختار کا ذکر آیا۔ تو ابن الحنفیہ نے کہا کہ مختار یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہماری جماعت میں سے ہے۔

حالانکہ امام حسینؓ کے قاتل اس کے دربار میں کرسی نشین ہیں۔ اور اس سے کلام کرتے ہیں۔ اس پر اس نے عمر بن سعد کو قتل کر کے اس کا اور اس کے بیٹے کا سر محمدؒ بن الحنفیہ کے پاس بھیجا اور بذریعہ تحریر یہ اطلاع دی کہ وہ جس جس شخص کے قتل پر قادر ہوا ان سب کو قتل کر چکا ہے۔ اور ان باقی لوگوں کی تلاش میں ہے جو امام حسینؓ کے قتل میں شریک تھے۔ عبداللہ ابن شریک کا بیان ہے کہ میں ازدی۔ اور اصحاب سواری میں سیاہ ٹوپیوں والوں میں تھا کہ جب عمر بن سعد ان کے پاس سے گذرا تو انھوں نے کہا کہ حضرت امام حسینؓ کا قاتل یہی ہے۔ یہ امام حسینؓ کی شہادت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے عمر بن سعد سے کہا تھا کہ اگر تم ایسے مقام میں ہو کہ تم کو جنت اور دوزخ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی نوبت آئے تو ضرور دوزخ ہی کو اختیار کرو گے۔

اس کے بعد مختار نے حکیم بن طفیل کی طرف آدمیوں کو بھیجا جس نے عباس ابن علی کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا تھا۔ اور امام حسینؓ پر تیر چلائے تھے۔ اور وہ کہا کرتا تھا کہ میرا تیر ان کے پاجامے میں اٹک گیا تھا اور اس سے ان کو کوئی گزند نہیں پہنچا تھا۔ مختار کے آدمیوں نے اُسے جا پکڑا۔ اس کے اہل و عیال نے عدی ابن حاتم سے سفارش کرنے کی درخواست کی۔ اس نے اس بارے میں ان لوگوں سے کلام کیا۔ لوگوں نے یہ خبر مختار کو پہنچا دی۔ ادھر عدی مختار کے پاس سفارش کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس سے قبل قبیلہ سبیع کی جنگ کے دن مختار نے عدی کی قوم کے چند آدمیوں کے متعلق اس کی سفارش مان لی تھی۔ اس لئے شیعہ کہتے تھے کہ ہمیں خوف ہے کہ مختار اس کی سفارش مان لیں گے۔ لہٰذا جس طرح حکیم نے امام حسینؓ کو تیروں سے شہید کر دیا تھا اسی طرح انھوں نے بھی اسے تیر مار مار کر مار ڈالا۔ اور اس کا یہ حال کر دیا کہ وہ بالکل خارپشت انھیں معلوم ہونے لگا۔ اس اثنا میں عدی ابن حاتم مختار کے پاس پہنچا۔ مختار نے اُسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ عدی نے اس سے حکیم کی سفارش کی۔ مختار نے کہا کہ کیا تم اس امر کو جائز سمجھتے ہو کہ تم امام حسینؓ کے قاتلین کو مجھ سے طلب کرو؟۔ اس نے کہا کہ اس کے متعلق جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ مختار نے کہا تو پھر میں اُسے تمہاری خاطر سے چھوڑے

دیتا ہوں۔ اتنے میں ابن کامل نے آ کر مختار کو حکیم کے قتل کی خبر سنائی۔ مختار نے سن کر کہا کہ تم لوگوں نے اس میں اس قدر جلدی کی کہ اُسے میرے سامنے بھی پیش نہ کیا۔ حالانکہ اصل میں مختار یہ خبر سن کر خوش ہوا تھا۔ ابن کامل نے کہا مجھے شیعوں نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا۔ عدی نے ابن کامل سے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ بلکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ تم سے بہتر کوئی آدمی میری سفارش کو قبول کرے گا۔ اس لیئے تم نے اُسے قتل کر دیا۔ ابن کامل نے اُسے گالیاں دیں۔ مگر مختار نے اُسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

پھر مختار نے علی بن حسینؓ کے قاتل مرہ بن منقذ کی طلب کے لیئے آدمی بھیجے۔ وہ بنو عبد القیس میں تھا اور ایک بہادر شخص تھا۔ مختار کے آدمیوں نے جا کر اس کا مکان گھیر لیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ہاتھ میں نیزہ لیئے ہوئے ان کے مقابلے کے لیئے برآمد ہوا۔ اور ان پر نیزہ زنی کرتا رہا۔ کسی نے اس کے ہاتھ پر تلوار ماری مگر وہ وہاں سے بھاگ کر بچ گیا اور مصعب بن زبیر سے جا ملا۔ مگر اس دن سے اس کا ہاتھ شل ہو گیا ؎

بعد ازاں مختار نے زید بن رقاد الجبانی کی طلب میں آدمی بھیجے۔ زید کہا کرتا تھا کہ میں نے ان میں سے ایک نوجوان شخص پر تیر چلایا۔ اس وقت اس نے اپنا ہاتھ تیر کی زد سے بچنے کے لیئے ماتھے پر رکھ لیا تھا۔ تیر اس طرح ہاتھ پر جا کر بیٹھا۔ کہ وہ پھر اپنے ہاتھ کو پیشانی پر سے نہ اُٹھا سکا۔ وہ نوجوان عبد اللہ بن مسلم ابن عقیل تھا۔ اور جب میں نے اس پر تیر چلایا تو اس نے کہا کہ یا اللہ ان لوگوں نے ہم کو حقیر و ذلیل سمجھ لیا ہے۔ جس طرح یہ ہم کو مار رہے ہیں تو بھی ان کو اسی طرح مار۔ زید نے اس لڑکے پر ایک اور تیر بھی چلایا تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ میں اس کے پاس گیا تو وہ مر چکا تھا جس تیر سے میں نے اس کو قتل کیا تھا اس کو اس کے شکم سے نکالا۔ میں نے اس کی پیشانی میں سے بڑی کشاکش کے بعد تیر کھینچا۔ لکڑی تو میرے ہاتھ میں آ گئی۔ اور پیکان اندر ہی رہ گیا۔ جب مختار کے آدمی اس کے پاس پہنچے۔ تو وہ تلوار لے کر ان کی طرف آیا۔ ابن کامل نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اس پر تلوار نہ چلاؤ نہ نیزہ بلکہ تیروں سے اس کا کام تمام کر دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ زید زمین پر گر پڑا اور لوگوں نے اُسے زندہ ہی جلا دیا ؎

پھر مختار نے سنان بن انس کو طلب کیا۔ جو امام حسینؓ کو قتل کرنے کا مدعی تھا۔ مختار نے یہ معلوم کر کے کہ وہ بصرہ بھاگ گیا ہے۔ اس کے مکان کو منہدم کرا دیا۔ پھر عبداللہ بن عقبۃ الغنوی کو طلب کیا۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ بھی جزیرے کی طرف بھاگ گیا ہے۔ اس لئے اس کا گھر بھی گرا دیا گیا۔ اُس نے اُن میں سے ایک لڑکے کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد مختار نے بنو اسد کے ایک اور شخص حرملہ ابن کاہن کو طلب کیا جس نے امام حسینؓ کے اہل و عیال میں سے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ مگر مختار اُسے نہ پا سکا۔ اسی طرح اس نے بنو خلع کے عبداللہ بن عروہ الخثعمی نام ایک فرد کو بھی طلب کیا۔ جو کہا کرتا تھا کہ میں نے ان لوگوں پر بارہ تیر چلائے تھے۔ یہ شخص بھی مختار کے ہاتھ نہ آسکا۔ بلکہ مصعب بن زبیر کے پاس چلا گیا۔ اس لئے مختار نے اس کا گھر بھی گرا دیا۔ مختار نے عمرو بن صبیح الصدائی کو بھی طلب کیا جو کہا کرتا تھا کہ میں نے ان لوگوں پر نیزے چلائے۔ اور ان کو زخمی کیا۔ مگر قتل کسی کو نہیں کیا۔ مختار کے آدمیوں نے اُسے رات کو جا پکڑا۔ اور مختار کے سامنے حاضر کیا۔ مختار نے نیزے منگوا کر اس پر نیزہ زنی کروائی جس سے وہ مر گیا۔ پھر مختار نے محمد بن اشعث کو بلایا جو قادسیہ کے قریب ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ مگر چونکہ وہ بھاگ کر مصعب کے پاس چلا گیا تھا اس لئے وہ نہ ملا۔ اور مختار نے اس کا مکان گروا کر اس کی انیٹ اور مٹی سے حجر ابن عدی کا مکان بنوا دیا جس کو زیاد نے منہدم کرا دیا تھا۔ ؎

{ بحیر بن ریسان میں بائے موحدہ پر زبر اور حاء مہملہ پر زیر ہے۔ شبام شین معجمہ کے زیر اور بائے موحدہ سے ہے۔ وہ ہمدان کا ایک قبیلہ ہے۔ اور ہمدان میم کے سکون اور دال مہملہ سے ہے۔ سعر سین مہملہ کے زبر سے ہے۔ احمر بن شمیط میں حاء مہملہ اور رائے مہملہ اور شمیط شین معجمہ سے ہے۔ شبث شین معجمہ کے زبر اور بائے موحدہ سے ہے۔ جنانہ اثیر ہمزہ کے پیش اور ثاء مثلثہ یائے مثناۃ تحتانی اور رائے مہملہ سے ہے۔ عُتَیبہ ابن نہاس عین مہملہ۔ تاء مثناۃ فوقانی۔ یاء مثناۃ تحتانی اور باء موحدہ سے ہے۔ حسان بن فائدہ حرف فاء سے ہے } ؎

مثنی عبدی کے بصرہ میں مختار سے بیعت کرنے کا بیان

اس سال مثنی بن مخرمہ العبدی نے بصرہ میں مختار سے بیعت کے لئے

دعوت دی۔ وہ سلیمان ابن صرد کے ہمراہ عین الوردہ میں لڑ چکا تھا۔ وہاں سے واپس آ کر اس نے مختار سے بیعت کی تھی اور مختار نے اُسے اس غرض سے بصرہ بھیجا تھا کہ وہاں جا کر اس کے لئے لوگوں سے بیعت لے۔ چنانچہ اس نے بصرہ جا کر لوگوں کو مختار سے بیعت کرنے کے لئے دعوت دی۔ اس کی قوم کے چند افراد اور چند اور آدمیوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ پھر اس نے مدینۃ الرزق جا کر اپنے ڈیرے ڈال دیئے اور سامان خورد ونوش جمع کیا۔ قباع امیر بصرہ نے ان کی طرف آدمی بھیجے اور اپنے صاحب الشرطہ عباد بن حصین اور قیس بن ہیثم کو شرطہ اور فوجی آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ وہ لوگ سنجہ کی طرف چلے۔ اور باقی لوگ اپنے گھروں میں رہے۔ اور کوئی نہ نکلا۔ عباد اپنے ہمراہیوں کو لے کر پہنچا۔ مگر وہ اور مثنیٰ دونوں توقف کرتے رہے۔ آخر عباد مدینۃ الرزق کی طرف چلا۔ اور قیس نے بھی اپنا مقام چھوڑ دیا۔ عباد نے مدینۃ الرزق پہنچ کر۔ اپنے تیس آدمیوں کو شہر کی فصیل پر چڑھا دیا۔ اور ان سے کہا کہ جب تم تکبیر کی آواز سنو تو تم بھی تکبیر کہنا۔ پھر عباد قیس کی طرف گیا۔ اور مثنیٰ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے لگا۔ جو لوگ دار الرزق میں تھے انھوں نے تکبیر کی آواز سن کر تکبیر کہی جس سے اہل شہر بھاگ اُٹھے۔ مثنیٰ نے ان کے پیچھے سے تکبیر کی آواز سُنی۔ اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر قیس اور عباد نے اُسے جانے دیا اور تعاقب نہ کیا۔ مثنیٰ اپنی قوم یعنی عبد القیس میں پہنچ گیا۔ قباع نے بنو عبد القیس کی طرف ایک فوج روانہ کی کہ مثنیٰ اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر لائے۔ زیاد بن عمرو العتکی یہ حال دیکھ کر قباع کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم کو چاہیئے کہ تم اپنے سواروں کو ہمارے بھائیوں کے ہاں سے ہٹا لو ورنہ ہم ان سے جنگ کریں گے۔ قباع نے احنف بن قیس اور عمرو بن عبد الرحمٰن المخزومی کو ان لوگوں کے مابین صلح اور صفائی کرانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ احنف نے اس شرط پر صلح کرائی کہ مثنیٰ اور اس کے ساتھی وہاں سے چلے جائیں۔ ان لوگوں نے مان لیا۔ اور ان کو اپنے ہاں سے خارج کر دیا۔ مثنیٰ وہاں سے اپنے معدودے چند اصحاب کو لے کر کوفہ چلا گیا۔

مختار کے ابن زبیر سے مکر کرنے کا بیان

جب مختار نے ابن زبیر کے عامل یعنی ابن مطیع کو کوفہ سے خارج کر دیا۔

تو ابن مطیع ابن زبیر کے پاس ہزیمت خوردہ ہو کر جانے سے شرما کر بصرہ چلا گیا۔ اس طرح جب مختار کا عمل مستقل ہو گیا تو اس نے ابن زبیر کو دھوکا دینا شروع کیا۔ چنانچہ اس نے ابن زبیر کو لکھا کہ آپ کو اب معلوم ہو گیا ہے کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ اور آپ کے دشمنوں کے خلاف کوشش میں لگا ہوا ہوں میرے اس تمام فعل میں آپ نے مجھے کیا کچھ دیا ہے۔ گو کہ میں نے آپ سے اپنا وعدہ پورا کر دیا مگر آپ نے مجھ سے جو کچھ وعدہ کیا تھا پورا نہیں کیا۔ اگر آپ مجھ کو پھر اپنے سے ملا لیتا اور میری خیر خواہی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تو ضرور ایسا کرتے۔ اصل میں مختار کا قصد یہ تھا کہ اپنے امر کے اتمام کے لیئے ابن زبیر کو اپنے آپ سے دور ہی رکھے۔ شیعوں کو بھی اس کے کام کی خبر نہ تھی۔ ابن زبیر نے یہ معلوم کرنے کے ارادے سے کہ مختار صلح چاہتا ہے یا جنگ عمر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام المخزومی کو بلایا اور اُسے کوفہ کا والی بنا دیا۔ پھر اس سے کہا کہ مختار ہمارا تابع اور فرماں بردار ہے۔ تم تیس سے چالیس ہزار درہم تک اپنے ساتھ لیجاؤ۔ غرض کہ عمر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور ادھر مختار نے جب یہ خبر سنی تو زائدہ بن قدامہ کو بلایا اور اُسے ستر ہزار درہم دے کر کہا کہ لو یہ رقم اس رقم سے دگنی ہے جو عمر بن عبد الرحمن نے ہمارے پاس آنے کے لیئے راستے میں خرچ کی ہے۔ تم اپنے ساتھ پانچ سو سوار لے کر چلے جاؤ۔ اور راستے میں اس سے مل کر اُسے یہ رقم سفر خرچ کے لیئے دیدو اور کہو کہ واپس چلا جائے۔ اگر وہ مان لے تو بہتر ورنہ اپنے سوار اس کو دکھا دو۔ اس قرارداد کے مطابق زائدہ بن قدامہ مال لے کر روانہ ہوا اور راستے میں عمر سے ملاقات ہونے پر اُسے وہ تمام مال دے دیا۔ اور واپس جانے کے لیئے کہا۔ مگر عمر نے کہا کہ امیر المؤمنین نے مجھے کوفہ کا حاکم بنایا ہے اور میں ضرور جاؤنگا۔ اس پر زائدہ نے اپنے سواروں کو بلایا جن کو اس نے چھپا رکھا تھا۔ عمر نے ان کو آتے دیکھ کر روپیہ لے لیا اور خود بصرے کی راہ لی۔ وہاں حارث بن ابی ربیعہ کی امارت میں وہ اور ابن مطیع یکجا ہو گئے۔ یہ مثنی ابن مخربہ العبدی کے بصرہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ☆

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار نے ابن زبیر کو لکھا تھا کہ میں نے کوفہ کو

اپنا گھر بنالیا ہے۔ اگر آپ میرے لئے ایسا کرنا گوارا کریں تو مجھے دس لاکھ درہم دے دیں تو میں شام کی طرف بھی جاؤں اور آپ کو ابن مروان سے جنگ کرنے کی محنت سے بچاؤں۔ ابن زبیر نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اس ثقیف کے مکار سے کب تک مکر کیا کرونگا۔ اور وہ مجھ سے کبتک مکر کریگا۔ پھر انھوں نے تمثیل کے طور پر یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) :-

"جو اعرکو اپنے لونڈی بچے ہونے سے عار معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ شرفاء اور قدماء میں سے ہے"

پھر انھوں نے مختار کو لکھا :-

"میں ایک خوار و ذلیل غلام کے مال کی تھیلیوں سے دھوکے میں نہیں آتا۔ بلکہ جب تک مجھ میں سینے کی طاقت ہے میں اُسے موت ہی پیش کرونگا"

عبدالملک ابن مروان نے عبدالملک ابن حارث بن ابو الحکم بن ابو العاص کو وادی قرا کی طرف روانہ کیا۔ اور مختار نے ابن زبیر کو وداع کر دیا تھا۔ کہ وہ ان سے الگ رہے گا تاکہ وہ اہل شام سے خود فراغت کے ساتھ جنگ کر سکیں اس لئے مختار نے ابن زبیر کو لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابن مروان نے آپ کی طرف ایک فوج بھیجی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کروں۔ ابن زبیر نے جواب میں لکھا کہ اگر تم میری اطاعت کرنا منظور کرو تو میرے لئے لوگوں سے بیعت لو۔ فوج روانہ کرنے میں عجلت سے کام لو۔ اور ان کو حکم دو کہ وادی قرے میں ابن مروان کی جو فوجیں پڑی ہوئی ہیں ان کو میری طرف آنے سے پہلے اُن سے وہ جنگ کریں۔ والسلام" مختار نے شرجیل بن ورس الہمدانی کو بلایا اور اس کو تین ہزار آدمی کر روانہ کر دیا۔ جن میں صرف سات سو عرب تھے باقی سب موالی تھے۔ اور اس سے یہ کہا کہ تم یہاں سے سیدھے مدینہ جاؤ۔ اور اس میں داخل ہونے کے بعد مجھے اطلاع دو۔ پھر میں جو کچھ حکم دوں وہ کرنا۔ مختار کا ارادہ یہ تھا کہ جب وہ لوگ مدینے پہنچ جائیں۔ تو وہ ان پر کسی کو امیر بنا کر بھیج دے۔ اور ابن ورس ابن زبیر کو مکے میں محصور کر دے۔ اُدھر ابن زبیر کو بھی یہ خوب معلوم ہوگیا تھا کہ کہیں مختار اس سے پھر دھوکا ہی نہ کرتا ہو۔ اس لئے انھوں نے مکے سے عباس بن سہل

بن سعد کو دو ہزار آدمی دے کر روانہ کیا۔ اور اُسے حکم دے دیا کہ وہ ہر طرح سے عربوں کو جمع کر لے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر تم لوگوں کو مطیع پاؤ تو خیر ورنہ ان کو دھوکا دے کر قتل کر دینا۔ غرض کہ عباس ابن سہل وہاں سے روانہ ہو کر مقام رقیم میں ابن ورس سے ملا۔ اس وقت ابن ورس اپنے ہمراہیوں کو مرتب کر چکا تھا۔ مگر عباس کے پہنچنے کے وقت اس کے سب ساتھی منتشر تھے اور عباس نے ابن ورس کے آدمیوں کو چشمے پر ترتیب پاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ عباس نے ان کے پاس پہنچ کے سلام کیا۔ پھر خفیہ طور پر ابن ورس سے پوچھا کہ تم لوگ ابن زبیر کے مطیع ہو نہ؟۔ ابن ورس نے کہا ہاں۔ عباس نے کہا اگر ایسا ہے تو تم ہمارے ساتھ ہمارے دشمن کے مقابلے کے لئے چلو۔ جو وادئے قرئے میں خیمہ زن ہے۔ اس پر ابن ورس نے کہا کہ مجھے تمھاری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ مجھے یہ حکم ہے کہ مدینہ پہنچ کر غور کروں اور جو رائے قائم ہو وہ کروں۔ عباس نے جواب دیا کہ اگر ابن زبیر کی اطاعت میں ہو تو مجھے انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو وادئے قرائے میں لے چلوں۔ ابن ورس نے کہا میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤنگا۔ بلکہ سیدھا مدینہ ہی جاؤنگا۔ اور وہاں پہنچ کر اپنے آقا کو لکھونگا پھر وہ جو کچھ حکم کریں گے اُسے بجا لاؤنگا۔ عباس نے ظاہر میں تو جواب دیا کہ ہاں تمھاری رائے درست ہے۔ مگر باطن میں کچھ اور ہی تدبیر سوچ رکھی تھی۔ پھر کہا کہ خیر میں تو وادی قرئے کو جاتا ہوں۔ تاہم عباس بھی وہیں خیمہ زن ہو گیا۔ اور اس نے ابن ورس کے پاس ذبح کردہ اونٹ اور کھال اتری ہوئی بکریاں بھیجیں جو حقیقت میں بھوکوں مر گئیں تھیں اور اس نے ان کو ذبح کروا دیا تھا۔ ابن ورس کے آدمی اس گوشت کی پخت و پز میں مشغول ہوئے۔ اور سب کے سب چشمے پر جمع ہو گئے۔ عباس نے اپنے تمام ساتھیوں کو جن میں تقریباً ایک ہزار دلیر اور شجاع آدمی شامل تھے جمع کیا اور ابن ورس کے خیموں کی طرف چلا۔ ابن ورس نے ان کو آتا دیکھ کر اپنے آدمیوں کو آواز دی۔ مگر ابھی اس کے پاس ایک سو آدمی بھی جمع نہ ہونے پائے تھے کہ عباس جا پہنچا لڑائی شروع ہو گئی اور ابن ورس مع اپنے ستر آدمیوں کے قتل ہو گیا۔ پھر عباس نے ابن ورس کے ہمراہیوں کے لئے امان کا جھنڈا طلب کیا۔ جس سے تقریباً تین سو آدمیوں کے سوا باقی سب سلیمان

ابن حمیر الھمدانی اور عباس بن جعدہ الجدلی کے ہمراہ اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ عباس کو ان میں سے دو سو آدمیوں پر اچھا موقع مل گیا۔ اور اس نے سب کو قتل کر دیا۔ باقی ماندہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور واپس جانے لگے۔ مگر ان میں سے بھی اکثر راستے میں مر گئے۔ مختار نے ان کا حال ابن حنفیہ کو لکھ بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ میں نے اس غرض سے آپ کے پاس ایک لشکر بھیجا تھا کہ وہ اعداء کو آپ کے سامنے ذلیل و خوار کر دیں۔ اور ملک کو محفوظ رکھیں۔ مگر وہ مدینہ طیبہ کے پاس ہی پہنچے تھے کہ ابن زبیر نے ان کے ساتھ ایسا ویسا سلوک کیا۔ اب اگر آپ کی رائے ہو تو ادھر سے میں ایک زبردست فوج مدینے بھیجوں اور ادھر سے آپ اپنا ایک آدمی روانہ کریں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں آپ کا مطیع ہوں۔ تو آپ ایسا کیجئے۔ کیونکہ آپ ان کو بہ نسبت آل زبیر کے اپنا زیادہ حق شناس اور آپ اہل بیت پر زیادہ صاحب رأفت دیکھیں گے۔ والسلام۔ ابن حنفیہ نے اس کو جواب میں لکھا کہ اما بعد۔ میں نے تمہارا خط پڑھا۔ اور مجھے معلوم ہو گیا کہ تم کو میری کس قدر تعظیم ملحوظ ہے اور میری رضامندی اور خوشنودی کی نیت رکھتے ہو۔ اور یہ کہ میں ہر امر میں اللہ کا مطیع ہو کر جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہوں۔ اگر میں جنگ کرنا چاہوں تو میں لوگوں کو اپنی طرف بہت جلد آنے والا اور اعوان و انصار کو کثیر التعداد پاؤنگا۔ مگر میں تم لوگوں سے الگ رہنا اور صبر کرنا چاہتا ہوں تا آنکہ خدائے تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرمائے۔ اور وہی بہترین منصف ہے۔" انھوں نے مختار کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ خوں ریزی سے باز رہے۔

ابن حنفیہ کا حال ابن زبیر کے ساتھ اور کوفہ سے فوج کے روانہ ہونے کا بیان

اس کے بعد ابن زبیر نے محمد بن حنفیہ۔ ان کے اہل بیت اور جماعت اور کوفہ کے سترہ سرداروں کو (جن میں ابو طفیل عامر بن واثلہ بھی شامل تھے جو اصحاب میں سے تھے) اپنی بیعت کے لیئے بلایا۔ مگر سب نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک تمام امت اس امر پر اجتماع نہ کریگی ہم ایسا نہ کرینگے۔ ابن زبیر نے

اس تمام فساد کو ابن حنفیہ سے منسوب کیا اور ان پر الزام لگایا۔ عبداللہ بن ہانی الکندی نے نہایت سختی سے ان سے کہا کہ اگر ہمارا آپ کی بیعت سے انکار کردینا آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو آپ کو اور کوئی بات بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ہمارے آقا کا یہ قول ہے کہ اگر معاویہ کے غلام سعد کے سوا باقی تمام امت مجھ سے بیعت کرلے تو میں اس بیعت کو قبول نہ کرونگا۔ عبداللہ بن ہانی نے سعد کا ذکر اس لیئے کیا کہ ابن زبیر نے اُسے بلا کر قتل کردیا تھا۔ جس پر عبداللہ نے اُسے اور اس کے اصحاب کو گالیاں دیں۔ اور ان سب کو اپنے پاس سے نکال دیا۔ ان لوگوں نے ابن حنفیہ کو اس تمام معاملے کی اطلاع دی۔ انھوں نے ان کو صبر کرنے کا حکم دیا۔ پھر ابن زبیر نے بھی ان پر الحاح نہیں کیا۔

غرض کہ جب مختار نے کوفہ پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اور شیعہ ابن حنفیہ کے لیئے لوگوں کو دعوت دینے لگے تو ابن زبیر کو یہ خوف ہوا کہ شاید وہ لوگوں کو ان سے بیعت کرنے کے لیئے دعوت دے گا۔ اور اس غرض سے انھوں نے ابن حنفیہ اور ان کے اصحاب پر بیعت کرنے کے لئے اصرار کرنا شروع کیا۔ ان کو زمزم میں قید کردیا اور ان کو قتل کردینے جلا ڈالنے اور خدا سے یہ عہد کرنے کی دھمکی دی کہ اگر وہ لوگ اُن (یعنی ابن زبیر) سے بیعت نہ کریں تو وہ (ابن زبیر) اپنی دھمکی کو ضرور پورا کریں گے۔ اور اس غرض کے لیئے انھوں نے ان کو سوچ بچار کرنے کے لیئے ایک عرصے کی مہلت دے دی۔ ابن حنفیہ کے ایک ہمراہی نے ان کو مشورہ دیا کہ مختار کو اپنے حال کی خبر دے دیں۔ چنانچہ انھوں نے مختار کو ابن زبیر وغیرہ کے حالات سے آگاہ کرنے کے لیئے خط لکھ دیا۔ اور اس سے مدد طلب کی۔ مختار نے اس خط کو لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا اور کہا کہ وہ تمھارے مہدی ہیں۔ اور تمھارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاندان مبارک کے فرد واحد ہیں۔ لوگوں نے ان کو اور ان کے ہمراہیوں کو ایسا محصور کرلیا ہے جیسے بکریوں کو محصور کیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ دن رات اس انتظار میں ہیں کہ ان کو قتل کیا جائے۔ اور جلا دیا جائے۔ اگر میں ان کی اس طرح مدد نہ کروں جیسے ایک وزیر کو کرنی چاہیئے۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے فوجوں کو نہ بھیجوں جس طرح ایک سیلاب

دوسرے کے پیچھے جاتا ہے تو میرا نام بھی ابواسحاق نہیں ہے۔میں ضرور اس کاہلیہ کے بچے کو ہلاک کر کے چھوڑونگا۔"کاہلیہ کے بچے" سے اس کی مراد ابن زبیر سے تھی۔کیوں کہ عوام کے باپ خویلد کی ماں زہرہ بنت عمرو بنو کاہل بن اسد بن خزیمہ میں سے تھی۔ یہ سن کر لوگ رونے لگے اور کہنے لگے کہ آپ ہمیں جلد وہاں لے چلیئے۔چنانچہ مختار نے ابو عبداللہ الجدلی کو "ستر" قوی و توانا سپاہیوں کے ساتھ اور ظبیان بن عمارۃ (جو تمیم میں تھا) کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔اور موضر الذکر کو چار لاکھ درہم ابن حنفیہ کو دے دینے کے لیئے دیئے۔علی ہذا القیاس ابو معمر اور ہانی بن قیس کو ایک ایک سو اور عمیر بن طارق اور یونس بن عمران کو چالیس چالیس آدمی دے کر وہاں روانہ کیا۔

عبداللہ الجدلی مقام ذات عرق میں پہنچ کر رک گیا۔اور عمیر اور یونس بھی اپنے اسی سوار لے کر اس سے جا ملے۔اس طرح ان کی مجموعی تعداد ڈیڑھ سو تک پہنچ گئی۔عبداللہ ان کو لے کر چلا۔اور مسجد حرام میں داخل ہو گیا۔وہ سب آدمی جھنڈی ہلا کر "حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے والو" پکار رہے تھے۔ہوتے ہوتے وہ زمزم پہنچے جہاں ابن زبیر نے ان کو جلا کر خاک سیاہ کر دینے کے ارادہ سے لکڑیاں جمع کر رکھی تھیں۔اس وقت ان کی قرار دادہ مہلت میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔ مختار کے آدمی دروازے کو توڑ کر ابن حنفیہ کے پاس گئے۔اور کہا کہ آپ ہمیں اور خدا کے دشمن ابن زبیر کو آپس میں سمجھ لینے دیں۔ابن حنفیہ نے کہا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مسجد حرام میں جدال و قتال ہو۔ابن زبیر نے کہا کہ واہ۔واہ یہ خشبیہ بھی عجیب لوگ ہیں کہ حسینؓ کی موت کو اس طرح اچھال رہے ہیں کہ گویا۔ان کو میں نے قتل کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر ان کے قاتلین پر میرا بس چلے تو میں سب کو قتل کر دوں۔انھوں نے مختار کے آدمیوں کو خشبیہ اس وجہ سے کہا کہ جب وہ مکے میں داخل ہوئے تو حرم میں تلواروں کو نیاموں سے نکالنے کو محض پوچ اور بے فائدہ سمجھتے ہوئے ان سب نے اپنے ہاتھوں میں لکڑیاں لے لی تھیں۔اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وجہ تسمیہ کا باعث یہ تھا کہ ان لوگوں نے وہی لکڑیاں اپنے ہاتھوں میں لے لی تھیں جو ابن زبیر نے ابن حنفیہ اور ان کے آدمیوں کو جلانے کے لیئے جمع کی تھیں۔غرض کہ ابن زبیر نے کہا کہ کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں بغیر اس کے کہ ابن حنفیہ بھی مجھ سے بیعت کریں اور ان کے

سب ہمراہی بھی کریں ان سب لوگوں کو میں یہاں سے ٹلنے دونگا؟ عبداللہ الجدلی نے جواب دیا کہ ہاں۔ قسم ہے خدائے رکن و مقام کی کہ تم کو ضرور ان لوگوں کو جانے دینا پڑیگا۔ ورنہ ہم تم سے اپنی تلواروں کے زور سے اس طرح لڑینگے کہ جس میں کوئی باطل پرست شک نہیں کرسکیگا۔ اس پر ابن حنفیہ نے اپنے ہمراہیوں کو روکا اور ان کو فتنہ و فساد سے ڈرایا۔

اس کے بعد مختار کی باقی فوج بھی مختار کا فرستادہ مال و زر لے کر آپہنچی۔ انھوں نے بھی مسجد حرام میں داخل ہوکر تکبیر کہی اور الحسینؓ کے خون کا بدلہ لینے والو" کا نعرہ لگایا ابن زبیر ان سے خوفزدہ ہوگئے۔ محمد ابن حنفیہ اور ان کے ہمراہی شعب علی تک گئے۔ وہ لوگ برابر ابن زبیر کو گالیاں دیتے جاتے تھے اور محمد بن حنفیہ سے اجازت طلب کرتے تھے کہ ابن زبیر سے جنگ کی جائے۔ مگر وہ انکار کرتے رہے۔ اس طرح اس وقت شعب میں محمد بن حنفیہ کے پاس چار ہزار آدمی جمع تھے۔ ابن حنفیہ نے اس تمام مال و زر کو ان ہی میں تقسیم کرنا چاہا۔ مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔ مگر آخر کار جب مختار قتل کیا گیا تو وہ لوگ خوار و ذلیل اور محتاج ہوگئے۔ مختار کے قتل کے بعد ملک ابن زبیر کے قبضۂ اقتدار میں آگیا۔ تب تو ابن زبیر نے ابن حنفیہ کو پھر یہی پیغام بھیجا کہ میری بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ ورنہ میں تم سے جنگ کرونگا۔ ان کے قاصد عروہ ابن زبیر تھے۔ ابن حنفیہ نے جواب میں کہا کہ خدا سمجھے تمہارے بھائی کو۔ وہ کیسا ضدی شخص ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس سے وہ خدا کو ناراض کرتا اور اس سے غافل ہوا جارہا ہے۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "ابن زبیر کا ارادہ ہے کہ وہ ہم پر حملہ کرے۔ جو شخص کہ میرے پاس سے جانا چاہتا ہے میں اُسے ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ کیونکہ نہ کوئی شخص میرا پابند ہے اور نہ کوئی ایسا کرنے سے قابل ملامت ہوگا۔ اور جب تک کہ خدا میرے اور ابن زبیر کے مابین فتح نہ دے گا میں بھی ضرور یہیں مقیم رہونگا۔ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔" یہ سن کر عبداللہ الجدلی وغیرہ نے کھڑے ہوکر کہا کہ ہم لوگ آپ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اُدھر جب عبدالملک بن مروان کو ان کا حال معلوم ہوا تو اس نے ابن حنفیہ کو لکھا کہ اگر آپ میرے پاس آجائیں تو میں آپ کے ساتھ احسان کرونگا۔ اور جب تک کہ آپ چاہیں یہاں شام میں رہ سکتے ہیں جب تک

لوگوں کا حال پھر نہ سدھر جائے۔ چنانچہ ابن حنفیہ اور ان کے ہمراہی شام کی طرف چلے گئے۔ اوران کے ساتھ کثیر بھی روانہ ہوگیا۔ وہ روانگی کے وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ (ترجمہ):-

"اے ہمارے مہدی۔ اے مہدی بن مہدی۔ آپ نے ہدایت دی۔ آپ ہی وہ ہیں جن سے ہم راضی ہیں اور جن سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں۔ آپ اُس شخص کے بیٹے ہیں جو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے بعد بہترین شخص ہے۔ آپ ہی دین حق کے امام ہیں اور ہم کو اس میں شک نہیں۔ اے ابن علی اور مثیل علی! روانہ ہوجیے"!

لیکن وہ ابھی مدائن ہی میں پہنچے تھے کہ ان کو عبد الملک کے عمرو بن سعید کو دھوکا دینے کی خبر ملی۔ ان کو اپنے وہاں جانے پر ندامت ہوئی اور عبد الملک کی طرف سے خوف ہوا۔ اس لئے وہ ایلہ میں اتر پڑے اور لوگ محمد بن حنفیہ کی فضیلت ان کے زہد و کثرت عبادت اور حسن ہدایت کے متعلق آپس میں تذکرہ کرنے لگے۔ جب عبد الملک کو ان کے متعلق یہ باتیں معلوم ہوئیں تو اس کو محمد ابن حنفیہ کو اپنے شہر میں دعوت دینے پر ندامت ہوئی۔ اور اس نے محمد بن حنفیہ کو خط لکھا کہ میری سلطنت میں کوئی ایسا شخص نہیں رہ سکتا جس نے مجھ سے بیعت نہ کی ہو۔ یہ سن کر ابن حنفیہ وہاں سے مکے کی طرف روانہ ہو کر شعب ابی طالب میں جاکر اترے۔ ابن زبیر نے وہاں ان کے نام پیغام بھیجا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں۔ اور اپنے بھائی مصعب ابن زبیر کو حکم دیا کہ ابن الحنفیہ کے ساتھیوں کی عورتوں کو بھیجدو۔ چنانچہ مصعب نے ان عورتوں کو بھیج دیا جس میں ابو طفیل عامر بن واثلہ کی زوجہ بھی شامل تھیں۔ وہ وہاں سے چل کر ان کے پاس پہنچیں طفیل نے یہ شعر کہا۔ (ترجمہ):-

"اگر مصعب نے اُسے بھیجا ہے تو میں مصعب کی طرف تکلیف اٹھا کر جاؤں گا۔ میں ایک مسلح اور تیار دستۂ فوج کو لے کر وہاں پہنچونگا گویا کہ میں ایک صاحب عزت اور جنگ جو آدمی ہوں"!

ان کے علاوہ اور بھی چند شعر تھے۔

ابن زبیر نے ابن الحنفیہ کو مجبور کرنا شروع کیا کہ وہ مکہ آجائیں۔ ابن حنفیہ کے ساتھیوں نے ان سے اجازت طلب کی کہ ابن زبیر سے جنگ کی جائے۔ مگر انھوں نے اجازت نہ دی۔ اور دعا مانگی کہ یا اللہ! ابن زبیر کو ذلت وخوف کا لباس

پہنا اور اس پر اور اس کی جماعت پر جو اوروں کو ذلیل کرتی ہے کسی ایسے شخص کو مسلط فرما جو ان کو بھی ذلیل و خوار کر دے۔ اس کے بعد وہ وہاں سے طائف چلے گئے۔

بعد ازاں ابن عباس نے ابن زبیر کے پاس جا کر سخت کلامی کی اور ان دونوں میں ایسی باتیں ہوئیں جن کا ذکر ہم کرنا پسند نہیں کرتے۔ پھر ابن عباس بھی وہاں سے طائف چلے گئے۔ وہیں ان کا انتقال ہو گیا اور ابن حنفیہ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ جس میں چار مرتبہ تکبیر کہی۔

ابن حنفیہ طائف ہی میں رہے تا آنکہ حجاج نے جا کر ابن زبیر کا محاصرہ کیا اس وقت ابن حنفیہ وہاں سے بھی چل کر شعب میں جا اترے۔ حجاج نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ عبد الملک سے بیعت کر لیں۔ مگر ابن حنفیہ نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک لوگ اس پر اجماع نہ کر لیں گے ایسا نہ کروں گا۔ آخر جب ابن زبیر شہید ہو گئے تو ابن حنفیہ نے عبد الملک کو لکھ کر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے امان طلب کی۔ حجاج نے بھی ان کے پاس پیغام بھیج کر بیعت کرنے کا حکم دیا۔ مگر انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے عبد الملک کو خط لکھا ہے ان کے پاس سے جواب آئے تو بیعت کروں گا۔ اس اثنا میں عبد الملک نے حجاج کو خط لکھا جس میں اس کو ہدایت کی کہ وہ ابن حنفیہ کا پیچھا چھوڑ دے۔ تب اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ آخر جب ابن حنفیہ کا قاصد ابو عبد اللہ الجدلی عبد الملک کا خط لئے ہوئے آیا۔ جس میں ان کو امان دینے۔ ان کا حق ادا کرنے اور ان کے اہل و عیال کی تعظیم کا ذکر تھا تو وہ حجاج کے پاس گئے اور عبد الملک ابن مروان سے بیعت کر لی۔ پھر وہ وہاں سے شام گئے اور عبد الملک سے درخواست کی کہ وہ حجاج کو ان پر کسی طرح کی چیرہ دستی نہ کرنے دے۔ چنانچہ اس نے حجاج کے حکم کو ان پر سے ہٹا دیا۔

کہتے ہیں کہ ابن زبیر نے ابن عباس اور ابن حنفیہ کو لکھا تھا کہ وہ دونوں ان سے بیعت کر لیں۔ مگر دونوں نے یہ جواب دیا تھا کہ پہلے سب لوگوں کو کسی امام واحد کے متعلق اجماع کر لینے دو۔ تب ہم بیعت کر لیں گے۔ کیونکہ اس وقت تم خود فتنے میں مبتلا ہو۔ اس سے دونوں میں بات بڑھ گئی۔ اور ابن زبیر نے ناراض ہو کر آخر ابن حنفیہ کو زمزم میں قید کر دیا۔ ابن عباس پر ان ہی کے گھر میں سختیاں کیں۔

اور دونوں کو جلا کر مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اس پر مختار نے فوج بھیجی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اور ابن زبیر کی ایذا رسانی سے ان کو محفوظ کر دیا۔ مگر جب مختار قتل ہو گیا تو ابن زبیر کو پھر ان دونوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور انھوں نے ان سے کہا کہ تم دونوں میرے قرب و جوار سے نکل جاؤ۔ چنانچہ دونوں طائف چلے گئے۔ ابن عباس نے اپنے بیٹے علی کو عبدالملک کے پاس شام روانہ کیا اور یہ کہلوایا کہ مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میرے برادران عمزاد میری سرپرستی کریں بہ نسبت اسکے کہ بنو اسد کا ایک فرد میرا مربی ہو۔ جس سے ان کی مراد اپنے برادران عمزاد یعنی بنو امیہ سے تھی۔ کیونکہ وہ سب کے سب عبد مناف کی اولاد میں سے تھے۔ اور بنو اسد کے "ایک فرد" سے ان کا مطلب ابن زبیر سے تھا جو بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قصے میں سے تھے جب علی ابن عبداللہ ابن عباس عبدالملک کے پاس پہنچے تو مؤخر الذکر نے ان کا نام اور کنیت دریافت کی۔ علیؓ نے کہا کہ میرا نام علی اور کنیت ابو الحسن ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ یہ نام اور کنیت میرے لشکر میں جمع نہیں ہو سکتے۔ تم ابو محمد ہو۔ طائف آنے کے بعد ابن عباس نے انتقال کیا۔ اور ابن حنفیہ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

فتنۂ خراسان کا بیان

اس سال عبداللہ ابن خازم نے ان بنو تمیم کا محاصرہ کیا جو خراسان میں مقیم تھے۔ کیونکہ ان لوگوں نے اس کے بیٹے محمد کو قتل کر دیا تھا۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ جب حسب بیان سابق خراسان کے بنو تمیم متفرق و پریشان ہو گئے۔ تو ان کے ستر اسی سوار اس کے قصر کے پاس رہ گئے۔ اور عثمان بن بشر بن محتفز المازنی کو اپنا سردار مقرر کیا جس کے ہمراہ شعبہ بن ظہیر النہشلی۔ ورد بن فلق العنبری۔ زہیر بن ذؤب العدوی۔ جیہان بن مشجعہ الضبی۔ حجاج بن ناشب العدوی اور رقبہ بن حر بنو تمیم کے سواروں اور بہادروں کو لئے ہوئے موجود تھے۔ ابن خازم نے ان کا محاصرہ کیا۔ وہ لوگ باہر نکل نکل کر لڑتے تھے اور پھر قصر کی طرف واپس چلے جاتے تھے۔ ایک دن ابن خازم چھ ہزار آدمیوں کو لے کر نکلا۔ اور ادھر سے اہل قصر بھی برآمد ہوئے۔ بشر نے ان سے کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اس کا ہرگز مقابلہ نہ کر سکوگے۔ مگر زہیر بن ذویب سے

پختہ قسم کھائی کہ جب تک وہ نکل کر ان کی صفوف سے مقابلہ نہ کرے گا ہرگز واپس نہ جائیگا۔ یہ ٹھان کر وہ ایک ندی میں ہو رہا جو خشک ہو گئی تھی۔ عبداللہ کے ہمراہیوں کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ اتنے میں زہیر نے ان پر حملہ کیا اور ان سب کو تتر بتر کر دیا۔ اور پھر گھوم کر دوبارہ حملہ کیا۔ لوگ چیختے چلاتے اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے مگر کسی کو اتنی ہمت نہ تھی کہ میدان میں اتر کر اس سے مقابلہ کرتے۔ آخر وہ لڑ بھڑ کر پھر اپنی جگہ کو واپس چلا گیا۔ اور وہاں سے پھر ایک مرتبہ حملہ کیا۔ ان کی صفیں اس کے حملے سے منتشر ہو گئیں۔ اور وہ دوبارہ واپس آیا۔ یہ حالت دیکھ کر ابن خازم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب تم زہیر پر نیزہ زنی کرو اپنے نیزوں میں آنکڑے باندھ لو اور انھیں اسکی زرہ میں پھنسا دو۔ اس قرار داد کے مطابق جب ایک دن وہ اس پر دھاوا کرنے کو نکلا تو اس کے آدمیوں نے زہیر پر چار آنکڑے والے نیزے اسکی زرہ میں پھنسا دیئے۔ زہیر حملہ کرنے کی غرض سے ان کی طرف پلٹا۔ تب تو ان کے حواس بگڑنے لگے اور وہ اپنے نیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے۔ زہیر کا یہ حال تھا کہ وہ ان کے نیزوں کو اپنے پیچھے گھسیٹتا ہوا قصر میں چلا گیا۔ آخر ابن خازم نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ ایک لاکھ (درہم ؟) اور علاقہ میسان تمہاری جاگیر میں دے دونگا۔ مجھ سے صلح صفائی کر لو۔ مگر اس نے منظور نہ کیا۔ مگر جب بنو تمیم کے محاصرے نے بہت کچھ طول پکڑا تو انھوں نے ابن خازم سے درخواست کی کہ ان کو صرف اتنی مہلت دیجائے۔ کہ وہ سب وہاں سے نکل کر منتشر ہو جائیں۔ ابن خازم نے کہا کہ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ تم اپنے آپ کو میرے سپرد کر دو۔ بنو تمیم نے منظور کر لیا۔ زہیر نے کہا کہ خدا کرے تمہاری مائیں تمہاری جانوں کو روئیں۔ خدا کی قسم وہ تمھارے ایک ایک آدمی کو چن چن کر مارے گا۔ اگر تم موت کو اچھا سمجھتے ہو تو عزت کی موت مرو۔ ہم سب کو لے کر باہر نکل چلو۔ دو ہی باتیں ہونگی۔ یا تو تم سب عزت کی موت مر جاؤ گے۔ یا نہیں تو تم میں سے بعض قتل ہوں گے اور بعض بچ رہیں گے۔ قسم ہے خدا کی اگر تم لوگ اس پر خوب اچھی طرح جی کھولکر سختی کرو تو وہ ضرور تمھارے مقابلے میں ڈھیلا پڑ جائے گا۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمھارے سامنے آگے جاتا ہوں۔ اور اگر تم چاہو تو پیچھے چلتا ہوں۔ مگر بنو تمیم نہ مانے۔ زہیر نے کہا کہ اچھا اب میں تم کو دکھاتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر وہ۔ رقبہ بن حر۔ ایک ترکی غلام اور ابن ظہیر سب باہر نکلے اور محاصرین

پر جگر توڑ کر حملہ کیا۔ وہ لوگ ہٹ گئے۔ زہیر وغیرہ واپس آ گئے اور اس کے اصحاب بھی بچ گئے۔ زہیر نے وہاں سے قصر واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو تم سب اب بھی میری بات مانو۔ انھوں نے کہا ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ ہم حیات چاہتے ہیں۔ زہیر نے جواب دیا کہ موت میں بھی میں تم سے ہٹیا نہ رہونگا۔ غرض کہ سب بنو تمیم ابن خازم کے حکم پر چلنے لگے۔ اور اس نے ان سب کو گرفتار کر دیا۔ پھر وہ سب ایک ایک کرکے ابن خازم کے پاس پیش کیئے گئے۔ ابن خازم کا تو ارادہ ان سب پر احسان کرنے کا تھا مگر اس کے بیٹے موسےٰ نے اُسے ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اور کہا کہ اگر آپ نے اُن کو معاف کر دیا تو میں اپنا خون کر لونگا۔ اس پر ابن خازم نے سوائے تین شخصوں کے جن میں سے ایک حجاج ابن ناشب تھا سب کو قتل کرا دیا۔ کیونکہ اس کے متعلق ابن خازم کے ایک ہمراہی نے سفارش کی تھی۔ دوسرا رہا ہونے والا جیہان بن مشجعہ الضبی تھا جس نے محمدؐ کو بچانے کی غرض سے اپنے آپ کو اس پر گرا دیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تیسرا شخص بنو تمیم کے قبیلۂ بنو سعد میں تھا۔ اور وہ وہ شخص تھا جس نے ابن خازم کے پاس سے اس دن لوگوں کو ہٹا دیا تھا جس دن وہ حملہ کرتے ہوئے آئے تھے اور یہ کہا تھا کہ دیکھو اس مضر کے شہسوار کے پاس سے چلے جاؤ۔ کہتے ہیں کہ جب زہیر بن ذویب کو گرفتاری کی حالت میں ابن خازم کے پاس لے جانے لگے۔ تو اس نے جانے سے انکار کیا۔ اور اپنے نیزے کے بل اچھل کر خندق پار کر گیا۔ اور پھر وہاں سے اپنی بیڑیوں میں لڑکھڑاتا ہوا۔ ابن خازم کے پاس پہنچ کر بیٹھ گیا۔ ابن خازم نے کہا کہ اب یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو آزاد کر دوں اور انگور کھلاؤں تو تم میرا شکریہ ادا کرو گے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تم میری صرف جان بخشی ہی کرو اور کوئی احسان نہ کرو تب بھی تمھارا شکر ادا کرونگا۔ مگر ابن خازم کے بیٹے موسے نے ابن خازم کو اُسے رہا کرنے سے رُوکا جس پر ابن خازم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تجھ پر خدا کی سنوار ہو زہیر جیسے شخص کو قتل کرتا ہے۔ جو مسلمانوں کے اعداء سے جنگ کرنے کے لیئے اصل عرب ماں کا بچہ ہے۔ موسےٰ نے کہا کہ اگر تم بھی میرے بھائی کے خون میں شریک ہوتے تو میں تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ آخر کار ابن خازم نے تنگ آ کر اس کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ یہ سن کر زہیر نے کہا کہ میری ایک حاجت ہے اور وہ یہ کہ میرے خون کو ان نابکاروں کے خون میں نہ ملاؤ۔

کیونکہ میں نے ان کو ان کی حرکتوں سے منع کیا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ وہ عزت کی موت مریں اور تم لوگوں پر حملہ کریں۔ خدا کی قسم اگر وہ ایسا کرتے تو تمہارا یہ بیٹا بھی خائف ہو جاتا۔ اور وہ لوگ اُسے بجائے اپنے بھائی کے خون کا دعوےٰ کرنے کے اپنے میں مشغول کر لیتے۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور اگر وہ میری بات مان لیتے تو ان کا کوئی آدمی بغیر بہت سے آدمیوں کو مارے نہ مرتا۔ غرض کہ ابن خازم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور وہ الگ لیجا کر قتل کر دیا گیا۔ جب حریش کو ان لوگوں کے قتل کی خبر ملی تو اس نے یہ اشعار کہے (ترجمہ)۔

"اے میرے ملامت گر۔ مجھے ان کے قتل کے بارے میں ملامت نہیں کی گئی۔ کیونکہ میری تلوار نے ان کے مینڈھے کو اچھی طرح دانت پیس پیس کر کاٹا تھا۔ اے میرے ملامت گر۔ جب تک کہ وہ لوگ متفرق نہیں ہو گئے۔ اور جب تک کہ لوگوں نے مجھے سبب سے آگے نہیں دیکھ لیا۔ میں وہاں سے واپس نہیں آیا۔ اے میرے ملامت گر۔ میرے اسلحہ نے مجھے فنا کر دیا۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو اکثر بہادروں اور دلاوروں سے لڑتا رہتا ہے وہ زخمی ہو کر واپس آتا ہے۔ اے میری دونوں آنکھو۔ اگر تمہارے آنسو خشک ہو گئے ہوں تو اب خون بہاؤ۔ میں بغیر اس کے خوش نہ ہونگا۔ کہ تم خون بہاؤ۔ کیا میں زہیر ابن بشر۔ اور ورد کے بعد خراسان میں کوئی فراغت و سیری کی جگہ پاؤنگا؟۔ اے میرے ملامت گر۔ میں ایسی ایسی جنگوں میں شریک ہوا ہوں۔ کہ جب بزدل شہسوار پیچھے ہٹتے تھے اور رکتے تھے تو میں آگے بڑھتا تھا اور حملہ کرتا تھا۔"

اس کی مراد زہیر بن ذویب۔ عثمان ابن بشر اور ورد بن مغلق سے ہے۔

ابن اشتر کے ابن زیاد سے جنگ کے لیئے روانہ ہونے کا بیان

اسی سال ماہ ذی الحجہ کے اختتام سے آٹھ روز قبل ابراہیم ابن اشتر عبید اللہ ابن زیاد سے جنگ آزمائی کے لیئے روانہ ہوئے۔ ان کی روانگی اس وقت وقوع میں آئی کہ جب مختار کو جنگ سبیع سے فارغ ہوئے دو دن ہو چکے تھے۔ مختار نے ان کے ساتھ اپنے زبردست شہسوار۔ سردار اہل بصیرت اور کار آزمودہ آدمیوں کو روانہ کیا تھا۔ بلکہ وہ خود مشائعت کی غرض سے کچھ دور تک ابراہیم بن اشتر کے ساتھ گیا تھا۔ جب وہ دیر عبدالرحمٰن ابن ام الحکم پر پہنچا تو اُسے مختار کے آدمی ملے جو ایک

اشہب رنگ خچر پر ایک کرسی رکھے ہوئے جا رہے تھے۔ اور اللہ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس کرسی کا محافظ حوشب البرسمی تھا۔ مختار نے ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):-

وو قسم ہے خدا کی کہ وہ لوگ ضرور یکے بعد دیگرے ایک ایک صف کو اور ہزار ہزار آدمیوں کو قتل کریں گے۔"

اس کے بعد مختار نے ان کو رخصت کر دیا اور ابراہیم سے کہا کہ میری تین نصیحتیں سنتے جاؤ:- اپنے امر کی سر و علانیہ حالت میں خدائے عزوجل سے ڈرو۔ جلدی جلدی جاؤ۔ اور اپنے دشمن کو دیکھتے ہی اس سے جنگ شروع کر دو۔ یہ کہکر مختار واپس چلا گیا۔ اور ابراہیم وہاں سے آگے بڑھ کر کرسی والوں کے پاس پہنچے جو بیٹھے ہوئے اس کے وسیلے سے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ ابراہیم نے کہا کہ یا اللہ تو ہم کو ہمارے سفہاء الناس کے عمل کے بدلے مت پکڑیو۔ یہ بنو اسرائیل کی سُنت ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے پھر وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے۔ اور ابراہیم نے اپنا راستہ لیا۔

اس کرسی کا بیان جس سے مختار دعا و نصرت کیا کرتا تھا

طفیل بن جعدہ بن ہبیرہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم پر بہت ہی سختی پڑی۔ ایک دن میں باہر نکلا تو میں نے اپنے ایک روغن فروش ہمسائے کے ہاں ایک کرسی دیکھی جس پر خوب میل چڑھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں اس کرسی کے بارے میں مختار سے کچھ کہدوں۔ میں نے اس کرسی کو گندھی سے لے کر دھویا تو وہ نضار کی سفید لکڑی نکل آئی جس نے تیل پی رکھا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے مختار سے کہا کہ میں آپ سے ایک چیز چھپا رہا تھا۔ مگر اب مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کہہ دوں۔ اور وہ یہ ہے کہ ابو جعدہ جس کرسی پر بیٹھا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت علیؓ کا اثر ہے۔ اس نے کہا واہ تم نے بھی خوب اسے آج تک ڈالے رکھا اُسے بھیجدو۔ چنانچہ میں نے وہ کرسی اس کے پاس پہنچا دی۔ جس پر

کپڑا پڑا ہوا تھا۔اس نے مجھے بارہ ہزار (درہم؟) انعام دیا۔ پھر اس نے جماعت کی تکبیر اقامت کہی۔لوگ جمع ہو گئے تو اس نے کہا کہ گذشتہ اقوام میں کوئی بات ایسی نہیں ہوئی جو آج کل اس امت میں بھی موجود نہ ہو۔جس طرح بنو اسرائیل کے پاس تابوت تھا اسی طرح ہمارے پاس یہ کرسی ہے۔اس کے بعد اس نے اُسے کھول دیا۔ابن سبا کے متبعین نے کھڑے ہو کر مسرت میں نعرۂ تکبیر بلند کیا۔اسکے کچھ عرصے کے بعد مختار نے ابن زیاد کے مقابلے کے لئے فوج بھیجی اور وہ اس کرسی کو ایک خچر پر رکھ کر نکلا اس وقت بھی وہ ڈھکی ہوئی تھی اور اہل شام بری طرح قتل کئے گئے۔ان کے دلوں میں اس کرسی کی عظمت اس قدر زیادہ ہو گئی کہ ان کے خیالات کفر کی حد تک پہنچ گئے۔جب تو مجھے اپنے کئے پر سخت ندامت ہوئی۔لوگوں نے بھی اس کرسی کی مذمت کرنی شروع کر دی۔؀

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار نے جعدہ بن ہبیرہ کے خاندان سے کہا کہ "حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی کرسی میرے پاس لاؤ۔ (کیونکہ جعدہ کی والدہ ام ہانی حضرت علیؓ کی ہمشیرہ تھیں) انھوں نے کہا کہ واللہ وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔مختار نے کہا تب تو وہ میری حماقت ہوگی۔جاؤ جاکے وہ کرسی میرے پاس لے آؤ"۔ راوی کا بیان ہے کہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ جو کرسی بھی آئے گی اُسے ضرور وہ وہی کرسی بتائیگا اور اسے انکی جانب سے قبول کرے گا۔غرضکہ لوگ ایک کرسی اٹھالائے اور اس نے اسپر قبضہ کر لیا پھر شبام۔ شاکر۔اور مختار کے دیگر سربرآوردہ لوگ اس کرسی کو ریشم سے ڈھانپ کر نکلے۔اس کرسی کے سب سے پہلے محافظ موسےٰ بن ابی موسیٰ الاشعری تھے جو مختار کے ساتھ رہا کرتے تھے۔کیونکہ انکی والدہ ام کلثوم فضل بن عباس کی بیٹی تھیں۔ مگر جب لوگ موسےٰ سے برگشتہ ہو گئے تو انھوں نے اس کی محافظت کا کام ترک کر دیا اور مختار کی موت تک حوشب البرسمی اس عہدے پر رہا۔اسکے متعلق اعشےٰ ہمدانی نے یہ شعر کہے ہیں۔(ترجمہ):۔

"میں گواہ ہوں کہ تم سب سبائی مذہب کے ہو۔اور اے شرک کے چوکیدارو۔ میں تم سے خوب واقف ہوں۔میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمھاری کرسی تابوت سکینہ نہیں ہے گو کہ اس پر کئی غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔اور گو کہ شبام۔ نہد اور خارف اس کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوں پھر بھی وہ تابوت سکینہ کی مانند نہیں ہے۔میں تو وہ شخص ہوں کہ صرف آل محمد (صلعم) سے محبت کرتا ہوں اور اس وحی کا

پیرو ہوں جو مصاحف میں درج ہے۔ اور میں نے عبداللہ سے اس وقت بیعت کی تھی کہ جب تمام قریش اور ان کے سربرآوردہ آدمیوں نے ان کی پیروی کی"۔

اسی طرح متوکل اللیثی کہتا ہے۔ (ترجمہ) :-

"اگر تم ابو اسحاق کے پاس جاؤ تو یہ کہہ دینا کہ میں تم لوگوں کی کرسی کا منکر ہوں۔ تم دیکھو گے کہ شبام اس کی لکڑیوں کے گرد رہتا ہے اور شاکر اس کا حامل الوحی ہے۔ ان لوگوں کی آنکھیں اس کرسی کے گرد سرخ رہتی ہیں۔ گویا کہ وہ آنکھیں تیکھی اور فتنہ انگیز ہیں"۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ مدینے پر اپنے بھائی کی طرف سے مصعب ابن زبیر۔ بصرہ پر عبداللہ بن ابی ربیعۃ المخزومی من جانب ابن زبیر عامل تھے۔ اور کوفہ پر مختار عامل و غالب تھا۔ خراسان میں عبداللہ ابن خازم تھا۔

اسی سال اسماء ابن حارثۃ الاسلمی نے انتقال کیا یہ صحابہ میں تھے اور اصحاب صفہ میں شامل تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال ابن زیاد کے دوران امارت میں ہوا تھا۔ جابر ابن سمرہ نے بھی انتقال کیا جو سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ وہ بشر ابن ہارون کے زمانۂ امارت میں فوت ہوئے۔ علیٰ ہذا القیاس اسماء بن خارجہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری نے بھی انتقال کیا جو اپنی قوم کا سردار تھا۔

۶۷ھ کے واقعات

ابن زیاد کے قتل کا بیان

ابراہیم ابن اشتر نے کوفہ سے روانہ ہو کر اس خیال سے جلدی جلدی کوچ کیا کہ قبل اس کے کہ ابن زیاد سرزمین عراق میں داخل ہو وہ اس سے جا ملیں۔ مگر ابن زیاد اہل شام کی ایک زبردست فوج کے ساتھ روانہ ہو کر موصل پہنچ چکا تھا اور اس پر اپنا قبضہ جما چکا تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ابراہیم بھی سرزمین عراق کے پیچھے سے ہوتے ہوئے موصل میں جا داخل ہوئے۔ انھوں نے اپنے مقدمۃ الجیش پر طفیل بن لقیط النخعی کو

مقرر کیا تھا جو ایک شجاع و دلیر آدمی تھا۔ ابن زیاد کے قریب پہنچ کر انھوں نے اپنے آدمیوں کو ترتیب دیا۔ اور برابر اسی آراستگی اور اجتماع کے ساتھ چلتے رہے۔ البتہ یہ ہوا کہ وہ طفیل کو طلایہ فوج کے ساتھ روانہ کرتے تھے تا آنکہ وہ دریائے خازر (جو بلاد موصل میں ہے) تک پہنچ جائے۔ عمیر بن حباب السلمی ابن زیاد کے ہمراہیوں میں سے تھا اس نے ابن اشتر سے کہلا بھیجا کہ مجھ سے ملو۔ تمام قبیلۂ قیس مرج راھط کے واقعے کی وجہ سے ابن مروان کا دشمن تھا اور ان دنوں عبدالملک (ابن مروان) کی فوج میں قبیلۂ کلب کے لوگ تھے۔

ابن اشتر اور عمیر میں ملاقات ہوئی اور عمیر نے بیان کیا کہ وہ ابن زیاد کے میسرہ کا افسر ہے۔ اس نے ابن اشتر سے یہ بھی وعدہ کیا کہ وقت پر قیس منہزم ہو جائیں گے۔ ابن اشتر نے اس سے کہا کہ اب تمھاری کیا رائے ہے؟ کیا یہ مناسب ہوگا کہ میں یہاں ایک خندق بناؤں اور تین دن تک توقف کروں؟ عمیر نے کہا نہیں ایسا نہ کرو۔ کیوں کہ وہ لوگ بھی اسی کے متمنی ہیں۔ اس لئے کہ دیر کرنا ان کے لئے بہتر ہے۔ ان کی تعداد تمھاری دگنی تعداد سے بھی زائد ہے۔ کم تعداد کے آدمیوں سے زیادہ آدمیوں کے مقابلے میں دیر اور تعویق کی تاب نہیں ہوتی۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم ان سے جنگ کرو۔ ان لوگوں کے دل تمھارے رعب سے پر ہیں۔ اگر ان لوگوں نے تمھارے آدمیوں کو ساحل کی طرف کر دیا اور دن بدن اور بار بار لڑتے رہے تو وہ ان سے معتاد ہو کر دلیر ہو جائیں گے۔

ابن اشتر نے کہا کہ مجھے اب معلوم ہوا کہ تم میرے خیر خواہ ہو۔ کیونکہ میرے آقا نے مجھے یہ نصیحت کی تھی۔ عمیر نے جواب دیا کہ ہاں ان کی بات مانو۔ وہ جنگ میں آزمودہ کار اور سن رسیدہ ہیں۔ انھوں نے جنگوں میں وہ وہ تکلیفیں اُٹھائی ہیں جو کسی نے نہیں اُٹھائیں۔ اور جب صبح ہو جائے تو ان لوگوں کے مقابلے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر عمیر پھر اپنے ہمراہیوں کے پاس چلا گیا۔ ابن اشتر نے اپنے نیزے خوب تیز کر لیے۔ تمام رات انھوں نے آنکھ تک بند نہ کی اور صبح ہوتے ہی انھوں نے اپنے ہمراہیوں کو ترتیب دیا۔ فوج کو دستوں میں تقسیم کیا اور ان پر امیر مقرر کیے۔ چنانچہ سفیان ابن یزید الازدی کو میمنہ پر۔ علی بن مالک الجشمی (یعنی احوص کے بھائی) کو میسرہ پر۔ اپنے مادر زاد بھائی عبدالرحمٰن بن عبداللہ کو سواروں پر (جن کی تعداد قلیل ہی تھی) اور طفیل بن لقیط کو پیادوں پر مقرر کیا۔ ان کا جھنڈا مزاحم بن مالک کے پاس تھا۔ صبح ہونے بھی نہ پائی تھی

کہ انھوں نے اندھیرے ہی میں نماز ادا کی پھر باہر نکل کر اپنے ہمراہیوں کو صف وار ترتیب دیا۔ ہر امیر کو اُس اُس کے مقام پر متمکن کیا اور خود پیادہ ہو کر لوگوں کو برانگیختہ کرتے اور فتح وظفر کی امید دلاتے ہوئے چلے۔ کچھ عرصہ چلنے کے بعد وہ ایک پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ غنیم کے آدمیوں کو دیکھ سکتے تھے۔ دیکھا تو ان میں سے کسی شخص نے اس وقت تک حرکت تک بھی نہ کی تھی۔ انھوں نے عبداللہ بن زہیر السلولی کو خبر لانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ وہ وہاں گیا۔ اور واپس آ کر اس نے یہ بیان کیا کہ وہ لوگ دہشت وضعف کے ساتھ چل نکلے ہیں۔ مجھے ایک شخص ملا تھا جو صرف یہی کہتا تھا کہ "اے ابو تراب کی جماعت! اور اے مختار کذاب کی جماعت!!" میں نے اس سے کہا کہ ہم میں تمھارے درمیان وہ معاملہ درپیش ہے جو اس گالی گلوج سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ غرضکہ ابراہیم اپنے جھنڈوں کے ساتھ ساتھ اپنے آدمیوں کو یہ یاد دلاتے ہوئے روانہ ہوئے کہ ابن زیاد نے امام حسینؓ اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا کیا تھا۔ ان کو کس طرح قید کیا قتل کیا اور پانی بند کر دیا۔ اور یہ سنا سنا کر ان لوگوں کو ابن زیاد کے ساتھ جنگ کے لئے برانگیختہ کرتے رہے۔ اتنے میں غنیم ان تک پہنچ گیا۔ ابن زیاد نے میمنہ پر حصین ابن نمیر السکونی میسرہ پر عمیر بن حباب السلمی کو۔ اور سواروں پر شرحبیل بن ذی الکلاع الحمیری کو مقرر کر رکھا تھا۔ جب فریقین آمنے سامنے ہوئے تو حصین ابن نمیر السکونی نے اہل شام کے میمنہ سے ابراہیم کے میسرہ پر حملہ کیا جس کا امیر علی بن مالک تھا جو لڑتے لڑتے قتل ہوا۔ پھر جھنڈا قرہ بن علی نے لے لیا۔ مگر وہ بھی اپنے دلیر و جنگ آزما پیادوں کے ہمراہ لڑتا ہوا مارا گیا۔ اور میسرہ کو شکست ہوئی۔ پھر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حبشی بن جنادہ کے بھتیجے عبداللہ بن ورقاء بن جنادہ السلولی نے جھنڈا سنبھالا اور ہزیمت خوردہ آدمیوں کو ساتھ لیتا اور یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ "اے اللہ کے اہل شرطہ۔ میرے پاس آؤ" اس پر ان میں سے اکثر آدمی اس کے پاس پہنچ گئے۔ عبداللہ نے کہا کہ دیکھو تمھارا امیر ابن زیاد سے لڑ رہا ہے۔ اب اس کے پاس واپس چلو۔ چنانچہ وہ سب واپس گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا تو ابراہیم اپنا سر کھولے ہوئے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ "اے اللہ کے اہل شرطہ۔ میرے پاس آؤ۔ میں ابن اشتر ہوں تمھارے بھاگنے کا بہترین مسلک یہ ہے کہ تم جوابی حملہ کرو جس نے اپنے اوپر سے الزام دور کر دیا گویا

اس نے کوئی قصور ہی نہیں کیا تھا"۔ چنانچہ ان کے تمام ہمراہی ان کے پاس جمع ہوئے اور ان کے میمنہ نے ابن زیاد کے میسرہ پر حملہ کیا۔ ابن اشتر کے آدمیوں کو یہ امید تھی کہ عمیر بن حباب ہزیمت کھا کر بھاگ جائیگا۔ مگر عمیر نے بھی خوب جان توڑ کر لڑنا چاہا اور فرار کرنا نہ چاہا۔ ابراہیم نے یہ حالت دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اس بڑے حصہ فوج کیطرف بڑھو بخدا اگر ہم نے اس زیاد کو شکست دے دی تو اس کا میمنہ اور میسرہ خود بخود اس طرح بھاگ جائے گا جسطرح کوئی خوف زدہ پرندہ۔ غرضکہ ابراہیم کے ہمراہی ابن زیاد کی طرف لپکے اور نیزہ زنی کرنے لگے۔ پھر ان کو چھوڑ کر تلواریں اور گرز پکڑ لئے اور دیر تک ان ہی سے غنیم کو مارتے پیٹتے رہے۔ اس وقت ان کی تلواروں وغیرہ کی ضربیں اسی طرح کی آوازیں کر رہی تھیں جیسے دھوبیوں کی آوازیں ہوتی ہیں۔ ابراہیم اپنے علم بردار سے برابر کہے جاتے تھے کہ جھنڈا لے کر غنیم میں گھس جاؤ۔ اس نے ایک دفعہ جواب دیا کہ میرے پاس آگے بڑھنے کو جگہ نہیں۔ ابراہیم نے کہا ضرور ہے چلو۔ اس کے آگے بڑھتے ہی ابراہیم نے بڑی شد و مد سے اپنی تلوار سے کام لینا شروع کیا۔ وہ جس پر وار کرتے تھے گرا دیتے تھے۔ انھوں نے اپنے سامنے کے پیادوں پر اس طرح حملہ کیا کہ گویا وہ بکریوں کے بچے ہیں۔ ان کے ساتھیوں نے بالکل یک جان ہو کر دھاوا کیا۔ اور گھمسان لڑائی ہونے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابن زیاد کے آدمی منہزم ہوئے۔ اور دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عمیر بن حباب ہی ہزیمت کھا کر بھاگا تھا اور اصل یہ ہے کہ وہ ابتدا میں محض اس لئے لڑا تا کہ اس پر کوئی الزام عائد نہ ہو سکے۔ جب وہ لوگ وہاں سے فرار کر گئے تو ابن اشتر نے کہا کہ میں نے ابھی ایک شخص کو ایک جھنڈے کے نیچے نہر خازر کے کنارے قتل کیا ہے۔ اُسے ڈھونڈو مجھے اس میں سے مشک کی بو آتی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ مشرق کیطرف اور پاؤں مغرب کی طرف ہیں۔ اُسے ڈھونڈا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص ابن زیاد تھا جو ابراہیم کی ضرب سے دو نیم ہو کر گر پڑا تھا۔ جیسا کہ ابراہیم نے بیان کیا تھا اس کا سر کاٹ کر باقی جسم جلا دیا گیا۔ بعد ازاں شریک بن جدیر التغلبی نے حصین بن نمیر السکونی پر حملہ کیا۔ حصین کو وہ عبیداللہ بن زیاد سمجھ کر جھپٹ گیا۔ تغلبی نے پکار کر کہا کہ ابن زانیہ کو اور مجھے قتل کر دو۔ اس پر اس کے آدمیوں نے حصین کو قتل کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ ابن زیاد کا قاتل شریک بن جدیر ہی تھا۔ وہ جنگ صفین میں حضرت علی کے ہمراہ لڑ چکا تھا اور اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ حضرت علی کے زمانے کے بعد وہ (شریک) بیت المقدس چلا گیا تھا اور وہیں مقیم رہا۔ لیکن جب امام حسینؓ شہید ہوئے تو اس نے خدائے تعالٰی سے عہد کیا کہ اگر کوئی شخص امام حسینؓ کے خون کا بدلہ طلب کرنے کے لیئے نکلا تو یا تو وہ اس کے ساتھ ہو کر ابن زیاد کو خود قتل کرے گا یا اسی داعی الی الجہاد کے ساتھ ہو کر لڑتا ہوا مارا جائیگا۔ اس طرح جب مختار امام حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیئے نکلا تو وہ مختار کے ساتھ جا ملا۔ اور بعد میں ابراہیم ابن اشتر کے ساتھ ابن زیاد کے مقابلے کو گیا۔ اور فریقین کے مقابل ہونے پر اس نے افواج شام پر حملہ کر کے یکے بعد دیگرے غنیم کی صفوں کا صفایا کرنا شروع کیا۔ اس وقت اس کے ساتھ اس کے بنو ربیعہ کے ہمراہی بھی تھے وہ ان کو لیئے ہوئے لڑتا ہوا ابن زیاد تک پہنچ گیا۔ گھمسان لڑائی ہونے لگی جس میں سوائے تلواروں کی چقاچق کے اور کچھ سنائی نہیں دیتا تھا جب جنگ ختم ہوئی تو دیکھا گیا کہ شریک اور ابن زیاد دونوں مقتول تھے۔ ان میں سے پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ شریک کا شعر ہے۔ (ترجمہ):۔

"میں ہر طرح کی زندگی کو باطل سمجھتا ہوں سوائے اس کے کہ گھوڑے کے سائے میں نیزے کا ذکر کیا جائے"

راوی کا بیان ہے کہ شرحبیل بن ذی الکلاع الحمیری بھی قتل ہوا۔ اور سفیان ابن یزید الازدی۔ ورقاء بن عازب الاسدی اور عبیداللہ ابن زہیر السلمی نے اس کے قتل کرنے کا دعوے کیا۔ عیینہ بن اسماء ابن زیاد کے ساتھ تھا۔ مگر جب ابن زیاد کے آدمی منہزم ہوئے تو وہ اپنی ہمشیرہ ہند بنت اسماء کو (جو ابن زیاد کی زوجہ تھی) اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور ساتھ ہی یہ شعر بھی پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ):۔

"اگر تم میری بات سنو تو میں یہ کہونگا کہ میں نے جنگ میں بڑے بڑے دلیر اور مشہور آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے"

جب ابن زیاد کے آدمی منہزم ہو کر بھاگے تو ابراہیم کے ہمراہیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ چنانچہ ان لوگوں میں غرق ہونے والوں کی تعداد مقتولین سے زیادہ تھی۔ انھوں نے ابن زیاد کی فوج اور اس کی ہر قسم کی اشیاء وغیرہ کو خوب

لوٹا۔ پھر ابراہیم نے مختار کو یہ خوشخبری بھیجی۔ وہ اس وقت مدائن میں تھا۔ بعد ازاں ابراہیم نے مختلف بلاد کی طرف اپنے عمال کو روانہ کیا۔ چنانچہ اپنے بھائی عبدالرحمن بن عبداللہ کو نصیبین بھیجا اور وہ سنجار۔ دارا اور سرزمین جزیرہ کے تمام دیگر قرب وجوار کے مقامات پر غالب ہوگیا۔ علیٰ ہذا القیاس زفر ابن حارث کو قرقیسیا پر۔ حاتم بن نعمان الباہلی کو حران۔ رہا۔ سمیساط اور اس کے نواح پر۔ اور عمیر بن حباب السلمی کو کفر توثا اور طور عبدین پر مقرر کیا۔ ابراہیم خود موصل ہی میں رہ گئے۔ اور عبیداللہ ابن زیاد کے سر کو معہ اس کے دیگر رؤساء کے سروں کے مختار کے پاس بھیج دیا۔ ان سروں کو قصر میں ڈال دیا گیا۔ ایک پتلا سا سانپ آیا جس نے گھوم گھوم کر سروں کو دیکھا اور پھر عبیداللہ ابن زیاد کے منہ میں سے داخل ہوکر ناک کے نتھنے سے اور ناک سے داخل ہوکر منہ میں سے نکلا۔ اور کئی مرتبہ ایسا ہی کیا۔ اس واقعہ کو ترمذی نے اپنی کتاب جامع میں بیان کیا ہے۔

مغیرہ کا قول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا شخص جس نے کھوٹے سکے بنائے وہ عبیداللہ ابن زیاد تھا۔ ابن زیاد کے ایک حاجب کا بیان ہے کہ جب امام حسینؓ شہید ہوئے تو میں ابن زیاد کے ساتھ قصر میں داخل ہوا۔ اس نے ان کے چہرے کے سامنے آگ جلا کر کہا کہ ''اسی طرح اُسے گونگا کیا گیا ہے'' پھر کہا کہ اس بات کو کسی سے بیان نہ کرنا۔

مغیرہ ہی کی روایت ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد مرجانہ نے اپنے بیٹے عبیداللہ سے کہا کہ او خبیث۔ تو نے ابن رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے تو ہرگز جنت کی شکل نہ دیکھیگا۔

ابن زیاد کے قتل کے وقت ابن مفرغ نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):۔

''جب موتیں کسی طاغیہ کے پاس جاتی ہیں تو وہ حاجبوں اور دروازوں کے پردے پھاڑ دیتی ہیں۔ میں اس خبیثہ کے بچے۔ اس فرومایہ وناکس کے بچے کی موت کے وقت کہتا ہوں۔ کہ خدا کرے کہ وہ دور ہی رہے۔ نہ تو تو نے کسی ملک کو جس پر تجھ سے مزاحمت کی گئی ہو بچایا۔ اور نہ تو نے کسی سے کبھی مختلف اسباب ووجوہ کے ساتھ قرابت داری قائم کی۔ نہ نزار سے نہ جذام ذی یمن سے۔ تُو تو ایک

پتھر تھا کہ آگ میں جھونکا گیا تھا۔ دفن کرنے کے وقت زمین بھی اس کے مردوں کو قبول نہیں کرتی۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ ملبوس غلاظت کو قبول کرلے۔"

سراقہ البارقی۔ ابراہیم بن اشتر کی مدح میں کہتا ہے (ترجمہ اشعار):۔

"تمہارے پاس برادران مذحج میں سے ایک شخص آیا جو اعداء کے مقابلے میں جری تھا اور سست نہ تھا۔ اے ابن زیاد۔ اب تو عظیم ترین ہلاک کرنے والے کے ساتھ واپس آجا اور دو تیز دھاروں والی چمکدار تلوار کا مزہ چکھ۔ خدا شرطۃ اللہ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے میری پیاس کو بجھا دیا جو میں عبید اللہ کے لئے محسوس کیا کرتا تھا۔"

عمیر بن حباب السلمی ابن زیاد کی فوج کی مذمت میں کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر):۔

"وہ لشکر کہ جو اپنے قیام کے دوران میں شراب نوشی اور زنا کو جمع کرے۔ غنیم کے مقابلے میں فتح مند نہیں ہو سکتا۔"

مصعب ابن زبیر کی ولایت بصرہ کا بیان

اس سال عبد اللہ بن زبیر نے حارث بن ابی ربیعہ یعنی قباع کو بصرہ سے معزول کر کے اپنے بھائی مصعب کو مقرر کیا۔ مصعب اس شہر میں اپنے منہ پر کپڑا باندھے ہوئے داخل ہوا وہ مسجد میں جاکر منبر پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ تو لوگوں نے "امیر۔ امیر" پکارنا شروع کیا۔ اتنے میں حارث ابن ابی ربیعہ آگیا اور وہی امیر تھا مصعب نے اپنے چہرے پر سے لثام ہٹا لیا۔ تو لوگوں نے اسے پہچانا۔ پھر مصعب نے حارث کو منبر کی طرف بلایا اور اپنے مقام سے ایک درجہ نیچے بٹھایا۔ پھر کھڑے ہو کر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ:۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ طٰسٓمٓ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ تا قولہ تعالیٰ "مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ" (اس لفظ پر اس نے شام کی طرف اشارہ کیا) "وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ" (اس لفظ پر حجاز کی طرف اشارہ کیا) وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (یہاں کوفہ

کی طرف اشارہ کیا) پھر کہا کہ "اے اہل بصرہ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے امراء کو پھیر پھیر دیتے ہو۔ اور میں نے اپنا لقب "الجزّار"۔ (یعنی قصاب) مقرر کیا ہے۔"

مصعب اور مختار کی جنگ اور مختار کے قتل کا بیان

جب اشراف کوفہ جنگ سبیع سے بھاگے تو ان کی ایک جماعت مصعب کے پاس گئی۔ شبث ابن ربعی بھی اس کے پاس اس حال میں آیا کہ وہ ایک خچر پر سوار تھا جس کی دم کٹی ہوئی تھی اور کان کا ایک طرف کا حصہ بھی اڑا ہوا تھا۔ شبث خود ایک پھٹی ہوئی قبا پہنے ہوئے تھا اور پکار کر "ہائے جنگ" کہہ رہا تھا۔ مصعب کو اس کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ یہ شبث ابن ربعی ہے۔ چنانچہ وہ اور اشراف کوفہ سب مصعب کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا کہ وہ سب اس کے پاس کس غرض کے لئے گئے تھے۔ پھر اس سے مدد اور مختار کے مقابلے کے لئے برآمد ہونے کو کہا۔ اس کے بعد محمد بن اشعث بھی پہنچا۔ اور مصعب کو جنگ کرنے پر برانگیختہ کیا۔ مصعب نے اس کے شرف کی وجہ سے اُسے اپنے قریب جگہ دی اور تعظیم و تکریم کی۔ آخر جب اہل کوفہ تعداد کثیر میں جمع ہو گئے تو مصعب نے ان سے کہا کہ جب تک مہلب ابن ابی صفرہ یہاں نہ پہنچ جائیگا میں ہرگز جنگ کے لئے روانہ نہ ہونگا۔ پھر مصعب نے مہلب کو جو اس وقت فارس کا عامل تھا۔ خط لکھا جس میں اس سے اپنے ساتھ روانہ ہو کر مختار کے ساتھ جنگ کرنے کی درخواست کی۔ مہلب نے دیر لگائی۔ اور خراج کے عدم وصول کا بہانہ کیا۔ اصل یہ ہے کہ وہ جنگ سے روانہ ہونا ہی نہ چاہتا تھا۔ مصعب نے محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ وہ کسی طرح مہلب کو ابھارے اور اپنے ہمراہ لے آئے۔ چنانچہ محمد مصعب کا خط لے کر مہلب کے پاس گیا۔ مہلب نے خط پڑھ کر کہا کہ کیا مصعب کو تمہارے سوا اور کوئی قاصد نہ ملا تھا۔ محمد نے کہا کہ میں کسی کا قاصد نہیں ہوں۔ بلکہ ہمارے غلاموں نے ہم کو ہماری عورتوں۔ بچوں اور حرم پر غالب کر دیا ہے۔

غرض کہ مہلب ایک لشکر جرار اور بکثرت مال و زر کو اپنے ساتھ لے کر بصرہ پہنچا۔ مصعب نے بڑے پل کے پاس فوج کے اجتماع کا حکم دیا اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو

یہ کہکر کوفہ بھیجا کہ وہاں پہنچکر جس جس کو تم اپنے ساتھ ملا سکو ملا لینا۔ اور لوگوں کو مختار سے برگشتہ کر کے ان کو خفیہ طور پر ابن زبیر سے بیعت کرنے پر آمادہ کرنا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور چھپ کر اپنے گھر کو چلا گیا۔ پھر مصعب روانہ ہوا۔ عباد بن حصین الحطمی التمیمی آگے آگے تھا۔ عمر بن عبید اللہ بن معمر فوج کے میمنہ پر مہلب میسرہ پر۔ مالک ابن منذر بنو عبد القیس پر۔ احنف بن قیس بنو تمیم پر۔ زیاد ابن عمرو العتکی بنواز دپر اور قیس بن ہیثم اہل عالیہ پر مقرر تھے۔

مختار نے یہ خبر سنتے ہی کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں کو اس سے آگاہ کیا۔ اور ان کو احمر بن شمیط کے ہمراہ روانہ ہو جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہو کر حمام اعین میں خیمہ زن ہوا۔ مختار نے ابن اشتر کے ہمراہی رؤساء قبائل کو بھی بلا کر ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ احمر بن شمیط کے مقدمۃ الجیش کا سردار ابن کامل الشاکری تھا۔ وہ لوگ وہاں سے کوچ کر کے مقام مذار پہنچے۔ ادھر سے مصعب بھی آکر قریب ہی خیمہ زن ہو گیا۔ دونوں سپہ سالار اپنی اپنی فوجوں کو آراستہ کر کے ایک دوسرے کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ ابن شمیط نے اپنے میمنۂ فوج پر ابن کامل کو میسرہ پر عبد اللہ ابن وہیب کو اور موالی پر ابو عمرہ مولائے عرینہ کو مقرر کیا۔ عبد اللہ ابن وہیب الجشمی نے ابن شمیط سے جا کر کہا کہ موالی اور غلام کبھی سخت فیصلہ کن موقعۂ جنگ میں ثابت قدم رہنے والے نہیں۔ اور ان کے ہمراہ بہت سے سوار بھی ہیں مگر آپ پیادہ چل رہے ہیں۔ ان کو حکم دیجئے کہ وہ بھی آپ کے ساتھ پا پیادہ چلیں۔ مجھے یہ خوف ہے کہ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ سے اڑ جائیں گے۔ اور وہ آپکو چھوڑ نہ دیں۔ یہ بات اس کینے پر مبنی تھی جو عبد اللہ کو موالی سے تھا۔ کیونکہ اسے اُن لوگوں سے کئی مرتبہ زک ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ یہ چاہتا تھا کہ موالی کو زک ہو۔ اور ان میں سے کوئی شخص نہ بچے۔ مگر ابن شمیط نے اس پر کسی طرح کا شک نہیں کیا۔ اور جو کچھ اس نے کہا تھا وہی کیا۔ غرضکہ موالی بھی ابن شمیط کا ساتھ دیکر پیادہ چلنے لگے۔ ادھر سے مصعب بھی آگے بڑھا۔ اس نے عباد ابن حصین کو سواروں پر مقرر کیا تھا۔ عباد۔ احمر۔ اور اس کے ساتھیوں کے قریب ہوا تو احمر نے کہا کہ میں تم کو کتاب اللہ سنت رسول اللہ۔ بیعت مختار اور اس امر کو آل رسول اللہ میں شوریٰ سے بنا دینے کی طرف دعوت

دیتا ہوں۔ عباد نے واپس جا کر مصعب کو اطلاع دی۔ اس نے کہا جاؤ جا کر حملہ کر دو۔ چنانچہ عباد نے واپس جا کر ابن شمیط اور اسکے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔ مگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی نیچے نہ اترا۔ اس لئے وہ پھر اپنے مقام و موقف کو واپس چلا گیا۔ مہلب نے ابن کامل پر اس شدت سے دھاوا کیا کوئی ترتیب باقی نہ رہی ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو گئے۔ ابن کامل اتر کر لڑنے لگا تو مہلب وہاں سے چلا گیا۔ پھر مہلب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب ان پر ایک زبردست حملہ کرو۔ چنانچہ انھوں نے ان پر سخت حملہ کیا۔ ابن شمیط کے آدمی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر ابن کامل بنو ہمدان کے چند آدمیوں کو لئے ہوئے جما رہا۔ آخر اسے بھی ہزیمت ہوئی۔ بعد ازاں عمر بن عبید اللہ نے عبداللہ ابن انس پر حملہ کیا۔ مگر وہ کچھ دیر جم کر لڑنے کے بعد واپس چلا گیا۔ پھر سب نے مل کر یکبارگی ابن شمیط پر چڑھائی کی جو لڑتے لڑتے مارا گیا۔ لوگوں نے پکارنا شروع کیا کہ "اے بجیلہ اور خثعم کے لوگو۔ جم کر لڑو"۔ مگر مہلب نے باواز بلند جواب دیا کہ آج تم کو فرار میں سب سے زیادہ امن اور نجات حاصل ہوگی۔ تم لوگ کیوں ان غلاموں کے ساتھ اپنی جانوں کو خواہ مخواہ قتل کرتے ہو۔ پھر کہنے لگا کہ خدا کی قسم آج تو میرے ہی آدمی مر رہے ہیں۔ اس کے سوار ابن شمیط کے پیادوں کی طرف چلے مگر ہزیمت ہوئی۔ پھر مصعب نے عباد کو سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ اور حکم دیا کہ جسے گرفتار کرنا اس کی گردن مار دینا۔

علیٰ ہذا القیاس محمد بن اشعث بھی سواروں کی ایک زبردست جماعت لے کر نکلا جس میں اہل کوفہ شامل تھے اور ان سے کہا کہ اب تم اپنا بدلہ لیلو۔ اہل بصرہ منہزمین پر بہت سختی کرتے تھے اور جس کو پاتے تھے قتل ہی کر دیتے تھے۔ کسی قیدی کو معاف نہیں کرتے تھے۔ اس طرح اس تمام فوج میں صرف سوار اور پیادوں میں سے معدودے چند ہی باقی رہے۔

معاویہ بن قرۃ المزنی کا بیان ہے کہ میں ان میں سے ایک شخص کے پاس گیا۔ اور اس کی آنکھ کو اپنے نیزے سے خوب کوچا۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا واقعی تم نے ایسا ہی کیا تھا؟ کہا ہاں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک ان لوگوں کے خون ترکوں اور دیلمیوں کے خون سے بھی زیادہ حلال تھے۔ یہ معاویہ بصرے کا قاضی تھا۔

القصہ جب مصعب ان سے فارغ ہو گیا۔ تو وہاں سے روانہ ہو کر واسطہ کے قریب پہنچا۔ اور بغیر شب باشی کئے وہاں سے کسکر چلا گیا۔ لوگوں نے اپنے اسباب اور ضعفاء کو کشتیوں میں بار کر کے دریائے خرشاد کو عبور کیا۔ پھر دریائے قوسان اور فرات کو پار کیا۔ مختار کو اپنے آدمیوں کی ہزیمت اور ان کے مقتولین کا حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ موت کا آنا تو ضروری ہے۔ اور میں جس موت مرنا چاہتا ہوں وہ وہی موت ہے جس پر ابن شمیط کا خاتمہ ہوا۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ اگر وہ اپنی مراد کو نہ پہنچ سکا تو مختار ضرور لڑتے لڑتے قتل ہو جائیگا خصوصاً جب مختار کو یہ معلوم ہوا کہ مصعب خشکی اور تری کے راستوں کو عبور کر کے اس تک پہنچ گیا ہے تو اس نے بھی وہاں سے کوچ کیا۔ جب وہ مقام سلحین آیا تو اس نے دیکھا کہ یہاں دریائے جزیرہ سلحین، قادسیہ اور رسعف دریائے فرات سے آ کر ملتے ہیں اس نے فرات پر بند بنایا جس سے اس کا پانی اُن دریاؤں میں چڑھ گیا۔ اور بصرے والوں کی کشتیاں کمی آب کیوجہ سے کیچڑ میں پھنس گئیں۔ اس کیفیت کو محسوس کرتے ہی اہل بصرہ کشتیوں سے اتر کر بند کے پاس گئے اُسے درست کر دیا۔ اور اب پھر کوفے کی طرف بڑھے۔ مختار بھی انکے مقابلے کیلئے چلا اور حروراء میں جا کر اس طرح قیام کیا کہ وہ کوفہ اور اہل بصرہ کے درمیان حائل تھا۔ اس نے قصر اور مسجد کو محفوظ کر کے نیزہ، سامان اور ضروریات بھی اپنے پاس مہیا کر لیں جنکی حالت محاصرہ میں ضرورت ہوتی ہے۔ ادھر مصعب مقابلے کیلئے پہنچا۔ اس کے میمنہ پر مہلب میسرہ پر عمر بن عبید اللہ اور سواروں پر عباد بن حصین مقرر تھے۔ مختار نے اپنے میمنہ پر سلیم بن یزید الکندی کو میسرہ پر سعید بن منقذ ہمدانی کو سواروں پر عمر و ابن عبداللہ النہدی کو اور پیادوں پر مالک بن عبداللہ النہدی کو مقرر کیا تھا۔ بعد میں محمد بن اشعث کوفے کے فرار کردہ کو لئے ہوئے آیا اور مصعب اور مختار کے درمیان خیمہ زن ہو گیا۔ مختار نے یہ حالت دیکھ کر اہل بصرہ کے ہر دستے کی طرف اپنا ایک ایک آدمی دوڑایا اور لوگوں کو قریب قریب کر لیا۔ سعید بن منقذ نے بنو بکر اور بنو عبد القیس پر حملہ کیا جو مصعب کے میمنہ میں تھے اور سخت جنگ کی۔ مصعب نے مہلب کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے مقابل کے لوگوں پر یورش کرے۔ اس نے کہا کہ میں اہل کوفہ کے خوف کے مارے بواز و کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔

جب تک کہ مجھے فرصت نہ ملے۔ ادھر عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرۃ المخزومی نے مختار کے حکم سے اپنے مقابل آدمیوں یعنی اہل عالیہ پر حملہ کیا۔ اور ان کو وہاں سے بھگا دیا۔ وہ لوگ مصعب کے پاس چلے گئے۔ مصعب زانو کے بل بیٹھ گیا۔ اور لوگ بھی اس کے پاس ہی ٹھیر گئے۔ اور اسی طرح کچھ عرصے تک لڑتے رہے۔ پھر مہلب نے اپنے آدمیوں کو لے کر اپنے مقابل کے لوگوں پر یورش کی۔ اور مختار کے ہمراہیوں پر نہایت سختی سے حملہ کر کے وہاں سے ہٹا دیا۔ عبداللہ بن عمرو النہدی (جو جنگ صفین میں لڑ چکا تھا) کہنے لگا کہ یا اللہ میں ان لوگوں کے ان افعال سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو یہ اپنے ہی بھائی بندوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کے نفوس سے تیرے ہی پاس پناہ طلب کرتا ہوں۔" ان لوگوں" سے اس کی مراد اصحاب مصعب سے تھی۔ پھر اس نے اپنی تلوار سے خوب جی کھولکر کام لیا اور لڑتے لڑتے مارا گیا۔ مختار کے ہمراہی اس طرح بھاگے جا رہے تھے کہ گویا وہ لکڑیاں ہیں جو آگ لگنے سے اُچٹتی ہیں۔ مالک بن عبداللہ النہدی نے شام کیوقت اپنے پچاس پیادوں کے ساتھ ابن اشعث کے ہمراہیوں پر سخت حملہ کیا۔ جس میں اشعث اور اس کے بہت سے ساتھی قتل ہوئے۔ مختار نے محلہ شبث کے ناکے پر تمام رات جنگ جاری رکھی اس کے ساتھ بڑے بڑے دلاور جنگجو اور بنو ہمدان نہایت بے جگری سے لڑتے رہے۔ پھر لوگ مختار کے پاس سے علیحدہ ہو گئے۔ اس پر اس کے ایک ہمراہی نے اس سے کہا کہ "اے امیر آپ قصر کو چلے جائیے"۔ چنانچہ مختار جا کر قصر میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس کے ایک ساتھی نے اس سے کہا کیا آپ نے ہم سے فتح وظفر کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ اور یہ کہ ہم ان کو بھگا دیں گے۔ مختار نے کہا کہ کیا تم نے کتاب اللہ میں یہ آیت نہیں پڑھی:- "یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ"؟ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مختار ہی بداءت کا قائل ہوا تھا۔:

دوسرے دن کی صبح کو مصعب اپنے ہمراہیوں سمیت سبخہ جاتا تھا کہ راستے میں مہلب ملا۔ جس نے کہا کہ ہائے اگر ابن اشعث نہ مارا جاتا تو یہ فتح کسقدر خوش گوار ہوتی۔: مصعب نے جواب دیا تم سچ کہتے ہو۔ مگر عبیداللہ ابن علی

ابن ابی طالب بھی تو قتل ہو گئے ہیں۔ مہلب نے کہا کہ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"
میں چاہتا تھا کہ وہ فتح میں موجود ہوتے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ان کو کس نے
قتل کیا؟۔ ان کو ایک ایسے شخص نے قتل کیا جس کو وہ خیال کرتے تھے کہ وہ
ان کے والد کی جماعت میں سے ہے غرض کہ مصعب سبخہ میں خیمہ زن ہو گیا۔
اوران لوگوں کا دانہ پانی بند کر دیا۔ مختار اور اس کے ہمراہی اس کے خلاف
کمزوری کے ساتھ لڑتے رہے۔ لوگوں کو بھی ان پر جرأت ہونے لگی۔ چنانچہ
یہ نوبت آ گئی تھی کہ جب مختار وغیرہ نکلتے تو لوگ ان پر مکانوں کے اوپر سے
تیر برساتے اور غلیظ اور خراب پانی پھینکتے۔ ان لوگوں کا گزران صرف عورتوں
کے ذریعے سے ہوتا تھا۔ جو خفیہ طور پر کھانا پانی لے کر ان کے پاس جاتی تھیں۔
مصعب نے یہ حالت معلوم کر کے ان عورتوں کو بھی روک دیا۔ اور مختار پر سختیاں
کیں۔ اس سے مختار اور اس کے ساتھیوں پر پیاس کی شدت ہونے لگی حالانکہ
اس سے پہلے وہ لوگ کنوؤں کے پانی میں شہد ملا کر پیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ان میں
سے بعض لوگ کہا بھی کرتے تھے۔ پھر مصعب کے حکم سے اس کے آدمیوں نے
قصر کے قریب جا کر محاصرے میں اور بھی شدت سے کام لینا شروع کیا۔ مختار نے
اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے۔ اس محاصرے سے تو تم اور بھی کمزور
ہو جاؤ گے۔ چلو ہم چل کے ان سے جنگ کریں اور لڑتے لڑتے عزت سے مر جائیں۔
اگر قتل بھی ہوئے تو خدا کی قسم مجھے ذرا بھی مایوسی نہ ہوگی بشرطیکہ تم یقین کر لو کہ خدا
تمہاری مدد کرے گا۔ مگر وہ لوگ ڈر گئے اور جنگ کے لئے نہیں نکلے۔ تب
مختار نے کہا کہ میرا کیا ہے۔ خدا کی قسم میں کسی کو اپنا ہاتھ نہ پکڑنے دونگا۔ اگر میں
نے باہر نکل کر جنگ کرنی شروع کی اور قتل ہو گیا تو اس سے تمہارا ضعف اور
بھی زیادہ ہو جائیگا۔ اور تم اور بھی زیادہ ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر تم
نے ان لوگوں کے حکم کے مطابق کیا اور تمہارے اعداء نے تم پر قبضہ پا کر تم کو قتل
بھی کر دیا تو یاد رکھو کہ تم لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھو گے اور یہی کہو گے
کہ اے کاش کہ ہم نے مختار کا کہا مانا ہوتا۔ اگر تم اس وقت میرے ساتھ نکل کر
جنگ کرو تو اگر تم کو فتح حاصل نہ بھی ہوئی تب بھی شرافت اور عزت کے ساتھ تو مرو گے

جب عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ نے مختار کا یہ ارادہ دیکھا تو وہ قصر سے چھپ کر بھاگ گیا۔ اور جاکر اپنی برادری کے لوگوں میں روپوش ہو گیا۔ اس کے بعد مختار خوشبو اور عطر وغیرہ لگاکر اپنے ہمراہ انیس آدمیوں کو لے کر باہر نکلا جن میں ایک سائب بن مالک الاشعری بھی تھا۔ اس کی زوجہ عمرہ بنت ابو موسےٰ الاشعری تھی۔ جس سے محمد نام ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ جب قصر فتح ہوا تو اس میں ایک بچہ پایا گیا۔ جس کو انھوں نے چھوڑ دیا۔ مختار نے باہر نکل کر سائب سے پوچھا کہ اب تمھاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا کہ اور تمھاری کیا رائے ہے۔ مختار نے کہا۔ ارے احمق۔ میں ایک عرب آدمی ہوں میں نے ابن زبیر کو حجاز میں۔ ابن نجدہ کو یمامہ میں اور مروان کو شام میں شورش مچاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور میں ان لوگوں میں اسی طرح رہا تھا کہ گویا ان ہی میں سے ہوں۔ البتہ یہ فرق ضرور تھا کہ میں اہل بیت نبوی کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا جب کہ عرب اس طرف سے خواب غفلت میں تھا۔ اب اگر تمھاری نیت نہ بھی ہو تب بھی اپنے حسب کے لیئے ہی لڑو۔ اس نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اگر میں اپنے حسب کے لیئے لڑوں تب بھی کیا کر سکتا ہوں۔ غرض کہ مختار نے آگے بڑھ کر جنگ کرنی شروع کی۔ اور قتل ہوا۔ اس کو بنو حنیفہ کے دو آدمیوں نے قتل کیا جن کے نام طرفہ اور طراف تھے۔ وہ دونوں آپس میں بھائی بھائی اور عبداللہ بن دجاجہ کے بیٹے تھے۔

مختار کے قتل کے دوسرے روز بجیر بن عبداللہ المسلی نے قصر میں اصحاب مختار کو ویسا ہی کرنے کے لیئے کہا جیسا کہ خود مختار نے کہا تھا۔ مگر انھوں نے انکار کیا۔ بلکہ مصعب کے آدمیوں کو اپنے اوپر قابو پا لینے دیا اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا۔ ان لوگوں نے انھیں پابجولاں وہاں سے نکالا۔ مصعب نے ارادہ کیا کہ اہل عرب کو آزاد کردے اور موالی کو قتل کردے۔ مگر اس کے ہمراہیوں نے اُسے ایسا کرنے سے روکا۔ آخر ان کے مشورے سے مصعب نے تمام اصحاب مختار کو قتل کر دیا۔ پھر بجیر المسلی کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ بجیر نے مصعب سے کہا شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم کو قید میں مبتلا کیا اور تمھاری آزمائش کرتا ہے کہ تم ہم کو معاف کردو۔ دو امور ہیں۔ ایک تو رضائے الٰہی اور

دوسرا اس کی ناراضی۔ جو شخص معاف کرتا ہے خدا اُسے معاف کرتا ہے اور اسکو زیادہ عزت دیتا ہے لیکن جو شخص سزا دیتا ہے وہ قصاص سے مامون و محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اے ابن زبیر۔ ہم تمھارے اہل قبیلہ اور ہم مذہب ہیں۔ ہم ترک یا دیلمی نہیں ہیں۔ ہم نے اپنے اہل شہر سے مخالفت کی۔ یا تو ہم نے غلطی کی یا ہم درستی پر تھے۔ بہرحال ہم آپس میں لڑے بعینہ جس طرح اہل شام آپس میں لڑتے تھے اور پھر آپس میں متفق ہو گئے تھے اور جس طرح کہ اہل بصرہ لڑتے تھے۔ مگر بعد میں آپس میں صلح کر لی تھی۔ تم لوگ مالک ہو کر درگذر کرو۔ تم صاحب قدرت ہو کر معاف کرو۔ وہ اسی طرح کی باتیں کر رہا تھا کہ لوگوں کو اور مصعب کو اس پر رحم آیا اور مصعب نے اسے رہا کر دینے کا ارادہ کیا۔ مگر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا تم ان لوگوں کو چھوڑ دینا چاہتے ہو؟ یا آپ ہمیں اختیار کریں یا انھیں۔ پھر محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید الہمدانی نے اور دیگر اشراف کوفہ نے بھی کھڑے ہو کر اسی قسم کی باتیں کیں۔ اس پر مصعب نے ان سب کو تو قتل کر ڈالنے کا حکم دے دیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ابن زبیر۔ ہم لوگوں کو قتل مت کرو۔ ہم کو اپنے مقدمۃ الجیش میں رکھ کر اہل شام کی طرف لے چلو۔ تم لوگ ہم سے بے پروا نہیں ہو سکتے اگر ہم قتل بھی ہو گئے تو جب تک کہ ہم ان کو تمھارے لئے ضعیف نہ کر لیں گے قتل نہ ہونگے اور اگر ہم نے ان پر فتح پائی تو وہ تمھارے کام آئیگی۔ مگر مصعب نے ایک نہ سنی۔ تب بجیر المکی نے کہا کہ دیکھو میرے خون کو ان کے خونوں میں نہ ملاؤ۔ کیونکہ انھوں نے میری بات نہیں مانی تھی۔ مگر مصعب نے سب کو قتل کر دیا۔ مسافر بن سعید ابن نمران الناعطی نے کہا کہ اے ابن زبیر فردائے قیامت میں اپنے رب سے کیا کہوگے؟ تم نے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت کو قتل کر دیا ہے۔ جس نے تم کو اپنا حکم قرار دیا تھا۔ تم ہم میں سے اتنے ہی آدمیوں کو قتل کرو جتنے ہم نے تمھارے آدمی مارے ہیں۔ ہم میں ایسے بھی ہیں جو ایک دن بھی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ وہ لوگ سواد میں وصول خراج اور حفاظت راہ پر متعین تھے۔ مگر مصعب نے اس کی بات بھی نہ مانی۔ اور اسے بھی قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ مصعب نے ان کو قتل کرتے وقت احنف ابن قیس سے

مشورہ طلب کیا۔ اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم ان کو معاف کر دو۔ کیونکہ عفو تقوے سے قریب ترین چیز ہے۔ مگر اشراف کوفہ نے کہا کہ نہیں انھیں قتل ہی کر دو۔ اور انھوں نے اس پر زور دیا اور شور و شغب برپا کیا۔ آخر مصعب نے سب کو قتل ہی کر دیا۔ اس پر احنف نے کہا کہ تم نے ان لوگوں کو قتل کر کے بدلہ تو لے ہی نہیں لیا۔ اے کاش کہ کہیں یہ بات آخر میں تمھارے لئے وبال جان نہ ہو جائے۔ مصعب کی زوجہ عائشہ بنت طلحہ نے بھی مصعب کے پاس یہی پیغام بھیجا تھا کہ اصحاب مختار کو رہا کر دیا جائے۔ مگر قاصد نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو وہ سب قتل ہو چکے تھے۔

مصعب نے مختار ابن ابی عبید کے ہاتھ کو کاٹ لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ کر ایک میخ کے ذریعے سے مسجد کے ایک طرف کو لٹکا دیا گیا۔ حجاج کے آنے تک وہ اسی حالت میں رہا۔ اس نے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ جواب ملا کہ مختار کا ہاتھ ہے۔ یہ سن کر اس نے اس کے اتارنے کا حکم دیا۔

مصعب نے جبال و سواد کی طرف اپنے عمال روانہ کئے۔ اور ابراہیم ابن اشتر کو لکھ کر اپنی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر تم نے میری اطاعت کی تو جب تک کہ آل زبیر غلبے پر ہیں تب تک شام کا ملک اس کی سپہ سالاری اور وہ تمام سرزمیں جس پر تم غلبہ حاصل کرو تمھاری حکومت میں دے دی جائے گی۔ مصعب نے خدا کی قسم کھا کر یہ وعدہ کیا۔ اُدھر عبدالملک ابن مروان نے بھی ابن اشتر کو خط لکھ کر اپنی اطاعت کے لئے کہا اور یہ بھی لکھا کہ اگر تم میری بات مان لو تو عراق تمھارا ہے۔ ابراہیم نے اپنے اصحاب سے اس بارے میں مشورہ کیا تو ان میں اختلاف رائے ہوا۔ ابراہیم نے کہا کہ اگر میں نے ابن زیاد اور اشراف شام کو تکلیف نہ پہنچائی ہوتی تو میں ضرور عبدالملک کی بات کو قبول کر لیتا۔ باوجودیکہ میں اپنے اہل شہر اور اہل قبیلہ کے خلاف اختیار نہیں کرتا۔ آخرکار انھوں نے مصعب کو لکھ بھیجا کہ وہ اس کے ساتھ مل جانا چاہتے ہیں۔ مصعب نے لکھا کہ آؤ۔ چنانچہ ابن اشتر اطاعت قبول کر کے مصعب کے پاس چلے گئے۔ جب مصعب کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے مہلب کو موصل۔ جزیرہ۔ آذربائیجان

اور آرمینیہ کی ولایات کا عامل بنا کر بھیج دیا۔ پھر اس نے ام ثابت بنت سمرہ بن جندب زوجۂ مختار کو اور عمرہ بنت نعمان بن بشیر الانصاریہ یعنی مختار کی دوسری زوجہ کو بلایا اور دونوں سے مختار کے متعلق سوال کیا۔ ام ثابت نے کہا کہ ہم تو تمہارے قول ہی کے مطابق کہیں گے۔ یہ سن کر مصعب نے اسے رہا کر دیا پھر عمرہ نے کہا کہ خدا اس پر رحم کرے وہ ایک صالح بندۂ خدا تھا۔ اس پر مصعب نے اسے قید کر دیا اور اپنے بھائی عبداللہ ابن زبیر کو لکھا کہ عمرہ کا خیال ہے کہ مختار نبی تھا۔ عبداللہ ابن زبیر نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اور وہ ایک رات کوفے اور حیرہ کے درمیان قتل کر دی گئی۔ ایک اہل شرطہ نے اسے قتل کیا۔ اس نے تین مرتبہ تلوار سے وار کیا۔ اور وہ برابر یا ابتاہ! یا عشیرتاہ!! کہے جاتی تھی۔ ایک شخص نے قاتل کے ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ اے زانیہ کے بچے۔ تو نے اسے عذاب دیا۔ اور زیادہ چرکے لگائے۔ غرض کہ عمرہ اس طرح قتل کر دی گئی۔ وہ شرطی اس شخص کو پکڑ کر مصعب کے پاس لایا۔ مصعب نے کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ اس شخص کو اس نظارے سے صدمہ ہوا تھا۔ اس واقعہ کے متعلق عمرو بن ابی ربیعہ المخزومی کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):۔

"میرے نزدیک نہایت درجہ عجیب و غریب واقعہ ایک شریف آزاد اور خوش اندام عورت کا قتل ہے۔ جو بغیر جرم کے اس طرح قتل ہوئی۔ اس کے قتل کی خوبی اللہ کے لیئے ہے۔ قتل اور قتال ہم پر ہے اور محصنات نساء پر صرف جرذیول واجب ہے"

اسی طرح سعید بن عبدالرحمن بن حسان بن ثابت کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):۔

ایک سوار میرے پاس صاحب دین و حسب نعمان کی بیٹی کے قتل کی عجیب و غریب خبر لے کر آیا۔ اس جوان عورت کے قتل کی خبر جو نازو انداز والی۔ مستورہ۔ مہذبۃ الاخلاق اور عمدہ نسب والی تھی۔ جو ایک بزرگ اور کریم قوم کی پاک اولاد میں سے تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھی جو زمانہ گذشتہ میں نیکی کو صحیح سمجھتے تھے۔ وہ ایک شخص کی بیٹی تھی جو نبی مصطفےٰ صلعم کا دوست تھا۔ اور حرب و ضرب و کرب میں ان کے ساتھ رہتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے

کہ ملحدین نے اس کے قتل میں توقف نہ کیا۔ اور اُسے قتل و سلب کرنے میں ذرا بھی نیکی اور نرمی سے کام نہ لیا۔ خدا کرے کہ آل زبیر کو کبھی خوش عیشی نصیب نہ ہو۔ اور خدا کرے کہ وہ ذلت اور خوف و حرب کے لباس میں ملبوس رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے اس عورت کو نکال کر اپنی تلواروں سے اسے پارہ پارہ کیا تو گویا تمام عرب کی بادشاہت ان کو مل گئی۔ کیا لوگوں کو اس سے تعجب نہیں ہوا کہ ایک آزاد پختہ دین رکھنے والی۔ خوش سیرت اور حیادار مومنہ قتل ہو گئی۔ جو ذم و بہتان اور کذب و شک مدسے بری تھی۔ جب ہم پر قتل و خون کے لئے خون بہا واجب ہے تو وہ تو صاحبات عفت اور پردہ نشین خاتون تھیں وہ اپنے اجداد کے دین پر تھی۔ وہ آبائے کرام کی بچی تھی۔ اس نے اپنی موت سے پہلے اپنے اہل و عیال کو ذلیل نہیں کیا۔ وہ پردہ نشین تھی۔ باہر نہیں نکلتی تھی۔ اس کی موت پر اس کے تمام عیب کو بیان کر کے اس کے اجنبی ہمسایوں کو خبر مرگ نہیں دی گئی۔ نہ اس نے کبھی اپنے قرابت دار اور ہمسایوں کو تکلیف دی۔ وہ فحش سے واقف نہ تھی۔ وہ کبھی بدی کے قریب نہیں گئی تھی۔ اور کبھی اس نے بدی کو قبول نہیں کیا تھا۔ اس کی نرم رفتاری پر مجھے اس کی زندگی میں تعجب ہوا کرتا تھا۔ آہ یہ واقعہ عجیب ترین واقعات سے بھی زیادہ عجیب ہے۔"

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار نے عبداللہ ابن زبیر سے اسی وقت اختلاف کا اظہار کیا تھا جب مصعب بصرے پہنچا۔ جب مصعب نے مختار کا تعاقب کرنا شروع کیا اور موخر الذکر کو اس کی آمد کی خبر ملی تو اس نے احمر بن شمیط کو مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ مقام مذار میں جا کر مقابلہ کرو۔ اور کہا کہ فتح مذار ہی میں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس کو یہ خبر ملی تھی کہ بنو ثقیف کا ایک فرد اس کے لئے مذار ہی میں فتح حاصل کریگا۔ اس لئے اس کا یہ خیال تھا کہ یہ شخص ابن شمیط ہی ہے۔ حالانکہ یہ پیشینگوئی حجاج کے متعلق تھی۔ جو عبدالرحمن ابن اشعث کے مقابلے میں لڑا تھا۔ مصعب نے عباد الحطمی کو مختار کے مقابلے کے لئے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ عباد اور عبیداللہ بن علی بن ابی طالب تو اُدھر چلے گئے۔ اور مصعب دریائے بصرہ پر ہی خیمہ زن رہا۔ اُدھر مختار بیس ہزار آدمیوں کو

لیکر روانہ ہوا ادھر سے مصعب اور اس کے ساتھی چلے۔ رات کے وقت دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ مختار نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ جب تک تم میں سے ہر شخص کسی منادی کو "یا محمد" کہہ کر منادی کرتا ہوا نہ سنائی دے وہ حملہ نہ کرے۔ جوں ہی تم یہ صدا سنو حملہ کردو۔ چنانچہ جب چاند طلوع ہوا تو مختار کے حکم سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر "یا محمد" کی صدا بلند کی جس کے سنتے ہی مختار کے آدمیوں نے مصعب کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا اور ان کو بھگا کر ان ہی کے لشکر میں واپس کر آئے۔ اسی طرح صبح تک فریقین لڑتے رہے۔ دوسری صبح کو مختار نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس ایک شخص بھی نہیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب مصعب کی فوج میں مل جل گئے تھے۔

مختار وہاں سے منہزم ہو کر کوفے گیا اور قصر میں داخل ہو گیا۔ دوسری صبح کو اس کے آدمی اس کے پاس واپس پہنچے۔ ان لوگوں نے کچھ دیر توقف کیا اور مختار کو موجود نہ پا کر کہنے لگے مختار ضرور قتل ہو گئے۔ ان میں سے جو جو بھاگ سکے بھاگ گئے اور کوفے کے گھروں میں جا کر روپوش ہو گئے۔ ان میں سے تقریباً آٹھ ہزار آدمی قصر کی طرف گئے اور وہاں پہنچ کر مختار کو قصر کے اندر پایا۔ وہ لوگ اندر چلے گئے۔ اس سے قبل وہ اسی رات مصعب کے آدمیوں کی ایک بڑی تعداد کو تلوار کے گھاٹ اتار چکے تھے۔ جن میں محمد ابن اشعث بھی تھا۔ بعد میں مصعب نے آکر قصر کو گھیر لیا۔ اور چار ماہ تک محاصرہ جاری رکھا۔ مختار ہر روز نکل نکل کر کوفے کے بازاروں میں اس سے جنگ کرتا تھا۔ مختار کے قتل کے بعد اہل قصر نے امان طلب کی۔ مگر مصعب نے امان دینے سے انکار کیا۔ آخر سب لوگ اس کے حکم کے تابع ہو کر باہر نکلے۔ اور سات سو یا اس کے قریب قریب کی تعداد سے عرب اور اہل عجم قتل کئے گئے۔ مقتولین کی مجموعی تعداد چھ ہزار افراد کی تھی۔ قتل کے وقت مختار کی عمر ۶۷ برس کی تھی۔ وہ ۶۷ھ میں ۱۴ ماہ رمضان کو قتل ہوا۔

کہتے ہیں کہ مصعب ابن عمر سے ملا۔ تو ان کو سلام کر کے کہا کہ میں آپ کا بھتیجا مصعب ہوں۔ ابن عمر نے کہا کہ تم نے ہی سات ہزار اہل قبلہ کو ایک دن میں بلا وجہ قتل کیا ہے؟ مصعب نے جواب دیا کہ وہ لوگ کافر و فاجر تھے۔

ابن عمرؓ بولے کہ "واللہ اگر تم اپنے باپ کی میراث میں ان لوگوں کی تعداد کے برابر بکریوں کو بھی قتل کر دیتے تو وہ بھی اسراف ہی ہوتا"۔

ابن زبیر نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ تم نے ابتک اس کذاب کے قتل کا حال نہیں سنا؟ کہا کذاب کون؟ جواب دیا کہ وہی ابن ابی عبید۔ ابن عباس نے کہا کہ ہاں مجھے مختار کے قتل کا حال معلوم ہوا ہے۔ ابن زبیر کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کو کذاب نہیں کہنا چاہتے۔ اور تم کو اس کا صدمہ ہے۔ کہا کہ ہاں وہ وہ شخص تھا جس نے ہمارے قاتلین کو قتل کیا۔ ہمارے خونوں کا بدلہ لیا۔ ہمارے سینوں کی پیاس بجھائی اسکی خدمات کا ہماری جانب سے یہ بدلہ نہ ہونا چاہئے کہ ہم اسے گالیاں دیں یا اس کی موت پر خوشی منائیں۔

عروہ بن زبیر نے ابن عباسؓ سے کہا کہ کذاب مختار قتل ہو گیا اور یہ دیکھو یہ اس کا سر ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اب تمھارے سامنے ایک نہایت دشوار گذار گھاٹی ہے اگر تم اس پر چڑھ جاؤ تو تم ہی تم ہو گے ورنہ نہیں۔ انکی مراد عبدالملک بن مروان سے تھی۔

مختار کی طرف سے ابن عمرؓ اور ابن حنفیہؓ کے پاس تحفے آتے تھے اور وہ دونوں قبول کر لیا کرتے تھے۔ مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن عمرؓ نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا۔

مصعب ابن زبیر کی معزولی اور حمزہ بن عبداللہ بن زبیر کی ولایت کا بیان

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو مختار کے قتل کے بعد عراق سے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ بن عبداللہ کو مقرر کیا۔ حمزہ ایک سخی آدمی تھا۔ کبھی اس قدر سخاوت کرتا تھا کہ جو کچھ اس کے پاس ہوتا تھا سب دے ڈالتا تھا۔ اور کبھی اس قدر بخل کرتا تھا کہ شاید ویسا کوئی نہ کرتا ہو گا۔ بصرے میں اس سے خفت وضعف کا اظہار ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دن سوار ہو کر نکلا اور بصرے میں دریا کے اُگال کو دیکھکر کہا کہ اگر اس تالاب کے پانی کے خرچ میں احتیاط برتی جائے تو یہی انکی تمام زمینوں کی سیرابی کیلئے کافی ہو۔ اس کے بعد جب اس نے اسے اترا ہوا دیکھا تو کہنے لگا کہ میں نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ

اگر اس کے خرچ میں احتیاط برتی جاتی تو وہ ان کے لئے کافی ہوتا۔ اسی طرح اور بھی ایسی ہی خفیف حرکات اس سے سرزد ہوئیں یہ باتیں دیکھکر احنف نے اس کے باپ کو لکھا کہ اسے معزول کر کے مصعب کو دوبارہ مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیر نے اسے معزول کر دیا۔ حمزہ جاتے ہوئے بہت سامال و منال اپنے ہمراہ لے گیا۔ مالک بن مسمع نے اسے روکا اور کہا کہ ہم آپ کو اپنی معاشوں کی رقم نہ لے جانے دینگے جب عبیداللہ بن عبداللہ نے معاشوں کی ادائی کی ضمانت کر لی تو مالک نے اسے جانے دیا۔ حمزہ اس مال کو لے کر مدینہ آیا اور اسے چند آدمیوں کے پاس امانت رکھوایا۔ سوائے ایک شخص کے کہ جس نے اس کی امانت واپس کر دی اور سب نے اس کے دینے سے انکار کر دیا۔ جب ابن زبیر کو اس واقعہ کا علم ہوا تو کہنے لگے اللہ اسے دور کرے میں تو چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے بنی مروان کے سامنے فخر کرونگا مگر یہ تو نکمّا نکلا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار کے قتل کے بعد مصعب بصرے سے معزول ہو جانیکے بعد بھی ایک سال تک کوفے میں رہا۔ اسے اس کے بھائی عبداللہ نے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ کو مقرر کر دیا۔ بعد میں مصعب اپنے بھائی کے پاس گیا۔ اور پھر عمل کی درخواست کی اس پر عبداللہ ابن زبیر نے اسے دوبارہ بصرے کا عامل کر دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ مصعب مختار کے قتل کے بعد بصرے چلا گیا تھا اور کوفے پر حارث بن ربیعہ کو مقرر کر گیا تھا۔ اس طرح کوفہ اور بصرہ دونوں اس کے زیرنگیں تھے۔ آخر عبداللہ ابن زبیر نے مصعب کو بصرے سے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ کو مقرر کیا۔ پھر احنف اور اہل بصرہ کے خطوط کی بناء پر حمزہ کو معزول کر کے مصعب کو دوبارہ مقرر کیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

ان دنوں عبداللہ ابن زبیر کی طرف سے کوفے اور بصرے میں وہی عمال تھے جن کا ذکر ہوا۔ کوفے کے عہدۂ قضاء پر عبداللہ بن عتبہ بن مسعود اور قضاءِ بصرہ پر ہشام بن ہبیرہ تھے۔ شام میں عبدالملک بن مروان اور خراسان

میں عبداللہ بن خازم کا دور دورہ تھا۔

اس سال احنف بن قیس نے کوفے میں مصعب کی معیت کے دوران میں انتقال کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا انتقال ۷۱ھ میں اس وقت ہوا جب خود مصعب عبدالملک بن مروان سے لڑنے گیا تھا۔

اسی سال ہبیرہ بن مریم حسینؓ ابن علیؓ کے غلام آزاد شدہ نے خازر میں انتقال کیا وہ مختار کے طرف داروں میں تھا۔ اور ثقات محدثین سے تھا۔

اسی سال جنادہ ابن ابی امیہ جاہلی نے بھی انتقال کیا۔ وہ صحابہ میں سے نہ تھا۔ اسی سال مصعب نے حجر بن عدی کے دو بیٹوں عبدالرحمن اور عبدالرب کو اور عمران ابن خذیفہ بن یمان کو نہایت سنگدلی سے قتل کیا۔ یہ واقعہ مختار اور اس کے اصحاب کے قتل کے بعد کا ہے۔

۶۸ھ کے واقعات

حمزہ کی معزولی اور بصرے پر مصعب کی ولایت کا بیان

اس سال عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو دوبارہ عراق کا عامل مقرر کیا۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ احنف کو حمزہ بن عبداللہ کے اختلاط عقل اور حماقت کا حال معلوم ہوا تو اس نے اس کے باپ کو لکھا جنھوں نے اسے معزول کر کے دوبارہ مصعب کو مقرر کر دیا۔ اور کوفے پر حارث بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا۔

کہتے ہیں کہ حمزہ کی معزولی کا یہ سبب تھا کہ اس نے اشراف کے ساتھ حسن سلوک میں کوتاہی کی تھی۔ اور دست درازی سے کام لیا تھا۔ وہ لوگ گھبرا کر مالک بن مسمع کے پاس گئے۔ مالک نے بصرے کے پل پر اپنا خیمہ قائم کیا اور حمزہ سے کہلا بھیجا کہ تم اپنے باپ کے پاس واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ مالک نے اسے بصرے سے نکال دیا۔ اس پر عدیل العجلی نے کہا۔ (ترجمہ):۔

"جب کبھی ہم کو کسی امیر کے ظلم کا خوف ہوتا ہے تو ہم ابوسفیان کو بلا لیتے ہیں اور وہ فوج لے کر آپہنچتا ہے۔"

فارس اور عراق میں خوارج کے حروب کا بیان

اس سال مصعب نے عمر بن عبید اللہ بن معمر کو فارس کا عامل مقرر کر کے ازارقہ سے جنگ کرنے کی خدمت پر مامور کیا۔ مہلب اس سے قبل مصعب کی ولایت اولے اور حمزہ بن عبد اللہ بن زبیر کی ولایت کے دوران میں اس جنگ میں مصروف رہ چکا تھا۔ جب مصعب دوسری مرتبہ بصرے کے عمل پر واپس آیا تو اس کا ارادہ ہوا کہ مہلب کو موصل۔ جزیرہ اور آرمینیہ کے علاقوں کا عامل مقرر کر دے تاکہ وہ اس کے اور عبد الملک کے درمیان حائل ہو جائے۔ چنانچہ مہلب فارس ہی میں تھا کہ مصعب نے اسے بلایا۔ مہلب نے اپنی غیر حاضری کے دوران میں اپنے بیٹے مغیرہ کو اپنی جگہ عامل مقرر کر کے احتیاط کی ہدایت کی اور بصرے چلا گیا مصعب نے اس کو جنگ خوارج اور بلاد فارس سے معزول کر کے اس کی جگہ ان دونوں امور کے لئے عمر بن عبید اللہ بن معمر کو مقرر کیا۔ جب خوارج کو یہ معلوم ہوا تو قطری بن الفجارۃ نے کہا کہ اب تمہارے ہاں ایک شجاع شخص آیا ہے وہ ایک دلیر و بہادر آدمی ہے اور اپنے دین و ملک کے لئے ایسا لڑتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے کسی جنگ آور شخص کو اس طرح لڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ یقیناً سب سے پہلا شہسوار ہے جو اپنے ہمسر کو قتل کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں خوارج نے عبید اللہ ابن ماحوز کے قتل کے بعد ۶۵ھ میں زبیر بن ماحوز کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔

خوارج اصطخر گئے ان کے مقابلے کے لئے عمر ابن عبید اللہ نے اپنے بیٹے عبید اللہ کو روانہ کیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی جس میں عبید اللہ ابن عمر قتل ہوا۔ زبیر ابن ماحوز نے عمر سے لڑنا چاہا تو قطری نے اس سے کہا کہ عمر کینہ توز آدمی ہے اس سے نہ لڑو۔ مگر زبیر نے نہ مانا۔ آخر اس سے لڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ خوارج کے نوّے سوار قتل ہو گئے۔ عمر نے صالح بن مخارق پر نیزے سے حملہ کیا۔ اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ عمر نے قطری کی پیشانی پر وار کیا اور اسے توڑ دیا۔ تاہم آخر خوارج ہزیمت کھا کر سابور کو چلے گئے۔ عمر نے پلٹ کر ان کا اسی جگہ مقابلہ کیا۔ عمر کے ہمراہ مجاعہ بن سعر بھی تھا گرز سے جو اس کے پاس تھا، چودہ خارجیوں کو قتل کر دیا۔

قریب تھا کہ اس لڑائی میں عمر بھی ہلاک ہو جائے۔ مگر مجاعہ نے اس سے اندفاع کیا جس کے معاوضے میں عمر نے اُسے نولاکھ درہم انعام دئیے اسی کے متعلق کہا گیا ہے۔ (ترجمہ شعر):-
"میں نے ایک جوان کو ایک دستۂ فوج کے حملے سے بچایا۔ حالانکہ قریب تھا کہ اسکا گوشت پارہ پارہ ہو کر رہ جائے"

مختصر یہ ہے کہ وہ ان لوگوں پر غالب آگیا۔ خوارج وہاں سے چل دیئے۔ اور جاتے ہوئے اپنے درمیان کا پل توڑتے گئے۔ تاکہ عمران کا تعاقب نہ کر سکے۔ خوارج وہاں سے اصفہان گئے۔ اور جب تک کہ وہ قوی اور مستعد نہ ہو گئے وہیں مقیم رہے۔ پھر وہاں سے بھی روانہ ہوئے۔ دوران سفر میں فارس میں پھر عمر سے مڈبھیڑ ہونے والی تھی۔ اس خوف سے وہ لوگ اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر ہو گئے۔ چنانچہ وہ سابور اور ارجان ہوتے ہوئے اہواز پہنچے۔ یہ خبر سن کر مصعب نے کہا کہ تعجب ہے کہ عمر نے اس دشمن کو چھوڑ دیا جس سے وہ سرزمین فارس میں جنگ کرنا چاہتا ہے اور اس سے جنگ نہیں کی۔ حالانکہ اگر وہ ان لوگوں سے لڑتا اور بھاگ بھی جاتا تو بھی یہ بات اس کے لئے زیادہ باعث عذرخواہی ہو سکتی تھی۔ پھر مصعب نے اُسے یہ خط لکھا کہ اے ابن معمر تم نے مجھ سے انصاف نہیں کیا کہ تم مال گذاری تو وصول کر سکتے ہو۔ مگر دشمن سے الگ تھلگ رہتے ہو مجھے ان لوگوں سے نجات دو۔ اور جو کچھ کر سکتے ہو کرو۔ اس لئے عمر جلد جلد ان لوگوں کے تعاقب میں فارس سے روانہ ہوا۔ اور یہ امید کرتا تھا کہ ان لوگوں کے عراق میں داخل ہونے سے پہلے وہ ان کو جا پکڑے گا۔ اُدھر مصعب نخل کے بڑے پل کے قریب خیمہ زن ہوا۔ لوگوں نے بھی وہیں اپنے خیمے نصب کئے۔ خوارج کو اہواز کے قیام کے دوران ہی میں معلوم ہو گیا تھا کہ عمران کے مقابلے کے لئے جا رہا ہے۔ اور مصعب بھی بصرے سے روانہ ہو چکا ہے۔ لہذا زبیر بن ماحوز نے کہا کہ تم لوگوں کا ان دونوں شخصوں کے درمیان پڑے رہنا درست رائے نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم لوگ چل کر ایک سمت سے دشمن کا مقابلہ کریں۔ بنا بریں وہ ان سب کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ اور سرزمین خوجی۔ نہروانات۔ اور رانات کو قطع کرتا ہوا۔ مدائن پہنچا۔ جہاں کردم بن مرثد الفزاری موجود تھا۔ خوارج نے اہل مدائن کو

تاخت و تاراج کیا۔ ان کے مردوں، عورتوں۔ اور بچوں کو قتل کیا۔ اور حاملہ عورتوں تک کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ کرروم وہاں سے بھاگ گیا۔ خوارج وہاں سے روانہ ہو کر ساباط پہنچے۔ اور وہاں بھی حسب سابق آدمیوں کو قتل و غارت کیا۔ پھر اپنی ایک جماعت کو کرخ بھیجا۔ جہاں وہ ابو بکر بن مخنف سے مقابل ہوئے۔ اس نے ان سے شدت سے لڑنا شروع کیا۔ آخر ابو بکر مارا گیا اور اس کے آدمی بھاگ گئے۔ اور خوارج نے خوب ہی بربادی اور تباہی پھیلائی۔ یہ حالت دیکھ کر اہل کوفہ اپنے امیر حارث بن ابی ربیعہ الملقب بہ قباع کے پاس گئے اور غل مچا کر اس سے کہا کہ چل کر لڑو۔ دشمن نے ہم کو تباہ کر دیا ہے۔ اس پر رحم نہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حارث وہاں سے روانہ ہو کر دیر عبدالرحمن پر جا کر مقیم ہوا۔ اور جب شبث بن ربعی نے آ کر اس سے کوچ کرنے کو کہا تو وہ وہاں سے روانہ ہوا۔ لوگوں نے اس کی سستی دیکھ کر یہ شعر کہا۔ (ترجمہ):۔

"قباع ہم کو لے کر چلا تو سہی مگر ایسی بے دلی کے ساتھ کہ ایک دن چلتا تھا اور ایک مہینہ ٹھیرتا تھا"۔

آخر وہاں سے چلا۔ مگر ہوتا یہی تھا کہ جہاں کہیں وہ منزل کرتا جب تک کہ اس کے آدمی چیخ چیخ کر اس سے وہاں سے چلنے کو نہ کہتے وہاں سے آگے نہ بڑھتا۔ غرض کہ جب وہ تقریباً دس دن کے سفر کے بعد فرات پہنچا تو معلوم ہوا کہ خوارج اس سے قبل وہاں پہنچ کر پل کو توڑ کر برباد کر چکے ہیں۔ خوارج نے وہاں سے سماک ابن یزید نام ایک شخص کو بھی گرفتار کیا تھا جس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی۔ انھوں نے اس لڑکی کو قتل کرنے کے لیئے پکڑا۔ اس نے کہا کہ اے مسلمانو! میرا باپ مصیبت زدہ ہے اسے قتل نہ کرو۔ اور میں تو لڑکی ہوں۔ خدا کی قسم نہ میں نے کبھی کوئی برا کام کیا۔ نہ اپنے ہمسائے کو تکلیف دی اور نہ کبھی باہر نکلی۔ آخر جب انھوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ خود بخود مر کر گر پڑی۔ اور انھوں نے اُسے اپنی تلواروں سے پارہ پارہ کر دیا۔ سماک ان کے ہمراہ ہی رہا۔ جب وہ لوگ صراۃ پہنچے۔ تو اس نے اہل کوفہ سے پکار کر کہا کہ آؤ۔ یہ لوگ تھوڑے سے ہیں۔ اور خبیث ہیں۔ یہ سن کر انھوں نے اس کی بھی گردن مار کر پھانسی پر لٹکا دیا۔ تب ابراہیم ابن اشتر نے حارث سے

کہا کہ تم میرے ساتھ کچھ آدمی کر دو۔ میں ان کتوں کی طرف جا کر ان سب کے سر کاٹ لاؤں
شبث۔ اسماء بن خارجہ۔ یزید بن حارث اور محمد بن عمیر وغیرہ نے کہا کہ خدا امیر کا
بھلا کرے ان سب کو جانے دیجئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب ابراہیم کے
حاسد تھے۔ الغرض جب خوارج نے ان لوگوں کی کثرت جماعت کو دیکھا تو انہوں
نے پل توڑ دیا۔ حارث اس کو غنیمت سمجھ کر وہیں رک گیا۔ پھر ایک جلسہ کیا اور
یہ تقریر کی :—

"اما بعد :۔ جنگ میں سب سے پہلے تیروں سے کام لیا جاتا ہے۔ پھر نیزے
اٹھا کر نیزہ زنی کی جاتی ہے۔ پھر اور بھی زیادہ سختی کے ساتھ نیزہ زنی ہوتی ہے۔ اور
سب سے آخر میں تلوار نکالی جاتی ہے" ایک شخص نے کہا کہ امیر نے جنگ کی کیفیت
خوب بیان کی۔ مگر یہ تو فرمائے کہ ہم یہ سب کام کب کریں گے۔ اس وقت ہمارے اور
ان کے درمیان یہ دریا حائل ہے۔ آپ حکم دیجئے کہ اس کا پل بنا دیا جائے۔ تاکہ ہم
اُسے عبور کر کے ان لوگوں تک پہنچ جائیں۔ اس کے بعد آپ جو کچھ چاہتے ہیں خدا آپ کو
وہی دکھلا دیگا۔ اس پر حارث نے پل بندھوا دیا۔ اور لوگوں نے اُسے عبور کر کے
خوارج کو بھگا دیا۔ جو وہاں سے مدائن پہنچے۔ ان کے بعض سوار پل کے پاس پہنچ کر بھاگنے
میں سست پڑ گئے۔ اور واپس ہونے لگے۔ حارث نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو چھ ہزار
سوار دے کر ان کے تعاقب میں روانہ کیا اور کہا کہ ان کو سرزمین کوفہ سے خارج کر دیا جائے
اور یہ کہ جب وہ سرزمین بصرہ میں پہنچیں ان کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن مخنف
نے ان کا تعاقب کرنا شروع کیا۔ اور جب وہ لوگ اصفہان پہنچ گئے تو وہ ان سے جنگ
کئے بغیر واپس آ گیا۔ خوارج نے وہاں سے رے کا قصد کیا۔ جہاں یزید بن حارث بن رویم
الشیبانی حکمران تھا۔ اس نے ان سے جنگ کی۔ مگر اہل رے نے خوارج کی اعانت کی اور
یزید قتل ہوا۔ اس سے قبل اس کا بیٹا حوشب وہاں سے فرار کر گیا تھا اور اس کے
باپ نے اسے ہر چند بلایا مگر وہ واپس نہ آیا۔ کسی نے یہ شعر کہا۔ (ترجمہ) :۔

"اگر حوشب شریف اور غیر تمند ہوتا تو عیسےٰ ابن مصعب کی سی اُس کی موت ہوتی"
مطلب یہ ہے کہ عیسےٰ بن مصعب اپنے باپ سے فرار نہیں ہو گیا تھا
بلکہ اسی کے ساتھ لڑتے لڑتے مارا گیا تھا۔ ﷺ

ایک دن بشر بن مروان اس کے پاس بھی حوشب اور عکرمہ بن ربعی بیٹھے ہوئے تھے۔ بشر نے کہا کہ کوئی مجھے ایک تیز رو گھوڑا بتا سکتا ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ ہاں حوشب کا گھوڑا بڑا تیز رو ہے۔ کیونکہ وہ اسی کے ذریعے سے جنگ رے کے موقع پر بھاگا تھا اور جان بچائی تھی۔ اسی طرح بشر نے ایک دن کہا کہ مجھے کوئی مضبوط پشت والے خچر کا پتہ دے سکتا ہے؟ تو حوشب نے کہا کہ ہاں واصل بن مسافر کا خچر ایسا ہی ہے۔ (وجہ یہ تھی کہ عکرمہ کو واصل بن مسافر کی بیوی سے متہم کیا جاتا تھا)۔ بشر یہ سن کر ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا کہ تم نے انصاف کیا۔

القصہ جب خوارج رے سے فارغ ہوئے تو وہ اصفہان پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ ان دنوں عتاب بن ورقاء وہاں کا حاکم تھا۔ وہ نہایت دلیری سے ان کے مقابلے میں لڑا۔ وہ تو شہر کے دروازے پر سے ان سے لڑا کرتا اور خوارج فصیل شہر سے تیر اور پتھر برسایا کرتے۔ عتاب کے ساتھ ابو ہریرہ نام حضر موت کا ایک باشندہ تھا جو خوارج پر حملہ کرتا جاتا تھا۔ اور یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ):۔

"اے دوزخ کے کتو۔ تم اس بڑے بھونکنے والے کتے ابو ہریرہ کے حملے کو کیا سمجھتے ہو۔ جو دن اور رات تم پر بھونکتا رہتا ہے؟ اور ابو ماحوز اور اشرار کے بچے۔ تو میرے اس میدان میں لڑنے کو کیا سمجھتا ہے"۔

جب خوارج عرصے تک یہی سنتے سنتے تنگ آ گئے تو ان میں سے ایک شخص نے چھپ کر اس کے کندھے پر وار کیا۔ اور وہ گر گیا۔ مگر اس کے ہمراہی اسے اٹھا کر لے گئے۔ انھوں نے اس کا علاج کیا جس سے وہ اچھا ہو گیا۔ اور پھر اپنی پرانی عادت کے مطابق خوارج کے مقابلے پر پہنچ گیا۔ خوارج نے اسی طرح کئی ماہ تک ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ آخر کار جب ان کی خوراک کا سامان کم ہو گیا اور محاصرے کی وجہ سے ان کو سختی اور جہد شدید کا سامنا کرنا پڑا تو عتاب نے ان سے کہا کہ اے لوگو۔ تم پر جو جو سختیاں پڑ رہی ہیں اُسے تم خوب جانتے ہو۔ اب ہو گا یہی کہ تم میں سے کوئی شخص بستر پر پڑے پڑے مرے گا۔ اس کا بھائی اس کو دفن کرے گا۔ بشرطیکہ اس میں بھی طاقت ہو۔ پھر وہ بھی مر جائے گا۔ اور کوئی اتنا بھی نہ ہو گا کہ اسے دفن کر دے یا اس پر نماز پڑھ دے۔ خدا کی قسم تم لوگ کچھ کم نہیں ہو۔ تم بھی تو بڑے بڑے شہسوار ہو۔

جب تک تم میں قوت و حیات باقی ہے چل کر ان سے لڑو۔ ورنہ پھر تم ضعیف ہو جاؤ گے۔ اور اس سختی کی وجہ سے ہل بھی نہ سکو گے۔ واللہ مجھے امید ہے کہ تم جی لگا کر لڑو تو تم ضرور فتحمند ہو گے۔ انھوں نے اس کی بات مان لی۔

ابن ماحوز کے قتل اور قطری بن فجاءہ کی امارت کا بیان

جب عتاب نے اپنے ہمراہیوں سے خوارج کے مقابلے میں لڑنے کو کہا اور انھوں نے قبول کر لیا۔ تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے ان کے لیے بہت سا سامان خوراک اکٹھا کیا۔ اور دوسرے دن صبح کو شہر سے نکل کر خوارج کے مقابلے کے لیے پہنچا۔ اس وقت خوارج بالکل بے خوف پڑے ہوئے تھے۔ اہل اصفہان نے ان پر حملہ کیا۔ ان کو لشکر سے خارج کر دیا۔ اور ہوتے ہوتے زبیر بن ماحوز تک پہنچ گئے۔ ابن ماحوز چند آدمیوں کو ساتھ لے کر میدان میں اترا اور لڑتا لڑتا مارا گیا۔ اس کے بعد تمام خوارج قطری بن الفجاءۃ المازنی کے گرد جس کی کنیت ابو نعامہ تھی جمع ہو گئے اور اس سے بیعت کر لی۔ پھر عتاب اور اس کے ہمراہیوں نے ان لوگوں کو جس جس طرح چاہا تنگ کیا۔ آخر قطری زبیر کی فوج کو لے کر اصفہان کو یوں ہی چھوڑ کر روانہ ہوا۔ اور کرمان کے نواح میں پہنچ کر ایک کثیر التعداد جماعت کو جمع کر کے اور مال و زر مہیا کر کے پوری طرح قوی اور مضبوط ہو کر اصفہان سے ہوتا ہوا اہواز گیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ اس وقت حارث بن ابی ربیعہ (یعنی عامل بصرہ من جانب مصعب بن زبیر) وہیں تھا۔ اس نے مصعب کو لکھا کہ خوارج آ پہنچے ہیں۔ اور سوائے مہلب کے کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مصعب نے مہلب کو لکھا جو جزیرے اور موصل کا عامل تھا اور حکم دیا کہ خوارج سے جنگ کرے۔ اس کی جگہ ابراہیم بن اشتر کو موصل بھیج دیا۔ مہلب نے بصرے پہنچ کر آدمیوں کو منتخب کیا اور ان کو ہمراہ لے کر خوارج کی طرف چلا۔ اُدھر سے خوارج بھی اس کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ دونوں فریق مقام سولاف میں آمنے سامنے ہوئے۔ جہاں آٹھ ماہ تک جنگ ہوتی رہی اور اس قدر سختی سے ہوئی کہ لوگوں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

رے کے محاصرے کا بیان

اسی سال مصعب نے اپنے عامل اصفہان عتاب بن ورقاء الریاحی کو

حکم دیا کہ رے جاکر باشندوں سے جنگ کرے۔ (کیوں کہ انھوں نے اپنے عامل یزید ابن حارث بن رویم کے خلاف خوارج کی مدد کی تھی)۔ اور ان کو اس شہر میں داخل ہونے سے روک دے۔ چنانچہ عتاب وہاں گیا۔ اور ان سے جنگ کی۔ اس وقت فرخان ان کا امیر بنا ہوا تھا۔ عتاب نے متواتر جنگ کرتے کرتے آخر بہ زور شمشیر شہر کو فتح کر لیا۔ اور پھر جو کچھ وہاں ملا لوٹ لیا۔ اور گرد و نواح کے تمام قلعے فتح کر لیے۔

اسی سال شام میں اس قدر سخت قحط پڑا کہ اس کی سختی کی وجہ سے لوگ جنگ نہ کر سکے۔

اسی سال عبد الملک بن مروان نے بطنان میں فوج جمع کی جو قنسرین کے قریب واقع ہے۔ اس نے موسم سرما وہیں بسر کیا۔ اور پھر دمشق کو واپس چلا گیا۔

عبید اللہ بن حر کا حال اور اس کے قتل کا بیان

اس سال عبید اللہ بن حر الجعفی قتل ہوا۔ وہ بہ لحاظ صلاحیت نفس، فضل و اجتہاد اپنی قوم کے بہترین افراد میں سے تھا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ میں جنگ شروع ہو گئی تو عبید اللہ بن حر حضرت عثمان غنی سے محبت رکھنے کی وجہ سے امیر معاویہ سے مل گیا۔ اور مالک بن مسمع کے ساتھ صفین میں امیر معاویہ کی طرف ہو کر لڑا۔ عبید اللہ امیر معاویہ کے پاس رہا اور اس کی زوجہ کوفے میں۔ مگر جب عبید اللہ کو غائب ہوئے ایک عرصہ ہو گیا تو اس کی بیوی کے بھائی نے اس (عورت) کا نکاح ایک شخص مسمی عکرمہ بن خبیص کے ساتھ کر دیا۔ جب عبید اللہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ شام سے واپس آیا اور حضرت علیؓ کے پاس عکرمہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ چونکہ تم ہمارے دشمن سے جا ملے ہو۔ اس لیے یہ عورت تم سے لے لی گئی ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ کیا یہ بات آپ کو مجھ سے انصاف کرنے سے باز رکھتی ہے؟ فرمایا کہ نہیں۔ پھر عبید اللہ نے ان کو اپنا قصہ سنایا اور انھوں نے اس کی زوجہ اس کو واپس دلا دی۔ چونکہ اس وقت وہ حاملہ تھی اس لئے عبید اللہ نے اسے وضع حمل کے وقت تک کے لئے ایک معتبر شخص کے گھر میں رکھ دیا۔ بعد میں

جو بچہ پیدا ہوا اس کو عکرمہ سے منسوب کیا گیا۔ اور عبید اللہ کو اس کی زوجہ واپس دے دی گئی۔ عبید اللہ شام کو واپس چلا گیا۔ اور حضرت علی کی شہادت تک وہیں مقیم رہا۔ جب وہ شہید ہو چکے تو عبید اللہ کوفے کو واپس آ گیا۔ اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ کسی شخص کا علیحدگی اختیار کرنا اس کے لئے سودمند ہے۔ ہم لوگ شام میں رہتے تھے اور ہم نے امیر معاویہ کو ایسا ایسا کرتے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت علیؓ کے ہاں بھی تو امور کی ایسی ویسی ہی حالت تھی۔ جب امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا اور امام حسینؓ کی شہادت کا زمانہ آیا تو عبید اللہ ان کے قاتلوں میں شامل نہیں ہوا۔ بلکہ وہ دیدہ و دانستہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ آخر جب امام حسینؓ شہید ہو گئے اور ابن زیاد نے اشراف کوفہ کو تلاش کیا تو عبید اللہ کو نہ پایا۔ چوتھی دن کے بعد اس کے پاس گیا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اے ابن حر تم کہاں تھے؟ کہا کہ میں بیمار تھا۔ پوچھا کہ تم کو دل کی بیماری تھی یا جسم کی؟ عبید اللہ نے کہا کہ میرا دل کبھی مریض نہ تھا۔ اور میرے جسم کو اللہ تعالےٰ نے اپنے لطف و کرم سے عافیت کے ساتھ رکھا۔ ابن زیاد نے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ بات یہ ہے کہ تم ہمارے دشمن کے ساتھ تھے۔ کہا کہ اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو ضرور کہیں نہ کہیں دکھلائی دیتا۔ ابن زیاد ذرا غافل ہوا تو وہ وہاں سے نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا۔ ابن زیاد نے اسے طلب کیا تو کہا گیا کہ وہ ابھی سوار ہو کر کہیں گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اُسے میرے پاس پکڑ لاؤ۔ چنانچہ اہل شرطہ نے اُسے جا پکڑا اور کہا کہ امیر کے پاس چلو۔ عبید اللہ نے جواب دیا کہ اس سے میری طرف سے کہہ دو کہ میں اس کے پاس مطیع ہو کر کبھی نہ آؤں گا۔ اور یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور سیدھا احمد بن زیاد الطائی کے مکان پر پہنچا۔ وہاں اس کے تمام اصحاب اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر وہ وہاں سے روانہ ہو کر کربلا گیا۔ اور امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کے قتل گاہوں کو دیکھ کر ان کے لئے دعائے استغفار کی۔ پھر مدائن کو چلا گیا اس موقع پر اس نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :۔

(۱) اے غدار ابن غدار۔ تو نے حسینؓ بن فاطمہؓ سے جنگ کی ہے۔ میرا نفس مجھ کو اس کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جانے اور اس کم بخت وعدہ شکن شخص سے بیعت کرنے

پر ملامت کرتا ہے۔ ہائے افسوس کہ میں اس کے مددگاروں میں نہ ہوا۔ ہاں اگر تمام جانیں بھی فنا کر دی جائیں تب بھی اس کے خون کا حق ادا نہ ہو گا۔ گو کہ میں اس کے حامیان امر میں سے نہ تھا۔ پھر بھی مجھے حسرت ہے کہ میں اس کے ساتھ رہنے والوں سے علیحدہ نہ ہوں۔ جن لوگوں نے اس کی امداد میں سرعت سے کام لیا۔ خدا کرے کہ دائمی بارش ان کی ارواح کو سیراب کرے۔ میں ان لوگوں کی قبروں کے پاس اور ان کے میدان جنگ میں کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ میرے دل و جگر پھٹ کر باہر نکل پڑیں اور میری آنکھیں آنسو بہاتی تھیں مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ وہ لوگ آتش جنگ کو بھڑکانے والے تھے۔ وہ شیر تھے اور اپنے آدمیوں کی حمایت میں سرعت کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے والے تھے۔ وہ کچھار کے تند و خونخوار شیر اپنے نبی (صلعم) کے نواسے کی مدد کے لئے اپنی تلواریں لے کے نکل پڑے۔ اگر وہ سب قتل بھی ہو گئے ہیں تاہم ابھی روئے زمین پر ہر نفس میں ایک بقیہ رہ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سرنگوں ہو گیا ہے۔ دیکھنے والوں نے کبھی ان سے بہتر سردار اور مہتران قوم نہیں دیکھے جو اس طرح موت کا مقابلہ کرتے ہوں۔ تم گو ان کو ظلم سے قتل کرتے ہو۔ پھر ہماری دوستی کی امید رکھتے ہو۔ تم ایسی امیدوں کو چھوڑ دو جو ہماری شان کے شایاں نہیں ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے۔ کہ تم نے جو ان لوگوں کو قتل کر کے ہم کو ذلیل و خوار کیا ہے اس لئے ہم میں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو تم سے دشمنی ہو گئی ہے۔ مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میں ایک لشکر جرار ہمراہ لے کر اس جماعت کی گوشمالی کے لئے جاؤں جو حق سے برگشتہ ہو گئی ہے۔ مجھ سے بچے رہنا۔ ورنہ میں ایسے ایسے دستہائے فوج سے تم کو سزا دونگا جو تم پر دیا ملہ سے بھی زیادہ سختی کریں گے"۔

ابن حُر دریائے فرات کے کنارے پر اپنے قیام گاہ میں مقیم رہا۔ تا آنکہ یزید نے انتقال کیا۔ اور فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ ابن حُر نے کہا کہ میں نہیں دیکھتا کہ کوئی قریش شخص انصاف کر رہا ہے۔ شریفوں کی اولاد کہاں ہے؟۔ یہ سن کر تمام سرکش اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر وہ مدائن گیا اور جس قدر مال و زر بادشاہ کے لئے جمع کیا گیا تھا اس میں سے اپنا اور اپنے اصحاب کا حصہ

نکال لیا۔ اور ہر صاحب مال کے نام رقعے لکھ دیئے۔ پھر اسی طرح اس نے پرگنات کی مال گذاری سے وصول کرنا شروع کیا۔ مگر اس نے کسی شخصی دولت پر ہاتھ نہ ڈالا۔ وہ اسی حالت میں زندگی بسر کرتا رہا۔ تا آنکہ مختار کا ظہور ہوا۔ اور اس نے سنا کہ سواد میں کیا ہو رہا ہے۔ اس پر مختار نے عبید اللہ کی زوجہ کو قید کر دیا۔ عبید اللہ اپنے آدمیوں کو لے کر کوفے پہنچا اور قید خانے کا دروازہ توڑ کر نہ صرف اپنی زوجہ کو بلکہ تمام مقیدہ عورتوں کو وہاں سے نکال لایا۔ اس کے متعلق اس نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):-

"اے ام توبہ۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے۔ میں ایک شہسوار ہوں اور بنو مذحج کے حقوق کا حامی و نگہبان ہوں۔ اور میں نے چاشت کے وقت ہر حامی عہد نوجوان اسلحہ پوش کو ساتھ لے کر قید خانے پر یورش کی؟ جب تک کہ ہم نے مہروش اور چاق چوبند پیشانیوں کو اور ہر محبوبہ کے ان نرم و نازک پھولے ہوئے گالوں کو نہیں دیکھ لیا ہم قید خانے کے پاس سے نہیں ہٹے۔ زندگی ہی کیا ہے اگر جس طرح ہم جنگ سے پہلے رہا کرتے تھے اسی طرح تمہارے پاس بے خوف اور امن کے ساتھ نہ آئیں۔ میں تمہارے قید ہو جانے کی وجہ سے بالکل سرنگوں سا ہو گیا تھا۔ اور جیسا کہ تم دیکھتی ہو اب بھی غمگین ہوں"

یہ ایک طویل نظم ہے۔ غرض کہ عبید اللہ مختار کے عمال و اصحاب کے ساتھ طرح طرح کی حرکتیں کرتا رہا۔ ہمدان میں اس کا جو گھر تھا اسے جلا دیا گیا اور اسکی جائداد کو لوٹ لیا۔ عبید اللہ نے اسکے بدلے میں ہمدانیوں کی تمام جائداد کو جا کر لوٹ لیا۔ وہ مدائن جاتا اور جوخی کے عمال کے پاس سے گذرتے ہوئے ان کا تمام مال و اسباب اس سے لے لیتا اور پہاڑ کی طرف چل دیتا۔ مختار کے قتل تک اس کی یہی حالت رہی۔

ایک بیان یہ بھی ہے کہ اس نے پہلے اپنی علیحدگی کے بعد مختار سے بیعت کر لی تھی۔ مختار نے اس پر حملہ کر کے اس کو اپنے قابو میں لانے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن ابن اشتر کی وجہ سے رک گیا۔ پھر عبید اللہ ابن اشتر کے ہمراہ موصل گیا۔ مگر ابن زیاد سے جنگ کرنے کے وقت مرض کا بہانہ کر کے اس میں شامل نہ ہوا۔ پھر ابن اشتر سے جدا ہو کر انبار گیا۔ اور اس پر حملہ کر کے اس کے بیت المال میں سے سب کچھ نکال لے گیا۔

اس کے اس فعل پر مختار نے اس کے مکان کو منہدم اور اس کی زوجہ کو گرفتار کرنے کو حکم دیا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ پھر وہ مصعب کے ساتھ مختار کے خلاف جنگ اور اس کے قتل میں شریک ہوا۔ جب مختار قتل ہو گیا تو لوگوں نے مصعب سے اس کی دوسری ولایت کے زمانے میں کہا کہ ہم اس بات سے بے خوف نہیں ہیں کہ عبید اللہ بن حر ملک پر چڑھ دوڑے۔ جیسا کہ وہ مختار اور ابن زیاد کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ مصعب نے اُسے قید کر دیا۔ اس پر عبید اللہ نے اشعار کہے۔ (ترجمہ) :۔

"کون ہے جو جواں مردوں کو یہ خبر پہنچا دے، کہ ان کے اس بھائی کے سامنے ایک سخت دروازہ اور دربان حائل ہیں۔ وہ ایسے مقام میں ہے جس پر وہ راضی نہ تھا جب وہ کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاؤں کی بیڑیاں اسے تکلیف دیتی ہیں جن کو اُسے کھینچنا پڑتا ہے۔ اس کی پنڈلی پر ٹخنے کے اوپر ایک سیاہ ٹھوس اور سخت چیز ہے جو چلتے وقت اس کے پاؤں کو سختی سے جکڑ دیتی ہے اور قدم کو اُٹھنے نہیں دیتی۔ یہ سب میرے سخت جرم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ کسی چغل خور کی محض افترا پردازی پر مبنی ہے۔ حالانکہ وسیع و عریض زمین میں میرے لیئے کہیں چلے جانے کی جگہ تھی۔ وہ کونسا انسان ہے جس کے لیئے جانے آنے کی جگہ نہ ہو"

پھر کہا کہ۔ (ترجمہ شعر) :۔

"یہ کس مصیبت یا کس نعمت کی وجہ سے ہے کہ مسلم اور مہلب میرے سامنے آتے ہیں"

اس کی مراد مسلم بن عمرو والد قتیبہ اور مہلب ابن ابی صفرہ سے ہے۔

عبید اللہ نے بنو مذحج کے چند اشراف سے کہا کہ وہ جا کر مصعب کے پاس اس کی سفارش کریں۔ پھر بنو مذحج کے نوجوانوں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ تم سب ہتیار لگا لو اور چھپا لو۔ اگر مصعب نے ان سفارش کرنے والوں کی سفارش کو قبول کر لیا تو کسی سے تعرض نہ کرنا اور اگر اس نے سفارش قبول نہ کی۔ تو سیدھے قید خانے کی طرف آؤ۔ میں اندر سے تمھاری مدد کرونگا۔ ان اہل مذحج نے مصعب کے

پاس جاکر عبید اللہ کی سفارش کی۔ مصعب نے قبول کر کے اُسے رہا کر دیا۔ اور عبید اللہ اپنے مکان کو واپس چلا گیا۔ لوگ اس کے پاس تہنیت کے لیئے گئے تو اس نے کہا کہ اس امر کی صلاحیت صرف گزشتہ خلفاء اربعہ ہی میں تھی۔ ہم کو آج کل ان کا کوئی ہمسر نظر نہیں آتا جس کے ہاتھ میں ہم اپنے امور کی زمام دے دیں۔ اگر وہ ایسا ہی کمیاب ہے تو ہم کس وجہ سے کسی کی بیعت کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالیں جیسا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ نہ ہمارا مقابلہ کرنے میں ہم سے زیادہ دلیر و شجاع ثابت ہوتے ہیں اور نہ ہم سے زیادہ کسی کو روکنے کی طاقت ان میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کے لیئے کسی مخلوق کی اطاعت کرنی نہیں چاہیئے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ سب لوگ نافرمان اور مخالف ہیں۔ ان کی دنیا قوی اور آخرت ضعیف ہے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان کے لیئے ہماری حرمت حلال ہو۔ حالانکہ ہم نخیلہ۔ قادسیہ۔ جلولاء۔ اور نہاوند کے میدان ہائے جنگ کے کار آزمودہ لوگ ہیں اور تیروں کو اپنے سینوں اور تلواروں کو اپنی پیشانیوں پر روک چکے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ہمارے حق کو نہیں پہچانتا اور ہماری فضیلت کو نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اب تم اپنے اہل و عیال کی طرف سے جنگ کرو۔ میں نے تمہارے لیئے صورت احوال کو آسان کر دیا ہے اور ان لوگوں سے دشمنی کا اظہار کیا ہے۔ اب تمام قوت و طاقت اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ اس کے بعد اس نے کوفہ سے نکل کر ان لوگوں سے جنگ و غارت کا بازار گرم کیا۔ اس کے جواب میں مصعب نے سیف بن ہانی المرادی کو اس کے پاس بھیجا اور بادوریا وغیرہ مقامات کے خراج کو اس کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ بشرطیکہ وہ اطاعت قبول کر لے۔ مگر عبید اللہ نے اطاعت منظور نہ کی۔ پھر مصعب نے ابرد بن قرۃ الریاحی کو اس کے مقابلے کے لیئے بھیجا۔ اس نے عبید اللہ سے جنگ کی۔ مگر شکست کھائی اور عبید اللہ نے اس کے چہرے پر تلوار کا وار کیا۔ مصعب نے حریث بن یزید کو بھی جنگ کے لیئے بھیجا تھا۔ مگر عبید اللہ نے اُسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد مصعب نے حجاج بن جاریہ الخثعمی اور مسلم بن عمرو کو بھیجا۔ جس نے اس سے دریائے صرصر پر جنگ کی۔ مگر ہزیمت کھائی۔ تب مصعب نے عبید اللہ کو انعام و امان کا پیغام بھیجا اور یہ بھی وعدہ کیا

کہ وہ جس شہر کی ولایت طلب کرے گا وہ دے دی جائے گی۔ مگر اس نے اُسے قبول نہ کیا بلکہ وہاں سے نرسی کی طرف گیا۔ جہاں کا دہقان وہاں سے زراعتی زمین کا تمام مال و زر لے کر فرار کر گیا۔ عبیداللہ بن حر نے اس کا تعاقب کیا جس کے دوران میں وہ عین تمر پر سے گذرا جس پر بسطام بن مصقلہ بن ہبیرۃ الشیبانی حکمران تھا اور وہ دہقان اسی کے پاس پناہ گزین ہوا تھا۔ وہ سب لوگ عبیداللہ کے مقابلے کے لئے نکلے اور اس سے لڑنے لگے۔ اس اثناء میں حجاج بن جاریۃ الخثعمی بھی آ پہنچا۔ اور عبیداللہ پر حملہ آور ہوا مگر عبیداللہ نے اُسے اور بسطام بن مصقلہ اور ان دونوں کے علاوہ اور بھی بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر اپنے اصحاب میں سے چند آدمیوں کو بھیج کر وہ تمام زر و مال منگوا لیا جو دہقان کے قبضے میں تھا۔ اور ان قیدیوں کو بھی رہا کر دیا۔

بعد ازاں عبیداللہ تکریت گیا اور خراج وصول کرتا رہا مصعب نے ابرد بن قرۃ الریاحی اور جون بن کعب الہمدانی کو ایک ہزار آدمی دے کر روانہ کیا۔ اور مہلب نے یزید بن مغفل کے ہمراہ پانچ سو آدمی بھیج کر ان کو کمک دی۔ عبیداللہ سے اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ اب آپ کے مقابلے کے لئے ایک جماعت کثیر آ گئی ہے۔ ان سے جنگ نہ کیجئے۔ اس کے جواب میں اس نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):-

"میری قوم مجھے قتل ہو جانے سے ڈراتی ہے۔ حالانکہ میں صرف اسی وقت مرونگا جب کہ وقت مرگ آئے گا۔ اے کاش کہ نیزے اپنے اطراف کے ذریعے سے ہم کو غنا سے قریب کر دیتے تاکہ ہم کریموں کی طرح سخاوت کریں۔ ہم سے سوال کیا جائے اور ہم سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ فقر محتاج کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ اور غناء میں علو اور تجمل ہے۔ اور یہ کہ اگر تم خطرے میں نہ پڑو گے تو تم اپنے مال کے ذریعے وہ چیز حاصل نہیں کر سکتے جو دوست کو رضامند اور تم کو صاحب فضیلت بنائے۔"

عبیداللہ نے ان سے دو دن جنگ کی۔ حالانکہ اس کے پاس صرف تین سو آدمی تھے۔ شام کے وقت طرفین علیحدہ ہوئے۔ اور عبیداللہ تکریت سے

روانہ ہوا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ میں اب تم کو عبدالملک بن مروان کی طرف لیے جاتا ہوں۔ تیار رہو۔ مجھے خوف ہے کہ میں مصعب اور اس کے آدمیوں کو ڈرانے سے پہلے مر جاؤں۔ غرض کہ وہ کوفہ کی طرف روانہ ہو کر کسکر پہنچا اور اس کے بیت المال میں سے مال اپنے ہمراہ لے کر کوفے گیا اور حمام جریر میں خیمہ زن ہوا۔ مصعب نے عمر بن عبیداللہ بن معمر کو اس کی طرف بھیجا اور دونوں میں جنگ ہوئی۔ پھر وہ دیر اعور گیا۔ جہاں حجار بن ابجر نے مصعب کی طرف سے اس پر حملہ کیا۔ مگر وہ منہزم ہوا۔ جس پر مصعب نے اسے سبّ وشتم کیا اور جون بن کعب الہمدانی اور عمر بن عبیداللہ بن معمر کو اس کی مدد کے لئے روانہ کیا اور یہ تینوں مل کر عبیداللہ سے جنگ کرنے لگے۔ جس کے دوران میں گو عبیداللہ ابن حر کی فوج میں اکثر آدمی مجروح ہوئے اور بہت سے گھوڑے مارے گئے تاہم حجار کو شکست ہوئی۔ مگر حجار نے پھر واپس ہو کر لڑنا شروع کیا۔ شام تک سخت لڑائی ہوتی رہی۔ اور ابن حر کوفے سے روانہ ہو گیا۔ مصعب نے یزید بن حارث بن رویم الشیبانی کو (جو اس وقت مدائن میں تھے) ابن حر سے جنگ کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ اس نے اپنے بیٹے حوشب کو پہلے ہی آگے روانہ کر دیا جو مقام باجسرا پر عبیداللہ بن حر سے مقابل ہوا۔ عبیداللہ نے اسکو شکست دی اور ان کی فوج میں سے بہت سوں کو قتل کیا۔ پھر ابن حر مدائن پہنچا۔ جہاں لوگ اس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر قلعہ گزین ہو گئے۔ عبیداللہ وہاں سے بھی چلا گیا۔ پھر مصعب نے جون بن کعب الہمدانی اور بشر بن عبیداللہ الاسدی کو روانہ کیا۔ جون حولایا اور بشر تامرا میں مقیم ہوا۔ ابن حر نے بشر سے جنگ کی جس میں بشر قتل ہوا۔ اور اس کے ہمراہیوں کو ہزیمت ہوئی۔ پھر عبیداللہ ابن حر نے حولایا میں جا کر جون کا مقابلہ کیا۔ وہاں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بھی اس سے جنگ کرنے کے لئے آپہنچا۔ مگر وہ بھی مارا گیا اور اس کے ہمراہی پیٹھ دکھا گئے۔ پھر بشیر بن عبدالرحمٰن بن بشیر العجلی نے اس سے مقام سورا میں سخت جنگ کی۔ مگر اُسے وہاں سے واپس جانا پڑا۔ اور ابن حر اسی علاقے میں مقیم رہ کر خراج وصول کرتا اور حملہ آور ہوتا رہا۔

اس کے بعد عبیداللہ بن حر **عبدالملک بن مروان کے پاس چلا گیا**

جس نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اُسے اپنے پاس تخت پر جگہ دی اور اُسے ایک لاکھ درہم دیئے اور اس کے ساتھیوں کو مال و متاع عطا کیا۔ ابن حُر نے عبدالملک سے کہا کہ آپ کچھ فوج میرے ہمراہ کر دیں تاکہ میں مصعب سے لڑ سکوں۔ اس نے جواب دیا کہ تم اپنے آدمیوں کو ساتھ لے جاؤ۔ اور ان کے علاوہ جس جس کو بلا سکو بلا لو۔ میں بھی تم کو آدمیوں سے مدد دونگا۔ چنانچہ عبیداللہ اپنے آدمیوں کو لے کر کوفے کی طرف روانہ ہوا۔ اور انبار کی طرف ایک قریئے میں مقیم ہوا۔ اس کے ہمراہیوں نے اس سے کوفے جانے کی اجازت مانگی۔ اس نے اجازت دی اور کہا کہ میرے آدمیوں کو میرے آنے کی خبر دو تاکہ وہ میری مدد کے لیئے آسکیں۔ یہ خبر قبیسیہ کو ملی تو وہ لوگ ابن زبیر کے عامل کوفہ حارث بن ابی ربیعہ کے پاس گئے اور اس سے درخواست کی کہ ان کے ساتھ ایک فوج روانہ کر دے تاکہ وہ عبیداللہ سے جنگ کر سکیں۔ اور خصوصاً اس وقت کہ عبیداللہ کے اصحاب اس سے علیحدہ ہو چکے تھے۔ حارث نے ان کے ساتھ ایک لشکر جرار روانہ کیا۔ اور ابن حر سے مقابلہ ہوا۔ ابن حر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہم لوگ تھوڑے ہیں اور یہ لشکر کا لشکر ہے اور ہم کو ان کے مقابلے کی تاب نہیں ہے۔ تاہم میں ان کو چھوڑونگا نہیں۔ یہ کہہ کر ان پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کیا۔ (ترجمہ):۔

"ہائے آج میری لوٹ مار مجھ سے فوت ہو گئی ہے اور میرے معتبر آدمی اور دوست غیر حاضر ہیں"

وہ لوگ بھی اس پر پل پڑے اور اس کے آدمیوں کو چیرتے پھاڑتے خود اسے قید کرنے کے لیئے آگے بڑھے مگر ایسا نہ کر سکے۔ عبیداللہ نے اپنے آدمیوں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ وہ چلے گئے اور کسی نے ان سے تعرض نہ کیا۔ پھر وہ تن تنہا لڑنے لگا۔ باہلہ کا ایک شخص جس کی کنیت ابو کدیہ تھی اس پر نیزے سے حملہ آور ہوا۔ اور ساتھ اور لوگ بھی اس پر تیر برسانے لگے۔ مگر اس کے قریب کوئی نہ جاتا تھا۔ عبیداللہ بھی برابر یہی کہے جاتا تھا کہ یہ تیر ہیں یا چرخے کے تکلے؟۔ آخر کار جب وہ زخموں سے بالکل بے بس ہو گیا تو قریب ہی پانی

ایک راستہ کی طرف بھاگ کر گیا اور اس میں داخل ہونا چاہا۔ مگر گھوڑا اس کے اندر رہ گیا۔ وہ ایک کشتی میں سوار ہوگیا۔ جس کا ملاح اس کو فرات کے درمیان تک لے گیا۔ اتنے میں غنیم کے سوار آپہنچے۔ اس کے ساتھ اس کشتی میں چند بنطی بھی تھے انھوں نے ان لوگوں سے کہا کہ اس کشتی میں امیر المومنین کا ایک مطلوب شخص ہے۔ اگر وہ تم سے بچ گیا تو ہم تم کو قتل کر دینگے۔ یہ سن کر ابن حر پانی میں کود جانے کے خیال سے اُٹھا۔ مگر ایک عظیم الجثہ شخص نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیئے۔ اس وقت اس کے زخموں سے خون جاری تھا۔ باقی آدمی بھی اُسے زد و کوب کرنے لگے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ لوگ اُسے پکڑ کر قبیصہ کے پاس لیئے جاتے ہیں تو جو شخص اس کے پاس کھڑا تھا اسے اپنے ساتھ لے کر پانی میں کود پڑا۔ اور دونوں کے دونوں غرق ہوگئے۔

عبید اللہ بن حر کے قتل کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے کہ وہ کوفے میں مصعب بن زبیر کے پاس رہتا تھا۔ مگر اس نے دیکھا کہ مصعب اس پر اور لوگوں کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لیئے اس نے عبد اللہ بن زبیر کو ذیل کے اشعار لکھے جن میں وہ مصعب پر عتاب کرتا ہے اور عبد الملک بن مروان کے پاس چلے جانے کی دھمکی دیتا ہے۔ (ترجمہ) :-

" امیر المومنین کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو۔ اور میں کسی قبیح رائے پر قائم نہیں ہوں کہ ان کو اس سے شک گذرے۔ کیا یہ حق ہے کہ مجھ پر جفا کی جائے۔ اور مصعب ایک ایسے شخص کو وزیر بنالے جس کے بارے میں اس سے جھگڑتا تھا؟ یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے حالانکہ میں نے اپنی بیعت کا حق دے دیا ہے اور میرا حق تم پر عائد ہوتا ہے اور اسی کا میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں۔ میں نے تم کو ایسی ایسی باتوں سے آزمایا ہے کہ جن کو ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے تمھاری غمخواری کی ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس کے مراتب بہت سخت ہیں۔ جب تمام ملک روشن ہوگیا۔ تمام دشمن مطیع و منقاد ہوگئے۔ اور ملک عراق کی تمام اشیاء مرغوبہ پر اس کا قبضہ ہوگیا۔ تو مصعب نے مجھ پر یہ ظلم ڈھانا شروع کیا۔ حالانکہ اگر اس کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو ہم میں ایسے تعلقات ہو جاتے کہ میں اس پر کبھی عتاب نہ کرتا۔ مجھ کو

مصعب کی اس حرکت پر شک ہوتا ہے کہ وہ ہمارے سب دشمنوں کو اپنا دوست سمجھتا ہے۔ اور اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں ایسا پانی نہ پیونگا جو پینے والوں کی کثرت سے گدلا ہو گیا ہو۔ ہر شخص کے لیئے وہی چیز مقرر ہے جس کی طرف اُسے خدا لیجاتا ہو۔ اور جو کتاب تقدیر میں کاتب تقدیر نے لکھ دیا ہو۔ جب میں دروازے پر کھڑا ہوتا ہوں تو وہ مسلم کو تو داخل کر لیتا ہے اور اس کا حاجب مجھے اندر جانے سے روک دیتا ہے "

اس بنا پر مصعب نے اُسے قید کر دیا۔ اس کے علاوہ حبس کے زمانے میں اس نے کئی مرتبہ مصعب پر اسی طرح عتاب کیا۔ اس کے بعد اس نے ایک اور قصیدہ کہا جس میں قیس عیلان کی ہجو کرتا ہے۔ مثلاً۔ (ترجمہ شعر):۔

"کیا تم نے بنو قیس عیلان کو نہیں دیکھا کہ ان کی ڈاڑھیاں کیسی چمکتی ہیں۔ اور ان کے نیزے چرخوں کے تکلوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں؟"

زفر بن حارث الکلابی نے مصعب سے کہلا بھیجا کہ میں نے ابن زرقاء (یعنی عبد الملک بن مروان) سے جنگ کرنے میں تمھاری مدد کی ہے۔ اور اب یہ ہو رہا ہے کہ ابن حر بنو قیس عیلان کی ہجو کرتا ہے۔ اس پر بنو سلیم کے چند آدمیوں نے ابن حر کو قید کر لیا۔ تو ابن حر نے کہا کہ میں نے وہ شعر نہیں کہا تھا بلکہ یہ شعر کہا تھا۔ (ترجمہ):۔

"کیا تم نے قیس بن عیلان کو نہیں دیکھا کہ کس طرح اپنے نیزے اور قبائل کے ساتھ ہماری طرف آئے"

آخر ان میں سے عیاش نام ایک شخص نے اُسے قتل کر دیا ؎

متعدد واقعات کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال عرفات میں چار جھنڈے آئے۔ (۱) ابن الحنفیہ اور ان کے اصحاب کا جھنڈا۔ (۲) ابن زبیر اور ان کے اصحاب کا جھنڈا۔ (۳) بنو امیہ کا جھنڈا۔ اور (۴) نجدہ حروری کا جھنڈا۔ مگر ان کے آپس میں کسی قسم کی جنگ یا فتنہ برپا نہیں ہوا۔ خصوصاً ابن حنفیہ کی جماعت سب میں زیادہ صلح جو تھی۔ ؎

اس سال ابن زبیر کی جانب سے جابر بن اسود بن عوف عامل مدینہ اور ان کا بھائی مصعب عامل کوفہ و بصرہ تھا۔ کوفے کے عہدۂ قضا پر عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، بصرے میں ہشام بن ہبیرہ اور خراسان میں عبداللہ ابن خازم تھے۔ اور عبدالملک ابن مروان شام میں ابن زبیر سے مقابلہ کر رہا تھا۔

۶۸ھ میں عبداللہ بن عباس نے (۷۰) برس کی عمر میں انتقال کیا۔

اسی سال (اور بقول بعض ۶۶ھ میں) عدی بن حاتم طائی نے ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔

اسی سال ابو واقد اللیثی یعنی حارث بن مالک نے بھی انتقال کیا اور ابو شریح الکعبی [شریح شین معجمہ سے ہے] اور عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ نے بھی۔ موخر الذکر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے۔

۶۹ھ کے واقعات

عمرو بن سعید الاشدق کے قتل کا بیان

اس سال عمرو بن سعید عبدالملک بن مروان کا مخالف ہو گیا۔ اور دمشق پر قبضہ کر بیٹھا۔ اس لیئے عبدالملک نے اسے قتل کر دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ۷۰ھ میں پیش آیا۔ بہر حال اس کا سبب یہ ہوا کہ قنسرین سے واپس آنے کے بعد عبدالملک جب تک خدا نے چاہا دمشق میں رہا۔ اس کے بعد وہ قرقیسیا جانے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ جہاں زفر بن حارث الکلابی حکمران تھا۔ عمرو بن سعید بھی عبدالملک کے ہمراہ تھا۔ جب عبدالملک حلب کی وادی میں پہنچا تو ایک رات کو عمرو حمید بن حریث الکلبی اور زہیر بن ابرد الکلبی کو ہمراہ لے کر واپس ہو گیا۔ اور دمشق چلا گیا۔ جہاں عبدالرحمٰن بن ام الحکم الثقفی حاکم تھا جس کو عبدالملک وہاں اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ گیا تھا۔ عبدالرحمٰن تو عمرو بن سعید کی واپسی کا حال سن کر وہاں سے فرار کر گیا۔ اور عمرو نے اس میں داخل ہو کر اس پر اور اس کے خزائن پر اپنا قبضہ جما لیا۔ اور ابن ام الحکم کے مکان کو منہدم

کرکے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا۔ ان کو طرح طرح کی آرزوئیں دلائیں۔ اور وعدے کئے۔ ادھر جب دوسرے دن عبد الملک نے صبح اٹھ کر عمرو کو نہ پایا تو اس کے متعلق سوال کیا۔ اس کو بتایا گیا تو وہ دمشق واپس آیا۔ اور کئی دن تک اس سے جنگ کرتا رہا۔

جب عمرو نے حمید بن حریث کو سواروں کے ہمراہ اپنے ساتھ لیا تو عبد الملک نے سفیان بن ابرد الکلبی کو اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور جب عمرو نے زہیر بن ابرد کو اپنے ساتھ لیا تو عبد الملک نے حسان بن مالک بن بجدل کو جنگ کے لئے بھیجا۔ بعد میں عبد الملک اور عمرو میں صلح ہو گئی۔ اور خط و کتابت کے بعد عبد الملک نے اسے امان دی پھر عمرو سواروں کو ہمراہ لیکر عبد الملک کی طرف گیا۔ اس کے گھوڑے نے عبد الملک کے خیمے کی طنابوں میں اٹک کر ٹھوکر لی جس سے سراپردہ گر گیا۔ پھر وہ عبد الملک کے پاس اندر گیا۔ اور دونوں یکجا جمع ہو گئے۔ اور عبد الملک جمعرات کے دن دمشق میں داخل ہو گیا۔ داخل ہونے کے چار دن بعد اس نے عمرو کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ۔ اس سے قبل عبد الملک نے کریب بن ابرہہ حمیری سے عمرو کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا تھا۔ کریب نے کہا کہ مجھے اس بارے میں نہ کسی قسم کے نقصان کا احتمال ہے اور نہ فائدے کا۔ بنو حمیر تو ہلاک ہو ہی گئے ہیں۔ جب عبد الملک کا قاصد عمرو کے پاس پہنچا تو اس نے عمرو کے پاس عبد اللہ بن یزید بن معاویہ کو بھی بیٹھے پایا۔ اس نے عمرو سے کہا کہ اے ابو امیہ تم مجھے میری سمع و بصر سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ تم عبد الملک کے پاس نہ جاؤ۔ عمرو نے پوچھا کیوں؟ کہا کہ اس لئے کہ کعب الاحبار کی بیوی کے بیٹے تبیع نے پیشینگوئی کی ہے کہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ایک بڑا شخص واپس آکر دمشق کے دروازے بند کر لیگا۔ پھر وہاں سے نکل جائیگا اور تھوڑے ہی عرصے میں قتل کر دیا جائیگا۔ عمرو نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میں سو بھی رہا ہوں تو بھی ابن زرقاء (یعنی عبد الملک) مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ اور نہ مجھ پر جرأت کر سکتا ہے۔ مگر میں نے کل حضرت عثمان کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے مجھے اپنی قمیص پہنا دی ہے۔ عبد اللہ بن یزید نے عمرو کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ الغرض اس کے بعد عمرو نے قاصد سے کہا کہ میں آج شام کو آؤنگا۔ شام ہوئی تو عمرو نے ایک زرہ پہنکر اس پر ایک عبا پہن لی۔ اور تلوار لگا لی۔

اس وقت حمید بن حریث الکلبی اس کے پاس موجود تھا۔ جب عمرو وہاں سے چلا تو فرش میں ٹھوکر لگی۔ حمید نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم میری بات مانو تو عبد الملک کے پاس نہ جاؤ۔ اس کی بیوی کلبیہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ مگر عمرو نے کچھ التفات نہ کیا۔ اور اپنے ایک سو موالی کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا۔ وہاں عبد الملک نے بھی بنو مروان کو اپنے پاس جمع کر لیا تھا۔ جب عمرو دروازے پر پہنچا تو عبد الملک نے اسے اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ اس کے ہمراہی ہر ہر دروازے پر روک لئے جاتے تھے۔ آخر جب عمرو مکان کے صحن میں پہنچا تو اس کے ساتھ صرف ایک غلام رہ گیا تھا۔ عمرو نے عبد الملک کو دیکھا تو اس کے گرد بنو مروان حسان ابن بجدل الکلبی۔ قبیصہ بن ذویب الکلابی کو بیٹھا ہوا پایا۔ اس کی اس جماعت کو دیکھ کر اس کو شر و فساد کا گمان ہوا اور اس نے اپنے خدمتگار کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میرے بھائی یحیٰی کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ میرے پاس آؤ۔ مگر وہ مطلب نہ سمجھا اور کہا کہ حضور! عمرو نے کہا کہ جا کم بخت دور ہو اور دوزخ میں پڑ عبد الملک کے حکم سے قبیصہ اور حسان عمرو سے مکان میں ملاقی ہوئے۔ عمرو نے اپنے نوکر سے پھر کہا کہ جا کے میرے بھائی یحیٰی سے کہہ کہ میرے پاس آؤ۔ اس نے پھر وہی حضور؟ کہا۔ اور عمرو پھر بگڑ کر "ہٹ دور ہو" کہہ کر رہ گیا۔ حسان اور قبیصہ کے چلے جانے کے بعد دروازے بند کر دیئے گئے اور عمرو اندر داخل ہوا۔ عبد الملک نے اسے خوش آمدید کہا اور کہا کہ ابو امیہ یہاں آؤ۔ ادھر آؤ۔ پھر اُسے اپنے پاس تخت پر بٹھایا۔ اور دیر تک بات چیت کرنے کے بعد غلام سے کہا کہ ان کی تلوار لے لے۔ عمرو نے کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یا امیر المومنین عبد الملک نے کہا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میرے پاس تلوار لگا کر بیٹھو؟ غرض کہ اس سے تلوار لے لی گئی۔ اور دونوں پھر گفتگو کرنے لگے۔ عبد الملک نے کہا کہ ای ابوامیہ جب تم نے مجھ سے بغاوت کی میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں نے تمھیں دیکھ پایا اور اگر میں تم پر قابض ہو گیا تو تم کو زنجیروں میں جکڑ دونگا۔ بنو مروان نے کہا کہ اے امیر المومنین اس کے بعد آپ ان کو آزاد کر دیجئے گا۔ کہا ہاں میں ابو امیہ سے بھلا ایسی حرکت کب کرنے والا ہوں۔ بنو مروان نے کہا کہ امیر المومنین

کی قسم پوری ہوئی۔ عمرو نے بھی یہی کہا کہ امیر المومنین خدا آپ کی قسم کو پورا کرے۔
اس پر عبدالملک نے اپنے قالین کے نیچے سے ایک زنجیر نکالی۔ اور غلام سے
کہا کہ اٹھ کر اس شخص کو اس میں جکڑ دے۔ چنانچہ غلام نے اٹھ کر اس زنجیر سے
عمرو کی مشکیں کس دیں۔ عمرو نے کہا کہ امیر المومنین میں آپ کو خدا کی یاد دلاتا
ہوں کہ آپ مجھے اس حالت میں کہ میں زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں لوگوں کے
سامنے نہ کریں عبدالملک نے کہا" ابوامیہ۔ کیا تم موت کے وقت بھی مجھ سے مکر
کرنا چاہتے ہو۔ نہیں۔ خدا کی قسم ہم تم کو اس طرح زنجیر میں باندھ کر لوگوں کے سامنے ہرگز
نہ لے جائیں گے۔ اور یہ کہکر اسے اس بری طرح کھینچا کہ اس کا منہ تخت سے ٹکرایا جس سے
اس کا ایک دانت ٹوٹ کر گر گیا۔ عمرو نے کہا کہ امیر المومنین۔ میری ایک ہڈی ٹوٹ
گئی ہے۔ اب اس سے زیادہ آپ اور کچھ نہ کریں۔ عبدالملک نے کہا کہ بخدا اگر میں
جانتا کہ اگر میں تم پر رحم کروں تو تم بھی مجھ پر رحم کروگے اور قریش کی حالت
سدھر جائیگی تو میں ضرور تم کو چھوڑ دیتا۔ مگر بات یہ ہے کہ ایک ہی شہر میں دو
آدمی ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ جس میں ہم دونوں
ہیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی سا دوسرے کو نکال باہر کیا کرتا ہے۔
جب عمرو نے دیکھا کہ عبدالملک اس کے قتل کا ارادہ کر رہا ہے تو اس نے کہا کہ
ہاں زرقاء کے بچے۔ تو بھی وعدہ شکنی کرلے۔

کہتے ہیں کہ جب عمرو کے دونوں دانت گر گئے وہ ان کو چھو کر دیکھنے لگا تو
عبدالملک نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ تمہارے دانت کچھ اس طرح ٹوٹ کر گر رہے
ہیں کہ اب سے تمہارا دل میری طرف سے کبھی صاف نہ ہوگا۔ اتنے میں مؤذن نے عصر
کی اذان کہدی۔ اور عبدالملک اپنے بھائی عبدالعزیز کو اس کے قتل
کا حکم دیتا ہوا اقامت کرنے کے لئے چلا گیا۔ چنانچہ عبدالعزیز تلوار لے کر
عمرو کے پاس گیا۔ تو عمرو نے کہا کہ میں تم کو خدا یاد دلاتا ہوں۔ اور صلۂ رحم کی قسم
دیتا ہوں کہ تم میرے قتل کے درپے نہ ہو۔ اس شخص کو میرا قتل کرنا دا ہو گا
جو تم سے زیادہ دور کا میرا عزیز ہو۔ اس پر عبدالعزیز نے تلوار پھینک دی۔
عبدالملک جلدی جلدی نماز ختم کر کے پھر مکان میں داخل ہوا۔ اور دروازے

بند کر دیئے گئے۔ اس سے قبل لوگوں نے دیکھا تھا کہ عبدالملک اکیلا نماز پڑھنے کو جا رہا ہے اور عمرو اس کے ہمراہ نہ تھا۔ انھوں نے یحییٰ بن سعید سے اس کا تذکرہ کیا۔ وہ لوگوں کو ساتھ لیکر آیا۔ ان کے علاوہ اس کے ساتھ عمرو کے ایک ہزار غلام اور اس کے بہت سے ہمراہی بھی تھے۔ وہ سب لوگ جا کر عبدالملک کے دروازے پر غل مچانے لگے کہ اے ابوامیہ ہم کو اپنی آواز سناؤ۔ بعد ازاں حمید بن حریث اور زہیر بن ابرد نے یحییٰ کے ساتھ جا کر مقصورے کے دروازے کو توڑ دیا۔ لوگوں کو تلواروں سے مارا اور ولید بن عبدالملک کے سر پر وار کیا جس کو ابراہیم ابن عربی صاحب دیوان نے لے جا کر محافظ خانہ میں بٹھا دیا۔ اس کے بعد عبدالملک نماز پڑھ کر واپس آیا تو عمرو کو زندہ دیکھ کر عبدالعزیز سے پوچھنے لگا کہ تم کو کس بات نے اس کے قتل سے باز رکھا؟ اس نے کہا کہ عمرو نے مجھے اللہ اور رحم کی قسم دلائی تھی۔ اس لئے میں نے اس سے نرمی کی۔ عبدالملک نے اس سے کہا کہ خدا تیری ماں کو غارت کرے۔ تو اپنی ماں ہی کی طرح کا تو آدمی ہے۔ پھر عبدالملک نے ایک حربہ اٹھا کر دو مرتبہ عمرو پر پھینک کر مارا۔ مگر ایک مرتبہ بھی اس کے نہ لگا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پر مار کر دیکھا اور زرہ محسوس ہوئی۔ تو کہنے لگا۔ اچھا۔ تم زرہ بھی پہنے ہوئے ہو۔ تم گویا بالکل تیار ہو کر آئے تھے۔ اور یہ کہکر تلوار اٹھائی اور عمرو کو تیار ہو جانے کا حکم دیا۔ پھر ایکدم سے گر کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اور یہ کہتے ہوئے اس کو ذبح کر دیا کہ (ترجمہ شعر):۔

"اے عمرو اگر تو مجھے گالیاں دینا اور میری برائی کرنا نہ چھوڑیگا تو تیرے سر میں ایسی جگہ تلوار مارونگا جہاں ہامہ[1] کہیگا مجھے سیراب کرو"۔!

ابھی عبدالملک عمرو بن سعید کے سینے ہی پر سوار تھا کہ اس کو لرزہ ہوا۔ اس کو اس کے سینے پر سے اٹھا کر تخت پر بٹھلایا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب سے رحمی سے عبدالملک نے اسے قتل کیا میں نے اسطرح قتل کرتے کسی دنیا دار کو دیکھا اور نہ دین دار کو۔!

یحییٰ اور اس کے ہمراہی بنو مروان اور ان کے موالی کے پاس گئے۔ اور ان لوگوں نے یحییٰ اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کی۔ پھر عبدالرحمن بن ام الحکم الثقفی آیا تو عمرو کا سر اس کو دے دیا گیا۔ اور اس نے اسے لوگوں میں پھینک دیا۔

[1] ہامہ وہ پرندہ جس کے متعلق عربوں کا خیال تھا کہ مقتول کے کاسۂ سر سے پیدا ہوتا ہے۔ ۱۲۔

پھر عبدالعزیز بن مروان نے اُٹھ کر روپیہ تھیلیوں میں جمع کیا اور اس کو لوگوں میں پھینکنے لگا۔ جن لوگوں نے سر اور روپے کو دیکھا وہ متفرق ہو گئے اور روپے کو لوٹنے لگے۔ بعد ازاں عبدالملک نے اس سب زر و مال کو بذریعۂ محصول پھیر واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالملک نے نماز کو جاتے وقت اپنے غلام ابن زعریہ کو عمرو بن سعید کے قتل کا حکم دیا تھا۔ (نہ کہ عبدالعزیز کو) اور اسی نے اس کو قتل کر کے اس کا سر لوگوں میں پھینک دیا تھا۔ یحییٰ نے ایک پتھر اُٹھا کر غلام کے سر پر مارا۔ پھر عبدالملک اپنا تخت اُٹھوا کر مسجد میں لے گیا۔ اور وہاں پہنچ کر اسی پر بیٹھا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا ولید غائب ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ اگر انھوں نے اُسے قتل کر دیا تو گویا انھوں نے اپنا بدلہ لے لیا۔ مگر ابراہیم ابن عربی الکنانی نے کہا کہ ولید میرے پاس موجود ہے اور زخمی ہے۔ کوئی خطرے کی بات نہیں۔ یحییٰ بن سعید کو گرفتار کر کے عبدالملک کے سامنے پیش کیا گیا اور عبدالملک نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ مگر عبدالعزیز بن مروان نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیر المومنین۔ میں آپ پر قربان جاؤں۔ کیا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک ہی دن میں بنوامیہ کے دو افراد کو قتل کرتے ہیں؟۔ اس پر عبدالملک کے حکم سے یحییٰ صرف قید کر دیا گیا۔ علیٰ ہٰذا القیاس عبدالملک نے عنبسہ بن سعید اور عامر بن اسود الکلبی کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور عبدالعزیز ہی کی سفارش پر اُن کو بھی معاف کر دیا۔ پھر اس کے حکم سے عمرو بن سعید کے بچوں کو پہلے تو قید کیا گیا پھر ان کے چچا یحییٰ کے ہمراہ مصعب بن زبیر کے پاس بھیج دیا گیا۔ بعد ازاں عبدالملک نے عمرو کی بیوی کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے عمرو سے صلح کرنے کے لئے جو خط اس کے نام لکھا تھا وہ میرے پاس بھیج دو۔ کلبیہ نے یہ کہہ کر اس کے قاصد کو واپس کر دیا کہ جاؤ اور اس سے کہہ دو کہ وہ صلحنامہ عمرو کے ساتھ اس کے کفن میں ہے۔ تاکہ اس کے متعلق وہ اپنے رب کے پاس تجھ سے مخاصمہ کرے۔

عبدالملک اور عمرو بن سعید نسب میں امیہ سے مل جاتے تھے۔ ایک تو عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ تھا اور دوسرا عمرو بن سعید

ابن العاص بن امیہ۔ عمرو کی ماں ام البنین بنت الحکم تھی جو عبدالملک کی پھوپھی تھی۔

جب عبدالملک نے مصعب کو قتل کیا اور لوگوں نے اس کی خلافت پر اجتماع کر لیا۔ تو عمرو بن سعید کے چار لڑکے امیہ۔ سعید۔ اسمٰعیل اور محمد عبدالملک کے پاس آئے۔ عبدالملک نے ان کو دیکھ کر کہا تم لوگ اسی خاندان کے ہو اور تم ہمیشہ اپنے آپ کو اپنی تمام قوم پر اس فضیلت کا مستحق سمجھو گے جس کے تم مستحق نہیں ہو۔ تمہارے باپ کے اور میرے درمیان میں جو کچھ ہوا وہ کچھ نئی بات نہیں بلکہ وہ جاہلیت کے زمانے سے تمہارے اعزہ کے دلوں میں ہماری طرف سے چلی آتی تھی۔ انھوں نے جواب کے لیئے سب سے بڑے لڑکے امیہ کو منتخب کیا۔ مگر اس سے بات نہ کی گئی۔ تو منجھلا لڑکا سعید بن عمرو کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین۔ زمانۂ جاہلیت کی ایک بات کا بدلہ ہم آپ سے کیوں لینا چاہتے ہیں کیونکہ خدا نے اسلام بھیج کر ان تمام باتوں کو منہدم کر دیا ہے اور جنت کا وعدہ اور دوزخ کی وعید دی ہے۔ باقی رہی وہ بات جو آپ کے اور عمرو کے مابین تھی تو وہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے اور آپ ہی خوب جانتے ہیں کہ آپ نے کیا کیا۔ عمرو اللہ کے پاس پہنچ چکے ہیں اور اللہ حساب لینے کے لیئے کافی ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اگر آپ نے اپنے اور اُن کے برے تعلقات کی بنا پر ہم سے مواخذہ کیا ہی تو میں بھی کہونگا۔ کہ ہمارے لیئے زمین کی پشت سے اس کا شکم بہتر ہے۔ یہ سن کر عبدالملک پر رقت طاری ہو گئی۔ اور وہ کہنے لگا۔ تمہارے باپ نے مجھے اختیار دیا تھا کہ یا تو وہ مجھے قتل کرے یا میں اسے قتل کروں۔ لہٰذا میں نے اس کے قتل کو اپنے قتل پر ترجیح دی۔ اب رہے تم سو میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اور تم سے بہت زیادہ صلۂ رحم کرتا ہوں۔ پھر اس نے ان لڑکوں کو انعام دیئے اور ان کو اپنے قریب جگہ دی۔

کہتے ہیں کہ خالد بن یزید نے ایک دن عبدالملک سے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ تم نے عمرو کو کس طرح دھوکا دیا۔ عبدالملک نے جواب میں یہ شعر پڑھے۔ (ترجمہ) :-

(۱) میں نے اس کو اپنے قریب کر لیا تاکہ اس کا خوف دور ہو جائے۔

اور میں اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے مذہب کی حمایت کے لئے ایک محتاط اور مستقل مزاج آدمی کی طرح اس پر حملہ کر سکوں۔ (یہ تو ظاہر ہے کہ) بدی کرنے والے کا طریقہ نیکی کرنے والے سے بہتر نہیں ہوتا"

ایک روایت یہ بھی ہے کہ عمرو کا خلع اور قتل اس کے بعد واقع ہوا کہ جب عبدالملک مصعب سے جنگ کرنے کی غرض سے عراق کو جا رہا تھا۔ اس وقت عمرو نے اس سے کہا کہ آپ عراق کو جاتے ہیں حالانکہ آپ کے والد نے اپنے بعد یہ امر میرے سپرد کیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ میں ان کے ہمراہ ہو کر لڑا تھا۔ لہٰذا اب آپ اپنے بعد یہ امر میرے سپرد کریں۔ مگر عبدالملک نے قبول نہ کیا۔ اور عمرو ابن سعید وہاں سے دمشق واپس آگیا۔ جہاں اس کے قتل کا وہ قصہ ہوا جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالملک نے عمرو کو دمشق میں اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ مگر اس نے عبدالملک کی مخالفت کی اور اس میں قلعہ گزین ہو کر بیٹھ گیا۔ وَاللہُ اَعْلَمُ۔

جب عبداللہ بن زبیر کو عمرو بن سعید کے قتل کی خبر پہنچی تو انھوں نے کہا کہ ابن زرقاء نے شیطان زادے کو (شیطان کے یتیم بچے کو) قتل کر دیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ ابن حنفیہ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ جو کوئی وعدہ توڑتا ہے تو اس کا وبال اپنے اوپر لیتا ہے۔ اور قیامت کے دن اسکی وعدہ شکنی کے مطابق اسکا جھنڈا اٹھایا جائیگا۔

شام میں جراجمہ کی سرکشی کا بیان

جب عمرو بن سعید نے عبدالملک کی مخالفت اور سرکشی کی تو اس اطراف و اکناف میں کوہ لکام میں بھی ایک سپہ سالار نے خروج کیا۔ اور جراجمہ، نبطی، اور مسلمانوں کے مفرور غلاموں وغیرہ کی ایک جماعت کثیر اس کے ساتھ ہو گئی اور وہ ان کو لے کر بنان کی طرف چلا گیا۔

جب عبدالملک عمرو کے قتل سے فارغ ہو گیا تو اس نے اس باغی شخص کے پاس ایک ایک ہزار دینار کی رقم ہر جمعہ کو بھیجنی شروع کر دی۔ وہ

شخص اس داد و دہش میں اسطرح محو ہو گیا کہ اس نے ملک میں فساد انگیزی چھوڑ دی بعد میں عبد الملک نے سحیم بن مہاجر کو اس پر مقرر کیا۔ سحیم نے اس کے ساتھ ملاطفت کا سلوک کیا اور بھیس بدلکر اس تک پہنچ گیا۔ اس نے خوب میل جول کی باتیں کیں اور عبد الملک کو گالیاں دیں اور وعدہ کیا کہ میں تم کو عبد الملک کی پوشیدہ باتیں بتاؤنگا اور وہ بات بتاؤنگا جو صلح سے بھی تمھارے لئے اچھی ہوگی۔ اس شخص کو سحیم کا پورا اعتبار ہو گیا تو ایک دن جب کہ وہ اور اس کے ہمراہی بڑے چین سے بے فکری سے غارت گری کر رہے تھے۔ سحیم عبد الملک کے موالی۔ بنو امیہ اور نہایت معتبر دلاوروں کی ایک جماعت کو لے کر اس پر حملہ آور ہوا۔ اس تمام جماعت کو سحیم نے قریب ہی ایک جگہ چھپا رکھا تھا۔ اور اس کے حکم سے اعلان کر دیا گیا تھا کہ (اس کے ہمراہیوں میں سے) ان غلاموں میں سے جو باغی کے ساتھ ہیں جو ہمارے پاس آ جائیگا۔ آزاد کر دیا جائیگا۔ اور اس کا نام دیوان سرکاری میں داخل کر دیا جائیگا۔ اس وجہ سے ان کی ایک بہت بڑی تعداد اس کے ساتھ ہو گئی۔ مختصر یہ کہ سحیم نے اس باغی کو۔ اس کے رومی مددگاروں کو اور جراجمہ اور انباط سب کے سب کو قتل کر دیا۔ پھر منادی کے ذریعے باقی ماندہ لوگوں کے لئے امان کا اعلان کروا دیا۔ اور وہ لوگ اپنے اپنے دیہات وغیرہ کو چلے گئے۔ اس طرح وہ اس خلل کو روک کر عبد الملک کے پاس واپس چلا گیا اور غلاموں سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا۔ ؏

متعدد واقعات کا بیان

اس سال زہیر بن قیس امیر افریقہ قتل ہوا۔ ہم اس واقعے کو ۶۲ھ کے واقعات میں بیان کر چکے ہیں۔ ؏

اسی سال منیٰ میں ایک خارجی نے اپنا شعار پکارا (خروج کیا)۔ اور اس نے اپنی تلوار کھینچ لی۔ وہ ایک جماعت کی جماعت تھی۔ خدا نے ان کے ہاتھوں کو روک دیا۔ اور وہ شخص جمرہ کے قریب قتل ہوا۔ ؏

اس سال عبد اللہ بن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان کی طرف سے

کوفہ اور بصرہ پر ان کا بھائی مصعب حکمراں تھا۔ اور قضاء کوفہ پر شریح اور قضاء بصرہ پر ہشام بن ہبیرہ مقرر تھے اور خراسان میں عبداللہ بن خازم حکمراں تھا۔
اسی سال ابوالاسود دئلی نے پچاسی (۸۵) برس کی عمر میں انتقال کیا۔

۷۰ھ کے واقعات

اس سال اہل روم نے جمع ہو کر اہل شام پر حملہ کیا۔ اور عبدالملک نے ان کے بادشاہ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اسے ہر جمعہ کو ایک ہزار دینار دیا کریگا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کو ان کی طرف سے مسلمانوں کے لیئے خوف تھا۔ اسی سال بعض مورخین کی روایت کے مطابق مصعب بہت سا مال و زر اور مویشی لے کر مکہ گیا۔ اور ان سب کو اپنی قوم میں اور اور لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر بہت سے اونٹ قربانی کیئے۔ اس سال عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اور ان کے مختلف عمال وہی تھے۔ جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

جنگ (واقعہ) جفرہ کا بیان

اس سال عبدالملک ابن مروان مصعب پر حملہ آور ہونے کے ارادے سے چلنے لگا تو خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے اس سے کہا کہ اگر آپ مجھے بصرہ بھیج دیں اور تھوڑے سے سوار میرے ہمراہ کر دیں تو مجھے امید ہے کہ میں آپ کے لیئے بصرہ پر غلبہ حاصل کر لونگا۔ چنانچہ عبدالملک نے اُسے اس کام پر مامور کر کے روانہ کر دیا۔ اور وہ اپنے خاص آدمیوں کو ہمراہ لے کر خفیہ طور پر بصرہ پہنچا اور عمرو ابن اصمع (اور بقول بعض علی ابن اصمع) کے ہاں مقیم ہوا۔ عمرو نے عباد بن حصین (جو ابن معمر کے اہل شرطہ پر مامور تھا اور جس کو مصعب نے بصرہ میں قائم مقام مقرر کر رکھا تھا) کے پاس اس امید پر کہ عباد بن حصین اس سے بیعت کر لے گا یہ پیغام بھیجا کہ میں نے خالد کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اور میں نے مناسب سمجھا کہ تم کو اس کا علم ہو جائے تاکہ تم میرے مددگار ہو سکو۔ قاصد یہ پیغام لے کر عباد کے پاس گیا۔ اور ابھی عباد گھوڑے سے اترا ہی تھا کہ قاصد نے پیغام پہنچایا۔ اس نے

کہا کہ جا کے کہدو کہ واللہ میں گھوڑے پر زین رکھتے ہی سواروں کو لئے ہوئے تمہاری طرف آتا ہوں۔ یہ سن کر ابن اصبع نے خالد سے کہا کہ عباد اسی وقت تمہاری طرف آرہا ہے اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں تم کو اس سے بچا سکوں۔ تم فوراً مالک بن مسمع کے پاس چلے جاؤ۔ یہ سن کر خالد فوراً گھوڑے پر سوار ہو۔ رکابوں سے باہر پیر ڈال کر سرپٹ دوڑاتا ہوا مالک کے ہاں پہنچا اور اس سے کہا مجھے پناہ دو۔ اس نے اسے پناہ دی۔ اور بنو بکر بن وائل اور بنو ازد کی طرف پیغام بھیج دیا۔ اس کے بعد سب سے پہلا جھنڈا جو اُسے نظر آیا وہ بنو لیشکر کا تھا۔ پھر عباد بھی سواروں کو لئے ہوئے آپہنچا۔ مگر طرفین نے توقف کیا۔ اور جنگ نہ ہوئی۔ دوسرے دن نافع بن حارث جفرہ بھیج دیا گیا۔ خالد کے ہمراہ بنو تمیم کے آدمی تھے۔ جن میں صعصعہ بن معاویہ۔ عبد العزیز بن بشر اور مرہ بن محکان وغیرہ شامل تھے۔ خالد کے ہمراہی جفری یعنی جفرہ کی طرف منسوب تھے۔ اور ابن معمر کے ہمراہی زبیری۔ زبیریہ لوگوں میں قیس بن ہیثم السلمی تھا۔ مصعب نے ابن معمر کی مدد کے لئے زجر بن قیس الجعفی کو ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ اِدھر عبد الملک نے خالد کی کمک کے لئے عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان کو بھیجا۔ عبید اللہ نے ایک آدمی کو خبر لانے کے لئے بصرہ بھیجا۔ جس نے واپس آکر لوگوں کے منتشر ہو جانے کی اطلاع دی۔ اور وہ عبد الملک کے پاس واپس چلا گیا۔

چوبیس دن تک جنگ ہوتی رہی۔ جس میں مالک ابن مسمع کی آنکھ کو صدمہ پہنچا۔ پھر طرفین کے سفیر ایک سے دوسری طرف گئے۔ اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ خالد بصرہ سے نکل جائے۔ چنانچہ مالک نے خالد کو بصرہ سے نکال دیا اور خود بناج کو چلا گیا۔ عبد الملک دمشق واپس جا چکا تھا۔ مصعب بصرہ سے آگے جانے کا خیال نہ کر سکا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ بصرہ پہنچ کر خالد کو پکڑ لے۔ مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ جا چکا ہے۔ بنا برین وہ ابن معمر پر بہت ناراض ہوا اور خالد کے آدمیوں کو بلا کر ان کو خوب سب وشتم کیا۔ پھر عبید اللہ ابن ابی بکرہ سے کہا کہ اے ابن مسروح..... ...... تمہارا باپ آخر غلام ہی تھا جو قلعۂ طائف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا تھا۔ پھر تم لوگوں نے دعوے کیا کہ ابو سفیان نے تمہاری

ماں سے زنا کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہ گیا تو میں تم کو تمہارے اصلی نسب سے ملا دونگا۔ پھر حمران کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم تو ایک بے دین نبطی یہودی عورت کے بچے ہو۔ جو عین تمر سے قید کر کے لائی گئی تھی۔ پھر الحکم بن منذر بن جارود۔ عبداللہ ابن فضالۃ الزہرانی۔ علی بن اصمع۔ عبدالعزیز بن بشر وغیرہ کو بھی اسی طرح زجر و توبیخ کی سب کے ایک ایک سو درے مارے اور ان کے سر اور ڈاڑھیاں منڈوا دیں ان کے مکانات منہدم کرا دئے۔ اور تین دن تک انھیں دھوپ میں کھڑا رکھا۔ ان کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دیں اور اپنے بیٹوں کو مہماتی فوج میں بھرتی کر دیں۔ ان کو تمام بصرہ میں پھرایا اور ان سے قسمیں لیں کہ وہ شریف عورتوں سے نکاح نہیں کریں گے۔ اسی طرح مالک بن مسمع کا مکان بھی منہدم کر دیا۔ اور اس میں جو کچھ تھا اس کو ضبط کر لیا۔ اس مال غنیمت میں ایک لونڈی بھی تھی۔ جس سے اس کا بیٹا عمر (ابن مصعب) پیدا ہوا۔

بصرہ میں قیام کے بعد مصعب کوفہ چلا گیا۔ اور عبدالملک کے خلاف جنگ کو جانے تک وہیں رہا۔

اسی سال عاصم بن عمرؓ بن الخطاب نے انتقال کیا۔ وہ عمر بن عبدالعزیز کے نانا تھے اور نبی صلعم کی وفات کے دو سال قبل پیدا ہوئے تھے۔

عمیر بن خباب بن جعدۃ السلمی کے قتل کا بیان

اس سال عمیر بن جعدۃ السلمی قتل ہوا۔ ہم قیس اور تغلب کی جنگ کے سبب سے اس واقعہ کا حال شروع کرتے ہیں۔ تا وقتیکہ صورت حالات یہ ہو گئی کہ عمیر قتل ہوا۔

اس کا سبب یہ تھا کہ جب مرج راھط کا معاملہ ختم ہو گیا۔ اور جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ زفر بن حارث الکلائی قرقیسیا چلا گیا۔ اور عمیر نے مروان بن الحکم سے بیعت کر لی۔ حالانکہ مرج میں بنی قیس کے قتل ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں بنی مروان کی طرف سے عداوت جاگزیں تھی۔ جب مروان بن الحکم نے عبیداللہ بن زیاد کو جزیرہ اور عراق کی طرف روانہ کیا تو عمیر بھی اس کے ہمراہ تھا۔

وہ لوگ عین وردہ پر سلیمان بن صرد سے ملاقی ہوئے۔ عبید اللہ۔ زفر سے جنگ کرنے کے لئے قرقیسیا کی طرف روانہ ہوا۔ تو عمیر نے اس کو روکا اور یہ مشورہ دیا کہ وہ مختار کے لشکر کے موصل پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ عبید اللہ ادھر کو روانہ ہو گیا اور خازر کے مقام پر ابراہیم بن اشتر کا مقابلہ ہوا۔ عمیر ابراہیم کی طرف مائل ہو گیا۔ عبید اللہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور وہ قتل ہو گیا۔ بعد ازاں عمیر وہاں سے قرقیسیا پہنچا اور زفر کے ساتھ مل کر بنو قیس کے مقتولین کی طرف سے بنو کلب اور اہل یمن کا تعاقب کیا۔ ان دونوں کے ہمراہ بنو ثقیف کے بھی چند آدمی تھے اور ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ عبد الملک ابن مروان ان کی طرف متوجہ نہ ہو سکا کیونکہ وہ مصعب کے معاملے میں الجھا ہوا تھا۔ عمیر نے تغلبیین پر غلبہ حاصل کر لیا۔ پھر وہ قرقیسیا میں مقیم رہتے رہتے تھک گیا تو عبد الملک سے امان طلب کی۔ اس نے امان دے دی۔ مگر عمیر نے پھر غدر کیا تو عبد الملک نے اسے اپنے مولے ریان کے پاس قید کر دیا۔ عمیر نے اسے اور اس کے تمام نگہبان عملے کو شراب پلا کر مدہوش کر دیا اور جلدی جلدی رسیوں کی سیڑھی بنا کر اترا اور اس طرح قید سے نکل کر جزیرہ کی طرف چلا۔ اور حران اور رقہ کے مابین دریائے بلیخ پر خیمہ زن ہوا۔ بنو قیس وہاں اس کے پاس جمع ہو گئے۔ جن کو وہ ہمراہ لے کر بنو کلب اور اہل یمن کو قتل و غارت کرتا پھرتا تھا۔ اس کے ہمراہی تغلب کی لڑکیوں کو چھپا لیتے تھے۔ اور ان کے نصاریٰ کے مشائخ سے تمسخر کرتے تھے۔ اس سبب سے ان میں شر و فساد بھڑک اٹھا۔ مگر نوبت بہ جنگ نہ پہنچی۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب عبد الملک مصعب اور زفر کے مقابلے کے لئے روانہ نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد عمیر بنو کلب پر حملہ کر کے واپس آیا اور خابور میں اترا۔ بنو تغلب کی فرودگاہیں بھی خابور فرات اور دجلہ کے درمیان واقع تھیں جس جگہ عمیر نے اپنے خیمے نصب کئے وہاں بنو تمیم کی ایک عورت ام دویل نام رہتی تھی جس نے بنو تغلب میں نکاح کیا تھا۔ عمیر کے ہمراہیان بنو حریش میں سے ایک غلام نے ام دویل کے چار پایوں میں سے ایک گدھا پکڑ لیا۔ ام دویل نے جب عمیر کے پاس اس کی شکایت کی تو عمیر نے

اُسے ایسا کرنے سے روکنے کی بجائے اس کے باقی گلہ پر بھی دست درازیاں شروع کر دیں۔ بنو تغلب کے چند آدمی مانع آئے۔ اور ان میں سے ایک شخص مجاشع تغلبی قتل بھی ہو گیا۔ جب دیل آیا تو اس کی ماں نے اس سے شکایت کی۔ وہ بنو تغلب کا ایک شہسوار تھا۔ اور یہ سن کر وہ اپنی قوم میں گھوما۔ اور ان سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا اور اپنی ماں کے چوپاؤں کے گم ہو جانے کی شکایت کی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کی ایک جماعت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ اور شعیث بن ملیک التغلبی کو اپنا امیر بنا کر بنو نمیر کے چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر بنو حریش پر حملہ کیا۔ اور ان کی ایک عورت ام ہیثم نامی کے ریوڑ کو ہنکا لے گئے۔ بنو قیس مانع آئے۔ مگر روک نہ سکے۔ اس پر اخطل نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-

(۱) اگر تم ہم سے بنو حریش کے متعلق سوال کرو تو ہم کہینگے کہ ہم نے ان کو بدکاری اور زناکاری کرتے ہوئے دیکھا ہے (۲) اس دن جب کہ بنو حریش نے ہم پر اس طرح حملہ کیا۔ گویا کہ وہ کُتے ہیں جو بھونکنے کے لئے اپنی کچلیاں نکالے ہوئے آ رہے ہیں۔ وہ ام ہیثم کے جانوروں کو چھڑانے کے لئے آئے تھے۔ مگر ان میں سے ایک اونٹ کو بھی نہ چھڑا سکے ''۔

جنگ ماکسین

جب قیس و تغلب میں شر و فساد بڑھ گیا۔ اور قیس پر عمیر اور تغلب پر شعیث امیر ہو گئے تو عمیر نے خابور کے قریب مقام ماکسین میں بنو تغلب اور ان کی جماعت پر حملہ کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ یہ ان کی جنگوں میں سب سے پہلا واقعہ تھا۔ بنو تغلب کے پانچ سو آدمی مارے گئے۔ اور شعیث بھی قتل ہوا اثنار جنگ میں اس کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ مگر وہ برابر لڑتا رہا۔ اور آخر کار قتل ہوا۔ اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔ (ترجمۂ شعر) :-

(۱) قیس نے اچھی طرح جان لیا اور ہم بھی جانتے ہیں کہ جواں مرد آدمی لنجا لنگڑا ہو کر قتل ہوتا ہے ''۔

جنگ ثرثار اول

ثرثار ایک ندی کا نام ہے جس کا اصل منبع شہر سنجار کے مشرق میں سرق نام ایک قریہ کے پاس ہے اور علاقہ فرج میں کحیل اور راس الایل کے درمیان پہنچ کر دجلے میں جا گرتی ہے۔ جب اکسین میں ان کے اتنے آدمی مارے گئے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تو بنو تغلب نے ہر طرف سے کمک جمع کی۔ اور نمر بن قاسط اور مشجر بن حارث الشیبانی۔ جو الجزیرہ کے سرداروں میں سے تھا۔ اور عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان بنو قیس کے خلاف ان کی مدد کے لئے آپہنچے۔ یہی وجہ تھی کہ مصعب بن زبیر کو عبید اللہ سے دشمنی ہو گئی تھی اور اس نے اس کے بھائی النابی بن زیاد کو قتل کر دیا تھا۔ اُدھر عمیر نے بنو تمیم اور بنو اسد سے امداد طلب کی مگر کسی نے مدد نہ دی۔ غرض کہ فریقین ثرثار پر ایک دوسرے سے مقابل ہوئے۔ بنو تغلب نے شعیث کے بعد زیاد بن ہوبر (اور بقول بعض یزید ابن ہوبر) التغلبی کو اپنا امیر بنا لیا تھا۔ نہایت سخت جنگ ہوئی جس میں قیس کو ہزیمت ہوئی۔ مگر بنو تغلب اور ان کے ہمراہیوں کی ایک بڑی تعداد قتل ہوئی۔ اور بنو سلیم میں سے تیس عورتوں کے شکم چیر دئے گئے۔ اس کے متعلق لیلے بنت حارث تغلبیہ (اور بقول بعض اخطل) نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):۔

"جب اُنھوں نے ہم کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ صلیب چلی آتی ہے اور ایک جنگجو شخص اور خالص زہر سے سابقہ پڑتا ہے اور ایسے ایسے سوار مقابلے کے لئے آرہے ہیں جو زرہوں کے سوا اور کچھ پہنے ہوئے نہیں ہیں اور ہمارے ہاتھوں میں تیز اور برندہ تلواریں ہیں تو انھوں نے ثرثار اور مزارع اور اناج اور پختہ انگوروں کو ہمارے لئے چھوڑ دیا"۔

جنگ ثرثار ثانی

اس کے بعد بنو قیس جمع ہوئے اور امداد حاصل کرنے کے بعد تیار ہو گئے۔ عمیر بن حباب تو ان کا امیر تھا ہی۔ اس کے علاوہ قرقیسیا سے زفر بن حارث

بھی ان کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ دوسری طرف بنو تغلب۔ بنو نمر اور ان کے دیگر ہمراہیوں پر ابن ہوبر امیر تھا۔ فریقین ثرثار پر ملے۔ اور اس قدر سخت لڑائی ہوئی کہ لوگوں نے شاید ہی کبھی ویسی جنگ دیکھی ہو۔ بنو عامر جو بنو قیس کے ایک پہلو تھے منہزم ہوئے اور بنو سلیم خوب جم کر لڑے تا آنکہ بنو تغلب اور ان کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبدیشوع کے دو بیٹے اور ان کے علاوہ دیگر اشراف تغلب جنگ میں کام آئے۔ عمیر بن حباب نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):

"میری جان اور جو کچھ میرے پاس اہل وعیال اور مال و زر کا اندوختہ ہے سب ثرثار کے سواروں پر قربان ہے۔ بنو عامر ہمارے پاس سے بھاگ گئے مگر بنو ربیعہ میرے پاس پہاڑوں کی طرح قدم گاڑے کھڑے رہے۔ میں بنو سلیم کے دلیر آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کرتا تھا جو مضبوط اور درشت اونٹوں کی طرح جوان اور دلاور ہیں"۔

زفر بن حارث کا قول ہے کہ (ترجمہ اشعار):۔

"کون ہے جو میری طرف سے عمیر کو یہ نصیحت پہنچا دے۔ کیا ہم دونوں یمن اور بنو کلیب کے قبائل کو ترک کر کے اپنے آباؤ اجداد کو تمہارے ساتھ بنو نزار سے ملا دیں؟ یہ تو ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی اپنے ہاتھ پر سہارا دیئے بیٹھا ہو۔ اور وہ ہاتھ اُسے اپنی کمزوری اور شکستگی سے دھوکا دے۔"

جنگ فدین

بعد ازاں عمیر بن حباب نے فدین پر حملہ کیا۔ جو خابور کے پاس ایک گاؤں ہے اور وہاں کے بنو تغلب کو شکست دی اور قتل کر دیا۔ اس پر نضیع ابن صفار المحاربی کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر):۔

"اگر آسمان تمہاری زمین پر بارش برسائے تو فدین اور صور[1] تمہارے مقتولین کو نمایاں کر دینگے"۔

---

[1] صور فدین کا ایک قریہ ہے۔

جنگ سکیر

یہ بھی خابور کے پاس ہے اور سکیر العباس کہلاتا ہے۔ قدین کے بعد وہ لوگ پھر مقابل ہوئے اور سکیر کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اس مرتبہ پھر قیس پر عمیر بن حباب اور تغلب اور نمر پر یزید بن ہوبر امرا تھے۔ ایک سخت جنگ ہوئی جس میں تغلب اور نمر کو ہزیمت ہوئی۔ اور بنو تغلب کے ایک سوار عمیر بن جندل کو بھاگتا ہوا دیکھ کر عمیر بن حباب نے کہا۔ (ترجمۂ اشعار) :-

"جنگ سکیر کے دن ابن جندل ایک مضبوط۔ بلند اور تیز رو اونٹنی پر سوار ہو کر ہمارے مقابلے سے بھاگ گیا جبکہ ہم اپنے کار آزمودہ۔ دبلے پتلے۔ پتلی کمروں اور خونی پہلوؤں والے گھوڑوں کے ساتھ حملہ کر رہے تھے۔"

اور ابن صفار کہتا ہے۔ :-

"ہم نے سکیر میں تم پر صبح کو دھاوا کیا اور تم کو سخت مصیبت میں مبتلا کر دیا۔"

جنگ معارک

معارک شہر موصل کی نئی اور پرانی آبادی کے درمیان واقع ہے۔ اس جگہ بنو تغلب جمع ہوئے۔ اور بعد میں ان میں اور قیس میں سخت جنگ ہوئی۔ جس میں بنو تغلب نے پیٹھ دکھائی۔ ابن صفار نے اس کے متعلق کہا (ترجمہ شعر) :-

"ہم نے تمہارے آدمیوں کو معارک۔ حضر۔ اور ثرثار میں ایسی حالت میں چھوڑا کہ ان کی لاشیں ہی لاشیں تھیں اور کچھ نہ تھا۔"

کہتے ہیں کہ معارک اور حضر ایک ہی مقام ہیں۔

غرض کہ بنو قیس نے بنو تغلب کو بھگاتے بھگاتے حضر تک پہنچا دیا اور ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ جنگ معارک اور جنگ حضر ایک ہی تھیں اور ان لوگوں کو حضر کی طرف بھگا دیا گیا تھا۔ اور یہ کہ ان میں سے لشکر قتل ہوا تھا۔ مگر بعض کا قول ہے کہ وہ دو مختلف جنگیں ہیں جن میں بنو قیس ہی کو فتح ہوئی۔ واللہ اعلم اسی طرح دونوں قبائل کا تکریت کے اوپر مقام لبی پر بھی مقابلہ ہوا۔ جو موصل کے مضافات میں سے ہے۔ جنگ کا کچھ ایسا انجام ہوا کہ

فتح و شکست آپس میں نصف نصف تقسیم ہو گئی یعنی بنو قیس کا خیال تھا کہ وہ کامیاب رہے اور بنو تغلب کہتے تھے کہ ہم افضل رہے۔

جنگ شر عبیہ

اس کے بعد وہ لوگ شر عبیہ میں مقابل ہوئے۔ بنو قیس پر عمیر بن حباب اور بنو تغلب اور ان کے دیگر معاونین پر ابن ہوبر امیر تھے۔ ایک شدید جنگ ہوئی۔ جس میں عمار بن مہزم السلمی قتل ہوا۔ اس جنگ میں بنو تغلب کو بنو قیس پر فتح حاصل ہوئی۔ اس پر اخطل نے کہا۔ (ترجمہ شعر):۔

"شر عبیہ میں ہولناک حالتوں اور سواروں کی جنگ کو دیکھ کر جحاف رو پڑا۔"

ایک شر عبیہ بلاد تغلب میں ہے اور ایک بلاد منبج میں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ واقعہ بلاد منبج کا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔

جنگ بلیخ

بنو تغلب جمع ہو کر بلیخ پہنچے جہاں عمیر بنو قیس کو لئے ہوئے موجود تھا۔ بلیخ حرہ اور رقہ کے درمیان ایک دریا ہے۔ فریقین اس مقام پر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ بنو تغلب کو ہزیمت ہوئی۔ اور ان ہی میں سے بہت سے آدمی بھی قتل ہوئے۔ یہاں بھی جنگ شرثار کی طرح عورتوں کے شکم چاک کئے گئے۔ اس پر ابن صفار نے کہا۔ (ترجمہ شعر):۔

"نیزوں کی خورش اور تلواروں کی برش نے میرے دل کو متزلزل کر دیا اور وہ زائل ہو گیا۔"

جنگ حشاک اور عمیر بن حباب سلمی اور ابن ہوبر تغلبی کا قتل

جب بنو تغلب نے دیکھا کہ عمیر بن حباب السلمی ان پر اس قدر الحاح کرتا ہے تو انھوں نے اپنے اہل حاضرہ اور اہل بادیہ سب کو جمع کیا۔ اور حشاک کی طرف روانہ ہوئے۔ جو شر عبیہ کے قریب ایک پہاڑی ہے۔ اور اس کے

ایک طرف براق سے عمیر بنو قیس کو لئے ہوئے ادھر ہی پہنچا۔ زفر بن حارث الکلابیؒ اور اس کا بیٹا ھذیل بن زفر بھی عمیر کے ساتھ تھے اور بنو تغلب کا سردار ابن ہوبر تھا۔ حشاک کی پہاڑی کے قریب فریقین لڑتے رہے اور جب تک بالکل رات نہ ہو گئی۔ برابر لڑتے رہے۔ اس کے بعد منتشر ہو گئے۔ دوسرے دن پھر رات کے وقت تک جنگ ہوتی رہی پھر علیحدہ ہو گئے۔ تیسرے دن بنو تغلب نے آپس میں عہد کیا کہ فرار نہ کرینگے۔ جب عمیر نے ان کی یہ نوبت دیکھی اور ان کی عورتیں بھی ان کے ساتھ ہیں۔ تو اس نے بنو قیس سے کہا کہ اے لوگو اب میری رائے یہ ہے کہ تم یہاں سے چلدو۔ کیونکہ اب انھوں نے مرنیکی ٹھان لی ہے۔ جب وہ لوگ مطمئن ہو کر اپنی فرودگاہ کو چلے جائینگے۔ تب ہم انہیں سے ہر قوم کی طرف اپنے آدمیوں کو بھیج دینگے جو ان پر چھاپہ ماریں گے۔ اس کے جواب میں عبدالعزیز ابن حاتم بن نعمان الباہلی نے کہا کہ تم نے کل پرسوں اور آج صبح بنو قیس کے بہادر کٹوا دیے اور اب بزدلی کا اظہار کرتے ہو۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ قول عیینہ بن اسماء بن خارجہ الفزاری کا ہے جو عمیر کی مدد کے لئے گیا تھا۔ عمیر اس بات کو سن کر آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ مجھے عین الیقین ہے کہ شدید جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے تم ہی بھاگو گے یہ کہہ کر عمیر اُتر پڑا اور یہ کہتے ہوئے ایک شخص سے لڑنے لگا۔ (ترجمہ شعر):-

"میں عمیر ابو المغلس ہوں۔ میں لوگوں کو تنگی میں ڈھکیل دیتا ہوں تو بھی ہٹ جا"

اس تیسرے دن زفر منہزم ہو کر قرقیسیا چلا گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اسے یہ خبر ملی تھی کہ عبدالملک بن مروان نے اس کی طرف نقل و حرکت کرنیکا عزم کیا ہے اور قرقیسیا پہنچا ہی چاہتا ہے۔ اس لئے وہ جلد جلد تیار ہو کر وہاں پہنچ گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے فرار کرتے وقت شرم سے بچنے کے لئے یہ بہانہ بنایا تھا۔ بعد میں بنو قیس کو ہزیمت ہوئی۔ اور بنو تغلب اور ان کے ہمراہی یہ کہتے ہوئے ان پر چڑھ دوڑے کہ "کیا تم نہیں جانتے کہ آخر بنو تغلب ہی غالب ہوں گے"۔ جمیل بن قیس نے (جو بنو کعب بن زہیر میں سے تھا) عمیر پر حملہ کیا۔ اور اسے قتل کر دیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ نہیں ہوا بلکہ یہ ہوا تھا کہ بنو تغلب کے دو لڑکوں نے

ایک دوسرے کے ساتھ مل کر پہلے عمیر پر تیر برسائے اور اُسے عاجز کر دیا۔ پھر اُس پر سختی سے حملہ کیا۔ اور اتنے میں ابن ہوبر نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اس دن ابن ہوبر کے بھی ایک زخم لگا۔ جب جنگ ختم ہوگئی تو ابن ہوبر نے بنو تغلب کو یہ وصیت کی کہ وہ مراد بن علقمہ الزہیری کو اپنا سردار بنالیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس تین دن کی جنگ میں ابن ہوبر نے دوسرے دن نکل کر ان کو وصیت کی تھی کہ وہ تیسرے دن کے لئے مراد کو اپنا امیر بنائیں۔ وہ اُسی رات کو انتقال کر گیا۔ اور تیسرے دن مراد ان کا سردار ہوا۔ اس نے ان کے جھنڈوں وغیرہ کو ترتیب دیا اور ہر ایک قبیلے کی شاخ کے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی عورتوں کو اپنے پیچھے رکھیں۔ جب عمیر نے ان کو دیکھا تو وہ فقرہ کہا جو پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار) :-

"دریائے فرات پر قتیل ابن ہوبر پر نوحہ کرنے والیوں نے مجھے جگا دیا اور غمگین کر دیا۔ اے ام مغلس۔ اگر تو اور نوحہ کرنے والیوں میں شامل ہو کر نصاریٰ کے مقتولین پر روئے تو کچھ برا نہیں"۔

ایک شاعر عمیر کے ابن ہوبر کے ہاتھ سے قتل ہو جانے سے انکار کرتے ہوئے کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر) :-

"جس دن بنو تغلب نے عمیر سے جنگ کی اس دن عمیر جمیل کے ہاتھ سے قتل ہوا نہ کہ ابن ہوبر سے"۔

اس جنگ میں بنو سلیم اور بنو غنی میں بالخصوص زیادہ آدمی قتل ہوئے اسی طرح بنو قیس کے بھی بہت سے آدمی مارے گئے۔ بنو تغلب نے عمیر بن حباب کا سر کاٹ کر عبدالملک بن مروان کے پاس دمشق بھیج دیا جس کے صلہ میں اس نے وفد کو انعام اور خلعت دیا۔ جب عبدالملک اور زفر بن حارث میں صلح ہوگئی۔ اور لوگوں نے عبدالملک پر اجماع کر لیا تو اخطل نے کہا (ترجمہ اشعار)

"اے بنو امیہ میں تمہارے سامنے ہو کر ان لوگوں سے لڑا جنہوں نے پناہ دی اور فتحیاب ہوئے۔ اور قیس عیلان جو ناچتے ہوئے آئے۔ اور اپنی زبردستی اور غلبے کے بعد سب نے یکبارگی تم سے بیعت کر لی۔ جب ان کی تلواروں کی تیزی کند ہوگئی تو وہ جنگ سے تنگ آ گئے۔ اور قیس عیلان اپنے

اخلاف سے بھی عاجز ہو گئے تھے"

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اشعار ہیں۔

جب عمیر بن حباب قتل ہو گیا تو ایک شخص نے کوفہ جا کر اسماء بن خارجہ الفزاری کو اطلاع دی کہ بنو تغلب نے عمیر کو قتل کر دیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ شخص اپنی قوم کے دیار میں اقبال مندی کے ساتھ مارا گیا ہے نہ کہ ادبار کے ساتھ۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) :-

"سلیم پر میری اس جنگ کا احسان رہن ہے جس سے بنو بکر بن وائل کے سر سفید ہو جاتے ہیں۔ بنو فدوکس کے بچے یتیم اور بیوہ رہ گئے ہیں اور ان کو قبائل لوٹتے کھسوٹتے رہتے ہیں"

جنگ کحیل

یہ مقام سرزمین موصل میں دریائے دجلہ کے مغرب کی طرف واقع ہے۔ اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ جب عمیر بن حباب سلمی کا انتقال ہو گیا تو تمیم بن عمیر زفر ابن حارث کے پاس گیا۔ اور اس سے سوال کیا کہ عمیر کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ زفر نے پس و پیش کیا تو ہذیل ابن زفر نے اپنے باپ سے کہا کہ واللہ بنو تغلب نے ان لوگوں پر فتح پائی۔ تو یہ آپ کے لیئے باعث عار ہو گا۔ اور اگر یہ لوگ بنو تغلب پر غالب آ گئے اور آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ اور بھی زیادہ سخت بات ہو گی اس لیئے زفر نے اپنے بھائی اوس بن حارث کو قرقیسیا پر اپنا قائم مقام بنایا۔ اور بنو تغلب پر دھاوا کرنے اور ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس غرض سے اس نے بنو تغلب کے ایک قبیلہ بنو فدوکس کی طرف چند سوار روانہ کیئے۔ جنہوں نے ان لوگوں کو قتل کیا۔ اور ان کے مال و متاع اور عورتوں کو قتل و غارت کیا۔ آخر کار صرف ایک عورت باقی رہ گئی۔ جس نے پناہ طلب کی اور یزید بن حمران نے اُسے پناہ دی۔ پھر زفر بن حارث نے اپنے بیٹے ہذیل کو ایک فوج دے کر بنو کعب ابن زہیر کی طرف بھیجا۔ ہذیل نے ان لوگوں کو بری طرح قتل کیا۔ اسی طرح زفر نے مسلم بن ربیعہ العقیلی کو بنو تغلب کی ایک جماعت کی طرف روانہ کیا تھا

جو مجتمع ہو گئے تھے اور مسلم نے ان میں بھی بہت سے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد جب بنو تغلب سرزمین موصل کے مقام عقیق میں جمع ہوئے تو زفر نے خود ہی ان پر حملہ آور ہونے کا قصد کیا۔ بنو تغلب اس کو آتا دیکھ کر دجلہ کے پار چلے جانے کے قصد سے وہاں سے کوچ کر گئے۔ لیکن جب وہ کحیل پہنچے تو زفر نے ان کو بنو قیس کے ساتھ جا کر پکڑ لیا۔ فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ جس کے دوران میں زفر کے تمام آدمی پیدل لڑتے تھے۔ مگر زفر اپنے خچر پر سوار تھا۔ انھوں نے تمام رات بنو تغلب کو قتل کیا۔ اور عورتوں کے شکم چیر ڈالے گئے۔ ان کے علاوہ مقتولین سے کہیں زیادہ آدمی دجلہ میں ڈوب ڈوب کر مر گئے۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو بھیجا اس نے جا کر باقی ماندہ آدمیوں کو بھی فنا کر دیا۔ البتہ سوائے ان کے جو دریا کو عبور کر کے بچ گئے تھے۔ زفر نے ان کے دو سو آدمیوں کو قید کیا اور سب کو مروا ڈالا۔ اس پر زفر نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):-

"اے آنکھ آنسو بہا اور عاصم اور ابن حباب پر رو۔ اگر جنگ میں بنو تغلب نے عمیر اور بنو غنی کو قتل کر دیا تو کیا ہوا۔ بنو کلاب کے شہسواروں نے بنو جشم بن بکر اور ان کے بنو نمر کو فنا کر دیا۔ ہم نے ان کے دو سو آدمیوں کو بے دست و پا (لاچار) کر کے قتل کر دیا۔ مگر پھر وہ سب مل کر عمیر بن حباب کے خون کا بدلہ نہ ہو سکے۔"

ابن صفار المحاربی کہتا ہے (ترجمۂ اشعار):-

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہماری جنگ نے ذلت و خواری کو بنو حبیب کا حلیف بنا کر چھوڑا تھا۔ پہلے وہ اصحاب عزت و وقار تھے۔ مگر اب انکی ذلت کی یہ حالت ہے کہ ان کو کوئی مددگار نہیں ملتا۔"

ان جنگوں میں سے ایک جنگ میں قطامی التغلبی بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ اور اس کا مال و اسباب لے لیا گیا تھا۔ مگر زفر نے اسکے معاملے کا خود ہی فیصلہ کیا اور اسے رہا کر کے اس کا مال بھی اسی کو واپس کر دیا۔ اور اسے انعام و اکرام دیا۔ اس کے متعلق اس نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):-

"اگرچہ میری اور تمھاری قوم کے درمیان سوائے تیغ زنی کے اور کوئی تعلقات نہیں ہیں پھر بھی میں تمھارے احسان کی وجہ سے تمھاری تعریف ہی

کرونگا جب کہ قتل کرنے والے مجھ سے تعرض کر رہے تھے"۔

جنگ لبشر

جب عبدالملک کا امر سلطنت بالکل مستقل ہوگیا۔ اور تمام مسلمان اس پر اجتماع رائے کر چکے تو اخطل شاعر تغلبی اس کے پاس گیا۔ اس وقت حجاف ابن حکیم السلیمی بھی بیٹھا تھا۔ عبدالملک نے پوچھا کہ "اے اخطل تم اسکو پہچانتے ہو"۔ کہا ہاں یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق میں نے یہ شعر کہا تھا (ترجمہ):-

"ذرا حجاف سے کوئی دریافت کرے کہ آیا وہ سلیم اور عامر کے مقتولین کا بدلہ لے گا یا نہیں؟"

پھر اس نے وہ تمام قصیدہ پڑھ کر ختم کیا۔ اس اثناء میں حجاف کھجوریں کھا رہا تھا۔ اور مارے غصے کے گٹھلیاں اس کے ہاتھ سے گرتی جاتی تھیں۔ اس نے اخطل کو اس شعر سے جواب دیا۔ (ترجمہ):-

"ہاں عنقریب ہم ان ہی ہندی تلواروں کے ذریعے رد ئینگے۔ اور ہم لمبے لمبے نیزوں سے عمیر کی خبر موت دینگے"۔

پھر کہا کہ اے نصرانی عورت کے بچے میں نہیں سمجھتا تھا کہ تو میرے خلاف اس طرح کی جرأت کر سکتا ہے۔ اخطل خوف سے کانپ اٹھا اور اٹھکر عبدالملک کے پاس گیا اور اس کا دامن پکڑ کر کہا کہ میں آپ کے پاس پناہ لینے کے لئے آیا ہوں اور عبدالملک نے کہا کہ میں تمھیں پناہ دیتا ہوں۔ پھر حجاف اٹھا اور دامن کشاں بیخبری کے عالم میں چلا۔ اس نے کسی دیوان کے ایک کاتب سے نرمی کی باتیں کیں۔ اور اس سے بنو تغلب اور بنو بکر کے جزیرے کے صدقات کے متعلق ایک غلط فرمان اپنے لئے لکھوا لیا۔ اور اپنے اصحاب سے کہا کہ امیرالمومنین نے ان صدقات کا تمام کام میرے سپرد کر دیا ہے۔ جو شخص میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے چلے۔ بعدازاں وہ وہاں سے روانہ ہو کر رصافۂ ہشام کو گیا اور وہاں اپنے اصحاب سے اپنا اور اخطل کا واقعہ بیان کیا۔ اور یہ بتلایا کہ اس نے ایک جعلی خط لکھوا لیا ہے۔ اور وہ فی الحقیقت والی امر نہیں ہے۔ پھر کہا کہ اب جو شخص اپنی شرم و عار کو دھونا چاہتا ہے وہ میرے

ساتھ آجائے۔ کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک بنو تغلب پر حملہ نہ کرلونگا اپنا سر نہ دھوؤنگا۔ یہ سن کر تین سو آدمی کے سوا باقی سب اس کے پاس سے چلے گئے اور ان تین سو اشخاص نے کہا کہ ہماری موت اور زندگی تمھاری موت اور زندگی کے ساتھ ہوگی۔ وہ اسی رات کو وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور صبح ہوتے ہوتے چشمہ رحوب پر پہنچ گیا جو بنو تغلب کے قبیلہ بنو جشم بن بکر کا چشمہ ہے۔ ایک زبردست جماعت اس کے مقابلے کے لئے آئی۔ حجاف نے ان کو خوب جی کھولکر قتل کیا۔ اور اخطل کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت وہ ایک میلی سی عبا پہنے ہوئے تھا۔ جس شخص نے اُسے گرفتار کیا اس نے اسے غلام سمجھ کر پوچھا کہ تو کون ہے ؟۔ کہا کہ میں ایک غلام ہوں۔ یہ سن کر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اخطل نے اپنے آپ کو ایک گڑھے میں گرا دیا۔ پھر بھی ڈرتا ہی رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اسے پہچان لے۔ اور پکڑ کر قتل کر دے۔ آخر جب حجاف وہاں سے چلا گیا تو وہ وہاں سے نکلا۔ حجاف نے لوگوں کو قتل کرنے اور عورتوں کی شکم دری میں خوب جی کھول کر کام لیا۔ اور بہت سختیاں کیں۔ اور جب وہ واپس چلا گیا۔ تو اخطل عبدالملک کے پاس گیا اور یہ شعر اس کے سامنے پڑھا۔ (ترجمہ) :-

"حجاف نے بشر کے مقام پر وہ وہ سختیاں کی ہیں کہ صرف خدا ہی کے پاس اُس کی شکایت اور آہ و زاری ہو سکتی ہے"۔

حجاف نے فرار کیا۔ عبدالملک نے اسے طلب کیا تو وہ بلاد روم کی طرف چلا گیا۔ اس نے جنگ بشر کے بعد اخطل کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ (ترجمہ اشعار)

"اے مالک۔ کیا تو نے مجھ کو ملامت کی تھی یا مجھ کو قتل کی وجہ سے ذلیل وخوار سمجھا تھا یا ہر ایک ملامت گر نے مجھے نشانہ ملامت بنایا تھا؟ کیا میں نے تم لوگوں کو قتل کر کے فنا نہیں کر دیا؟۔ کیا میں نے بنو قیس کے جوانوں اور برندہ تلواروں سے تمھاری ناکیں نہیں کاٹ دیں؟ ہاں ہر ایسے جوان کے ذریعے جو اپنے داہنے ہاتھوں سے تلواروں کے قبضوں کو پکڑ کر اپنی تلوار سے عمیر کی خبر مرگ دیتا تھا۔ اگر تم نے مجھے شکست بھی دے دی تو کیا مضائقہ ہے۔ میں وہ ہوں کہ اکثر ناگوں کے خون پیتا تھا۔ میں نے اپنی تلوار سے بنو زہیر اور بنو مالک میں

اغتصاب کا نکاح کیا تھا و رہموں کا نہیں۔

ان کے علاوہ اور اشعار بھی تھے۔

حجاف مدتوں تک بلاد روم میں طرانیز ندہ اور قالیقلا کے مابین مارا مارا پھرتا رہا۔ آخرکار عبدالملک کے بعض قیسی ہمراز اشخاص کے ذریعے سے اس نے عبدالملک سے امان لے لی۔ مگر جب وہ عبدالملک کے پاس پہنچا تو اس نے اس سے مقتولین کے خون بہا اور ضامن طلب کئے۔ اور ان کے وصول کرنے میں سعی کی۔ اُدھر یہ شام سے حجاج کے پاس آیا۔ جس کے جواب میں حجاف نے کہا کہ تم نے مجھے خائن کب سے سمجھا؟۔ حجاج نے کہا کہ نہیں بلکہ تم اپنی قوم کے سردار ہو۔ اور تمہارے ماتحت ایک وسیع جاگیر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تم نے خوب پہچانا۔ اور یہ کہہ کر اس نے حجاج کو ایک لاکھ درہم ادا کر دیئے اور تمام خون بہا بھی جمع کر کے دے دیا۔ پھر وہ ایک عابد اور زاہد شخص ہو گیا اور اس کے اطوار درست ہو گئے۔ حج کرنے چلا گیا۔ اور وہاں کعبے کے پردوں کو پکڑ کر پکار پکار کے کہنے لگا۔ کہ "یا اللہ میرے گناہوں کو بخشدے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ تو ایسا کرے گا"۔ محمد بن الحنفیہ نے اس کی یہ دعا سنی اور کہا کہ یا شیخ۔ تمہاری یہ دعا تمہارے گناہ سے بھی بدتر ہے۔

ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ حجاف کی واپسی کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ روم نے حجاف کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اس کو اپنا مقرب بنا کر اس سے نصرانی ہو جانے کے لئے کہا اور یہ شرط کی کہ وہ جو کچھ مانگے دیا جائیگا۔ مگر اس نے جواب دیا کہ میں تمہارے پاس اس لئے نہیں آیا ہوں کہ میں اسلام سے بیزار ہوں۔ اسی سال اہل روم کو موسم گرما میں مسلمانوں کی فوج کا مقابلہ کرنا پڑا۔ انھوں نے واپس جا کر عبدالملک کو اطلاع دی کہ ان کو حجاف نے ہزیمت دی ہے۔ اس پر عبدالملک نے اس کے پاس امان کا پیغام بھیج دیا۔ چنانچہ وہ وہاں سے بنو بشر کے پاس جانے کے ارادے سے کفن پہن کر نکلا اور ان کے ہاں پہنچ کر ان سے کہا کہ میں تم لوگوں کا خون بہا ادا کرنے آیا ہوں۔ بنو بشر کے جوانوں نے اُسے قتل کرنا چاہا مگر اُن کے بوڑھوں نے انھیں ایسا کرنے سے رُوکا۔ اور اسے بخش دیا۔ دوران حج میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اُسے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ یا اللہ میرے گناہ بخشدے۔

مگر میں نہیں سمجھتا کہ تو ایسا کرے گا۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ اگر تم حجاف ہی ہو تو تم اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتے۔ اس نے کہا ہاں میں حجاف ہی ہوں۔

۷۱ھ کے واقعات

مصعب کے قتل اور عبدالملک کے عراق پر قابض ہونے کا بیان

اس سال ماہ جمادی الآخر میں مصعب بن زبیر قتل ہوا۔ اور عبدالملک ابن مروان عراق پر غالب ہوگیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جب حسب ذکر بالا عبدالملک ابن مروان نے عمرو بن سعید بن عاص کا کام تمام کر کے اپنی تلوار سے کام لینا شروع کیا۔ اور جس جس نے مخالفت کی اسی کو قتل کر دیا۔ تا آنکہ تمام شام اس کے لیے صاف ہوگیا۔ جب اس کا کوئی مخالف باقی نہ رہا تو اس نے مصعب بن زبیر کے مقابلے کے لیے عراق جانا چاہا۔ اور اپنے اصحاب سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ اس کے چچا یحییٰ ابن الحکم بن ابی العاص نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ شام ہی پر قناعت کرو۔ اور عراق کو ابن زبیر کے لیے چھوڑ دو۔ عبدالملک کا قول تھا کہ جو شخص درستی رائے کا طالب ہو اس کو چاہیئے کہ یحییٰ کی مخالفت کرے۔ ایک اور شخص نے کہا کہ خشک سالی کا موسم ہے اور تم اس سے پہلے بھی دو مرتبہ جنگ کر چکے ہو اور کامیاب نہیں ہوئے اس لیے اس سال توقف کرو۔ عبدالملک نے کہا کہ شام کا ملک بہت قلیل المال ہے اور میں اس کے نفاذ سے بے خوف نہیں ہوں۔ اشراف عراق میں سے بہت سے آدمیوں نے مجھے خط لکھ کر اپنے پاس بلایا ہے۔ اس کے بھائی محمد بن مروان نے کہا کہ رائے تو یہ ہے کہ آپ اپنا حق طلب کریں۔ اور ضرور عراق کی طرف روانہ ہو جائیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کو ضرور فتح و نصرت عطا فرمائیگا۔ ایک اور شخص بولا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ یہیں ٹھہرے رہیں۔ مگر اپنے کسی اہل کو اس طرف روانہ کریں اور اسے فوج سے مدد دیں۔ عبدالملک نے کہا کہ اس کام کے لیے سوائے ایسے قریشی شخص کے اور کوئی مناسب نہیں ہے۔ جو صاحب رائے ہو۔ بہت ممکن ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو روانہ کروں کہ جو شجاع تو ہو مگر صاحب رائے نہ ہو۔ میں خود جنگ آزمودہ ہوں اور اگر

ضرورت پڑے تو تلوار کا دھنی بھی۔ اُدھر مصعب بھی بہادر ہے اور بہادروں کے گھرانے سے ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ علم حرب سے واقف نہیں بلکہ آرام طلب ہے۔ پھر اس کے ہمراہی اس کے مخالف ہیں اور میرے ساتھی میرے ہمدرد۔ الغرض جب اس نے جنگ کے لیئے روانہ ہو جانے کا عزم کر لیا تو اپنی زوجہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ سے رخصت ہوا۔ وہ رونے لگی اور اس کی لونڈیاں بھی رونے پیٹنے لگیں۔ عبدالملک نے کہا کہ خدا بھلا کرے شاعر کثیر عزۃ کا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے ہم کو دیکھ کر یہ کہا تھا۔ (ترجمہ اشعار) :-

"جب وہ جنگ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ہار پہننے والی عفت مآب عورتیں اس کی ہمت کو نہیں توڑ سکتیں۔ اس نے اُسے منع کیا۔ مگر اس نے دیکھا کہ اس کا منع کرنا اُسے جنگ سے باز نہیں رکھ سکتا تو وہ رو پڑی اور اس کی گریہ انگیز تکلیف کی وجہ سے اس کی لونڈی بھی گریہ وزاری کرنے لگی"۔

مختصر یہ کہ عبدالملک عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُدھر جب مصعب کو اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ بصرہ میں تھا۔ اس نے وہیں سے مہلب کے پاس پیغام بھیجا جو اس وقت خوارج سے جنگ کرنے میں مشغول تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مصعب نے اُسے اپنے پاس ہی بلا لیا تھا۔ بہر حال مہلب نے مصعب سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل عراق نے عبدالملک کو اور عبدالملک نے اہل عراق کو خطوط لکھے ہیں۔ اب بہتر یہ ہے کہ تم مجھ کو خود سے جدا نہ کرو۔ مصعب نے کہا کہ اہل بصرہ روانگی سے انکار کرتے ہیں۔ جب تک کہ میں تم کو خوارج کی جنگ پر متعین نہ کروں جو سوق اہواز تک پہنچ گئے ہیں۔ مگر مجھے یہ بات بھی ناگوار ہے کہ عبدالملک مجھ سے جنگ کرنے کے لیئے آ پہنچا ہے۔ اور میں اس کے مقابلے کے لیئے نہ نکلوں۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس سرحد پر میری مدد کرو۔ چنانچہ وہ واپس چلا گیا۔ اور مصعب کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے ہمراہ احنف بھی تھا جو کوفہ پہنچ کر انتقال کر گیا۔ پھر مصعب نے ابراہیم ابن اشتر کو بلایا جو موصل اور جزیرہ کا حاکم تھا جب وہ مصعب کے پاس پہنچ گیا تو مصعب اُسے اپنے مقدمۃ الجیش پر مقرر کر کے احمرا میں جا کر خیمہ زن ہوا۔ جو علاقہ مسکن کے مقام وانا کے قریب واقع ہے۔

عبدالملک بھی اپنے بھائی محمد بن مروان اور خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو مقدمۃ الجیش کے امارت مقرر کرکے روانہ ہوا۔ وہ لوگ جا کر قرقیسیا میں خیمہ زن ہوئے اور زفر بن حارث الکلائی کا محاصرہ کرلیا۔ بعد ازاں اس نے ان شرائط پر صلح کرلی جن کو ہم انشاءاللہ بیان کریںگے۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو بھی عبدالملک کے ہمراہ روانہ کیا۔ وہ پہلے عبدالملک کے ساتھ تھا پھر مصعب سے جا ملا تھا۔ غرض کہ صلح ہو جانے کے بعد عبدالملک اپنے ہمراہیوں کو لے کر مقام مسکن میں جا ٹھیرا جو مصعب کے قیام گاہ کے قریب تھا۔ چنانچہ دونوں افواج کے مابین دو یا تین ہی فرسنگ کا فاصلہ تھا۔ عبدالملک نے تمام اہل عراق کو خط لکھے۔ ان کو بھی جنھوں نے ان کو خط لکھا تھا اور ان کو بھی جنھوں نے نہیں لکھا تھا اور ان سب کو بطور طعمہ کے اصفہان دے دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے عبدالملک کو خط لکھا تھا انھوں نے اس سے اصفہان کی امارت طلب کی تھی چنانچہ عبدالملک نے یہ کہا تھا کہ آخر یہ اصفہان کیا چیز ہے کہ سب کے سب اسی کو طلب کرتے ہیں۔ مگر ایک ابراہیم بن اشتر کے سوا سب نے اس کے خطوط کو پوشیدہ رکھا۔ خود ابراہیم نے وہ خط سربمہر مصعب کے حوالے کردیا۔ مصعب نے اسے پڑھا تو یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ عبدالملک نے اُسے بلایا ہے اور صوبۂ عراق دینے کا وعدہ کیا ہے۔ تب مصعب نے ان سے کہا کہ تمھیں خبر ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ ابراہیم نے کہا کہ نہیں مصعب نے کہا کہ وہ تم کو فلاں فلاں چیز دیتا ہے اور اس طرح تم کو ترغیب دلاتا ہے۔ ابراہیم نے کہا مگر میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ غدر و خیانت کروں۔ واللہ عبدالملک کے پاس شاید کوئی ایسا آدمی نہ ہوگا جو اس سے بہ نسبت میرے زیادہ مایوس و بدگمان ہو۔ عبدالملک نے تو تمھارے تمام اصحاب کے نام اسی طرح کے خط لکھے ہیں جیسا یہ مجھ کو لکھا ہے۔ اب تم میری بات مانو اور ان سب اشخاص کی گردن مار دو۔ مصعب نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو ان کے قبائل میرے خیر خواہ اور ہمدرد نہ رہیںگے۔ کہا کہ اگر ایسا ہے تو ان کو زنجیروں میں جکڑ کر

کسریٰ کے قصر ابیض میں بھیج دو۔ اور انھیں ایسے شخص کی نگرانی میں دیدو جو اگر تم مغلوب ہو جاؤ تو۔ اور ان لوگوں کے قبائل تم سے علیحدہ ہو گئے تو ان کی گردنیں مار دوگے اور اگر تم غالب ہوئے تو ان پر احسان کر کے رہا کر دوگے۔ مصعب نے جواب دیا کہ یہ رائے مجھے پسند نہیں۔ خدا رحم کرے ابو بحر (احنف) پر وہ مجھے اہل عراق کے غدر و مکر سے ڈرایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جس طرح ایک قحبہ ہر روز ایک نئے خاوند کی تلاش میں رہتی ہے اسی طرح اہل عراق ہر روز ایک نئے امیر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب قیس بن ہیثم نے دیکھا کہ اہل عراق مصعب سے غدر و فریب پر آمادہ ہیں تو اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم پر خدا کی سنوار۔ خبردار اہل شام سے نہ ملو۔ خدا کی قسم وہ تم کو اچھی طرح نہ جینے دینگے۔ اور تمھارے گھروں کو بھی تم پر تنگ کر دینگے۔ واللہ میں نے دیکھا ہے کہ اہل شام کا سردار خلیفہ کے دروازے پر کھڑا ہوا یہ سوال کر رہا تھا کہ وہ اسے کسی حاجت سے روانہ کرے۔ ہم کو تم نے جنگوں میں دیکھ لیا ہے۔ ہمارے ایک آدمی کا زاد راہ چند اونٹوں پر ہوتا ہے۔ اور ان کے اشراف اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑتے ہیں۔ اور ان کا زاد راہ ان کے پیچھے بندھا ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے اس کی بات نہ سنی۔

غرض کہ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ تو عبدالملک نے بنو کلب کے ایک شخص کو مصعب کے پاس بھیجا اور اس سے کہا کہ جا کر اپنے بھانجے سے سلام کہو (کیونکہ مصعب کی ماں بنو کلب سے تھی) اور کہو کہ تم اپنے بھائی کے لئے دعوت دینا ترک کر دو اور میں اپنے لئے دعوت دینا ترک کر دیتا ہوں۔ اور یہ کہ اس امر کا ایک مجلس شوریٰ کے ذریعے سے فیصلہ کیا جائے۔ مصعب نے پیغام بر سے کہا کہ ہمارے اور تمھارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کریگی۔ تب عبدالملک نے اپنے بھائی محمد کو اور مصعب نے ابراہیم بن اشتر کو اپنا اپنا مقدمۃ الجیش مقرر کیا۔ اور فریقین میں مقابلہ ہوا۔ جنگ میں محمد کا علمبردار مارا گیا۔ ادھر مصعب نے ابراہیم کو مدد دینا شروع کیا۔ اور محمد کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا۔ یہ حالت دیکھ کر عبدالملک نے عبداللہ بن یزید کو اپنے بھائی محمد کی مدد کے لئے بھیجا اور نہایت شدت سے لڑائی شروع ہو گئی۔ قتیبہ کا باپ مسلم بن عمرو الباہلی جو مصعب کے ہمراہیوں

میں شامل تھا قتل ہوا۔ پھر مصعب نے ابراہیم کو عتاب بن ورقاء کے ذریعے سے مدد دی۔ اس سے ابراہیم کو رنج ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ میری مدد کے لئے عتاب یا عتاب سے آدمیوں کو نہ بھیجنا۔ آخر وہی کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ عتاب لوگوں کو لے کر پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ اس نے عبدالملک سے خط و کتابت کر لی تھی۔ اس کی پس ماندگی کے بعد ابن الاشتر نے جم کر لڑنا شروع کیا۔ مگر عبیدہ بن میسرہ مولائے بنو عذرہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور اس کا سر عبدالملک کے پاس بھیج دیا گیا۔

بعد ازاں اہل شام کے آگے بڑھنے پر مصعب نے ان کا مقابلہ کیا اور قطن بن عبداللہ الحارثی سے کہا کہ اے ابو عثمان۔ اپنے سواروں کو آگے بڑھاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ بنو مدحج بے فائدہ قتل ہوں۔ پھر اس نے حجار بن ابجر سے کہا اے ابو اسید تم بھی اپنے سواروں کو بڑھاؤ۔ اس نے پوچھا کہ ان بد بو انسانوں کی طرف؟ مصعب نے جواب دیا کہ جنکی طرف تم پیچھے ہٹ رہے ہو وہ ان سے بھی زیادہ بدبو ہیں۔ جب اس نے محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید کو بھی ایسا ہی حکم دیا تو اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں میں سے جب کسی نے ایسا نہیں کیا تو میں کیوں کروں؟ اس پر مصعب نے کہا کہ ہائے ابراہیم! آہ آج میرے پاس ابراہیم ہی نہیں۔ پھر ایک طرف متوجہ ہوا تو عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو دیکھا۔ اسے قریب بلا کر کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ حسین ابن علیؓ نے ابن زیاد کے حکم سے روگردانی کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اس نے بیان کیا اس پر مصعب نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):-

"ہاں طف میں بنو ہاشم کے لوگ ہیں جنھوں نے میری غمخواری کی ہے اور کریم النفس لوگوں کے لئے غمخواری کی سنت قائم کر دی ہے۔"

عروہ کہتا ہے کہ اس شعر کو سنکر مجھے معلوم ہو گیا کہ اب مصعب وہاں سے بغیر مرے نہیں ہٹے گا۔ اس کے بعد محمد بن مروان نے مصعب کے قریب جاکر بلند آواز سے کہا کہ میں تمہارا چچیرا بھائی محمد بن مروان ہوں۔ امیر المومنین کی امان قبول کر دو مصعب نے جواب دیا کہ امیر المومنین مکے میں ہیں (جس سے اسکی مراد اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر سے تھی) محمد نے کہا کہ میں اس لئے کہتا ہوں

کہ تمہارے آدمیوں نے تم کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر مصعب نے اس عرض احسان کو قبول نہ کیا۔ پھر محمد نے عیسٰے بن مصعب بن زبیر کو پکارا مصعب نے کہا کہ جاؤ دیکھو وہ تم سے کیا کہتا ہے۔ چنانچہ جب عیسٰے محمد کے پاس گیا تو موخرالذکر نے کہا کہ میں تمہارا اور تمہارے والد کا خیر خواہ ہوں۔ اور تم دونوں کے لئے امان ہے۔ عیسٰے اپنے باپ کے پاس گیا اور صورت حال سے اس کو آگاہ کیا۔ مصعب نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تم سے وفا کرینگے۔ اگر تم ان کے پاس جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ عیسٰے نے کہا مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ قریش کی عورتیں آپس میں باتیں کریں کہ میں نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور آپ سے روگردانی کی ہے۔ مصعب نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو تم اپنے ہمراہیوں سمیت اپنے چچا کے پاس چلے جاؤ۔ اور اہل عراق نے جو کچھ کیا ہے ان کو اس سے مطلع کر دو مجھے تم یہیں چھوڑ دو میں تو گویا مقتول ہوں اس نے کہا کہ میں آپ کے متعلق اہل قریش کو کچھ بھی نہ بتاؤنگا۔ لیکن اے باپ بصرہ چلئے۔ کیونکہ وہ لوگ اب تک ہمارے مطیع ہیں۔ یا نہیں تو امیرالمومنین کے پاس چلے جائیے مصعب نے کہا مگر میں نہیں چاہتا کہ قریش میں آپس میں تذکرہ کریں کہ میں میدان سے فرار ہو گیا ہوں۔ مگر تم ذرا آگے بڑھ کر لڑو تب میں تم کو بہادر سمجھونگا۔ اس پر عیسٰے نے چند آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھ کر لڑنا شروع کیا۔ اور وہ اور اس کے تمام ساتھی مارے گئے۔ اہل شام میں سے ایک شخص عیسے کا سر کاٹنے کے لئے آیا تو مصعب نے اس پر حملہ کر کے اُس کو قتل کر دیا۔ لوگ اس کے سامنے سے پھٹ گئے۔ وہ واپس ہو گیا اور پھر پلٹ کر حملہ کیا اور لوگ پھر پھٹ گئے۔ عبدالملک نے اُسے امان دی اور کہا کہ مجھ پر یہ امر گراں گذرتا ہے کہ تم قتل کئے جاؤ۔ میری بات مانو۔ میں مال اور عمل میں تم ہی کو عامل بناتا ہوں۔ مگر مصعب نے انکار کیا اور پھر لڑنے لگا۔ اس پر عبدالملک نے کہا کہ واللہ یہ تو ویسا ہی ہوا جیسا کہ شاعر کہتا ہے (ترجمہ شعر):-

وہ بہت سے مسلح آدمی ہیں کہ جو اس سے مقابلہ کرنے سے گھبراتے ہیں۔
نہ تو وہ بہت ہی سخت لڑنے والا ہے۔ اور نہ خود کو دشمن کے سپرد کرتا ہے"

پھر مصعب اپنے سراپردے میں داخل ہوا۔ خوشبو لگائی۔ سراپردہ کو

گرا دیا اور پھر باہر نکل کر لڑنے لگا عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان نے اس کے پاس جا کر اس کو دست بدست جنگ کے لیئے دعوت دی تو اس نے کہا کہ میرے سامنے سے دور ہو جا۔ کیا مجھ سا شخص تجھ سے آدمی سے بھی لڑا کرتا ہے۔ اس نے مصعب پر حملہ کیا۔ اور تلوار کا ایک ایسا ہاتھ دیا کہ وہ خود کو چیرتی ہوئی اُسے زخمی کر کے نکلی۔ مصعب وہاں سے واپس ہوا۔ اور اپنا سر باندھنے لگا۔ لوگوں نے مصعب کو چھوڑ دیا اور اس کا ساتھ ترک کر دیا۔ آخر اس کے ساتھ صرف سات آدمی رہ گئے۔ پھر اس پر ہر طرف سے تیروں کی بوچھار کی گئی۔ اور اس کے بہت سے زخم آئے۔ پھر وہ عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان کی طرف گیا اور اس پر تلوار کا وار کیا۔ مگر ضعف و کثرت زخم کی وجہ سے کچھ نہ کر سکا۔ اس کے جواب میں ابن ظبیان نے ایک ہی وار میں اُسے قتل کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ہوا تھا کہ زائدہ بن قدامۃ الثقفی نے اُسے بھانپ کر اُس پر یہ کہتے ہوئے نیزے سے حملہ کیا کہ "یہ مختار کے خون کا بدلہ ہے"۔ اور اُسے زمین پر گرا دیا۔ پھر عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان نے اس کا سر کاٹ کر عبد الملک کے سامنے پیش کیا اور اُسے اُس کے سامنے ڈال کر یہ شعر پڑھا (ترجمہ):۔

"ہم بادشاہوں سے اپنا حق طلب کرتے ہیں۔ مگر وہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں کرتے اور ان کا خون ہمارے لیئے حرام نہیں ہے"۔

عبد الملک نے اس سر کو دیکھ کر سجدہ کیا۔ ابن ظبیان کا بیان ہے کہ جب میں نے عبد الملک کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ اُسے بھی سجدے ہی میں قتل کر دوں۔ اور اس طرح عرب کے دو بادشاہوں کا قاتل ہو جاؤں۔ اور لوگوں کو ان دونوں کی آفتوں سے نجات دوں۔ عبد الملک کا قول ہے کہ میں نے سوچا کہ میں ابن ظبیان کو بھی قتل کر دوں۔ اور اس طرح نہایت خوں ریز شخص کو ایک نہایت دلیر آدمی کے بدلے قتل کر دوں۔ عبد الملک نے ابن ظبیان کو ایک ہزار دینار انعام دیا تو اس نے کہا کہ میں نے مصعب کو تمہاری اطاعت کی وجہ سے قتل نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی نابی ابن زیاد کے بدلے میں قتل کیا ہے۔ اور اسی بنا پر اس نے اس انعام میں سے

کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا۔ ٭

مصعب دریائے دجیل کے پاس دیر جاثلیق میں قتل ہوا۔ اور عبد الملک کے حکم سے اُسے اور اس کے بیٹے عیسٰے دونوں کو دفن کر دیا گیا۔ عبد الملک نے کہا کہ ہم دونوں زمانۂ قدیم میں ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے۔ مگر سلطنت بانجھ ہوتی ہے۔ ٭

نابی کے قتل کا سبب یہ ہوا تھا کہ وہ اور بنو نمیر کا ایک شخص دونوں راہ زنی کیا کرتے تھے۔ دونوں کو مصعب کے صاحب الشرط مطرف بن سیدان الباہلی کے پاس پیش کیا گیا۔ اس نے نابی کو قتل کر دیا اور نمیری کو زدوکوب کر کے رہا کر دیا۔ جب مصعب نے مطرف کو شرطہ سے معزول کر کے اہواز کا حاکم مقرر کیا تو عبید اللہ ایک جماعت کو ساتھ لے کر مطرف کی طرف گیا اور اُسے قتل کر دیا۔ مصعب نے مکرم بن مطرف کو عبید اللہ کے تعاقب کے لئے روانہ کیا۔ عبید اللہ بھی اُدھر سے روانہ ہو کر مطرف کی فوج کی طرف آیا۔ مگر یہ امر اس کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ وہ اس وقت تک عبد الملک سے جا ملا تھا۔ نابی کے قتل کے متعلق اور روایات بھی ہیں۔ ٭

جب مصعب کا سر عبد الملک کے پاس گیا تو اس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ بھلا تجھ سے آدمی کو کوئی قریشی عورت اب کب کھانا کھلا سکے گی"۔ کیونکہ جن دنوں یہ دونوں مدینے میں تھے تو وہ دونوں حبیّ نام عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ جب اس کو مصعب کے قتل کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ خدا کرے کہ اس کا قاتل ہلاک ہو۔ اُسے بتایا گیا کہ قاتل عبد الملک ہے۔ تو اس نے کہا کہ قاتل و مقتول پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ بعد ازاں عبد الملک بن مروان نے عراق کی فوج کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ اور ان لوگوں نے بیعت کر لی۔ پھر وہاں سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ چالیس دن تک نخیلہ میں مقیم رہا۔ ایک مرتبہ کوفہ میں تقریر کی جس میں نیکی کرنے والے سے حسن سلوک کا وعدہ کیا اور بدی کرنے والے کو وعید کی۔ اور کہا کہ جو زنجیر عمرو بن سعید کے گلے میں ڈالی گئی تھی۔ میرے پاس موجود ہے۔ اب میں اُسے سوائے ایک سخت مزاج شخص کے کسی اور کے

گلے میں نہ ڈالونگا۔ اور اس شخص سے اُسے ہرگز جدا نہ کرونگا۔ اب ہر شخص اپنے اپنے نفس کا خود محافظ ہے۔ اور اپنے اپنے خون کا حریص۔ وَالسَّلَام۔

پھر اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لیئے بلایا اور لوگوں نے بیعت کرلی۔ جب بنو قضاعہ اس کے پاس گئے تو ان سے اس نے کہا کہ تم لوگ تو تھوڑے سے تھے۔ تم اور بنو مضر کس طرح مطیع ہو گئے؟ عبداللہ بن یعلی النہدی نے جواب دیا کہ ہم ان لوگوں سے زیادہ عزیز و غالب ہیں اور آپ اور آپ کے اُن ہمراہیوں سے جو ہم میں سے ہیں زیادہ صاحب قوت ہیں۔ پھر بنو مذحج آئے تو ان سے کہا کہ اپنے بھانجے (یعنی یحییٰ بن سعید۔ کیونکہ اس کی ماں مذحجیہ تھی) کو میرے پاس لاؤ۔ انھوں نے پوچھا کیا آپ نے اُسے امان دی؟ عبدالملک نے کہا کہ کیا تم لوگ بھی شرائط طلب کرتے ہو؟ اس کے جواب میں ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم کچھ آپ کے حق سے جہالت کر کے شرط طلب نہیں کرتے۔ بلکہ آپ سے اسی طرح ناز کرتے ہیں جس طرح بیٹا باپ سے کرتا ہے۔ عبدالملک نے کہا ہاں ضرور تم وہ قبیلہ ہو جو زمانۂ جاہلیت میں شہسوار تھے۔ اچھا اُسے حاضر کرو اس کے لیئے امان ہے۔ چنانچہ یحییٰ بن سعید کو لے آئے۔ اور اس نے عبدالملک سے بیعت کرلی۔ اس کے بعد بنو عدوان آئے۔ انھوں نے اپنے آگے ایک حسین اور خوبصورت شخص کو بھیجا۔ عبدالملک نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ):۔

"بنو عدوان کے قبیلہ کا عذر یہ ہے کہ وہ زمین کے سانپ تھے۔ وہ ایک دوسرے سے بغاوت کرتے تھے اور پرواہ نہیں کرتے تھے۔ مگر ان میں سے اچھے اچھے سردار اور وعدہ وفا کرنے والے بھی تھے"

یہ کہہ کر وہ اس خوبصورت آدمی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ہاں آگے کہو۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر معبد ابن خالد الجدلی نے جو اس کے پیچھے تھا یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):۔

"اور ان میں سے ایک شخص حکم ہوتا تھا اور ایسا ہوتا تھا کہ جو حکم وہ لگادے اُسے توڑا نہیں جاتا تھا۔ اور ان میں ایسے ایسے لوگ تھے جو حج کو سنت و فرض کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اور ان میں ایسے ایسے لڑکے تھے

جو نسب خالص کی سیرت سے آراستہ تھے۔

عبدالملک اس خوبصورت شخص کی طرف ملتفت ہو کر پوچھنے لگا کہ یہ شخص کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر معبد نے جو پیچھے کھڑا تھا کہا کہ یہ ذوالاصبع ہے۔ عبدالملک نے اس خوب صورت شخص سے سوال کیا کہ تیرا نام ذوالاصبع کیوں رکھا گیا۔ کہا کہ میں نہیں جانتا۔ معبد نے جواب دیا کہ اس لئے کہ ایک سانپ نے اس کی انگلی میں ڈس کر انگلی کو بالکل کاٹ دیا تھا۔ پھر عبدالملک نے اس خوب صورت آدمی سے پھر پوچھا کہ اس کا اصلی نام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ معبد نے جواب دیا کہ حرثان بن حارث۔ عبدالملک نے خوب صورت آدمی سے پوچھا کہ وہ تمھاری کس جماعت میں سے ہے۔ کہا کہ میں نہیں جانتا۔ معبد نے بتلایا کہ بنو ناج میں سے۔ پھر عبدالملک نے اس خوبصورت آدمی سے سوال کیا کہ تمھاری آمدنی کیا ہے۔ کہا سات سو۔ معبد سے پوچھا تمھاری کیا ہے۔ کہا تین سو۔ اس پر عبدالملک نے اپنے کاتب سے کہا کہ معبد کے نام پر سات سو لکھ دو۔ اور اس شخص کے مشاہرہ میں سے چار سو کم کر دو۔

اس کے بعد بنو کندہ آئے۔ عبدالملک نے عبداللہ بن اسحاق بن اشعث کو دیکھ کر اس کے متعلق اپنے بھائی بشر بن مروان کو ہدایت کی۔

پھر داؤد بن قحذم بکر بن وائل کی ایک بڑی جماعت کو لے کر آیا اور وہ لوگ داؤدی قبا پہنے ہوئے تھے۔ جو انہی کی وجہ سے اس نام سے موسوم تھیں۔ وہ آ کر عبدالملک کے ساتھ تخت پر بیٹھا۔ عبدالملک اس سے مخاطب ہوا۔ پھر وہ اٹھ کے چلا اور سب لوگ بھی اس کے ہمراہی چل کھڑے ہوئے۔ عبدالملک نے کہا کہ یہ ایسے فاسق لوگ ہیں کہ اگر ان کا یہ سردار نہ آتا تو ان میں سے ایک بھی میری طاعت قبول نہ کرتا۔

اس کے بعد عبدالملک نے قطن بن عبداللہ الحارثی کو والی کوفہ مقرر کیا۔ مگر بعد میں اسے معزول کر کے اپنے بھائی بشر بن مروان کو مقرر کیا۔ پھر محمد بن عمیر الہمدانی کو ہمدان پر اور یزید بن رویم کو رے پر مقرر کیا۔ جن جن اشخاص سے اس نے اصبہان پر مقرر کیے جانے کا وعدہ کیا تھا کوئی بھی پورا نہ کیا۔ اس نے

کہا کہ میرے پاس ان فاسقوں کو لاؤ جنھوں نے شام و عراق میں تہلکہ و فساد مچا رکھا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ ان لوگوں کو ان کے قبائل کے رؤساء نے پناہ دے رکھی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا کوئی شخص میرے برخلاف بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔ عبداللہ بن یزید بن اسد والد خالد القسری اور یحییٰ بن معیوف الہمدانی نے علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس پناہ لی تھی۔ اور ہذیل بن زفر بن حارث (جو عبد الملک کے ساتھ تھا جیسا کہ آگے ذکر آئے گا) اور عمرو بن یزید الحکمی نے خالد بن یزید کے پاس پناہ لی تھی۔ جب عبد الملک نے ان کو امان دے دی تو وہ باہر آئے۔ عمرو بن حریث نے عبد الملک کے لئے بہت سا کھانا تیار کر رکھا تھا۔ اس نے اس کو خورنق بھیج دیا۔ اور لوگوں کو اندر داخل ہونے عام کی اجازت دے دی۔ لوگ اندر گئے۔ اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پھر عمرو بن حریث آیا تو اُسے اس نے اپنے تخت پر بٹھا لیا۔ اس کے بعد دستر خوان بچھائے گئے۔ اور سب نے کھانا کھایا۔ عبدالملک نے کہا کہ ہماری زندگی کیسی عمدہ ہے کاش کہ یہ دوامی ہوتی۔ مگر جیسا کہ کوئی کہہ گیا ہے۔ (ترجمہ شعر):-

"اے امیہ ہر نئی چیز ہلاکت کی طرف جاتی ہے۔ اور ایک نہ ایک دن ہر شخص ایسا ہو جائے گا کہ اس کے متعلق کہا جائے کہ وہ تھا"

جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو عبدالملک نے عمرو بن حریث کو ساتھ لے کر تمام قصر میں گشت لگایا۔ معائنہ کے دوران میں اس سے پوچھتا جاتا تھا کہ یہ مکان کس کا ہے اور کس نے بنایا ہے۔ اور عمرو بتلاتا جاتا تھا۔ اس پر عبدالملک نے کہا۔ (ترجمہ اشعار):-

"اے انسان۔ ذرا سوچ سمجھ کر کام کیا کر کیونکہ تو مرنے والا ہے۔ اور اپنے نفس سے بخل کیا کر۔ جو چیز کہ ہو چکی ہے جب وہ ختم ہو جاتی ہے تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا تھی ہی نہیں۔ اور گویا کہ وہ چیز جو ہونے والی ہے ایسی ہے کہ جیسے کہ وہ کبھی تھی مگر اب نہیں"

جب عبداللہ بن خازم کو معلوم ہوا کہ مصعب عبدالملک سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا ہے۔ تو اس نے پوچھا کیا اس کے ساتھ عمر بن عبیداللہ

ابن معمر بھی ہے؟۔ کہا گیا کہ نہیں۔ اُسے اس نے فارس پر عامل مقرر کیا ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا اس کے ہمراہ مہلب بھی ہے۔ کہا گیا کہ نہیں۔ اسے اس نے خوارج پر تعینات کیا ہے۔ پوچھا کہ عباد بن حصین اس کے ساتھ ہے؟۔ کہا گیا کہ اُسے بصرہ پر مامور کیا ہے۔ عبداللہ نے کہا اور میں خراسان میں ہوں (ترجمہ شعر):-

"اے کفتار مجھے پکڑ لے اور کھینچ کر لے جا اور ایک ایسے شخص کا شکار کرنے سے خوش ہو جسے کوئی مددگار نہیں ملا" ؛

جب مصعب قتل ہو گیا۔ تو عبدالملک نے اس کا سر کوفہ بھیج دیا۔ یا شاید اپنے ہمراہ اُسے وہاں لے گیا۔ اور بعد میں اسے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کے پاس مصر بھیج دیا تھا۔ اس نے اس سر کو اور ناک کو تلوار سے کٹا ہوا دیکھ کر کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ وہ ان سب لوگوں میں سب سے زیادہ خوش خلق سب سے زیادہ دلاور اور سخی تھا۔ پھر اُسے شام کو بھیج دیا۔ جہاں اُسے دمشق میں دفن کر دیا گیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے تمام شام میں گشت کرائیں۔ مگر یزید بن عبدالملک کی والدہ یعنی عبدالملک بن مروان کی زوجہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ نے اسے لے لیا اور اسے غسل دے کر دفن کر دیا۔ اور کہا کہ تم لوگ اس کے ساتھ یہ کچھ کر چکے ہو۔ کیا تم اب بھی خوش نہیں ہو۔ اور چاہتے ہو کہ اسے شہروں میں پھرایا جائے۔ یہ سخت بیہودگی ہے"۔ قتل ہونے کے وقت مصعب کی عمر چھتیس برس کی تھی ؛

ایک دن عبدالملک نے اپنے ہم نشینوں سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ دلاور شخص کون ہے؟۔ انھوں نے جواب دیا کہ امیرالمومنین۔ عبدالملک نے کہا نہیں اس کے سوا اور کوئی نام بتلاؤ۔ انھوں نے کہا عمیر بن حباب۔ عبدالملک نے کہا خدا کی اس پر لعنت ہو۔ کپڑوں کا چور اور ان پر لڑ مرنے کو اپنے نفس اور دین سے زیادہ عزیز رکھنے والا! جلیسوں نے کہا کہ وہ نہیں تو شبیب۔ عبدالملک نے کہا کہ حروریوں کا بھی ایک خاص ڈھنگ ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ پھر کون ہے۔ عبدالملک نے جواب دیا کہ مصعب۔ قریش کی دو شریف عورتیں اس کے نکاح میں تھیں۔ سکینہ بنت حسینؓ اور عائشہ بنت طلحہ۔ پھر وہ سب سے زیادہ مالدار بھی تھا۔ میں نے اسے امان دے دی تھی اور عراق پر مقرر کر دینے کا وعدہ

بھی کیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ میں اپنی پرانی محبت و دوستی کی بنا پر اسے ضرور پورا کروں گا۔ مگر اسے کچھ غیرت آئی۔ اس لئے اس نے انکار کر دیا اور جنگ کرنے لگا۔ آخر مارا گیا۔ ایک شخص نے کہا کہ مصعب نبیذ پیتا تھا۔ عبدالملک نے جواب دیا کہ یہ اس کے حصول مروت سے قبل کا واقعہ ہے۔ جب سے اس نے مروت حاصل کر لی تھی تو اگر اُسے معلوم ہوتا کہ یہ پانی اس کی مروت کو نقصان پہنچاتا ہے تو وہ اسے ہرگز نہ چکھتا"۔ اقیشر الاسدی کا قول ہے کہ۔ (ترجمہ اشعار):۔

"مصعب نے ذلت کو رد کر کے اپنی آبرو بچائی۔ اس لئے وہ ایک کریم النفس آدمی کی موت مرا جس کے اخلاق و عادات کی عیب جوئی نہیں ہوتی اگر وہ چاہتا تو اس ذلت کو قبول کر لیتا جو اس شخص نے پیش کی تھی جو اس کے جذبات حمیت کو منکر کرنا چاہتا تھا۔ اور اس طرح دنیا میں وہ ایسی زندگی بسر کرتا کہ اس کے طریقوں کی سب ہجو ہی کرتے۔ مگر وہ گذر گیا اور ایسی حالت میں گذرا کہ بجلی اس کو چمکار ہی تھی۔ کبھی اس سے مشورہ کرتی اور کبھی معانقہ کرتی تھی۔ وہ ایک کریم النفس آدمی کی موت مرا اسکی مذمت نہیں ہوئی اور نہ کبھی اس کو قالین اور فرش پر عیش کرنے کا موقعہ ملا"۔

عرفجہ بن شریک کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):۔

"ابن مروان کو کیا ہو گیا ہے۔ خدا اسے اندھا کر دے۔ اور اسے کوئی اچھی چیز یا مال غنیمت ہمدست نہ ہو"۔ حالانکہ ابن مروان کے سواروں نے ایک دلیر و جنگجو اور شریف انسان کو قتل کر دیا ہے اے ابن حواری۔ تمہارے پاس کتنی نعمتیں ایسی ایسی ہیں۔ کہ اگر کوئی اور شخص ایسی چیزوں کی تمنا کرتا تو وہ اسی میں مشغول ہو جاتا۔ تم نے ہر طرح کی سختی برداشت کی۔ قاعدہ ہے کہ کریم النفس آدمی ہر بار کو برداشت کر لیتا ہے"۔

عبداللہ بن زبیر الاسدی (زبیر حرف زا کے زبر اور با کے زیر سے ہے) ابراہیم بن اشتر کے بارے میں کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):۔

"جب ایک چاندنی رات واپس آئیگی تو میں بنو مذحج کے نوجوان کو روؤنگا۔ اگرچہ وہ لوگ خود نہیں روتے۔ ایسے جوان کیلئے روؤنگا جو جنگ کی تلخی سے

ناواقف نہ تھا اور جنگ میں اس نے خوف زدہ لوگوں کی کبھی پیروی نہیں کی۔ اس کے قتل سے قبیلۂ قحطان کی ناکیں اونچی ہوگئیں اور بنو نزار کی ناک تو بالکل ہی کٹ گئی۔ بعض آدمی اپنے امیر سے خیانت کرتے ہیں۔ مگر ابراہیم نے جان دینے میں بھی مصعب سے خیانت نہ کی"۔

مصعب کے قتل کے وقت مہلب آٹھ مہینے سے مقام سولاف میں ازارقہ سے جنگ کرنے میں مصروف تھا۔ جو فارس میں سمندر کے کنارے پر ایک شہر ہے۔ مہلب سے پہلے ازارقہ کو مصعب کے قتل کی خبر ہوگئی تھی۔ انھوں نے چیخ چیخ کر مہلب کے ہمراہیوں سے پوچھا کہ مصعب کے متعلق کیا رائے ہے؟۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ ہمارے امیر ہدایت ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں وہ ہمارے اور ہم ان کے دوست ہیں۔ ازارقہ نے پوچھا کہ عبدالملک کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟۔ جواب دیا کہ وہ ملعون کا بچہ ہے۔ ہم خدا سے اس سے برأت طلب کرتے ہیں۔ اس کا خون ہمارے لئے تمہارے خون سے بھی زیادہ حلال ہے۔ انھوں نے کہا کہ عبدالملک نے مصعب کو قتل کر دیا ہے۔ اور کل تم عبدالملک کو اپنا امام بنالوگے۔ دوسرے دن مہلب اور اس کے ہمراہیوں نے مصعب کے قتل کا حال سنا۔ اور مہلب نے اپنے ہمراہیوں سے عبدالملک بن مروان کے لئے بیعت لے لی۔ اس پر خوارج نے پھر پکار کر کہا کہ اے اللہ کے دشمنو۔ اب تم مصعب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟۔ انھوں نے جواب دیا کہ اے خدا کے دشمنو ہم تم کو نہیں بتائیں گے۔ انھوں نے یہ اس لئے کہا تھا کہ وہ اپنے نفوس سے جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ اس پر خوارج نے سوال کیا کہ تم عبدالملک کے متعلق کیا کہتے ہو؟۔ کہا کہ وہ ہمارے خلیفہ ہیں۔ یہ قول اس لئے تھا کہ وہ ان سے بیعت کر ہی چکے تھے۔ تو ایسا کہنے کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی۔ خوارج نے کہا۔ اے اللہ کے دشمنو۔ کل تو تم اس سے دنیا و آخرت میں بری ہوئے تھے کہ اور آج وہ تمہارا امام ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس نے تمہارے اس امیر کو قتل کر دیا ہے جس کو تم اپنا ولی اور والی سمجھتے تھے۔ اب یہ بتلاؤ کہ ان میں سے کون سا ہدایت پر ہے اور کون باطل پر ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اے

اللہ کے دشمنو۔ ہم اسی پر راضی ہیں اس وقت تو وہ ہمارے امر کے متولی تھے۔ مگر اب یہ ہیں۔ خوارج نے کہا "نہیں واللہ تم لوگ اخوان الشیاطین ہو اور دنیا کے بندے ہو"۔

اب رہا عبداللہ بن زبیر کا معاملہ۔ اس کا یہ ہوا کہ جب ان کو اپنے بھائی مصعب کے قتل کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے تقریر کی جس میں کہا "تمام تعریف اس خدا کیلئے ہے جو خلق و امر کا والی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے ملک کا مالک بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ وہ وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ ہاں مگر جس کے ساتھ حق ہو۔ خدا اُسے ذلیل نہیں کرتا گو کہ وہ تنہا ہی ہو۔ اور اس شخص کو عزت نہیں دیتا جو شیطان کا مطیع ہو۔ گو کہ اس کے ساتھ سب ہی ہوں۔ ہمارے پاس عراق سے ایک خبر آئی ہے۔ جس نے ہم کو غمگین بھی کیا ہے۔ اور خوش بھی۔ یعنی ہم کو مصعب (رحمۃ اللہ) کے قتل کی خبر ملی ہے۔ جس بات سے ہمیں خوشی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ شہید ہوا۔ اور جس سے رنج ہوا وہ یہ ہے کہ ایک عزیز کے فراق سے دوسرے عزیز کو صدمہ ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک صاحب رائے شخص صبر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مصعب اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا۔ اور میرے مددگاروں میں سے ایک مددگار تھا۔ ہاں اہل عراق اہل غدر و نفاق ہیں۔ انھوں نے اسے چھوڑ دیا اور تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کر دیا۔ اگر وہ قتل ہو گیا ہے تو ہم بھی اپنے مکانات میں نہیں مرینگے۔ جیسے کہ ابوالعاص کی اولاد مرتی ہے۔ کیونکہ ان کا کوئی شخص زمانہ جاہلیت میں قتل ہوا اور نہ اسلام میں۔ ہم مریں گے نہیں جب تک کہ نیزوں سے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں۔ ہم صرف تلواروں کے سائے میں مرینگے۔ دنیا ایک مستعار شے ہے۔ جو اس بلند و برتر بادشاہ کی طرف سے ملی ہے۔ جس کی سلطنت کو زوال نہیں۔ اور جس کا ملک کبھی تباہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ سامنے آتی ہے تو میں ایک مشتاق خواہشمند کی طرح اسے پکڑتا نہیں اور اگر پشت پھیر کر جاتی ہے تو اس پر ایک ذلیل نکمے کی طرح گریہ و بکا نہیں کرتا۔ میں تم سے یہ کہتا ہوں اور خدا اسے

تمہارے اور اپنے لئے استغفار کرتا ہوں۔ ؎

(حجار بن ابجر حارِ مہملہ کے زبر اور جیم کی تشدید سے ہے۔ اور اس کی کنیت ابو اسید میں ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر ہے۔ جمی میں حار مہملہ پر پیش ہے۔ بار موحدہ تشدید اور امالہ سے ہے۔ اور آخر میں یائے مثناۃ تحتانی ہے۔ عبداللہ بن خازم خائے معجمہ اور زا سے ہے ؎)

خالد بن عبداللہ کی ولایت بصرہ کا بیان

اس سال حمران بن ابان اور عبیداللہ بن ابی بکرہ میں ولایت بصرہ کے متعلق تنازع ہو۔ ابن ابی بکرہ کہتا تھا کہ میں تجھ سے بڑا آدمی ہوں۔ کیونکہ میں جنگ جفرہ میں خالد کے آدمیوں پر زر و مال خرچ کرتا تھا۔ حمران سے کہا گیا کہ تم ابن ابی بکرہ کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ اس لئے عبداللہ بن اُھیم سے مدد لو۔ چنانچہ وہ اسی کی مدد سے بصرہ پر غالب ہو گیا۔ اور عبداللہ کو صاحب الشرطہ مقرر کیا۔ حمران کو بنو اُمیہ کے نزدیک بہت کچھ قدر و منزلت حاصل تھی۔ یہ تنازع مصعب کے قتل کے بعد واقع ہوا تھا۔ جب اس کے قتل کے بعد عبدالملک عراق پر غالب آ گیا۔ تو اس نے خالد بن عبداللہ بن خالد بن اُسید کو والیِ بصرہ مقرر کیا۔ مگر اس نے عبیداللہ بن ابی بکرہ کو اپنی طرف سے وہاں بھیج دیا۔ جب عبیداللہ حمران کے پاس پہنچا تو اس سے کہا کہ دیکھو اب میں آ گیا ہوں۔ اب تم والی نہیں ہو۔ چنانچہ خالد کی آمد تک عبیداللہ وہاں حاکم رہا۔ جب عبدالملک فارغ ہوا تو شام کو واپس چلا گیا۔ ؎

عبدالملک اور زفر بن حارث کے امور کا بیان

قرقیسیا کی طرف زفر کی روانگی۔ اس پر حملہ کی غرض سے بنو قیس کا اجتماع راہط پر اس کے غلبہ پانے کا سبب اور جو کچھ اس کے بعد گذرا ہم نے سب کچھ راہط کے واقعہ میں بیان کر دیا ہے۔ وہ ابن زبیر سے بیعت کر چکا تھا۔ اور ان کے مطیعوں میں شامل تھا۔ جب مروان بن الحکم نے وفات پائی۔ اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک جانشین ہوا۔ تو اس نے والیِ حمص آبان بن عقبہ بن ابی معیط کے نام یہ حکم بھیجا کہ وہ زفر کی جانب روانہ ہو جائے۔ چنانچہ آبان روانہ ہوا۔ اس کے

مقدمۃ الجیش پر عبداللہ بن زمیت طائی تھا۔ آبان کے پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ نے زفر پر حملہ کر دیا جس میں اس کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ جن کی تعداد تین سو تھی۔ آبان نے اس کو اس عجلت پر ملامت کی اور آبان نے خود وہاں پہنچکر زفر پر حملہ کیا۔ اس کا بیٹا وکیع بن زفر جنگ میں کام آیا۔ اور بنو طے نے زفر کے اسباب اور اس کی عورتوں پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن حصین بن نمیر نے انھیں مانگ لیا اور انھیں قرقیسیا میں زفر کے پاس بھیجدیا۔ اس واقعہ کے متعلق زفر کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):-

"وہ حصین کی رسی سے مربوط ہو گئیں اگر وہ نہوتا تو ان کے درمیان بہت سی وادیاں اور سبزہ زار حائل ہو جاتے تمھارا باپ اور ہمارا باپ قدیم زمانے میں ایک ہی تھے۔ اور میں تمھارے پیچھے ہمیشہ شکر گذار رہونگا"۔

زفر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کندہ میں سے تھا۔

اس کے بعد عبدالملک نے مصعب کے مقابلے کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ اور قرقیسیا پہنچا۔ اس قلعہ میں زفر کا محاصرہ کیا گیا۔ اور اس پر منجنیقیں نصب کی گئیں۔ زفر نے حکم دیا کہ عبدالملک کے لشکر سے پوچھا جائے کہ ہم پر منجنیقیں کیوں لگائی گئیں ہیں؟ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ دیواروں میں شگاف کریں اور تم سے جنگ کریں۔ زفر نے جواب دیا کہ ہم تم سے دیواروں کے پیچھے ہو کر نہیں لڑنا چاہتے۔ بلکہ باہر نکلتے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک منجنیق نے شہر کے اس برج میں شگاف کر دیا جو حریث بن بجدل کے قریب تھا اس پر زفر نے کہا۔ (ترجمہ شعر):-

"ابن بجدل کے منجنیق نے میرا یہ حال کر دیا ہے کہ میں اڑتی ہوئی چڑیا سے بھی ڈر کے بھاگتا ہوں"

خالد بن یزید بن معاویہ زفر کے مقابلے میں سب سے بڑھ چڑھ کر لڑ رہا تھا۔ چنانچہ بنی کلاب کے لوگوں میں سے ایک نے جو زفر کے ساتھ تھے کہا کہ میں خالد سے ایک ایسی بات کہونگا۔ جس سے وہ اپنے اس کام سے باز آجائے گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور خالد جنگ کے لئے (حسب معمول) باہر آیا تو کلابی

شخص نے کہا۔ ماذا ابتغاء خالد وھمہ۔ اذا سلب ملک وبینکت امہ (جبکہ حکومت چھن گئی اور اسکی ماں سے مقاربت کیگئی تو اب خالد اس معاملے میں اس قدر جدوجہد کیوں کر رہا ہے) اس کے بعد وہ نادم ہو کر واپس چلا گیا۔ اور دوبارہ مقابلے کے لئے نہ آیا۔ بنو کلب نے عبدالملک سے کہا کہ جب ہم زفر سے مقابلہ کرتے ہیں تو آپ کے قیسی عرب خود شکست کھا جاتے ہیں بہتر یہ ہو کہ آپ انکو ہمارے ہمراہ نہ رکھیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ قیسی عربوں نے اپنے تیروں پر لکھ کر کہ ”کل کوئی مضری تمھارا مقابلہ نہ کریگا“ قرقیسیا کی طرف پھینک دیا۔ صبح ہوئی تو زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو بلایا۔ (اسی لڑکے کے نام پر اسکی کنیت تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسکی کنیت ابوالکوثر تھی) اور کہا کہ تم ان کے مقابلے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اور بڑی سختی سے ان کا مقابلہ کرو۔ عبدالملک کے خیمے تک پہنچنے سے قبل ہرگز واپس نہ آنا۔ اگر تم اس کے خیمے کی طنابیں توڑے بغیر واپس آگئے تو میں تم کو ضرور قتل کر دونگا۔ ہذیل نے اپنے سواروں کو جمع کر کے ان پر دھاوا کیا۔ کچھ دیر تک تو وہ بہادری سے لڑتے رہے۔ مگر آخر کار بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہذیل نے اپنے سواروں کو لیکر ان کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ خیمے کی طنابوں کو روند ڈالا۔ اور ان کا کچھ حصہ کاٹ دیا۔ وہاں سے اپنے باپ کے پاس واپس آگیا۔ زفر نے ہذیل کے سر کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ اس کے بعد عبدالملک تم کو ہمیشہ محبوب رکھیگا۔ ہذیل نے کہا کہ اگر آپ فرماتے کہ میں اس کے خیمے میں داخل ہو جاؤں تو خدا کی قسم میں ضرور ایسا ہی کرتا۔ زفر نے کہا (ترجمۂ اشعار):-

”ہاں مجھے اسکی بالکل پرواہ نہیں ہو کہ کس کس کی موت آتی ہو۔ جب کہ ہذیل کے پاس سے موتیں ہٹ گئیں۔ تم اس کو تمام سواروں کے آگے آگے دیکھوگے کہ جب وہ میدان جنگ سے روگردانی کرتے ہیں تو یہ ان کے سب کے پیچھے شمشیر زنی کرتا رہتا ہے اور انھیں بچاتا جاتا ہے۔“

جب قرقیسیا کے برج میں رخنہ پڑ گیا۔ تو عبدالملک کے آدمیوں نے کہا کہ اگر آپ بنو قضاعہ کو ہمراہ لیکر حملہ کرتے تو ضرور کامیاب ہو جاتے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ مگر شام کے وقت بنو قضاعہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ روح بن زنباع الجذامی شہر کے ایک برج کے پاس پہنچا۔ اور اہل شہر سے کہا کہ تمھیں قسم ہے خدا کی کہ یہ بتاؤ کہ ہم نے تمھارے

مقدمۃ الجیش پر عبداللہ بن زمیت طائی تھا۔ آبان کے پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ نے زفر پر حملہ کر دیا جس میں اس کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ جن کی تعداد تین سو تھی۔ آبان نے اس کو اس عجلت پر ملامت کی اور آبان نے خود وہاں پہنچکر زفر پر حملہ کیا۔ اس کا بیٹا وکیع بن زفر جنگ میں کام آیا۔ اور بنو طے نے زفر کے اسباب اور اس کی عورتوں پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن حصین بن نمیر نے انھیں مانگ لیا اور انھیں قرقیسیا میں زفر کے پاس بھیجدیا۔ اس واقعہ کے متعلق زفر کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):-

"وہ حصین کی رسی سے مربوط ہو گئیں اگر وہ نہوتا تو ان کے درمیان بہت سی وادیاں اور سبزہ زار حائل ہو جاتے تمھارا باپ اور ہمارا باپ قدیم زمانے میں ایک ہی تھے۔ اور میں تمھارے پیچھے ہمیشہ شکر گذار رہونگا۔"

زفر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کندہ میں سے تھا۔

اس کے بعد عبدالملک نے مصعب کے مقابلے کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ اور قرقیسیا پہنچا۔ اس قلعہ میں زفر کا محاصرہ کیا گیا۔ اور اس پر منجنیقیں نصب کی گئیں۔ زفر نے حکم دیا کہ عبدالملک کے لشکر سے پوچھا جائے کہ ہم پر منجنیقیں کیوں لگائی گئیں ہیں؟ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ دیواروں میں شگاف کریں اور تم سے جنگ کریں۔ زفر نے جواب دیا کہ ہم تم سے دیواروں کے پیچھے ہو کر نہیں لڑنا چاہتے۔ بلکہ باہر نکلتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک منجنیق نے شہر کے اس برج میں شگاف کر دیا جو حریث بن بجدل کے قریب تھا اس پر زفر نے کہا۔ (ترجمہ شعر):-

"ابن بجدل کے منجنیق نے میرا یہ حال کر دیا ہے کہ میں اڑتی ہوئی چڑیا سے بھی ڈر کے بھاگتا ہوں۔"

خالد بن یزید بن معاویہ زفر کے مقابلے میں سب سے بڑھ چڑھ کر لڑ رہا تھا۔ چنانچہ بنی کلاب کے لوگوں میں سے ایک نے جو زفر کے ساتھ تھے کہا کہ میں خالد سے ایک ایسی بات کہونگا۔ جس سے وہ اپنے اس کام سے باز آجائے گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور خالد جنگ کے لئے (حسب معمول) باہر آیا تو کلابی

شخص نے کہا۔ ماذا ابتغاء خالد وھمہ۔ اذا سلب ملکہ وینکت امہ (جبکہ حکومت چھن گئی اور اسکی ماں سے مقاربت کیگئی تو اب خالد اس معاملے میں اس قدر جدوجہد کیوں کر رہا ہے)۔ اس کے بعد وہ نادم ہو کر واپس چلا گیا۔ اور دوبارہ مقابلے کے لئے نہ آیا۔ بنو کلب نے عبدالملک سے کہا کہ جب ہم زفر سے مقابلہ کرتے ہیں تو آپ کے قیسی عرب خود شکست کھا جاتے ہیں بہتر یہ ہی کہ آپ انکو ہمارے ہمراہ نہ رکھیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ قیسی عربوں نے اپنے تیروں پر لکھ کر کہ "کل کوئی مضری تمھارا مقابلہ نہ کریگا" قرقسیا کی طرف پھینک دیا۔ صبح ہوئی تو زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو بلایا۔ (اسی لڑکے کے نام پر اسکی کنیت تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسکی کنیت ابوالکوثر تھی) اور کہا کہ تم ان کے مقابلے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اور بڑی سختی سے ان کا مقابلہ کرو۔ عبدالملک کے خیمے تک پہنچنے سے قبل ہرگز واپس نہ آنا۔ اگر تم اس کے خیمے کی طنابیں توڑے بغیر واپس آگئے تو میں تم کو ضرور قتل کر دوں گا۔ ہذیل نے اپنے سواروں کو جمع کر کے ان پر دھاوا کیا۔ کچھ دیر تک تو وہ بہادری سے لڑتے رہے۔ مگر آخر کار بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہذیل نے اپنے سواروں کو لیکر ان کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ خیمے کی طنابوں کو روند ڈالا۔ اور ان کا کچھ حصہ کاٹ دیا۔ وہاں سے اپنے باپ کے پاس واپس آگیا۔ زفر نے ہذیل کے سر کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ اس کے بعد عبدالملک تم کو ہمیشہ محبوب رکھیگا۔ ہذیل نے کہا کہ اگر آپ فرماتے کہ میں اس کے خیمے میں داخل ہو جاؤں تو خدا کی قسم میں ضرور ایسا ہی کرتا۔ زفر نے کہا (ترجمۂ اشعار):۔

"ہاں مجھے اسکی بالکل پرواہ نہیں ہی کہ کس کس کی موت آتی ہی۔ جب کہ ہذیل کے پاس سے موتیں ہٹ گئیں۔ تم اس کو تمام سواروں سے آگے آگے دیکھو گے کہ جب وہ میدان جنگ سے روگردانی کرتے ہیں تو یہ ان کے سب کے پیچھے شمشیرزنی کرتا رہتا ہے اور انھیں بچاتا جاتا ہے۔"

جب قرقیسیا کے برج میں رخنہ پڑ گیا۔ تو عبدالملک کے آدمیوں نے کہا کہ اگر آپ بنو قضاعہ کو ہمراہ لیکر حملہ کرتے تو ضرور کامیاب ہو جاتے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ مگر شام کے وقت بنو قضاعہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ روح بن زنباع الجذامی شہر کے ایک برج کے پاس پہنچا۔ اور اہل شہر سے کہا کہ تمھیں قسم ہے خدا کی کہ یہ بتاؤ کہ ہم نے تمھارے

کتنے آدمی قتل کئے۔ انھوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ ہم میں نہ کوئی مارا گیا اور نہ زخمی ہوا۔ البتہ ایک شخص کو کچھ جسم زخم پہنچا ہے۔ مگر اس کی بھی کچھ تشویش ناک حالت نہیں ہے۔ پھر انھوں نے اس سے خدا کی قسم دے کر دریافت کیا کہ تمھارے کتنے آدمی کام آئے۔ روح نے جواب دیا کہ بہت سے سوار تو قتل ہوئے ہیں۔ اور تم نے بے شمار پیادوں کو بھی قتل کیا ہے۔ ابن بحدل پر خدا کی لعنت ہو۔ اس کے بعد روح عبد الملک کے پاس گیا اور کہا کہ ابن بحدل آپ کو غلط امیدیں دلاتا ہے بہتر یہ ہے کہ آپ اس سے علیحدہ ہو جائیں ؎

قبیلۂ کلب میں ذیال نامی ایک شخص تھا۔ جو ہمیشہ میدان میں آکر زفر کو سب وشتم کیا کرتا تھا۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل یا شاید کسی اور دوست سے کہا کہ کیا تم اس کے لئے کافی نہیں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں ضرور اُسے تمھارے پاس لے آؤنگا۔ چنانچہ وہ ایک رات کو عبد الملک کی فوج میں پہنچا۔ اور باآواز بلند کہنے لگا کہ تم میں سے کسی نے اس خچر کو دیکھا ہے جس کی فلاں فلاں صفت ہے۔ ہوتے ہوتے وہ اس شخص کے قیام گاہ تک پہنچ گیا۔ اور اس کو پہچان لیا۔ اس شخص نے کہا کہ خدائے پاک تمھاری گم شدہ چیز تمھیں واپس دلائے۔ جواب میں اس نے کہا کہ اے بندۂ خدا! میں تھک گیا ہوں۔ اگر تم اجازت دو تو میں یہاں تھوڑی دیر کے لئے آرام کرلوں۔ اس نے خیمہ میں داخل ہونے کے لئے کہا۔ وہ اندر گیا اور اس شخص کو اکیلا پاکر وہیں لیٹ گیا۔ صاحب خیمہ بھی سو گیا۔ اس کے بعد مہمان نے اُٹھ کر اس کلبی شخص کو جگایا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تو ذرا بھی بولا تو میں تجھے قتل کر دونگا۔ اس کے بعد میں یا تو مارا جاؤنگا یا صحیح وسلامت بچ جاؤنگا۔ اگر تیرے قتل کے بعد میں مارا بھی جاؤں تو اس سے تجھے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر تو چپ چاپ میرے ساتھ زفر کے پاس چلے تو میں خدا کو حاضر وناظر جان کر معاہدہ کرتا ہوں کہ زفر تیرے ساتھ صلۂ رحم اور نیک سلوک کریگا۔ پھر میں تجھے تیرے لشکر تک پہنچا دونگا۔ غرض کہ دونوں چلے۔ اور وہ برابر یہی پکارتا جاتا تھا۔ کہ میرے فلاں فلاں نشانی والے خچر کو کسی نے دیکھا ہے؟۔ آخرش وہ اس شخص کو ساتھ لئے ہوئے زفر کے پاس پہنچا اور اس کو اطلاع دی کہ اس نے

اُس کلبی کو امان دے دی ہے۔ زفر نے اس کو چند دینار انعام دیئے۔ اور اُسے زنانہ لباس پہنا کر ایک زنانہ سواری پر سوار کرایا اور چند آدمیوں کو ہمراہ کر کے عبد الملک کے لشکر کی طرف روانہ کر دیا۔ انھوں نے قریب پہنچ کر پکار کر کہا کہ زفر نے عبد الملک کے لئے ایک لونڈی بہ طور تحفہ روانہ کی ہے۔ اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ لشکریوں نے آکر اُسے دیکھا تو وہ پہچان گئے۔ اور عبد الملک کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اس نے ہنس کر کہا کہ "جس شخص نے اس کو مدد دی اس کو خدائے تعالیٰ کچھ دور نہیں رکھتا۔ خدا کی قسم ان لوگوں کو قتل کرنا باعث ذلت ہے اور چھوڑ دینا قابل حسرت"۔ وہ شخص رک گیا اور پھر کبھی زفر کو گالیاں نہیں دیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ لشکر سے بھاگ گیا تھا۔

بعد ازاں عبد الملک نے اپنے بھائی محمد کو حکم دیا کہ وہ زفر۔ اس کے بیٹے ہذیل۔ اور اس کے ساتھیوں کے لئے امان پیش کرے اور یہ بھی کہہ دے کہ وہ دونوں جو کچھ چاہینگے ان کو دیا جائیگا۔ محمدؒ نے ایسا ہی کیا۔ ہذیل نے اس کی بات مان لی۔ اور باپ سے اس کے متعلق گفتگو کی اور کہا کہ اگر آپ اس شخص سے جس کی طاعت تمام لوگوں نے قبول کر لی ہے صلح کر لیں تو وہ یقیناً ابن زبیر سے زیادہ بہتر ثابت ہوگا۔ چنانچہ زفر نے بھی یہ بات قبول کر لی کہ اس کو عبد الملک سے بیعت کرنے کے لئے ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اور وہ جہاں چاہے رہے۔ اور عبد الملک کو ابن زبیر کے خلاف مدد نہ دے۔ اسی اثناء میں کہ سفرائے صلح آتے جاتے تھے کہ کسی کلبی شخص نے عبد الملک سے جا کر کہہ دیا کہ شہر کے چار برج ٹوٹ چکے ہیں۔ اس بنا پر عبد الملک نے کہا کہ اب میں صلح نہ کرونگا۔ اور ان پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ مگر اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور وہ اپنے لشکر میں واپس آگئے۔ عبد الملک نے کہا کہ اب ان کو وہ تمام مراعات دے دو جو وہ مانگتے ہیں۔ زفر نے کہا کہ اس سے پہلے ہی یہ امر طے ہو جاتا تو بہتر تھا۔ مختصر یہ کہ صلح ان شرائط پر ہوئی کہ سب کے جان و مال کی امان عام دی جائے۔ اور زفر ابن زبیر کی وفات تک عبد الملک کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے (کیونکہ مقدم الذکر کی بیعت اس کی گردن پر تھی) اور یہ کہ عبد الملک اُسے کچھ زر و مال دے کر جسے وہ اپنے

ساتھیوں میں تقسیم کر دے۔ زفر کو یہ خوف ہوا کہ عبد الملک کہیں اس کے ساتھ بھی اسی قسم کا فریب نہ کرے جیسا کہ عمرو بن سعید (الاشدق) کے ساتھ کیا تھا۔ اس وجہ سے وہ اس کے پاس نہ گیا۔ مگر عبد الملک نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عصائے مبارک اس کے پاس بھیجا تاکہ اُسے امان کا پورا اطمینان ہو جائے۔ جب جاکر زفر عبد الملک کے پاس گیا۔ اور اس کے دربار میں پہنچنے پر عبد الملک نے حکم دیا کہ اس کو اس کے برابر تخت پر بٹھایا جائے۔ ابن غضاۃ الاشعری نے کہا کہ اس جگہ کے لئے میں اس سے زیادہ حقدار ہوں۔ زفر نے کہا کہ غلط ہے۔ میں نے دشمنی کو نقصان پہنچایا اور دوستی کو نفع دیا۔ جب عبد الملک کو زفر کے ہمراہیوں کی قلت تعداد کا حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ ان لوگوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے۔ تو اس وقت تک محاصرہ نہ اُٹھاتا جب تک کہ زفر میرے حکم کو نہ مان لیتا۔ زفر نے یہ بات سُنی تو اس نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اب بھی ہم اور آپ اپنے اپنے مقام پر واپس ہو سکتے ہیں۔ عبد الملک نے کہا کہ نہیں بس یہ کافی ہے۔ ایک مرتبہ عبد الملک نے اس سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم قبیلۂ کندہ میں سے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ بھلا جو شخص حسد نہیں کرنا چاہتا اور کسی چیز کو رغبت سے حاصل کرنا پسند نہیں کرتا اس سے اور کوئی بھی بہتر ہو سکتا ہے؟ مسلمہ بن عبد الملک نے رباب بنت زفر سے نکاح کیا تھا۔ اس لئے وہ ہذیل اور کوثر دونوں بھائیوں کو اور سب کے مقابلہ میں ایک امتیازی جگہ دیا کرتا تھا۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو حکم دیا کہ عبد الملک کے ساتھ مصعب کے مقابل کے لئے روانہ ہو جائے۔ اور یہ بھی کہا کہ تم پر کوئی عہد نہیں ہے۔ چنانچہ وہ روانہ ہوا۔ جب وہ مصعب کے قریب پہنچا تو بھاگ کر اس کے ساتھ ہی مل گیا۔ اور ابن اشتر کے ہمرکاب مقاتلہ کیا۔ جب ابن اُشتر مارا گیا تو ہذیل نے کوفہ میں روپوشی اختیار کی۔ آخرکار عبد الملک سے اس کے لئے امان دینے کی درخواست کی گئی۔ اور اس نے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اسے امان دے دی۔

متعدد واقعات کا بیان

بقول واقدی اسی سال میں عبد الملک نے قیساریہ فتح کیا اور اسی سال

ابن زبیر نے جابر ابن اسود بن عوف کو مدینہ سے برطرف کر کے طلحہ بن عبید اللہ بن عوف کو والی مقرر کیا۔ یہ شخص مدینہ کا آخری والی ہے جو ان کی طرف سے مقرر ہوا۔ جب حضرت عثمانؓ کا آزاد کردہ غلام طارق بن عمرو آیا تو طلحہ وہاں سے فرار کر گیا۔ طارق وہاں چند روز مقیم رہ کر ابن زبیر کے مقابلے کے ارادہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ مصعب کے زمانۂ امارت میں براء بن عازب یزید بن مفرغ حمیری شاعر اور حدیبیہ اور خیبر کے شریک عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی نے وفات پائی ان ہی کے زمانہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے شتیر بن شکل عبسی کوفی نے بھی انتقال کیا ؏

۷۲ھ کے واقعات

خوارج کا بیان

مصعب کے قتل کے بعد جب عبدالملک نے کوفہ میں اقامت کی تو خالد بن عبداللہ کو عامل بصرہ مقرر کیا۔ خالد نے وہاں پہنچنے پر مہلب کو ازارقہ سے جنگ کرنے میں مشغول پایا۔ چنانچہ اس کو اہواز کے محاصل اور اس کے مضافات پر مقرر کیا اور اپنے بھائی عبدالعزیز بن عبداللہ کو خوارج کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ اور مقاتل بن مسمع کو بھی ہمراہ بھیجا۔ یہ دونوں ازارقہ کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ اور خوارج نواحی کرمان سے دارابجرد کو چلے گئے۔ اُدھر قطری بن فجاءۃ مازنی نے صالح بن مخارق کی سرکردگی میں نو سو سواروں کو روانہ کیا۔ وہ ان کو ساتھ لئے ہوئے جا رہا تھا کہ راستہ میں عبدالعزیز سے مٹھ بھیڑ ہوئی جو بالکل غیر منتظم حالت میں تھا۔ صالح نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ عبدالعزیز کو شکست فاش ہوئی اور مقاتل بن مسمع مارا گیا۔ مقدم الذکر کی بیوی منذر بن جارود کی بیٹی کو قید کر کے اس کا نیلام کیا گیا۔ جس میں ایک لاکھ تک بولی دی گئی۔ اس عورت کے ہم قوم ایک خارجی سردار نے یہ دیکھ کر لوگوں سے کہا کہ ہٹ جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس مشرکہ نے تمہیں اپنے فتنہ میں پھنسا لیا ہے۔ اور یہ کہہ کر اس عورت کی گردن اڑا دی۔ اور بصرہ چلا گیا۔ جب بنو منذر نے اس کو دیکھا تو کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ تمہاری تعریف کریں یا

یا ندامت۔ مگر وہ یہ کہتا تھا کہ میں نے جو کچھ کیا صرف غیرت اور حمیت سے کیا۔"
جب مہلب کو عبدالعزیز کے رامہرمز پہنچنے کی کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے ایک ازدی کو اس کے پاس روانہ کیا اور اس سے کہدیا کہ اگر تم اسے ہزیمت خوردہ پاؤ تو اس کی تعزیت ادا کرنا۔ چنانچہ وہ شخص اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ تیس سواروں کے ساتھ نہایت رنج والم کے عالم میں فروکش ہے۔ اس قاصد نے پیغام پہنچایا اور واپس جاکر مہلب کو اس کی اطلاع کر دی۔ مہلب نے اس کے بھائی خالد بن عبداللہ کے پاس اس کی ہزیمت کی خبر سنانے کے لئے قاصد بھیجا۔ جب قاصد نے اسے یہ خبر سنائی تو اس نے کہا کہ تو جھوٹا ہے۔ قاصد نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں۔ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو میری گردن اڑا دینا۔ اور اگر میں سچا ثابت ہوں تو مجھ کو اپنا جبّہ اور خود انعام میں دینا۔ اس نے کہا کہ تو نے بڑے خطرے کے عوض آسان کو منظور کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر اسے روک لیا۔ اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ یہاں تک کہ آخر کار ہزیمت کی خبر درست ثابت ہوئی۔ عبدالعزیز کی شکست اور اس کی اپنی زوجہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کے متعلق ابن قیس الرقیات کہتا ہے کہ (اشعار):-

"اے عبدالعزیز تو نے اپنے کل لشکر کو رسوا کیا۔ اور ان سپاہیوں کو تو نے ہر راہ میں مقتول چھوڑ دیا۔ ان میں پیاسے اور زخم خوردہ سبھی ہیں۔ جب تو شام کے وقت بھاگ رہا تھا۔ اس وقت تجھے کیوں یہ خیال نہ آیا کہ ان شہیدوں کے ساتھ جم کر لڑتا؟ تو نے اپنے لشکر کو اس حالت میں چھوڑا کہ ان کا کوئی امیر نہ تھا۔ پس اب تو اپنی طولانی حیات کو عار و ننگ میں بسر کر۔ تو اپنی زوجہ کو بھول گیا جسے قید کر کے لیجا رہے تھے۔ اور وہ چیخیں مار مار کر رو پیٹ رہی تھی۔"

خالد نے عبدالملک کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ عبدالملک نے اسے لکھا کہ مجھکو واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ میں نے تمہارے قاصد سے مہلب کے متعلق دریافت کیا تو اس نے مجھے بتلایا کہ وہ اہواز پر عامل بنا دیا گیا ہے۔ خدا نے تمہاری عقل کو خراب کر دیا ہے جو تم نے اپنے ایک بھائی کو جو مکہ والوں کا ایک جنگلی شخص ہے لڑائی کے لئے بھیج دیا۔ اور مہلب کو محاصل کے وصول

کرنے کے لئے مقرر کر دیا ہو؟ وہ خود ایک تجربہ کار نبرد آزما ہے اور نبرد آزماؤں کا بیٹا ہے۔ لہذا تم مہلب کو ان کے مقابلے پر روانہ کر دو۔ میں نے کوفہ میں بشر کو ہدایت کی ہے کہ وہ لشکر سمیت تمھاری مدد کو پہنچے۔ تم اس کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ اور جب تک مہلب شامل نہ ہو جائے ہرگز اپنے دشمنوں کے متعلق کوئی رائے قائم نہ کرو۔ والسلام"

ادھر عبدالملک نے اپنے بھائی بشر کو جو کوفہ میں تھا یہ حکم بھیجا کہ پانچ ہزار کا لشکر ایسے سردار کے ماتحت جس کو وہ پسند کرے خوارج سے لڑنے کے لئے بھیج دے اور یہ لوگ جب اس جنگ کو پورا کر لیں تو "رے" چلے جائیں اور وہاں دشمنوں سے لڑتے رہیں اور سرحدی جنگی چھاؤنی کے طور پر قیام کریں۔ بشر نے پانچہزار سپاہیوں کو عبدالرحمٰن ابن محمد بن اشعث کی سرکردگی میں روانہ کیا اور اس کے لئے یہ حکم نامہ لکھدیا کہ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد اس کو رے کی حکومت دیدی جائے گی۔ خالد بھی اہل بصرہ کو ہمراہ لے کر اہواز پہنچا اور عبدالرحمن بن محمد بن اشعث اہل کوفہ کو ہمراہ لئے ہوئے آملا۔ ازارقہ بھی اہواز کے قریب آکر خیمہ زن ہوئے۔ مہلب نے خالد سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہاں بہت سی کشتیاں ہیں تم ان کو اپنی حفاظت میں رکھو ورنہ وہ لوگ ان کو جلا دینگے۔ چنانچہ ابھی تھوڑا ہی سا وقت گذرا تھا کہ انھوں نے لوگوں کو بھیج کے کشتیوں کو جلا دیا۔ خالد نے مہلب کو اپنے میمنہ پر اور بنو قیس کے داؤد بن قحذم کو میسرہ پر مقرر کیا۔ جب مہلب عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے پاس سے گذرا تو دیکھا کہ اس نے خندقیں تیار نہیں کیں۔ اس نے پوچھا کہ تم کو اب تک خندقیں تیار کرنے سے کس نے باز رکھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں ان کو گوز شتر سے بھی کمتر سمجھتا ہوں۔ مہلب نے کہا کہ دیکھو خبردار ان لوگوں کو ذلیل نہ سمجھنا۔ یہ لوگ عرب کے درندے ہیں۔ غرض کہ جب تک عبدالرحمٰن نے خندقیں تیار نہ کیں مہلب وہاں سے نہ ٹلا ازارقہ تقریباً بیس دن تک مقیم رہے۔ پھر خالد نے اپنے آدمیوں کو ساتھ لیکر انپر اچانک حملہ کر دیا۔ وہ لوگ آدمیوں کی کثرت دیکھ کر گھبرا گئے۔ سواروں نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ انھوں نے پیٹھ دکھائی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ بھڑکے

ہوئے گھوڑوں پر سوار ہیں۔ وہ اپنے منہ موڑے ہوئے بھاگے جا رہے تھے اور تاب مقاومت نہ رکھتے تھے۔ خالد نے داؤد بن قحذم کو ان کا تعاقب کرنے کے لئے بھیجا اور خود بصرہ کی طرف مراجعت کی۔ عبد الرحمٰن رے کو چلا گیا۔ اور مہلب نے اہواز میں اقامت کی۔

خالد نے یہ تمام کیفیت عبد الملک کو لکھ بھیجی۔ جب وہ خط عبد الملک کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے بھائی بشر کو حکم دیا کہ چار ہزار کوفی سوار کسی جنگ آزما کی سرکردگی میں ملک فارس کی طرف ازارقہ کی تلاش میں روانہ کر دیئے جائیں۔ اور اُن سے یہ کہہ دو کہ اگر وہ راستے میں داؤد بن قحذم سے ملاقی ہوں تو وہ دونوں مل کر ان پر دھاوا کریں۔ چنانچہ بشر نے عتاب بن ورقاء کو چار ہزار کوفی دے کر روانہ کر دیا۔ وہ وہاں سے چلے اور راستے میں داؤد بن قحذم سے ملاقی ہوئے۔ اور متحدہ طور پر ازارقہ کی تلاش کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے ان سب کے گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ ان کو بھوک اور پیاس کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور اکثر لشکری پیدل اہواز گئے۔

اسی سال بنو قیس بن ثعلبہ میں سے ابو فدیک خارجی نے بغاوت کی اور بحرین پر مستولی ہو کر نجدہ بن عامر الحنفی کو قتل کیا۔ خالد بن عبد اللہ کو ایک ہی وقت میں ابو فدیک اور قطری کے اہواز پر حملہ کی مدافعت کرنی پڑی اس لئے اس نے اپنے بھائی اُمیہ بن عبد اللہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ ابو فدیک کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ ابو فدیک نے اُسے شکست دی اور اس کی ایک لونڈی گرفتار ہو گئی جس کو خود ابو فدیک نے اپنے لئے پسند کیا۔ خالد نے عبد الملک کو اس معاملہ کی اطلاع دی۔

عبد اللہ بن خازم کے قتل کا بیان

مصعب کے قتل کے وقت ابن خازم نیشاپور میں بحیر بن ورقاء صریمی تمیمی سے مقاتلہ کرنے میں مشغول تھا۔ عبد الملک نے ابن خازم کو اپنی بیعت کے لئے دعوت دی۔ اور اُسے سات سال کے لئے خراسان دینے کی طمع دلائی۔ اور اس خط کو سوادۃ بن اشتم نمیری کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ

مکمل غنوی کے ہاتھ بھیجا تھا۔ غرض کہ ابن خازم نے اس سے کہا کہ اگر میں بنو سلیم اور بنو عامر کے درمیان جنگ کرا دینے کا سبب نہ بن جاتا تو میں تم کو قتل کر دیتا۔ مگر تم اس خط کو کھا لو۔ چنانچہ اس نے کھا لیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خط سوادة بن عبید اللہ نمیری یا مکمل غنوی کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا۔ اور اس سے ابن خازم نے کہا تھا کہ تم کو ابو الذبان نے اس لئے روانہ کیا ہے کہ تم بنو غنی میں سے ہو اور وہ جانتا ہے کہ میں بنو قیس میں سے کسی کو قتل نہیں کرتا۔ مگر تم اس خط کو کھا جاؤ۔ پھر عبد الملک نے بکیر بن وشاح سے جو کہ ابن خازم کی طرف سے مرو کا حاکم تھا خراسان دینے کا وعدہ کرتے ہوئے خط لکھا اور بہت کچھ امیدیں دلائیں۔ بکیر نے عبد اللہ بن زبیر سے بیعت فسخ کر کے لوگوں کو عبد الملک کی بیعت کے لئے دعوت دینی شروع کی۔ اہل مرو نے اس کا ساتھ دیا۔ جب ابن خازم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُسے یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں بکیر نہ آ جائے اور اہل مرو و اہل نیشاپور دونوں اس سے مل نہ جائیں۔ اس خیال سے اس نے بحیر کو وہیں چھوڑا۔ خود مرو چلا گیا اور اس کا بیٹا یزید ترمذ کی طرف روانہ ہوا۔ بحیر نے اس کا پیچھا کیا اور اُسے مرو سے آٹھ فرسنگ کے فاصلے پر ایک قریہ کے پاس جا لیا۔ ابن خازم نے لڑنا شروع کیا۔ اور بالآخر مارا گیا۔ جس نے اُسے قتل کیا وہ وکیع بن عمرو القریعی تھا۔ وکیع۔ بحیر بن ورقاء اور عمار بن عبد العزیز نے اُسے گھیر لیا۔ اور نیزوں سے زخم لگانے شروع کئے۔ آخر ابن خازم زمین پر گرا اور وکیع نے اس کی چھاتی پر بیٹھ کر اس کو قتل کر دیا۔

کسی والی نے وکیع سے پوچھا کہ تم نے ابن خازم کو کس طرح قتل کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے نیزے کی نوک سے اس پر غلبہ حاصل کیا۔ اور جب وہ گر گیا تو میں اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ اس طرح اس سے اُٹھا نہ گیا۔ میں نے کہا کہ یہ دوبلہ کا بدلہ ہے۔ (دوبلہ وکیع کا بھائی تھا جو ان ہی لڑائیوں میں سے کسی ایک میں مارا گیا تھا) ابن خازم نے میرے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ خدا کی تجھ پر لعنت ہو گیا تو ایک مضری مینڈھے کو اپنے بھائی کے عوض قتل کرنا چاہتا ہے حالانکہ وہ ایک مٹھی بھر گٹھلیوں یا (بقول بعض) مٹی کا درجہ بھی نہ رکھتا تھا۔

پھر اس نے کہا کہ میں نے ایسی حالت میں اور موت کے وقت کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کا لعاب دہن ابن خازم سے زیادہ ہو۔ بحیر نے اسی وقت ابن خازم کے قتل کی خبر دہی کے لئے ایک قاصد عبدالملک کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر اس کا سر نہ بھیجا۔ بحیر نے بکیر بن وشاح کو اہل مرو کے ہمراہی میں روانہ کیا وہ عین اس وقت پہنچا کہ جب ابن خازم قتل ہو چکا تھا۔ اس نے یہ ارادہ کیا کہ اس کے سر کو عبدالملک کے پاس بھیج دے۔ مگر جب بحیر نے اس کو ایسا کرنے سے روکا تو بکیر نے ایک گرز سے مارا اور اس کو قید کر کے سر عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور یہ اطلاع دی کہ حقیقی قاتل وہ خود وہی ہے۔ جب سر وہاں پہنچا تو عبدالملک نے بحیر کے قاصد کو بلایا اور پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں میں لوگوں سے اس وقت علیحدہ ہوا تھا کہ جب ابن خازم مارا گیا ہے ﷺ کہتے ہیں کہ ابن خازم عبداللہ بن زبیر کے قتل ہونے کے بعد مارا گیا ہے اور عبدالملک نے ابن زبیر کا سر اس کے پاس روانہ کیا تھا۔ اور اس کو اپنی طرف دعوت دی تھی۔ ابن خازم نے اس سر کو غسل دیا اور کفن پہنا کر ابن زبیر کے رشتہ داروں کے پاس مدینہ روانہ کر دیا۔ اور قاصد کو اس کا خط ہی کھلا دیا اور کہا کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر ڈالتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو قتل کرا دیا اور حلف اٹھائی کہ میں ہرگز عبدالملک کی اطاعت نہ کروں گا۔ ﷺ

{ بحیر بائے موحدہ کے زبر اور حائے مہملہ کے زیر سے ہے }

متعدد واقعات کا بیان

ان دنوں عبدالملک کی جانب سے مدینہ کا حاکم طارق اور کوفہ کا بشر ابن مروان تھا۔ وہاں کا قاضی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ تھا۔ بصرہ کا حاکم خالد ابن عبداللہ اور اس کا قاضی ہشام بن ہبیرہ تھا۔ خراسان میں بقول بعض بکیر ابن وشاح اور بقول بعض عبداللہ ابن خازم حکمران تھا۔ اسی سال حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے ہمراہیوں میں سے عبیدہ سلمانی نے وفات پائی۔

{ عَبِیدہ عین کے زبر اور بائے موحدہ کے زیر سے ہے }

۷۳ھ کے واقعات

عبداللہ بن زبیر کے قتل کا بیان

جب شام میں عبدالملک سے بیعت کر لی گئی تو اس نے چھ ہزار شامیوں کو عروۃ بن انیف کی سرکردگی میں مدینہ روانہ کیا۔ اور اس کو حکم دیا کہ وہ مدینہ میں داخل نہ ہو بلکہ عرصہ کے پاس چھاؤنی ڈالے۔ مدینہ میں حارث بن حاطب ابن حارث بن معمر جمحی جو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے حاکم تھا فرار ہو گیا۔ ابن انیف مدینہ جا کر لوگوں کو نماز جمعہ پڑھاتا اور پھر اپنی چھاؤنی میں واپس چلا آتا۔ وہ وہاں ایک ماہ تک اقامت پذیر رہا۔ مگر ابن زبیر نے کسی شخص کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ نہ کیا۔ لہذا عبدالملک نے اُسے واپسی کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اپنے ہمراہیوں سمیت واپس ہو گیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن سعد القرظی لوگوں کو نماز پڑھاتا رہا۔ پھر حارث مدینہ واپس آیا اور ابن زبیر نے سلیمان بن خالد زرقی الانصاری کو عامل بنا کر روانہ کیا جو ایک نیک شخص تھے۔ اور خیبر اور فدک پر عامل رہ چکے تھے۔ وہ اپنے کام میں لگ گئے۔ عبدالملک نے عبدالواحد بن حارث بن الحکم کو (کہتے ہیں کہ اس کا نام عبدالملک تھا اور یہی صحیح بھی ہے) چار ہزار کی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ چلا اور وادی القریٰ میں خیمہ زن ہوا۔ اور پانچ سو کی ایک قلیل سی جماعت کو ابو القمقام کی سرکردگی میں دے کر سلیمان کی جانب روانہ کیا۔ وہاں جا کر ان کو معلوم ہوا کہ وہ فرار کر گیا ہے۔ انھوں نے اس کو تلاش کیا اور پا کر اُسے اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر ڈالا۔ اس کے قتل سے عبدالملک بن مروان بہت غمگین ہوا اور کہا کہ لوگوں نے ایک مسلمان مرد صالح کو بے گناہ قتل کر دیا ہے۔ ابن زبیر نے حارث کو معزول کر کے اس کی جگہ جابر بن اسود بن عوف زہری کو مقرر کیا۔ جابر نے ابوبکر بن ابی قیس کو چھ سو چالیس سواروں کے ساتھ خیبر کو روانہ کیا۔ اس نے وہاں جا کر دیکھا کہ ابو القمقام اور اس کے ہمراہی فدک میں لوگوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اس سے جنگ کی ابو القمقام کے ساتھیوں نے منہ کی کھائی۔ ان میں سے تیس (۳۰) قید ہوئے۔ اور ان کو قتل کیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ پانچ سو یا اس سے بھی کچھ زائد قتل ہوئے ؛

عبد الملک نے حضرت عثمان رضی کے آزاد کردہ غلام طارق بن عمرو کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہ جاکر ایلہ اور وادی القریٰ کے درمیان مقیم ہو جائے۔ ابن زبیر کے عمال کو زیادہ نہ پھیلنے دے۔ اور جو کچھ خلل واقع ہو اس کو روک دے۔ طارق نے ابوبکر کے مقابلے کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ اور ابوبکر اور اس کے ساتھیوں میں سے دو سو آدمی سے زیادہ قتل ہو گئے۔ ؛

جس زمانہ میں قباع ابن زبیر کی طرف سے بصرہ کا عامل تھا انھوں نے اسے لکھا تھا کہ وہ ان کے عامل مدینہ کی امداد کے لئے دو ہزار سوار بھیج دے۔ چنانچہ اس نے دو ہزار پیدل کو روانہ کئے۔ ابوبکر کے قتل ہونے کے بعد تو ابن زبیر نے جابر بن اسود کو حکم دیا کہ وہ بصری لشکر کو ہمراہ لے کر طارق کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جائے۔ بصریوں نے کوچ کیا اور جب طارق کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی ان سے جنگ آزمائی کے لئے ان کی طرف چلا۔ دونوں میں مڈبھیڑ ہوئی تو جنگ میں اہل بصرہ کا سپہ سالار مارا گیا۔ اور اس کے ہمراہی شدید خونریزی کے بعد قتل ہوئے۔ طارق نے فرار ہونے والوں کو پکڑ والیا۔ ان کے زخمیوں پر فوج بھیجی۔ اور ان کے کسی قیدی کو باقی نہ چھوڑا۔ اس کے بعد اس نے خود وادی القریٰ کی طرف مراجعت کی ؛

مدینہ میں جابر بن اسود ابن زبیر کی طرف سے عامل تھا۔ ابن زبیر نے اس کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ ۷۰ھ میں طلحہ بن عبید اللہ بن عوف کو جو طلحہ ندیٰ کے لقب سے مشہور ہے مقرر کیا وہ اس وقت تک مدینہ کا عامل رہا جب تک کہ اس کو طارق نے وہاں سے نکال نہ دیا ؛

جب عبد الملک مصعب کو قتل کر چکا اور کوفہ پہنچا تو اس نے حجاج ابن یوسف الثقفی کو دو ہزار یا بقولے تین ہزار شامیوں کے ساتھ عبد اللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ کسی دوسرے شخص کو نہ بھیج کر خاص اس کے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ اس نے عبد الملک سے کہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر کو پکڑ لیا ہے اور اس کی کھال کھینچی ہے۔ اس لئے

آپ اس کی گوشمالی کے لئے مجھے ہی روانہ کیجئے اور مجھ ہی کو اس کی جنگ کا امیر بنائیے۔
چنانچہ عبدالملک نے اس کو روانہ کیا۔ اور اُسے ایک امن نامہ لکھ دیا کہ اگر
ابن زبیر اور ان کے ہمراہی اطاعت قبول کر لیں تو ان کو امن دی جائیگی۔
چنانچہ وہ ماہ جمادی الاولے ۷۲ھ میں روانہ ہو گیا۔ اس نے مدینہ سے کچھ
سروکار نہ رکھا۔ بلکہ مقام طائف میں خیمہ زن ہوا۔ وہ وہیں سے اپنی فوج
کو عرفہ بھیج دیا کرتا تھا اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر بھی اپنی افواج کو وہیں بھیجا
کرتے تھے۔ دونوں کی عرفہ میں لڑائی ہوتی اور ہر دفعہ ابن زبیر کے لشکر کو ہزیمت
اور حجاج کی فوج کو فتح ہوتی۔ پھر حجاج نے عبدالملک کو خط لکھ کر حرم میں داخل
ہونے اور ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کی اجازت مانگی۔ ساتھ ہی ان کے ضعف اور
ان کے ہمراہیوں کی علیحدگی کا حال لکھ کر اور بھی زیادہ کمک طلب کی۔ عبدالملک
نے طارق کو حجاج سے ملنے کا حکم دیا۔ اس نے ۷۲ھ ماہ ذی قعدہ میں مدینہ پر
فوج کشی کی اور ابن زبیر کے عامل کو وہاں سے نکال کر ثعلبہ نامی ایک شامی کو وہاں
کا عامل مقرر کیا۔ ثعلبہ کی عادت یہ تھی کہ منبر نبوی (صلعم) پر بیٹھ کر گودا نکالتا اور اس کو
کھاتا تا۔ اور اس کے بعد کچھ رکھا لیتا تھا تا کہ اہل مدینہ اس کی اس حرکت سے رنجیدہ
ہو کر غیظ و غضب میں آجائیں۔ مزید براں وہ ابن زبیر کے ہمراہیوں کے حق میں
نہایت سخت گیر تھا۔ غرض کہ ماہ ذی الحجہ کے سلخ کو طارق پانچ ہزار کی فوج لئے ہوئے
مکہ کے پاس حجاج سے جا ملا۔ حجاج اس سے پیشتر ذی قعدہ ہی میں مکہ پہنچ چکا تھا۔ اور
حج کے لئے احرام باندھے ہوئے تھا۔ چنانچہ وہ بیر میموں کے پاس فروکش ہوا
اس سال حجاج نے ہی لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ مگر طواف کعبہ اور صفا و مروہ کے
مابین سعی نہ کر سکا کیونکہ ابن زبیر نے اُسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اور وہ ابن زبیر
کے قتل تک برابر ہتھیار بند عورتوں سے علیحدہ اور خوشبوؤں سے اجتناب کرتا رہا۔
ابن زبیر اور ان کے ساتھیوں نے حج نہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ وقوف عرفہ اور رمی جمار
نہ کر سکتے تھے۔ اور ابن زبیر نے اپنی قربانیاں بھی مکہ ہی میں کیں۔

حجاج نے ابن زبیر کو گھیر کر کوہ ابو قبیس پر ایک منجنیق لگائی اور اس سے کعبہ پر
سنگباری کی اسی فعل کو عبدالملک نے یزید بن معاویہ کے زمانہ میں نفرت سے

دیکھا تھا اور اب خود اس نے اسی کام کا حکم دیا۔ لوگ کہتے تھے کہ عبدالملک نے دین کا راستہ چھوڑ دیا۔ ابن عمرؓ نے اس سال حج کیا اور حجاج سے کہلا بھیجا کہ خدا سے خوف کرو۔ اور لوگوں پر سنگ باری کو موقوف کر دو۔ اس پاک مہینہ میں اس پاک شہر میں خدائے پاک کی جماعتیں زمین کے مختلف حصوں سے فریضۂ خداوندی ادا کرنے اور اپنی نیکیوں کے بڑھانے کے لئے آ رہی ہیں مگر منجنیق اُن کو طواف سے روکتی ہے۔ تم سنگباری کو موقوف کر دو۔ تاکہ لوگ مکہ میں اپنا فریضہ ادا کر سکیں۔ چنانچہ سنگباری بند کی گئی۔ اور لوگ عرفات سے واپس ہوئے اور طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کی۔ ابن زبیرؓ نے بھی حاجیوں کو طواف اور سعی سے نہ روکا اور جب وہ طواف و زیارت سے فارغ ہو گئے۔ تو حجاج کے منادی نے پکار کر کہہ دیا کہ اے لوگو تم اپنے اپنے وطن کو واپس چلے جاؤ کیونکہ اب ہم ابن زبیر ملحد پر سنگباری کرینگے۔ سب سے پہلے جب منجنیق نے کعبہ پر سنگباری شروع کی تو آسمان گرج اٹھا۔ اور بجلیاں کڑکنے لگیں۔ یہاں تک کہ گرج کی آواز سنگباری کی آواز سے بڑھ گئی۔ شامیوں پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا۔ اور وہ لوگ رُک گئے۔ مگر حجاج نے خود اپنے ہاتھ سے پتھر اٹھا اٹھا کر منجنیق میں رکھے اور پھینکنے لگا۔ دوسرے دن بجلیاں گریں اور اس کے بارہ ہمراہی فنا ہو گئے۔ شامیوں کے دل اس واقعہ سے بالکل ٹوٹ گئے۔ مگر حجاج نے کہا کہ اے شامیو۔ اس امر کو مکروہ نہ سمجھو۔ میں خود تہامہ کا رہنے والا ہوں۔ یہ بجلیاں وہیں کی ہیں۔ یہ فتح کی علامت ہے۔ تم کو تو خوش ہونا چاہئے۔ دوسرے دن پھر بجلی گری جس سے ابن زبیر کے چند آدمی مارے گئے۔ پھر حجاج نے لوگوں سے کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مصیبت اُن لوگوں پر پڑ رہی ہے۔ تم لوگ تو طاعت حق پر ہو۔ مگر وہ اس کے خلاف ہیں۔ پتھر ابن زبیر کے سامنے آ کر گرتے تھے مگر وہ نماز ہی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ان کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اُدھر شامی لوگ یہ کہتے تھے (شعر)

"اے ابن زبیر تم نے بہت سرکشی کی۔ ہمیں تمہاری وجہ سے بہت تھکنا پڑا۔ اب جو کچھ تم نے کیا ہے اُسے بھگتو"۔

اعرابیوں کی ایک جماعت نے ابن زبیر کے پاس جا کر کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہو کر لڑنے کے لئے آئے ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک شخص کے پاس ایک تلوار ہے۔ گویا کہ وہ ایک چھرا ہے جو میان سے باہر نکلا ہوا ہے۔ ابن زبیر نے ان کو جواب دیا کہ اے اعرابیو۔ خدا تم کو ہمارے نزدیک نہ کرے خدا کی قسم تمہارے ہتھیار پرانے اور تمہاری گفتگو خراب ہے۔ تم خشک سالی میں خوب جنگ کرنے والے اور فراخ سالی میں دشمنی سے پیش آنے والے ہو۔ یہ سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ لڑائی نے بہت طول کھینچا۔ ابن زبیر کے پاس سامانِ رسد کم رہ گیا۔ اور لوگوں کو سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ حالت ہو گئی کہ انھوں نے اپنا گھوڑا ذبح کر کے اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک ایک مرغی دس دس درہم کو فروخت ہوتی تھی اور جوار کے دانے بیس بیس درہم کو ملتے تھے۔ مگر ابن زبیر کے گھر میں گیہوں۔ جَو۔ اناج اور کھجور بھرے ہوئے تھے۔ شامی انتظار کر رہے تھے کہ ان کا ذخیرہ ختم ہو جائے۔ مگر وہ اس کی حفاظت کرتے اور اس میں سے صرف سد رمق کی مقدار خرچ کرتے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جب تک وہ ختم نہ ہوگی میرے ہمراہی طاقتور رہیں گے۔ ان کے قتل سے چند دن پیشتر ان کے ہمراہی پراگندہ ہو کر حجاج سے امان طلب کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ جو لوگ ان کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے ان کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔ ان ہی لوگوں میں ان کے بیٹے حمزہ اور خبیب بھی شامل تھے۔ ان دونوں نے اپنی اپنی جانوں کے لئے امان طلب کر لی۔ عبداللہ بن زبیر نے اپنے بیٹے زبیر سے بھی کہا کہ تم بھی اپنے بھائیوں کی طرح ہی کرو۔ بخدا میں تمہارے زندہ رہنے کو پسند کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ میں وہ نہیں ہوں جس کو اپنی جان زیادہ مرغوب ہو۔ چنانچہ اس نے ان کا ساتھ دیا اور جنگ میں کام آیا۔

عبداللہ بن زبیر کے ہمراہیوں کے منتشر ہونے کے بعد حجاج نے ایک تقریر کی جس میں لوگوں سے کہا کہ تم ابن زبیر کے ساتھیوں کی قلت تعداد اور ان کی تنگی و مصیبت کو دیکھ رہے ہو۔ تم لوگ خوش ہو جاؤ اور فتح کی شادمانی کرو۔ اور آگے بڑھو۔ چنانچہ حجون اور ابواء کا درمیانی علاقہ ان سے پر ہو گیا۔

اس وقت ابن زبیر اپنی والدہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے ماں۔ لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب میرے پاس کم آدمی رہ گئے ہیں۔ اور جو رہ گئے ہیں وہ بھی ایسے ہیں کہ ان میں ایک ساعت کے لئے استقلال نہیں ہے۔ اور قوم مجھے اس قدر دینا چاہتی ہے جس کا میں آرزو مند ہوں۔ اب آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ ان کی والدہ نے کہا کہ تم اپنے متعلق خود ہی زیادہ جانتے ہو۔ جب تم یہ سمجھتے ہو کہ تم حق پر ہو اور اسی جانب لوگوں کو بلا رہے ہو اور اسی پر تمھارے ساتھی مارے گئے ہیں۔ تو جاؤ اور اپنی گردنوں کو بنو امیہ کا کھلونا بننے کے لئے ان کے حوالے مت کرو۔ اگر تم نے یہ لڑائی صرف دنیا پیدا کرنے کے لئے کی تھی تو تم بلا شبہ بُرے آدمی ہو۔ تم نے خود کو اور اپنے ہمراہیوں کو جو تمھارے لئے قتل ہوئے ہیں ہلاکت اور تباہی میں ڈالا۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں حق پر تھا۔ مگر ساتھیوں کے کم ہو جانے کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہوں۔ تو یاد رکھو کہ یہ جوانمردوں اور دینداروں کا کام نہیں ہے۔ تمھارے دنیا میں رہنے کی مقدار ہی کتنی ہے۔ قتل ہو جانا ہی بہتر ہے۔ انھوں نے کہا اے والدہ مکرمہ مجھے خوف ہے کہ اگر شامیوں نے مجھے قتل کیا تو یہ کریں گے کہ مجھے سولی دیں گے اور میرے اعضا کے پرزے کرینگے۔ ان کی والدہ نے جواب دیا کہ بیٹا۔ بکری ذبح ہو جانے کے بعد کھال کے اُدھیڑے جانے کا صدمہ محسوس نہیں کرتی۔ تم اپنی بصیرت پر عمل کرو۔ اور خدا سے مدد مانگو۔ انھوں نے اپنی والدہ کے سر کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے لئے میں نے آج تک کام کیا ہے اور رنج اُٹھایا ہے میں نے نہ تو دنیا کی خواہش کی ہے اور نہ اس میں زندگی کو پسند کیا ہے۔ اور مجھے اس کے محرمات کے استحلال کی وجہ ہی سے صرف اللہ ہی کے غضب نے خروج پر آمادہ کیا۔ میں نے مناسب خیال کیا کہ آپ کی رائے لے لوں۔ آپ نے میری بصیرت کو اور بھی زیادہ تیز کر دیا ہے۔ دیکھئے میں آج قتل ہونے والا ہوں۔ کہیں آپ کو زیادہ رنج والم نہ ہو۔ آپ تمام کام خدا کو سونپ دیجئے۔ آپ کے اس بچے نے نہ کبھی کسی برے کام کی طرف قدم بڑھایا نہ کسی فحش کام کی طرف توجہ کی۔ نہ کبھی خدا کے حکم میں جرأت کی۔ نہ امان دیکر دغا بازی سے کام لیا۔ نہ کسی مسلمان پر عمداً ظلم کیا۔ میرے عاملوں کی شکایت

پہنچی ہے تو اس سے میں خوش ہوا ہوں۔ بلکہ میں نے اس کو برا سمجھا اور خدا کی خوشنودی سے بڑھ کر اور کوئی چیز مجھے بہتر نہیں معلوم ہوئی۔ خدایا اس سے میں کچھ اپنے نفس کی پاکیزگی نہیں ظاہر کر رہا ہوں۔ بلکہ اپنی ماں کو صبر دلانے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ تاکہ اُسے میری طرف سے تسلی ہو جائے۔ ان کی والدہ نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ تمھارے متعلق میری تعزیت اچھی ہوگی۔ اگر تم مجھ سے پہلے چلے گئے تو میں تم کو اپنے اعمال نامہ میں شمار کر لونگی۔ اور اگر تم ظفر مند ہوئے تو تمھاری فتح سے خوش ہونگی۔ چاہو میں تمھارے عمل کے نتیجے کو دیکھوں۔ ابن زبیرؓ نے کہا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ کیا آپ میرے لئے دعا نہ کرینگی؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں ہرگز تمھارے لئے دعا کبھی نہ چھوڑونگی۔ لوگ باطل پر بھی مارے جاتے ہیں۔ اور تم تو بلا شبہ حق پر جان دے رہے ہو۔ پھر کہنے لگیں کہ "یا اللہ! لمبی لمبی راتوں کے اس طویل قیام اور گریہ و زاری اور اس پیاس پر جو مکہ اور مدینہ کی شدت تمازت میں عبادت کے وقت سہا کرتا تھا اور جو نیکی اپنے باپ کے اور میرے ساتھ کرتا تھا۔ رحم فرما۔ خدایا! میں نے اس کے امر کو تیرے حکم پر جو کچھ تو اس کی نسبت فرمائے چھوڑ دیا ہے۔ اور میں تیرے فیصلہ پر راضی ہوں۔ مجھے صبر و شکر کرنے والوں کا ثواب عطا فرما۔ پھر ابن زبیر نے اپنی ماں کے ہاتھوں کو ہاتھ میں لے کر بوسہ دینا چاہا۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ تو وداع کی نشانی ہے۔ ابھی سے رخصت نہ ہو۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں وداع ہی چاہتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری زندگی کے دنوں میں یہ آخری دن ہے ان کی والدہ نے کہا کہ بہت بہتر۔ جو تمھاری مرضی ہو وہی مناسب ہے۔ ذرا میرے پاس تو ہو جاؤ تاکہ میں تم کو رخصت کر دوں۔ چنانچہ ابن زبیر نے اپنی والدہ سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا۔ اس حالت میں ان کی والدہ کا ہاتھ ان کی زرہ پر پڑا۔ تو وہ کہنے لگیں۔ کیا یہ اس شخص کا کام ہے جو تمھارا سا ارادہ رکھتا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اس کو اور کسی غرض سے نہیں پہنا ہے۔ صرف غرض یہ ہے کہ آپ کے فرزند (یعنی خود) کو اور بھی زیادہ مضبوط کر دوں۔ ان کی والدہ بولیں اس سے میرا بیٹا کچھ مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اس پر

ابن زبیر نے زرہ کو اتار دیا۔ پھر اپنی دونوں آستینوں کو لپیٹ لیا اور اپنی قمیص اور خز کے جبہ کو لپیٹ کر ازار کے درمیان کر لیا۔ اور حصۂ زیریں کو اوپر اٹھا کر کمر بند کے نیچے سے لے لیا۔ ان کی والدہ کہتی جاتی تھیں کہ تم اپنا لباس لپٹا ہوا پہنو پھر ابن زبیر یہ کہتے ہوئے نکلے۔ (شعر)

"البتہ میں جس وقت اپنے آخری دن کو پہچان لونگا تو استقلال دکھلاؤنگا

اصل یہ ہے کہ شریف آدمی ہی اپنے دن کو پہچان لیتا ہے۔ اور کوئی پہچانتا تو ہے مگر اس سے بے خبر بھی رہتا ہے"

ان کی والدہ نے ان کو یہ کہتے ہوئے سن کر کہا کہ ان شاء اللہ تم ضرور استقلال دکھاؤ گے۔ کیونکہ تمھارے آباء ابو بکر اور زبیر ہیں۔ اور تمھاری ماں صفیہ بنت عبدالمطلب ہے۔

اس کے بعد انھوں نے شامیوں پر یکبارگی سخت حملہ کیا۔ ان کے ہمراہیوں میں سے چند مارے گئے۔ جب وہ اور ان کے ساتھی دشمنوں کے سامنے کھل گئے تو ان کے ایک ہمراہی نے کہا کہ کاش کہ آپ فلاں مقام پر چلے جاتے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں اسلام میں اس وقت ایک بہت برا بوڑھا آدمی سمجھا جاؤنگا جب میں کسی قوم کو حملہ کرنے پر آمادہ کروں اور جب وہ قتل ہو جائیں تو میں ان کی طرح قتل ہو کر گر جانے کے عوض میدان جنگ سے فرار کر جاؤں۔ غرض کہ شامی آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دروازے ان سے بھر گئے۔ اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ اے ذات النطاقین کے بیٹے جواب میں ابن زبیر یہ کہتے تھے (مصرعہ):-

"یہ ایسی شکایت ہے جس کا ننگ تجھ پر خوب ظاہر ہے"

اہل شام نے مسجد کے دروازوں پر ہر شہر کے ایک ایک آدمی کو مقرر کر دیا۔ چنانچہ اہل حمص کو خانۂ کعبہ کے دروازہ کے مقابل کے دروازے کی نگہبانی سپرد کی گئی۔ اہل دمشق باب بنی شیبہ پر۔ اہل اردن باب الصفا پر۔ اہل فلسطین باب بنی جمح پر۔ اور اہل قنسرین باب بنی تمیم پر متعین کئے گئے۔ اور حجاج اور طارق ابطح سے مروہ تک نگہبانی کرنے لگے۔ ابن زبیر کبھی ادھر اور کبھی ادھر

اس طرح حملہ کرتے تھے کہ گویا وہ شیر بیشہ ہیں۔لوگ ان کے سامنے نہ آتے تھے۔
عبداللہ ابن زبیر دشمنوں کے پیچھے دوڑتے اور ان کو دروازوں سے باہر نکال دیتے اور پھر ابو صفوان کو پکار کر کہتے کہ تمھاری ماں رُووے۔اگر تمھارے ساتھ چند جواں مرد اور ہوتے تو تم فتح ہی کر لیتے یا میرا حریف اگر ایک شخص ہوتا تو میں اس کو کافی ہوتا۔ابو صفوان عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف کہتا کہ ہاں خدا کی قسم آپ ایک ہزار کے لئے کافی ہیں۔حجاج لوگوں کو ابن زبیر کی طرف پیش قدمی نہ کرتے دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔اور خود پیدل ہو کر لوگوں کو آگے بڑھانے لگا۔ابن زبیر کا علم بردار۔جو ان کے آگے آگے تھا۔شامیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار رہا تھا۔ابن زبیر اپنے علم بردار سے بھی آگے بڑھ گئے۔اور اہل شام کو مارنے لگے۔یہاں تک کہ شامی مغلوب ہو گئے۔اور آفتاب غروب ہو گیا۔انھوں نے پلٹ کر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کی۔لوگوں نے ان کے علم بردار پر حملہ کیا اور اس کو باب بنی شیبہ کے پاس قتل کر دیا۔علم حجاج کے ہمراہیوں کے ہاتھ میں آگیا ابن زبیر نماز سے فارغ ہو کر آگے بڑھے اور بغیر علم ہی کے حملہ کر دیا۔ایک شامی کو قتل کیا اور کہا کہ لے یہ بھی ایک ہاتھ لیتا جا۔میں حواری کا بیٹا ہوں۔اسی طرح ایک حبشی پر وار کیا۔اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔اور کہا او حام کے بیٹے ٹھیر جا۔عبداللہ بن مطیع نے ان کا مقابلہ کیا۔اور وہ یہ کہتا جاتا تھا۔(شعر) :۔

"میں وہی ہوں جو حرّہ کے روز فرار ہو گیا تھا۔مگر شریف النسب آدمی ایک دفعہ کے سوا کبھی گریز نہیں کرتا۔آج میں پہلے فرار کا عوض پلٹ کر کر رہا ہوں"

ابن مطیع مقابلہ کرتے کرتے مارا گیا۔بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے چند کاری زخم آئے جن سے وہ چند دنوں کے بعد مر گیا۔ابن زبیر نے اپنے قتل ہونے کے دن صبح کو نماز کے بعد اپنے ہمراہیوں اور اہل و عیال سے کہا کہ ذرا اپنے چہروں کو کھول دو تاکہ میں دیکھ لوں۔(کیونکہ ان لوگوں کے چہرے خودوں سے ڈھکے ہوئے تھے) چنانچہ اس حکم کے موافق ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔اس پر انھوں نے کہا کہ اے آل زبیر۔اگر تم مجھ سے خوش ہو اور مجھ کو اپنے میں سے تصور کرتے ہو۔

تو یاد رکھو کہ ہم عرب کے ایک ایسے خاندان کے لوگ ہیں جنھوں نے خدا کے لئے صلح کی ہے۔ یاد رہے کہ تلواروں کی ضربیں تمھیں نہ ڈرائیں۔ کیونکہ زخمیوں کو زخم کے درد سے زیادہ دوا کا صدمہ ہوتا ہے۔ اپنی تلواروں کی اسی طرح حفاظت کرو جیسی تم اپنے چہروں کی کرتے ہو۔ اپنی تلواروں کی چمک سے اپنی آنکھوں کو بچائے رکھو چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے حریف سے مقابلہ کرنے میں مشغول رہے۔ اور میری حالت کچھ دریافت نہ کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص میرا حال دریافت کرنا چاہے تو میں سواروں کی پہلی جماعت میں ملونگا۔ خدا کی برکت پر بھروسا کرو۔ اور حملہ کردو پھر انھوں نے ان لوگوں پر حملہ کیا۔ اور بھگاتے بھگاتے حجون تک پہنچا دیا۔ قبیلۂ سکون کے ایک شخص نے ان پر ایک اینٹ کھینچ کے ماری جو ان کے چہرے پر لگی۔ ان کے اندام پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اور چہرہ بالکل خون آلود ہوگیا۔ انھوں نے اپنے چہرے پر خون کے آثار پاکر کہا (شعر):۔

"ہم ان میں سے نہیں ہیں جن کی ایڑیاں خون سے تر ہوجاتی ہیں بلکہ خون ہمارے قدموں پر ٹپکتا ہے"

پھر انھوں نے ان لوگوں سے شدید جنگ کی۔ ان لوگوں نے پلٹ کر ان پر یکبارگی دھاوا کردیا۔ اور ان کو ماہ جمادی الآخر میں سہ شنبہ کے روز شہید کردیا۔ اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال کی تھی ان کے قتل پر قبیلۂ مراد کا ایک شخص مقرر ہوا تھا۔ وہ ان کا سر حجاج کے پاس لے گیا۔ حجاج نے سجدۂ شکر ادا کیا اور راسی سکونی اور مرادی کو اس امر کی اطلاع کے لئے عبدالملک کے پاس روانہ کردیا اور دونوں کو پانچ پانچ سو دینار بھی دیئے۔ حجاج اور طارق چلے اور ابن زبیر کی لاش کے پاس آکر کھڑے ہوئے۔ طارق نے کہا کہ عورتیں ان سے بڑھ کر جواں مرد پیدا نہ کرسکیں۔ حجاج نے کہا کہ کیا تم امیر المومنین کے دشمن کی تعریف کرتے ہو۔ کہا ہاں۔ یہی بات ہماری معذرت کی دلیل ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمارے لئے عذر کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ ہم نے ان کا سات ماہ سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ حالانکہ ان کے پاس نہ فوج تھی نہ قلعہ اور نہ مددگار۔ پھر بھی وہ ہم سے مقابلہ کرتے رہے بلکہ سبقت لے جاتے تھے۔ ان دونوں کے

مکالمہ کی کیفیت عبد الملک تک پہنچی تو اس نے طارق کی رائے کی تصویب کی۔

ابن زبیر کے قتل پر اہل شام نے خوشی اور مسرت سے تکبیریں کہیں۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ ان لوگوں کو دیکھو۔ مسلمان تو ان کی ولادت پر خوشی سے تکبیریں کہتے تھے اور یہ لوگ ان کے قتل پر خوش ہو کر تکبیریں کہہ رہے ہیں۔ حجاج نے ان کے اور عبد اللہ بن صفوان اور عمارہ بن عمرو بن حزم کے سروں کو مدینہ روانہ کیا۔ پھر وہ سر عبد الملک بن مروان کے پاس لائے گئے۔ اور ابن زبیر کی لاش کو حجون کے قریب ثنیۃ یمنی پر سولی دی گئی۔ اسماءؓ نے اس کے پاس کہلا کے بھیجا خدا تجھے موت دے۔ تو نے اُسے سولی کیوں دی۔ اس نے جواب دیا کہ اس لکڑی پر چڑھنے کے لئے میں اور وہ دونوں مل کر دوڑے اور وہ اس کے حصہ میں آگئی۔ پھر اسماءؓ نے ان کے کفن دفن کی اجازت چاہی۔ مگر حجاج نے انکار کر دیا۔ اور اس لکڑی کے پاس ایک شخص کو حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ پھر عبد الملک کو ان کے سولی دینے کا حال لکھ بھیجا۔ اس نے جواب میں اسے ملامت کی اور لکھا کہ تم نے ان کو ان کی ماں کو کیوں نہ دے دیا۔ چنانچہ حجاج نے اجازت دے دی اور اسماءؓ نے ان کو حجون کے پاس دفن کر دیا۔ عبد اللہ ابن عمرؓ اُدھر سے گذرے تو انھوں نے کہا کہ اے ابو خُبَیْب۔ تم پر سلام ہو۔ خدا کی قسم میں تم کو اس سے منع کیا کرتا تھا اور تم بڑے روزہ دار تہجد گذار اور صلۂ رحم کرنے والے بزرگ تھے اور خدا کی قسم تم جس قوم سے شدید متصور ہوتے ہو وہ نہایت ہی عمدہ قوم ہے۔

ابن زبیر نے اپنے قتل ہونے سے چند دن قبل ہی سے ایلوا اور مشک استعمال کرنا شروع کر دیا تھا تاکہ ان کے جسم میں سے بدبو نہ آنے پائے۔ چنانچہ جب ان کو سولی دی گئی تو مشک کی خوشبو پھیل گئی تھی کہتے ہیں کہ حجاج نے ان کے ساتھ ایک مردہ کتے کو بھی سولی دی تھی جسکی بدبو اس خوشبو پر غالب آگئی تھی۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ اس نے ان کے ساتھ ایک بلی کو سولی دی تھی۔

جب عبد اللہ بن زبیر قتل ہوئے۔ تو ان کے بھائی عروہ ایک تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر عبد الملک ابن مروان کی طرف روانہ ہوئے۔ قبل اس کے کہ حجاج کے قاصد عبد اللہ ابن زبیر کے قتل کی خبر لے کر پہنچیں وہ شام پہنچ گئے۔

اور عبد الملک کے دروازے پر جا کر اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئے۔ اور اس پر سلام خلافت عرض کیا۔ عبد الملک نے سلام کا جواب دیا۔ اور مرحبا کہا۔ معانقہ کیا اور اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا۔ عروہ نے کہا (شعر)

"تمہارے پاس قرابت قریبہ کا وسیلہ تلاش کیا گیا ہے۔ اور قرابت اس وقت تک قریب نہیں آسکتی جب تک کہ تم اس کو قریب آنے کی اجازت نہ دو"

پھر دونوں باتیں کرنے لگے۔ عبد اللہ بن زبیر کا ذکر ہوا تو عروہ نے جواب میں کہا کہ "وہ تھے" (یعنی اب موجود نہیں ہیں) عبد الملک نے پوچھا "کیا ہوا"۔ کہا کہ قتل کئے گئے۔ یہ سن کر عبد الملک سجدے میں گر پڑا۔ عروہ نے کہا کہ حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا رکھا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ان کی لاش کو ان کی والدہ کے سپرد کر دیں۔ عبد الملک نے کہا کہ ہاں ایسا ہی کیا جائیگا۔ چنانچہ اس نے حجاج کو ایک خط لکھا جس میں ابن زبیر کے سولی پر لٹکائے جانے کے طرز عمل پر نفرت کا اظہار کیا۔

اُدھر حجاج نے عروہ کو گم پا کر عبد الملک کو لکھا کہ عروہ اپنے بھائی کے ساتھ تھا۔ اور جب وہ قتل ہو گئے تو وہ خدا کے مال میں سے کچھ حصہ لے کر فرار ہو گیا ہے۔ عبد الملک نے جواب میں لکھا کہ وہ بھاگے نہیں ہیں۔ بلکہ میری بیعت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے ان کو امان دے دی ہے اور جو کچھ اس سے پہلے گذر چکا ہے میں نے معاف کر دیا ہے۔ وہ تمہارے پاس آنے والے ہیں تم ہرگز ان سے کوئی بُرائی نہ کرنا۔ بعد ازاں عروہ نے مکہ کی طرف مراجعت کی۔ اس اثنا میں وہ مکے سے تیس دن غائب رہے تھے۔ پھر حجاج نے عبد اللہ ابن زبیر کی لاش کو سولی پر سے اتار کر ان کی والدہ کے پاس روانہ کر دیا۔ انھوں نے لاش کو غسل دیا۔ پانی ڈالتے ہی جسم پارہ پارہ ہو گیا۔ لہٰذا انھوں نے ہر عضو کو علیحدہ علیحدہ غسل دیا جس سے جسم ڈھیر گیا۔ عروہ نے ان پر نماز پڑھی اور اسمار نے ان کو دفن کرا دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب عروہ عبد الملک کے پاس تھے تو حجاج نے ان کو لکھا کہ وہ عروہ کو اس کے پاس واپس بھیج دیں۔ عبد الملک نے ان کے

پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ عروہ نے کہا کہ یقیناً وہ شخص ذلیل نہ تھا جس کو تم نے قتل کیا ہے۔ بلکہ وہ ذلیل ہے جس کو تم نے بادشاہ بنایا ہے۔ وہ قابل ملامت نہیں ہے جس نے استقلال دکھلایا اور جان دی۔ بلکہ وہ قابل ملامت ہے جو موت سے بھاگا۔ عبد الملک نے یہ سن کر کہا کہ اے ابو عبد اللہ۔ تم آئندہ ہم سے کوئی ایسی بات نہ سنو گے جو تمہارے ناگوار خاطر ہو۔

عبد اللہ بن زبیر کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی لاش پر کسی نے نماز نہیں پڑھی۔ کیونکہ حجاج نے نماز پڑھنے سے یہ کہہ کر روک دیا تھا کہ امیر المؤمنین نے صرف دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عروہ نے نہیں بلکہ کسی اور نے نماز پڑھی تھی۔ اور مسلم نے اپنی صحیح میں جو روایت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن زبیر کو یہودیوں کے قبرستان میں پھینک دیا گیا۔ اور ان کی والدہ ان کے بعد چند ہی روز زندہ رہ کر وفات پا گئیں۔ اور وہ نابینا ہو گئی تھیں اور عروہ کی ماں بھی وہی تھیں۔

ابن زبیر کے امور سے فارغ ہو کر حجاج مکہ میں داخل ہوا۔ اہل شہر نے اس سے عبد الملک ابن مروان کے لئے بیعت کر لی۔ حجاج نے مسجد حرام کو خون اور پتھروں سے پاک کرنے کا حکم دیا۔ اور خود مدینہ کی جانب راہی ہوا۔ کیونکہ عبد الملک نے اُسے مکہ اور مدینہ پر حاکم مقرر کر دیا تھا۔ مدینہ پہنچ کر اس نے مہینے دو مہینے تک وہاں اقامت کی۔ باشندوں سے برا سلوک کیا۔ ان کی ذلت کی اور کہا تم لوگ امیر المؤمنین عثمانؓ کے قاتل ہو۔ پھر صحابہ کی ایک جماعت کو ذلیل کرنے کی غرض سے ان کے ہاتھوں پر اسی طرح سیسے کی مہریں لگائیں جس طرح ذمیوں کے لگائی جاتی تھیں۔ ان صحابہ میں جابر بن عبد اللہ۔ انس بن مالک اور سہل بن سعد بھی شامل تھے۔ اس کے بعد وہ مکہ کو روانہ ہو گیا۔ مدینہ سے روانہ ہوتے ہوئے اس نے کہا کہ خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ایک بدبودار جگہ سے نکالا جس کے باشندے بدتر اور امیر المؤمنین کو دھوکا دینے والے اور خدا کی نعمت کی وجہ سے حسد کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس ان کے متعلق امیر المؤمنین کے خط نہ آتے تو میں اس شہر کو جوف حمار کی طرح تباہ کر دیتا۔ چند لکڑیاں ہیں جن کو اپنی پناہ گاہ بنا لیا ہے۔

اور چند پرانی ہڈیاں ہیں جو بوسیدہ ہو چکی ہیں جن کو منبر رسول اللہ صلعم اور قبر رسول اللہ صلعم کہا جاتا ہے۔ یہ کیفیت جابر بن عبد اللہ تک پہنچی تو انھوں نے کہا کہ اس کے اِدھر وہ پیغمبر ہے جو اس کو تباہ کر کے چھوڑے گی۔ فرعون نے بھی جو کچھ کہنا تھا کہا۔ مگر خدا نے اسے ڈھیل دینے کے بعد پکڑ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ حجاج کی مدینہ پر حکومت اور اس کا اصحاب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کا واقعہ ماہ صفر ۷۴ھ میں پیش آیا۔

{خبیب بن عبد اللہ بن زبیر خاء معجمہ کے پیش اور رو و بائے موحدہ سے ہے جن کے درمیان یائے مثناۃ تحتانی ہے۔ عبد اللہ بن زبیر کی کنیت ان ہی کے نام سے تھی۔ ابو بکر بھی ان کی کنیت تھی۔}

(عبداللہ) ابن زبیر کی عمر اور سیرت کا بیان

قتل کے وقت ان کی عمر ۷۲ سال کی تھی۔ ان کی خلافت نو سال تک رہی کیونکہ ۶۴ھ میں ان سے بیعت کی گئی تھی۔ ان کے سر پر لمبے لمبے بالوں کی لٹیں تھیں۔ یحییٰ ابن وثاب کا بیان ہے کہ ابن زبیر سجدہ کرتے تھے تو ان کے طول سجود اور سکون کی وجہ سے چڑیاں ان کی پیٹھ کو دیوار سمجھ کر اس پر بیٹھ جاتی تھیں۔ کسی اور کا بیان ہے کہ عبد اللہ نے وقت کو تین حالتوں اور حصوں پر تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک رات کو صبح تک قیام میں بسر کرتے تھے۔ اور دوسری رات کو صبح تک رکوع میں اور تیسری رات کو صبح تک سجدے میں رہتے۔ بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلی بات جو ابن زبیر کی جرأت ظاہر کرتی ہے یہ ہے کہ وہ ایک دن لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور خود بھی کم سن تھے ایک شخص ان کے پاس سے گذرا اور ان لڑکوں کو ڈانٹا۔ وہ سب بھاگ گئے۔ ابن زبیر ان کے پیچھے پیچھے گئے اور ان سے کہا کہ اے لڑکو۔ تم مجھے اپنا امیر بنا لو۔ تاکہ ہم سب اس پر حملہ کریں۔ چنانچہ ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب ان کے پاس سے گذرے یہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اور لڑکے تو ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ مگر یہ وہیں ڈٹے رہے۔ حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ تم ان کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہ میں نے

کوئی خطا کی کہ آپ سے ڈروں اور نہ راستہ تنگ ہے کہ الگ ہٹ کر آپ کے لئے کشادہ راستہ بنانے کے لئے تیار ہو جاؤں۔ قطن ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ابن زبیر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ خالد بن ابی عمران کا قول ہے کہ ابن زبیر ہر ماہ میں صرف تین دن روزہ نہ رکھتے تھے۔ اور چالیس سال تک آپنے اپنی پشت پر سے کپڑا نہیں اٹھایا۔ ابن مجاہد کہتے ہیں کہ عبادت کا کوئی ایسا اسلوب نہ تھا جس کو ابن زبیر بآسانی ادا نہ کرتے ہوں۔ اگرچہ لوگ اس سے عاجز آجاتے تھے۔ ایک مرتبہ خانہ کعبہ تک سیلاب آگیا۔ تو ابن زبیر نے تیر کر طواف کیا۔ ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلی بات جو صغر سنی میں میرے چچا عبد اللہ ابن زبیر نے کہنی سیکھی تھی وہ سیف (تلوار) تھی۔ حالانکہ وہ بالکل کم سن تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے کبھی تلوار دور نہ کرتے تھے۔ زبیر کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم تیرے لئے تلوار کا ایک خاص دن ہے اور وہ زمانہ آکر رہیگا۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ ابن زبیر کہا کرتے تھے کہ کعب نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو ان کے قول کے مطابق پوری نہ اتری ہو۔ سوائے اس قول کے کہ ایک ثقفی نوجوان مجھے قتل کریگا۔ حالانکہ اس (یعنی مختار ثقفی) کا سر میرے سامنے رکھا ہوا ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابن زبیر یہ نہ جانتے تھے کہ حجاج ان کے لئے مخفی تھا۔ عبد العزیز بن ابی جمیلہ انصاری کی روایت ہے کہ ابن عمرؓ ابن زبیر کے پاس سے ایسی حالت میں گذرے کہ وہ قتل ہونے کے بعد سولی پر لٹکے ہوئے تھے۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ ابو خبیب خدا تم پر رحم کرے تم بڑے روزہ دار اور بڑے تہجد گزار تھے۔ اگر تم قبیلہ قریش کے اشرار میں سے تھے۔ تو یقیناً وہ فوز و فلاح کا مستحق ہو گیا۔ حجاج نے ان کو سولی پر لٹکایا بعد میں لاش کو یہودیوں کے قبرستان میں پھینک دیا۔ اور ان کی والدہ کے پاس ایک شخص کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ حاضر ہوں۔ مگر وہ اس کے پاس نہ گئیں۔ اس نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ اگر تم آگئیں تو مناسب ہو گا ورنہ میں ایک ایسے شخص کو بھیجونگا جو تمہارا چونڈا پکڑ کر کھینچتا ہوا لے آئیگا۔ مگر وہ پھر بھی نہ گئیں۔ اس پر وہ خود ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے عبد اللہ کے ساتھ کیا کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے صرف یہ دیکھا کہ

کہ تو نے اس کی دنیا خراب کر دی اور اس نے تیری آخرت برباد کر دی۔ لیکن رسول اللہ صلعم نے ہم کو یہ خبر دی ہے کہ قبیلہ ثقیف میں ایک "کذاب" اور ایک "مبیر" ہوگا۔ کذاب تو ہم نے دیکھ لیا (یعنی مختار ثقفی) اور مبیر تو ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے مسلم نے اُسے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ابن زبیر نے عبداللہ ابن جعفر سے کہا کہ تم کو اس دن کا واقعہ یاد ہے۔ جب ہم اور تم رسول اللہ سے ملے تھے اور آپ نے بنو فاطمہ کو لے لیا تھا۔ انھوں نے کہا ہاں یاد ہے۔ ہم کو آپ نے اُٹھا لیا تھا۔ مگر تم کو چھوڑ دیا تھا۔ اگر ابن زبیر کو یہ معلوم ہوتا کہ عبداللہ بن جعفر ان کے سوال کے جواب میں ایسا کہینگے تو وہ ہرگز ان سے ایسا سوال نہ کرتے۔ ؎

محمد بن مروان کی ولایت جزیرہ و آرمینیہ کا بیان

اسی سال عبدالملک نے اپنے بھائی محمد کو الجزیرہ اور آرمینیہ کا والی مقرر کیا۔ اس نے وہاں جنگ کی اور دشمن کو سخت نقصان پہنچایا۔ بحیرۂ آرمینیہ جس میں طرّیخ نام کی مچھلی پائی جاتی ہے۔ اس وقت تک لوگوں کے لئے عام طور پر کھلا ہوا تھا کوئی روکنے والا نہ تھا جو شخص چاہتا تھا۔ اس سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ مگر محمد نے اس میں مچھلی کا شکار کھیلنے سے منع کر دیا۔ اور وہاں سے مچھلی پکڑنے۔ بیچنے اور قیمت حاصل کرنے پر ٹیکس لگا دیا۔ اس کے بعد وہ اس کے بیٹے مروان کے قبضہ میں رہا۔ اور بنو امیہ کی سلطنت کے انقراض کے ساتھ وہ بحیرہ بھی ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اس کی اب تک وہی حالت جاری ہے۔ جو کوئی کسی برے طریقہ کا رواج قائم کرتا ہے اُسے اُس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ قیامت تک بھگتنا پڑتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان موخر الذکر لوگوں کے حصوں میں کچھ بھی تخفیف ہو۔ یہ طرّیخ مچھلی دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔ کیونکہ وہ ایک چھوٹی سی مچھلی ہوتی ہے۔ ہر سال ایک خاص موسم میں اسی بحیرہ سے ایک نہر میں اس کثرت سے آتی ہے کہ ہاتھ اور مصنوعی آلات سے اس کا شکار کیا جاتا ہے۔ مگر جب موسم ختم ہو جاتا ہے تو ایک بھی نہیں ملتی۔ ؎

ابو فدیک خارجی کے قتل کا بیان

ہم نے ۷۲ھ کے واقعات میں نجدہ بن عامر خارجی کے قتل اور اس کے

ہمراہیوں کے ابو فدیک کے تابع ہو جانے کے واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ ابو فدیک کا قدم اس وقت تک مضبوطی سے جما رہا۔ اس لئے عبد الملک بن مروان نے عمر بن عبید اللہ بن معمر کو حکم دیا کہ اہل کوفہ اور بصرہ کو برانگیختہ کرے اور ابو فدیک سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے ان کو دعوت دی اور اس کے ساتھ دس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ اس نے ان کے لئے سامان رسد نکلوایا اور ان کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا۔ اس نے کوفیوں کو میمنہ پر قائم کر کے محمد بن موسیٰ بن طلحۃ بن عبید اللہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ اور بصریوں کو میسرہ پر تعینات کر کے ان پر اپنے بھتیجے عمر بن موسیٰ بن عبید اللہ بن معمر کو سردار بنایا۔ اور اپنے سواروں کو قلب میں رکھا۔ غرض وہ لوگ روانہ ہوئے اور بحرین پہنچ کر دشمن سے مقابل ہوئے۔ جنگ شروع ہوئی۔ ابو فدیک اور اس کے ہمراہیوں نے متحدہ طور پر ایک ہی آدمی کی طرح حملہ کر دیا۔ اور عمر کے میسرہ کو شکست دی۔ تا آنکہ وہ مغیرہ بن مہلب مجاعہ بن عبد الرحمٰن اور دیگر سواروں تک پہنچ گئے۔ اور میمنہ پر کوفیوں کی صف کی طرف مائل ہونے لگے۔ عمر بن موسیٰ زخمی ہوا۔ مگر جب میسرہ والوں نے دیکھا کہ میمنہ کو ہزیمت نہیں ہوئی تو وہ پلٹے اور لڑنے لگے حالانکہ ان کا کوئی امیر نہ تھا۔ کیونکہ ان کا سردار عمر بن موسیٰ مجروح ہو گیا تھا۔ انھوں نے اُسے اپنے ساتھ اُٹھا لیا۔ اور نہایت سختی سے لڑنے لگے۔ ہوتے ہوتے خارجیوں کے لشکر میں داخل ہو گئے۔ اُدھر کوفیوں نے بھی میمنہ پر سے میسرہ کے حملہ آور سپاہیوں کے ساتھ مل کر حملہ کر دیا۔ ان کے لشکر کو کاٹ کے رکھ دیا۔ اور ابو فدیک کو قتل کر دیا پھر اس کے ہمراہیوں کو شقہ کے قریب گھیر لیا۔ اس مقام پر انھوں نے بغیر عہد و پیمان کے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ ان میں سے چھ ہزار قتل اور آٹھ سو قید ہوئے۔ ان ہی میں عبد اللہ ابن امیہ کی لونڈی بھی تھی جو ابو فدیک سے حاملہ ہو گئی تھی۔ بعد ازاں سب نے بصرے کی طرف مراجعت کی۔ ☆

متعدد واقعات کا بیان

بعض مورخین کے بیان کے مطابق اسی سال عبد الملک نے بصرہ سے خالد بن عبد اللہ کو معزول کر کے اپنے بھائی بشر کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اور اس طرح دو شہر کوفہ اور بصرہ

اس کے ماتحت ہو گئے۔ بشر بصرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور کوفہ پر عمرو بن حریث کو مقرر کر دیا۔

اسی سال موسم گرما میں محمد بن مروان نے رومیوں سے جنگ کی۔ اور عثمان بن ولید اور رومیوں کے درمیان آرمینیہ کی سرحد پر جنگ ہوئی۔ مقدم الذکر کے ساتھ چار ہزار سپاہی تھے۔ اور گو رومی ساٹھ ہزار تھے مگر عثمان نے ان کو شکست دی اور اکثر کو قتل بھی کیا۔ حجاج نے اسی سال لوگوں کے ساتھ حج کیا اور وہ مکہ۔ یمامہ اور یمن کا حاکم تھا۔ بعض کے قول کے مطابق کوفہ اور بصرہ پر بشر ابن مروان حاکم تھا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کوفہ پر بشر اور بصرہ پر خالد ابن عبداللہ حکمران تھا۔ کوفہ کے محکمۂ قضا پر شریح بن حارث اور بصرہ کی قضائت پر ہشام بن ہبیرہ اور خراسان پر بکیر بن وشاح مقرر تھے۔ ؎

اسی سال عبداللہ بن عمرؓ نے مکہ میں وفات پائی۔ اور فوطوئے میں دفن ہوئے۔ ایک اور روایت ہے کہ فخ میں دفن ہیں۔ آپ کی موت کا سبب یہ ہوا کہ حجاج نے اپنے ایک ہمراہی کو حکم دے رکھا تھا اور اسی کے مطابق اس نے زہر میں بجھے ہوئے نیزے کی انی سے ان کے پاؤں کو زخمی کیا۔ اور اسی سے آخر میں انھوں نے وفات پائی۔ حجاج نے دوران مرض میں ان کی عیادت کی اور پوچھا کہ آپ کو کس نے یہ صدمہ پہنچایا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تو نے ہی مجھ کو یہ صدمہ پہنچایا۔ کیونکہ تو نے ایسے شہر میں مسلح رہنے کا حکم دیا جہاں ہتھیار اُٹھانا حلال نہیں۔ ان کی وفات ابن زبیر کے قتل کے تین ماہ بعد واقع ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر (۸۶) سال کی تھی۔ ؎

اسی سال سلمہ بن اکوع۔ ابو سعید خدری۔ رافع بن خدیج اور مالک بن مسمع ابو غسان بکری نے بھی وفات پائی کہتے ہیں آخر الذکر نے ۶۴ھ میں انتقال کیا اور آنحضرت صلعم کے زمانے میں ان کی ولادت ہوئی تھی۔ سلم ابن زیاد ابن ابیہ نے بشر بن مروان سے پہلے ہی انتقال کیا۔ اسماء بنت ابی بکر اپنے فرزند عبداللہ کی شہادت کے تھوڑے عرصے بعد انتقال کر گئیں۔ وہ آخری زمانے میں نابینا ہو گئی تھیں۔ وہ زبیر کی مطلقہ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے اپنے والد سے یہ کہہ کر کہ مجھ جیسے شخص کی ماں اب کسی مرد کی بیوی نہیں رہ سکتی اپنے والد سے ان کو طلاق دلوا لیا تھا۔ ؎

اسی سال عوف بن مالک اشجعی نے بھی انتقال کیا۔ ان کا سب سے پہلا غزوہ

خیبر کا تھا۔

معاویہ بن حدیج بھی ابن عمر سے چند ہی ایام پیشتر راہی ملک عدم ہوئے۔

معبد بن خالد جہنی نے بھی اسی سال میں پیک اجل کو لبیک کہا۔ ان کی عمر (۸۰) سال کی تھی۔ وہ آنحضرت کے صحابی بھی تھے۔

عبدالرحمٰن بن عثمان بن عبداللہ بھی اسی سال ابن زبیر کے ہمراہ قتل ہوئے۔ یہ بھی صحابی تھے اور طلحہ بن عبیداللہ کے بھتیجے تھے۔

{رافع بن خدیج میں خاء معجمہ پر زبر ہے اور دال مہملہ پر کسرہ۔ معاویہ بن حُدَیج میں حاء مہملہ پر پیش اور دال مہملہ پر زبر ہے۔}

تمت بالخیر

صحت نامہ

کامل ابن اثیر حصۂ اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۷	طلائے	طلایہ
۹	۹	سواہ	سواد
۱۵	۱۸	اسکو اس کے	اُن کو اور اُن کے
"	۲۴	۵۴ھ	۴۵ھ
۱۷	۳	کی حدبندی کی	کو بسایا
"	۵	اُسکا	اُن کے
"	۶	اسکی	اُن کی
"	۷	فوت ہوا	فوت ہوئے اور صحابی تھے
"	۸	ہوگیا تھا۔ اُس	ہو گئے تھے۔ انھوں
۱۸	۳	دس	بیس
"	۷	امیر معاویہ سے صلح کرلی۔ اس لئے	صالح بن گیا۔ اور
"	۱۰	وہ عافیت اور حسن سیرت کو عزیز رکھتے تھے۔	وہ عافیت کو عزیز رکھتے تھے اور لوگوں سے اچھا برتاؤ کیا
"	۱۴	لوگوں نے اُن کا پیچھا چھوڑ دیا	لوگ ان سے نڈر ہو گئے
۱۹	۲	اس غرض سے	
"	۴	اگر میں تمھارے چچا (زیاد) کے ساتھ احسان کرتا ہوں	اگر تمھارے چچا زیاد نے مجھ پر احسان کیا ہے۔"
"	۱۱	زیاد کا روپیہ اسکے پاس محفوظ رہ گیا۔	زیاد کے احسان کو یاد رکھا۔
"	۱۲	گیا	گئے
"	"	اُسے	اُن کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹	۲۰	«زیادہ یہاں نہیں ہے»	«زیادہ وہاں کیا چیز ہے»
۲۰	۴	گیا ہے	گیا ہونی چاہئے
"	۱۳	تیرے ہاتھ کو باگ سمیت کاٹ دونگا	تیرا ہاتھ باگ میں لٹکا دونگا
"	۲۳	رَدّ کرتے رہے۔	دُہراتے رہے۔
"	۲۵	وغیرہ وغیرہ	آخر آیت تک
۲۱	۳	مگر	اور
"	۷	کوفے	کوفہ
"	۸	تکریم کرتا تھا	تکریم کرتے تھے۔
"	"	بھی	
"	۱۳	عتبہ	عنبسہ
۲۳	۲۵	کہ کوئی شخص فتنہ پردازوں کے نام سے انکو آگاہ کرے	کہ جو کوئی فتنہ پردازی کرنا چاہتا ہو تو اُس سے اسکو آگاہ کردیں۔
۲۵	۴ و ۵	اپنے خلاف اپنے خلاف انکو کسی طرح راہ نہ دو۔	تم اپنے خلاف کوئی موقع اُنکے ہاتھ نہ آنے دو۔
۲۹	۶	مگر تم پر	تم پر
"	۱۸	کے	نے
۳۰	۳	آب	اب
"	۶	عقصر	عصر
"	۱۱	الحتیمی	التیمی
"	۱۶	مگر کیونکہ	
۳۳	۳	ادھر جب ابو الرواغ نے کہا	اور جب ابو الرواغ نے دیکھا۔
۳۴	۲۵	محرّز	محرز
۳۶	۲۲	اُس نے	اُسے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷	۹	کے	نے
"	۱۱	جمع ہو جائیں	جمع نہ ہو جائیں
۴۶	۱۲	قرقیسا	قرقیسیا
۵۷	۲۱	ابن عمرو	ابن عمر
۷۱	۷	اُس نے	اُنھوں نے
۷۲	۱۰	وہ ہی	وہی
۷۴	۲۲	اسے	انھیں
۷۹	۱۵	کبوتری	قرقرہ اور کبوتری
۸۱	۲۳	مختلف علاقجات کے	فوج کے چاروں دستوں کے
"	۲۴	مدینے سے	اہل مدینہ کے دستہ کا
"	"	ہمدان سے	ہمدان کا
"	۲۵	کندہ سے	کندہ کا
"	"	اسد سے	اسد کا
۸۲	۲۱	الغتری	العنزی
۸۳	۲۲	بلکہ ہم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ تم کو اسکے ساتھ عراق روانہ کر دیں۔	اور اُسوقت ہمیں خود تم کو اُس مقاتلہ کے لئے عراق بھیجنا پڑیگا۔
۸۵	۱۴	الغزی	العنزی
۸۷	۱۵	تچھے	تجھے
۹۷	۶	حویطب ابن الفری	حویطب ابن عبد العزیٰ
"	۹	عشکۃ	عنکثہ
"	۱۲	الجھتی	الجھنی
"	۱۶	موسم سرما بسر کیا	فوج کے ساتھ سرحد پر موسم سرما بسر کیا
"	۲۱	بصرے	بصرہ
"	۲۲	"	"
"	"	منبر پہ سے	منبر پر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۷	۲۴	بنوضبتہ	بنوضبۃ
۹۸	۱۶	ارقم ابن ارقم	ارقم بن ابی ارقم
"	۱۸	حضرت ابوبکرہ رضا	ابوبکرہ
"	۲۲	اسی	اِس
۱۰۰	۱	بصرے	بصـرہ
۱۰۹	۴	اجتماع	اجماع
"	۵	"	"
۱۱۲	۱۵	ہوئی	ہوتی
۱۱۵	۲ و ۳	عروہ کی موت سے پہلے	عروہ کے قتل کرنے سے پہلے
"	۳	کیونکہ	چونکہ
"	۱۶	جب بیت المال کے پاس سے گزرا	جب بیت المال پر ایسا مال گزرتا جو بیت المال میں جمع ہونیوالا ہے ۔
"	۱۷	باقی چھوڑ دیا	باقی چھوڑ دیتا
"	۲۳	تم نے جنگ میں ابتدا کی ہے	انھوں نے تم پر جنگ میں ابتدا کی ہے
۱۱۶	۱	آپ کو مجھے	آپ کا مجھے
۱۱۷	۲ و ۳	قیس بن ہیثم السُّلمیَ اس سے پہلے وہاں کا والی تھا۔ اُس نے	اُس نے اپنے آگے قیس بن ہیثم السلمی کو وہاں بھیجدیا اور اُس نے ۔
۱۱۸	۶	زیاد	ابن زیاد
"	۷	ہجو کی	برائی ظاہر کی
۱۳۲	۹	اُنکے امتناع پر قادر ہوں ۔	میں اپنی حفاظت پر قادر ہوں ۔
"	۱۵	تم دونوں ایک جگہ جمع ہوں	تم دونوں متفق ہو جاویں
۱۳۳	۱۲	اُسے	اُنکو
۱۳۷	۳	اُنکے مجروحین کی تجہیز وتکفین کی	اور اُنکے مجروحین گھوڑے دوڑاکر چل دیا ۔
"	۵ و ۶	عبداللہ آئے تو عبیدہ نے اُن سے	پھر عبداللہ کے پاس آکر کہا کہ میں نے ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۹	۱۶	کون	کون
۱۴۰	۸ و ۹	وہ لوگ رونے اور قتال و نصرت کو اپنے ہی میں سمجھنے لگتے۔	وہ لوگ روتے اور وعدہ کرتے کہ ہم لوگ اپنی ذات سے لڑینگے اور نصرت دینگے۔
۱۴۸	۹	جن	جس
۱۵۴	۳	زیالہ	زبالہ
۱۶۵	۱۰	کیا	کیا تھا
۱۷۵	۶	جہاں کوئی	جہاں نہ کوئی
۱۹۱	۱۴	عبداللہ عمیر	عبداللہ ابن عمیر
۱۹۳	۱	کہا کہ	کہا
"	۵ و ۶	اگر مباہلہ کرنا چاہتے ہو تو آؤ باہر آؤ میں تم سے لڑتا ہوں۔	پھر باہر آؤ میں تم سے لڑتا ہوں
"	۷	اور حق پوش و باطل پرست کو ہلاک کرے	اور جو حق پر ہے وہ باطل والے کو ہلاک کرے
"	۱۱	منقذ العبدی	منقذ العبدی
"	۲۰	قرطہ	قرظہ
۱۹۴	۴ و ۵	یزید ابن ابی سفیان	یزید بن سفیان
"	۵	شہید ہوا	حُر نے اُسکو قتل کر دیا
"	۷	نافع نے اُسے شہید کر دیا	نافع نے اُسے قتل کر دیا
۲۰۰	۵	الشبائی	الشّبامیّ
"	۹	اور سوائے خدا کے	اور خدا سے
"	۲۰	ابی شیب	ابی شبیب
"	۲۱	آگے بڑھے	امام حسنؓ کے پاس آئے اور سلام کر کے آگے بڑھے
۲۲۱	۱۷ و ۱۸	منہ چھپاتے پھروگے۔ میں ہرگز تم کو کسی امر پر کبھی جمع نہ کرونگا۔	محجوب کر دئے گئے ہیں اب کسی بات میں تم سے اتفاق نہیں کرونگا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۱	۲۰	جو سر ہیں	جو سر گرے
"	۲۴و۲۵	اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے کسی کو باواز بلند یہ کہتے ہوے سنا۔	اہل مدینہ سے بعض لوگوں نے کسی کو یہ منادی کرتے ہوئے سنا۔
۲۲۲	۵	دوپہر تک	اُسکے بلند ہوئے تک
"	۸	تاآنکہ اس مقام کو پیچھے نہ چھوڑوں	تاکہ اُس مقام کو پیچھے چھوڑ دوں
۲۲۳	۲	تیرہ عدد سر	تیرہ سر
"	۳	بنو اسد سولہ	بنو اسد چھ
"	۱۱	علیٰ ہذا القیاس	
"	۱۵و۱۶	ابوبکر بھی سعد ابن عمرو ابن نفیل الازدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔	ابو بکر بھی جن کی ماں ام ولد تھیں حرملہ بن کاہن کے تیر سے شہید ہوئے قاسم بن الحسن سعد ابن عمرو
"	۱۹	التیمیی	التیمی
۲۲۴	۱	علاوہ اُنکے	
"	۲۳	میں تمہارا حکم بجالاچکا ہوں	میں تمہارا حکم بجالانیکے لئے چلا گیا
۲۴۱	۲	عذر	غدر
۲۶۲	۴	بھول جانا	پھول جانا
۲۸۰	۱۶	؟	×
۲۹۱	۸	انھوں نے	اس نے
"	۲۱	حوارین	حوران
۲۹۲	۷و۸	شاید بنو نزار تم کو بہت تنگ اور کم مقدار آدمی معلوم ہوئے۔	شاید تم نے بنی نزار سے تنگ آکر
"	۱۵	مصر میں	شہر کوفہ میں
"	۲۱	مقابلے کیلئے چڑھ دوڑا	مرو سے روانہ ہو گیا۔
"	۲۲	حبشی شخص نے اُسکو دست درازی سے باز رکھا	شہر میں آنے نہ دیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۴	۱۶	اور کہا	اس نے کہا
۲۹۵	۶	لڑائی نہایت شدید تھی	وہ بہت بُری طرح مارے گئے
"	۸	ہنزار	ہزار
"	۱۳	پناگزیں	پناہ گزیں
۲۹۷	۴ تا ۶	عمر وہ چیز ہے جو خدائے تعالیٰ نے آدمی کو ساٹھ سال کیلئے ایک عذر کے موقعے کے طور پر عنایت فرمائی ہے	اللہ نے بنی آدم کی عمر ساٹھ سال بنائی ہے تاکہ وہ اس میں جو چاہے کرے ۔
"	۹	اسکی کتابیں	اُنکے خطوط
"	۱۰	ہم کو عذر کا موقع دیا	ہمارے سامنے اپنے آپ کو بری الذمہ کر دیا
۲۹۹	۹	سوار ہو ہو کر دوڑے	اپنے گھٹنوں پر کھڑے ہو گئے
"	۲۵	روانہ کر دیں گے	اُن سے اُنھیں مسلح کر دیں گے
۳۰۱	۱۰ و ۱۱	حالانکہ وہ اپنے دشمن کے دشمن جانی تھے	اور دشمن کے ہاتھوں وہ بُری طرح قتل کئے جائینگے
"	۲۵	معلوم ہوا ہے کہ	معلوم ہوا کہ
۳۰۳	۸	باپ دا	باپ دادا
۳۰۴	۲۴	آپ رات بھر اور مجھے آرام کر لینے دیں	آپ شام کو آئے
۳۰۹	۸	عمرو	مختار
۳۱۰	۱۶ و ۱۷	اور اُس سے علیحدہ رہکر ایک سال اس سے غائب رہے	مختار اُنکے پاس سے چلا گیا اور ایک سال تک ابن زبیر سے پوشیدہ رہا ۔
"	۲۳ و ۲۴	مگر ابن زبیر نہیں گئے	وہ ابن زبیر کے پاس نہیں آیا ۔
۳۱۱	۱۷ و ۱۸	اور ہمیشہ اہل شام کا سخت دشمن رہا	شامیوں پر سب سے زیادہ یہی دو بھر تھا
"	۲۰	کسی کام میں مدد نہیں لیتے	کسی مقام کا عامل نہیں بناتے
"	۲۱	جو شخص ابن زبیر کے پاس آتا	کوفہ کا جو شخص اُسکے پاس آتا
۳۱۲	۲۳ و ۲۴	پھر جب اذان ہوئی تو اُس نے لوگوں کو نماز پڑھائی	یہانتک کہ جماعت کھڑی ہوئی اور اُس نے سب کے ساتھ نماز پڑھی ۔
۳۱۵	۱۰	عبید اللہ ابن خازم	عبداللہ ابن خازم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲۳	۱۲	خندق کھودا	خندق کھودی
۳۳۶	۹ و ۱۰	کیونکہ اُسکی تلاش و تفتیش کیجارہی تھی	کیونکہ یہ رسول اللہ صلعم کے خلاف جاسوسی کیا کرتا تھا
۳۳۷	۱۶ و ۱۷	اور یہ ذوات الرایات سے تھی جس سے بغا کے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے ۔	اور اسکے متعلق ایسی روایتیں مروی ہیں جن سے اُسکا فاحشہ ہونا ثابت ہوتا ہے ۔
۳۴۰	۴	ساحل کے پاس لگادی	ساحل کے پاس لگادی اور دریا شدید طغیانی پر تھا ۔
"	۱۰ و ۱۱	اگر حارثہ ابن ابی ربیعہ نے اُسے مہلب کے پاس بھیجدیا ۔	اگر حارثہ نے حارث بن ابی ربیعہ کو مہلب کے پاس بھیجدیا ۔
۳۴۱	۲۳	جب ہم متفرق ہوئے	جب ہم نے حملہ کیا
۳۴۲	۸ و ۹	اگر بعد میں لوگ اسکے اس قول کا نشان تک بھی نہ پاتے تھے ۔	اگر اُسکے کہنے کا کچھ بھی اثر نمایاں نہ ہوتا تھا ۔
۳۵۳	۷	حجر اسود کو اسکے اندر رکھ دیا	مقام حجر کو اُس میں داخل کر دیا
"	۱۰ و ۱۱	اس میں حجر اسود کی زیادتی کر دیتا	بیت اللہ میں مقام حجر کو شامل کر دیتا
۳۵۵	۵	جس سے اُسکے پشمینے کی ٹوپی اسکے چہرہ پر گرپڑی	جس سے اُسکے کاسۂ سر کی کھال اُس کے چہرہ پر آپڑی ۔
"	۱۲	مرورود	مروروذ
۳۵۹	۲۰	ہمدان سے	جو قبیلۂ ہمدان سے تھے
۳۶۷	۹	نہایت تنگی سے منتشر ہو گئے	تنگ کوچوں میں منتشر ہو گئے
۳۷۱	۴	اپنا گھوڑا منگوایا	اُسکا گھوڑا منگوایا
۳۷۷	۱۰	جیش	حبیش
۳۷۸	۵	اس سے مناظرہ نہ کرو	دشمن کے حملہ آور ہونیکا انتظار نہ کرنا
۳۸۲	۴ و ۵	عبداللہ ابن سبیع بنو سبیع کو لئے ہوئے اہل یمن کے ہاں مقیم ہوا ۔	عبداللہ بن سبیع اہل یمن کے ہمراہ احاطۂ سبیع میں آکر ٹھہرا ۔
۳۸۶	۲۳	خدا کی قسم میں یہاں تین دن تک ہرگز نہیں رہونگا	خدا کی قسم میں تین دن تک اس مقام سے نہ جاؤنگا ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۷	۸	کہی	کی
۳۹۰	۷	آدمی بھیجے	آدمی بھیجے۔ خولی وہ تھا جس نے حضرت امام حسینؓ کا سر کاٹ لیا تھا
"	۱۳ و ۱۴	اسکے مکان کے ایک طرف کو لیجاکر قتل کردیا	اسکے بیوی بچوں کے سامنے اُسے قتل کرڈالا
۳۹۲	۱۶	لوگوں نے یہ خبر مختار کو پہنچادی	انھوں نے کہا آپ یہ بات مختار سے جاکر کہیں
۳۹۵	۱۰ و ۱۱	اور قیس نے بھی اپنا مقام چھوڑدیا	اور قیس کو اُس نے اسی جگہ چھوڑدیا
۳۹۶	۷ و ۸	توضرور ایسا کرتے	تو میں اُسکے لئے آمادہ ہوں
۳۹۷	۱۰	مجھ میں	اُس میں
۴۰۲	۱۱ و ۱۲	اس تمام مال وزر کو انھیں میں تقسیم کرنا چاہا مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔	اُس روپیہ کو اُن میں بانٹ دیا۔ وہ طاقتور اور سرکش ہوگئے۔
۴۰۷	۱ و ۲	زبیر وغیرہ واپس آگئے اور اُس کے اصحاب بھی بچ گئے۔	زہیر قلعہ واپس آگیا مگر اُس کے ساتھی بچکر محاصرہ سے نکل گئے۔
"	۴ و ۵	غرض کہ سب بنو تمیم ابن خازم کے حکم پر چلنے لگے	غرض کہ تمام بنو تمیم نے اپنے آپ کو ابن خازم کے حوالہ کردیا۔
۴۱۲	۱۴ و ۱۵	اگر اُن لوگوں نے تمھارے آدمیوں کو ساحل کی طرف کردیا۔	اگر تمھارے آدمیوں کی خوبو سے واقف ہوگئے۔
"	۱۵	تو وہ اُن سے معتاد ہوکر	تو وہ اُن سے مانوس ہوجائیں گے
۴۱۶	۱۵	اسی طرح اُسے گونگا کیا گیا ہے	اُس نے کہا اُسکی آستین میں بھی آگ لگائی گئی ہے جس طرح اب چہرہ جلایا جارہا ہے
۴۱۷	۲	اور یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ ملبوس غلاظت کو قبول کرلے۔	اور وہ ناپاکوں کو کس طرح پاکوں کے درمیان قبول کرسکتی ہے۔
۴۱۸	۱ و ۲	تم اپنے امراء کو پھیر پھیر دیتے ہو	تم اپنے امیروں کے نام دھرتے ہو
"	۲۲	بلکہ ہمارے غلاموں نے ہم کو ہماری عورتوں۔ بچوں اور حرم پر غالب کردیا ہے۔	ہمارے غلاموں نے ہماری عورتوں، اولاد اور حرم پر قبضہ کرلیا ہے۔
۴۲۳	۳ و ۴	جسکا وہ خیال کرتے تھے کہ وہ اُنکے والد کی جماعت میں سے ہے	حالانکہ وہ شیعان علیؓ ہونیکا مدعی ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲۳	۱۲ و ۱۳	جیساکہ اُن میں سے بعض لوگ کہا بھی کرتے تھے	اور اس طریقہ سے بعض لوگ سیراب ہوجاتے تھے
״	۱۷ و ۱۸	تو خدا کی قسم مجھے ذرا بھی مایوسی نہ ہوگی بشرطیکہ تم یقین کرلو کہ خدا تمھاری مدد کریگا۔	اور اگر تم پوری صداقت و استقلال سے اُن سے جنگ کرو تو مجھے اس بات سے مایوسی بھی نہیں ہے کہ اللہ تمھیں کو فتح دیدے۔
״	۲۱ و ۲۲	اگر تم نے اُن لوگوں کے حکم کے مطابق کیا	اگر تم نے اُنکے سامنے ہتیار ڈالدئے۔
۴۲۸	۱	کہ ملحدین نے اُسکے قتل میں توقف نہ کیا	کہ ملحدین نے اُسکے قتل پر اتفاق کیا۔
۴۳۵	۸	اس پر رحم نہ کرنا چاہئے	رحم اُسکے پاس نہیں
״	۱۹ و ۲۰	میرا باپ مصیبت زدہ ہے	میرا باپ پاگل ہے
۴۳۶	۱۴ و ۱۵	اُن کے بعض سوار پل کے پاس پہنچکر بھاگنے میں سُست پڑگئے۔	اُنکے بعض سواروں نے پُل کے پاس کمزور سا مقابلہ کیا۔
۴۳۷	۱۰ و ۱۱	اور خوارج فصیل شہر سے تیر اور پتھر برسایا کرتے۔	اور فصیل شہر سے خوارج پر تیر اور پتھر پھینکے جاتے۔
۴۳۸	۶ و ۷	اُنکے لئے بہت سا سامان خوراک اکھٹا کیا	اُنکے لئے بہت سا کھانا تیار کرایا
״	۱۱ و ۱۲	پھر عتاب اور اُسکے ہمراہیوں نے اُن لوگوں کو جس جس طرح چاہا تنگ کیا۔	پھر عتاب اور اُسکی فوج نے دل کھول کر اُسکے پڑاؤ کو لوٹ لیا۔
۴۳۹	۸	اسی سال عبدالملک بن مروان نے بطنان میں فوج جمع کی۔	اسی سال عبدالملک نے بطنان میں پڑاؤ کیا۔
״	۲۰ و ۲۱	چونکہ تم ہمارے دشمن سے جاملے ہو۔ اس لئے یہ عورت تم سے لیلی گئی ہے	تم نے ہمارے مقابلہ میں ہمارے دشمن کی امداد کی اور اُس میں حد سے تجاوز کیا
۴۴۲	۱۸	فوجی	خوجی
۴۴۳	۱۸ و ۱۹	"یہ کس مصیبت یا کس نعمت کی وجہ سے ہے کہ مسلم اور مہلب میرے سامنے آتے ہیں"	"وہ کونسا ایسا کارنمایاں یا احسان ہے جسکی وجہ سے مسلم اور مہلب کو مجھ پر ترجیح دی گئی ہے"
۴۴۷	۱۳ و ۱۴	ابن حُر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہم لوگ ڈرسے رہے ہیں۔	ابن حُر سے اُسکے ساتھیوں نے کہا کہ ہم تھوڑے ہیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶۰	۹	دوسرے دن نافع بن حارث جفرہ بھیجدیا گیا	دوسرے دن وہ جُفرہ نافع بن حارث چلے گئے
"	۱۷	مالک ابن مسمع کی آنکھ کو صدمہ پہنچا ۔	مالک بن مسمع کی آنکھ جاتی رہی ۔
۴۶۴	۴	دجلے	دجلہ
۴۶۶	۲۱	اور یہ کہ اُن میں سے بشر قتل ہوا تھا	اور اُن میں سے بہت سے آدمی مارے گئے ۔
۴۶۹	۲۲تا۲۴	"اے بنی امیہ میں تمہارے سامنے ہو کر اُن لوگوں سے لڑا جنھوں نے پناہ دی اور فتحیاب ہوئے اور قیس عیلان جو ناچتے ہوئے آئے اور اپنی زبردستی اور غلبہ کے بعد سب نے یکبارگی تم سے بیعت کرلی۔	"اے بنو امیہ تمہاری طرف سے وہ لوگ آپس میں لڑے جنھوں نے پناہ دی اور مدد کی تھی، اور قیس عیلان لڑے جو ناچتے ہوئے سامنے آئے اور اُنھوں نے جبراً تمہارے مغلوب ہونیکے بعد تمہارے لئے بیعت کی ۔
۴۷۰	۱۲	جب عمیر بن حباب سلمی کا انتقال ہوگیا	عمیر بن الحباب السلمی کے قتل کے بعد
۴۷۵	۱۶	اور میں اسکے نفاذ سے بے خوف نہیں ہوں۔	اور مجھے ڈر ہے کہ وہ ختم ہو جائیگی ۔
۴۸۱	۳ و ۴	اُس نے مصعب پر حملہ کیا ۔	مصعب نے اُس پر حملہ کیا
"	۵	مصعب وہاں سے واپس ہوا	عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان واپس چلا گیا ۔
۴۸۲	۱۲ و ۱۳	عبیداللہ بھی اُدھر سے روانہ ہو کر مطرف کی فوج کی طرف آیا ۔ مگر یہ امر اُس کی طرف منسوب کیا ہے ۔	مکرم عبیداللہ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا عسکر مکرم پہنچا ۔ یہ مقام بعد میں اُسی مکرم کی طرف منسوب کردیا گیا ۔
۴۸۵	۹	ہونے عام کی	ہونے کی عام
۴۹۵	۷ و ۸	میں نے دشمنی کو نقصان پہنچایا اور دوستی کو نفع دیا ۔	میں اگر دشمن ہوا تو مُضر ثابت ہوا اور اگر دوست بنا تو فائدہ رساں ۔
۵۰۰	۱۳	اور اُس کا بیٹا یزید ترمذ کی طرف روانہ ہوا	اور اُس وقت اُسکا بیٹا یزید ترمذ میں تھا ۔
۵۰۳	۹	اُس نے دو ہزار پیدل کو روانہ کئے ۔	اُس نے دو ہزار سپاہی بھیجدئے ۔
"	۱۴ و ۱۵	اُنکے زخمیوں پر فوج بھیجی ۔	اُنکے زخمیوں کو قتل کر ڈالا ۔
۵۱۰	۱۶	عبداللہ بن مطیع نے اُن کا مقابلہ کیا ۔	عبداللہ بن مطیع اُنکے ساتھ ہو کر لڑا ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۱۱	۱۲ و ۱۷	اُنکے قتل پر قبیلۂ مراد کا ایک شخص مقرر ہوا تھا۔	قبیلۂ مراد کا ایک شخص اُنکا قاتل تسلیم کیا گیا تھا۔
۵۱۵	۱۹ و ۲۰	ابن زبیر اُنکے پیچھے پیچھے گئے۔	ابن زبیر اُلٹے پاؤں چلنے لگے۔
۵۱۷	۲	مُبیر	ببیر
۵۱۸	۵	اُس نے انکے لئے سامان رسد نکلوایا	اُس نے بیت المال سے انکی معاشیں دلوائیں۔

تمّت
